UNIVERSAL
LIBRARY
OU_222730
UNIVERSAL
LIBRARY

بہ بین گلشن آرائی کن فکاون رنگین فرمائی گل و رنجا

عمدہ تصرف نادر تذکرہ ہے کہ جسمین ہر علم و فن کا تحقیقات کے ساتھ بیان ہے پسندیدہ عالم مرغوب اہل سخن ہے

حسب فرمایش یک قدردان سخن ماہر فن حسنا کمال منشی ونیدیال صاحب میر منشی ایجنسی بھوپال کے

مطبع منشی نول کشور مین بہ طبع مین مزین مقبول اہل جہان ہوا

CHECKED 1950

اطلاع ہے اس طبع میں ہر علم و فن کی کتب کا ذخیرہ سلسلہ وار فروخت کے لیے موجود ہے جسکی فہرست علیحدہ ہر ایک شائق کو چھاپہ خانہ سے مل سکتی ہے مگر سہولت و ملاحظہ سے شائقان اصل حالات کتب کے معلوم فرما سکتے ہیں یہ بھی واضح ہو اس کتاب کے ٹیبل پیج کے تین صفحہ جو سادے ہیں انمیں بعض کتب تذکرہ شعرا اردو و فارسی بطور ضمیمہ کے درج کرتے ہیں تاکہ جس فن کی یہ کتاب ہے اس فن کی اور بھی کتب موجودہ کا خانہ سے قدردانوں کو آگاہی کا ذریعہ حاصل ہو

کتب تذکرۂ شعرا اردو

سراپائے سخن۔ شعرائے قدیم و جدید اردو کا تذکرہ ہے مولفہ سید حسن علی۔

گلستان بیخزان۔ معروف بہ نغمۂ عندلیب شعرا کا تذکرہ بجواب گلشن بیخار مولفہ حکیم قطب الدین دہلوی۔

گلدستۂ سخن۔ شعرا کا تذکرہ ہے کہ مشاعرہ خاص اس مطبع میں مرتب ہوا اور اسمیں نامی گرامی شعرا کا ذکر و کلام ہے

تذکرۂ شعرا فارسی

تذکرۂ گلشن بیخار۔ شعرائے نامی گرامی متقدمین کا تذکرہ ہے مولفہ نواب محمد مصطفےٰ خان دہلوی شیفتہ تخلص

قند پارسی۔ مجموعۂ منتخبات بیاض اشعار از مولوی عبد الغفور خان نساخ۔

ذخیرۂ جواہر۔ شعرائے متقدمین کا تذکرہ ہے منجملہ انکے بصد سخن جعفا حاصل کی ہے مولفہ حضرت مولوی سید غلام علی آزاد بلگرامی۔

جواہر العجائب۔ ذکر زنان مشاہیر کا ہے مصنفہ اسکا فخری بن ہروی مشہور استاد ہے عہد میں طہماسپ شاہ ایران کے یہ تذکرہ تالیف کر کے تمام سنہ ۹۶۰ھ بخدمت اکبر بادشاہ ہند کے بھیجا۔

تذکرۂ حسینی۔ نوادر تذکرہ سے ہے مولفہ میر حسین دوست سنبھلی۔

کلیات و دواوین اردو

کلیات انشاء اللہ خان۔ یہ نتیجہ طبع شاعر نامی بندلہ سنج میر انشاء اللہ خان انشا تخلص کا ہے عہد نواب سعادت خان میں بڑے مقرب و حاضر جواب تھے۔

کلیات ناسخ۔ عمدہ کلیات حسین نادر و نادر رسائل شامل ہیں۔

۱۔ شاہد عشرت۔ ۲۔ سخن شعرا۔ ۳۔ اشعار ناسخ۔ ۴۔ مرغوب دل۔ ۵۔ دفتر تسلی۔ ۶۔ گنج تواریخ ۷۔ چشمۂ فیض۔ ۸۔ قند پارسی۔ ۹۔ زبان ریختہ ۱۰۔ نسخہ منتخب از جلوہ گری طبع وقاد مولوی عبد الغفور خان بہادر۔

کلیات سودا۔ تمام دستیاب دواوین و بیاضیات از کلام تاج الشعرا مرزا رفیع السودا مستند الکلام

کلیات نظیر۔ اکبر آبادی۔

کلیات تراب۔ مجموعہ حسین چند کتاب ہیں۔

۱۔ دیوان۔ ۲۔ مثنوی عاشق معشوق۔ ۳۔ ٹھمریاں ۴۔ شجرۂ قادریہ۔

کلیات صنعت۔ کلام شاعر مستند میاں کریم الدین صنعت۔

بہ بین گلشن آرائی کن فکاون رنگین فرمائی گل ہائے رنگا

عمدہ تحسرہ ماہ و تذکرہ ہوکہ جس ہر علم و فن کا تحقیقات کے ساتھ بیان ہوا پسندیدہ عالم مغنیا لال صاحب

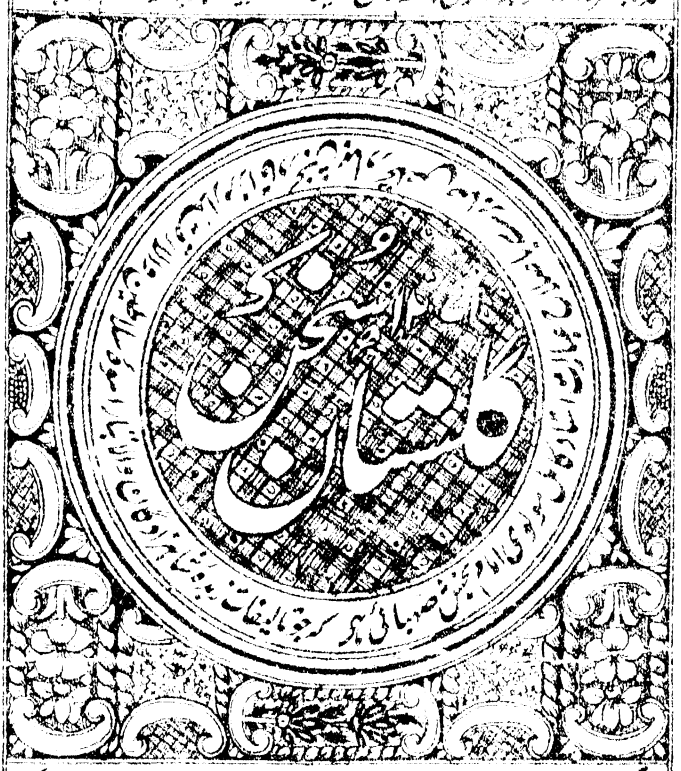

جسے پیک قدردان سخن ماہر فن جناب کمال منشی دیندیال صاحب میر منشی ایجنسی ہوشیارپور کے

مطبع منشی نول کشور میں بہ طبع مین مزین ہوا

۸۹۱۶۴۳۱۰۹
ص گ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

پلا ساقی مجھے جام مئے ناب
کہ دل سینہ مین ہی جون برق بیتاب

کہ اس مے کے لیے پیدا وہ انگور
کہ ٹپکے اوس سے جون مے خون منصور

وہ مے ظاہر مین گو آب خنک ہو
پہ بجلی اوسکی ایک موج تنک ہو

تجلی اوسکی ہو گر پرتو افگن
جلا دے طور کا سارا وہ خرمن

بری کی طرح ہو مینا مین مستور
پہ جون خورشید دے عالم کو ایک نور

نہ کچھ تہنا وہ نقد جام جم ہو
چراغ دیر ہو شمع حرم ہو

اوسی سے پر ہوا ہو صبح اور شام
جنید و شبلی و منصور کا جام

رہے دایم وہ جون عشق جگر جوش
جنون کی راہبر اور رہزن ہوش

ہر اک جرعہ ہو اوسکا جان منصور
ہر اک قطرہ شرار آتش طور

یہ کچھ پر زور ہو وہ صاف گلرنگ
کہ موج اوسکی دل مینا پہ ہو سنگ

اگر ہی صاف اگر دردا وس سے اک جام
پلا دے مجکو ای غارت گر کام

کہ میرے دل سے معنی جوش زن ہی
زبان کو گرمی شغل سخن ہی

اگر سیراب ہو جام مئے ناب	نہال گلشن معنی ہو سیراب
کرا ایسا جام مے سے مجلو مست	کہ دل سے محو ہو سب نیست اور ہست
سدا رہوے زبان پر حمد کی فکر	نہ ہوے دل کو جز توحید کچھ ذکر

چمن چمن حمد اور گلشن گلشن ثنا کے لائق وہ بہار پیرا ہی جسکی نسیم قدرت نے سمن رویون کے رخسار کو گل سے شگفتہ تر کیا اور مسلسل مویونکی زلف کو سنبل سے آشفتہ تر اور سی چمن آرائے قدرت کا ایجاد ہی کہ چشم نرگس باوجود نابینائی کے باز اور سرو باوجود پا در گل ہونے کے آزاد ہی سوسن اوسکی رازداری سے باوجود دہ زبانی کے خاموش اور زبان برقفا اوسکے نفاذ امر سے باوصف نافرمانی کے اطاعت مین سخت کوش اوسکی نیسان عطا سے صدف گل گوہر شبنم سے آلبتن اور اوسکے کان سخا سے خاک چمن زرجعفری کی مخزن سبحان اللہ کثرت کو آئینہ وحدت کیا اور دوئی کو مظہر عینیت نبایا نظر تحقیق مین قطرہ وموج وحباب کی اصل آب ہی اور نگاہ تامل مین شرارہ اور شعلہ سرکش کی حقیقت آتش وہی آتش ہی کہ رگ ہر سنگ مین مثل خون جاری ہی اور وہی بہار ہی کہ ریشۂ ہر نہال مین مثل آب ساری ہی ہان مگر تفاوت مراتب کا درمیان ہی اور یہ تفاوت مثل ذرہ و آفتاب عیان ہی مظہر تام وہ یگانہ ہی کہ معنی بولاک اوسکی وسادہ عظمت سے ایک طراز ہی اور سیر افلاک اوسکی شوخی سمند کا ایک انداز ہی انا فصیح رنگ ہی اوسکے گلزار مقال کا اور انا ابلغ نمک ہی اوسکے خوان جمال کا قاب قوسین گواہ ہی کہ ماغ فناک صرف سلوک ہی طریقہ انکسار مین اور انا احمد بلا میم شاہد ہی کہ لاتحصی محض اہتمام ہی اخفاے اسرار مین خاکی کو اوس فلک مرتبت کے مدارج نعت پر صعود کرنا ایسا محال ہی جیسے گرد ضعیف کو آسمان پر جانا اور انسان کو اوس ملائک شیم کے اوصاف مین لب کھولنا اسطرح دشوار ہی جسطرح بندہ کو خالق کا راز زبان پر لانا حق یہ ہی کہ نہ اداے حمد کے لائق زبان ہی اور نہ گزارش نعت کے سزاوار بیان پس واجب ہی کہ بارگاہ معبود مین اداے سجود اور پیشگاہ نبوت مین گزارش درود کی سعادت حاصل کرکے کارکنان مملکت شریعت اور پیشوایان راہ طریقت یعنی چار یاران خلافت مرتبت کے حق مین رحمت کی استدعا کرے اور پھر فکر تیز پا اور اندیشہ رسا کی اعانت سے ایسے دستگیر خلایق اور دستگیر فتخالق کا ثنا طراز ہو کہ اس عہد مین بعد خلفاے راشدین کے چار بالش خلافت پر جاگزین ہی اور ایوان ریاست مین مسند نشین یعنی گوہر دریاے سلطنت و تاجداری افسر فرق سعادت و بختیاری زینبدۂ ارایک ہفت کشور طراز زندہ تخت و افسر بانی نباے معدلت مروج قواعد نصفت محی مراسم عدل و داد ماحی آثار ظلم و بیداد تیزی تیغ

شجاعت و بسالت صفاے آئینۂ عظمت و جلالت مسند آراے قصر دولت و اقبال چمن پیراے گلشن جاہ و جلال رفعت مرتبت معالی منزلت نقاوہ دودمان صاحبقرانی سلالہ خاندان گورگانی رافع لواے انصاف ہادم بناے اعتساف حضرت ظل اللہ ابوالمظفر محمد سراج الدین بہادر شاہ خلد اللہ ملکہٗ و سلطانہٗ و افاض علی العالمین برہ و احسانہٗ دریا اوسکے عہد انصاف مین ساحل کی بیخ کنی کے جرم پر حلقہ موج سے پابزنجیر صحرا اوسکے عدالت کے دور مین خار کی پرورش کے گناہ پر آبلہ پایون کے نقش قدم سے شکنجہ مین اسیر آوسکی سیاست نے چورون کی سازش سے رنگ حنا کو دستگیر کیا اور اوسکی ہیبت نے حصار چمن مین نافرمان کو فرمان پذیر فضاے چرخ اوسکی پیشگاہ کی وسعت کے آگے ایک کف دست اور اوج فلک اوسکے آستانہ کی رفعت کے سامنے پست چوب دربان و فرش کاویانی کی روکش دست دہاے اعداجاہ و شان بارگاہ کے ہاتھ مین گرفتار کشمکش اوسکا ادنی غلام دارا کو ایسی شکست دے کہ سکندر رشک سے مرجاوے اور اوسکا کمتر بندہ ضحاک سے ایسا انتقام لے کہ فریدون غیرت سے منھ نہ دکھاوے شیر نے اوسکے نہیب سے خانہ روباہ مین پناہ لی اور گرگ نے اوسکی دہشت سے گوسپند کے مقابل صحرا کی راہ لی ازبسکہ خیز ظل اللہی کے سایہ مین تربیت پائی ہی ظل ہما کو اوسکے فرق بلند تک جرأت کرنے مین خجالت ہی اور جو کہ پایہ سریر کا فرق عرش سے بالاتر ہی چوب سدرہ و طوبی کو سامان تخت کے مہیا کرنے مین ندامت ہی اقبال اوسکی ملازمت سے سربلند اور دولت اوسکے آستانہ سے ارجمند فضاے بزم مین شعلہ ہر شمع فروزان رقص ناہید سے نشاط انگیز تر اور میدان رزم مین موج ہر ریگ روان کی خنجر سے خون ریز تر دست سخا ایسا سحاب ہی کہ ہر قطرہ اوسکا گوہر سیراب ہی اور تخت مرصع ایسا باغ ہی کہ ہر گل اوسکا گوہر شبچراغ ہی اہل روزگار گنجینہ سخا سے ایسے کامیاب کہ شبنم گوہر سے وظیفہ خوار اور گل زر سے روزینہ دار ہی اور خلق خوان عطا سے ایسی سیر کہ غنچہ نرگس صحن مزعفر کی طرف آنکھ نہین کھولتا اور گل سوسن دعوت شگفتگی مین باوجود صلاے نسیم کے اوس زبان درازی پر منھ سے نہین بولتا دامن سائل کا اوسکے سیل عطا سے ایک گرداب ہی آب گوہر سے مواج اور کشکول ہر گدا کی اوسکے خزینہ بخشش مین کثرت جواہر سے رشک افسر و تاج رخ اعدا کا کل زر داوسکی شمشیر کی بہار طرازی سے گلگون اور تن خصم کی رود خشک اوسکی خنجر کی نیرنگ سازی سے جوے خون صبح اوسکی پیشگاہ ادب مین ضبط نفس مین محیر اور آفتاب اوسکی روشن دلی کی خجالت سے پردہ شب مین مستور قیامت نمونہ ہی اوسکی مہابت کا اور محشر نقشہ ہی اوسکی سیاست کا پنجہ آہنین اوسکے زور دست سے موم اور

وجود واعدا اوسکے صدمہ گزر سے معدوم چمن مین نسیم بغیر اوسکی اجازت کے زر گل کو ہاتھ نہ لگا
اور صحرا مین گرد باد بدون اوسکے حکم کے ایک تنکا نہ اوٹھا سکے اوسکے عہد انصاف مین
دریا تیغ موج سے نہنگ کو تہدید کرتا ہو کہ آشنا کشی سے باز آوے اور صحرا گرد باد سے
خار کو ڈراتا ہو کہ آبلہ پا یونکی خونریزی سے ہاتھ اوٹھاوے اگر دبیر فلک اوسکے سریر گردون
تنویر کے بواہر آثار تو تسبیح کواکب پر ابد تک شمار کرے اور فرض و تقدیر کی اعانت سے لاتعد
تعین اعتبار کرے ایک پایہ کے ترصیع کا حساب انجام کو نہ پہونچا دے اور اگر حاسب
اوسکے تاج آسمان معراج کے لآلی شاہوار کو اعداد غیر متناہی کی وسالمت سے گنے اور عمر جاوید کو
تقدیر نکرا انفاس اس حساب مین صرف کرے اوسکے نیم گوشہ کے موتیون کی شمار مین عمر آوے
آپ جبتک آسمان مصور تخت اور آفتاب مکلل تاج ہی تخت شاہنشاہی سے آسمان کو
رفعت اور تاج حضرت ظل الٰہی سے آفتاب کو عزت ہے

مدح وارث تاج و نگین والی مملکت زمان زمین ولیعہد خلیفہ حق سزاوار خلافت مطلق

ایک شب کہ صبح مسکت کو چراغ فکر نے منور کیا تھا اور گوشہ خاطر کو شمع معانی نے خانہ آفتاب سے
روشن تر تو افکار معنی کی آمد و رفت فرشتون کی فوج سے افزون تر تھی اور خلوت ضمیر و
فضا مین سے گنجینہ جواہر سے مشحون ترکیب بلبل خامہ عندلیب خوش الحان سے ہمنوا اور
لبھی لحظی نفس قمری سجع خوان سے ہمصدا ناگاہ نسیم صبح گاہ نکہت ریاحین سے ہم آغوش
اور رواح مشک سے ہمکنار خلوت دماغ مین نافہ کشا ہوئی اور بزم مشام مین عطر بار ہو کر
انبساط نے آئینہ صفاے وقت سے زنگ زدائی کی اور شادمانشاط نے گوشہ طبیعت سے جادہ نمائی
جادہ پیما راہ جادہ گریبان کی طرف راہبر ہوا اور شوق تیز پا صحرا ے خیال مین ہمسفر فضاے
گلشن قدس کو دلکشا دیکھا اور ہواے چمنستان غیب کو جانفزا دیکھا ان اقدسی شمامہ
جلوہ گری کرتے تھے اور خوبرویان رنگین جامہ دلبری ایک ہنگامہ رو دار و گرم تھا اور رمو
دو ادو بے آزرم حیرت نے خلوت چشم مین بساط آرائی کی اور تعجب نے گوشہ خاطر مین پردہ کشائی
بیتابی شوق نے پنجہ شرم سے دامن جھٹک کر قدم بڑھایا اور ایک گلرخسار نازک دماغ کے
سامنے آیا مگر حرف آشنا کان مین آوے اور پردہ تحیر چہرہ نگاہ سے اوٹھ جاوے سبب
کیا ہو کہ انجمن آرایان جمال گرمہ شبگیر مین آوے چمن طرازان حسن آہنگ سفر مین ہو صفیر وہان

تو جسکو دیکھا نگاہ لطف سے زیادہ تر آشنا پایا اور پیام دوست سے زیادہ تر دلربا حیرت کہتی تھی
کہ اس بیگانہ دیار مین اسقدر آشنا کب ہم پہونچائے تھے اور اس ناشناسا ملک مین
اتنے آشنا رو کسدن ہاتھ آتے تھے اس وضع بے اعتنا ہی اور اس مخصہ اضطرار ی سے
اون عروسان وفا شعار کا لب تبسم سے آشنا ہوا اور اونکا خندہ کنایہ آمیز ہوش ربا تب
ایک حیرت طاری ہوئی کہ آیا میرا ہی دل ہوش سے بیگانہ ہے یا ان نازنینان مشعبہ صفت کی
طبیعت ستم ظریفی مین یگانہ آخر آواز آشنا گوش آشنا ہوئی اور صدائے دلنواز رہبر مدعا
کہ ہم وہی کلرویان ہمن اندام ہین کہ تیرے سر پر قلم کی صلا پر اس وادی دور و دراز مین مرحلہ
پیما ہین اور تیری محفل خیال کے عزم مین اسقدر تیز پا کیا تو نے بزم سخن کو داور داد گر کے تفرج
کے واسطے نہین آراستہ کیا اور خوان معنی کو خدیو عدالت گستر کی ضیافت طبع کے لیے نہین
پیراستہ کیا اسی محفل آرائی کی تقریب ہے کہ ملک نزاکت کے لطیف نہاد اس نقل و حرکت مین
بے اختیار ہین اور اسی بزم پیرائی کا سبب ہے کہ گلشن لطافت کے نازک دماغ اس بادیہ نوردی
مین ناچار ہین فی الواقع کیونکر ایسی بزم کا شوق دامنگیر اور کسطرح ایسی انجمن دلپذیر نہو کہ صاحب
صاحب سلیقہ اوسکا میزبان ہو اور داور روزگار اوسکا مہمان وہ داور جسکی صیت کرم پرورد گان
گلشن عالم کی خاطر کو ایسا شگفتہ کرتی ہے جیسے غنچہ کو باد نسیم اور اوسکی سموم قہر سرکشان وادی
روزگار کے دلون کو اسطرح جلاتی ہے جیسے اہل کفر و ضلال کو نار جحیم یعنی حامی امم ماحی ستم فاہم
ارزاق عباد ناظم معمورہ بلاد روشن سواد صحیفہ تقدیر نقش بند صحائف تدبیر چمن طراز دولت و اقبال
گلدستہ بند بہارستان جاہ و جلال زینت بخش مسند خلافت پناہی طراز ندہ تخت شوکت و ستگاہی تا دم سار
کفر و عصیان قامع تبیان سرکشی و طغیان و بعد حضرت ظل الٰہی سزاوار لقب عالم پناہی مرجع
شجاعت پیشگان صاحب تہور مرزا فتح الملک بہادر دام اقبالہ و ضاعف اجلالہ کہ جہان اوسکے
سایہ حمایت مین تقلب ادوار سے مامون ہے اور عالم اوسکے حصار عنایت مین حوادث روزگار
سے مصئون سوال ہنوز لب تک نہین آیا کہ اوسکے گنجینہ کرم سے زر و جواہر نے قدم بڑھا کر
استقبال کیا اور حرص سے ابتک اظہار مطلب نہین ہوا کہ نعمت الوان نے اوسکے خوان
عطا سے خود پہونچ کر زبان سوال کو بند کیا شجاعت اوسکی شیری سے دلیر ہوس اوسکی زیادہ
بخشی سے سیر اگر کسی کو پروہ تقدیر سے اپنی خدمت کے واسطے طلب کرے ہنوز کاتب قدرت
اوسکی لوح پیشانی پر کون سے حرف لکھنے نہ پائے کہ سرعت انتقال سے یکلخت اوسکے آستانہ

چلاوے گل اگر اوسکے سامنے ہاتھ پھیلاوے زر سے مالا مال ہوجاوے لیکہ اوسکے حسن انتظام سے کسی نے مطلوب گم نہین کیا باغبان نے قمری کی زبان سے بھی آج تک کو کونہین سنا کمال غور رسی سے باغبان پر تہدید ہی کہ باوجود دل ندہنے کے فریاد صنوبر کا کیا سبب ہی اور داغ لالہ کا کیا باعث کمال رعیت پروری سے شبنم کو پاسبانی باغ عطا کی تاکہ چشم نرگس کثرت بیداری سے بیمار نہوجاوے اور نہایت پردہ داری سے زبان سوسن کو ساکت کردیا تاکہ باغبان سے گلچین کی چغلی نکھاوے باغبان کو حکم ہی کہ گربہ بید باغ مین نہ لگاوے تاکہ طیور کی طبیعت نام گربہ سے سراسیمہ نہوجاوے اور نسیم کو تاکید ہی کہ گل آفتاب شب کو نکھلاوے تاکہ دران شبہہ مین نرگس کے خواب راحت مین خلل نہ آوے اعدا کا گلوے تشنہ قطرہ پیکان سے سیراب ہوسکتا تھا زیادہ بخشی سے آب تیغ کی رَو بہادی اور خصم کی دعوے لاطایل کا ابطال حرف گلوگیر کمند سے ممکن تھا اظہار غلبہ کے واسطے زبان خنجر سے برہان قاطع سناوی دشمن اگرچہ بخوت فرعونی رکھتا ہو اوسکی اژدہاے شمشیر کے سامنے نہین آسکتا اور عدو ہر چند دیو سفید ہو اوسکی تیغ رستمی کے آگے سر نہین اوٹھا سکتا حق یہ ہی کہ اوصاف حمیدہ اور محامد پسندیدہ اس سرفراز عالم کے ظرف تقریر مین نہین آسکتے اور حوصلہ تحریر مین نہین سماسکتے مناسب یہ ہی کہ سررشتہ ثنا کو دعا پر تمام کرون کہ آمین گوش برآواز ہی اور اجابت از نکاب در رنگ سے شکوہ طراز الٰہی جبتک دعاے نیم شبی مین اثر اور آہ سحری مین تاثیر رہے روے زمین مانند انگشتر اوسکے زیر نگین اور خصم سرکش مثل صید زبون دستگیر رہے

احوال مصنف اور سبب تالیف کتاب

قلم نے جب خالق آسمان وزمین کے نقود حمد سے دامن اوراق کو مالا مال کرلیا اور خلاصہ ماطلین کے جواہر نعت سے گنجینہ کتاب کو مملو کردیا خداوندروے زمین کی مدح سے سخن کو مزین کیا اور وارث تاج ونگین سلطنت کی ستایش سے کلام کو رشک چمن اب سررشتہ گفتگو کو ان مراتب سے کوتاہ اور پیک فکر کو عرض مطلب کے میدان مین روبراہ کرتا ہی کہ محتاج رحمت خالق اکبر افراد خلائق باوصف شاہزادگی خادم ارباب فضل وافضال باوجود صاحبی عالم بندۂ اہل کمال ضعف عباد ناشناسا سے بلاد قادر بخش صابر تخلص ابن صاحب عالم وعالمیان زبدۂ ملکزادگان دلاستان فلک مرتبت آسمان رفعت جم اقتدار فریدون اعتبار فخر دودۂ گورگانی شرف خاندان صاحب قرانی صاحب والا پایگاہی مالک ازمۂ عالم پناہی مرجع اکابر عالم مرزا

مکرم مخبت بہادر رفع اللہ قدرہ وجلالہ وضاعف دولتہ واقبالہ خلف بگانہ ودودمان سلطنت نشان
مرزا خرد بہادر تغمدہ اللہ بغفرانہ ابن سکندر وہ خانوادگان دولت قرین مرزا اعزالدین بہادر
مرحوم کہ تہمین برادر زیبندہ تخت وسریر حضرت عالمگیر ثانی آور فرزند ارشد کیوان ہم جمشیم
فریدون علم جمشید چشم مرزا معزالدین جہاندار بادشاہ بادشاہ مغفور کے تھے بدو شعور او را بتدائے
تمیز سے عمر عزیز کو نقد ہنر وجوہر کمال کی جستجو مین صرف کرتا تھا اور از لسکہ فیض آلہی نے گنجینۂ نامتناہی
سے گوہر گران ارزش دریافت اور جوہر گران بہاے ادراک عطا فرماکر صغر سن مین شاہد وہ ومشاہدہ
سے ممتاز کیا تھا منظر شاخ مین گل کو جلوہ گر دیکھا اور خلوت ریشہ مین برگ وبار کو مشاہدہ کرتا نقطہ
سے خط او خط سے سطر کا مضمون سمجھ لینا دشوار نہ تھا او تخم سے ریشہ اور ریشہ سے نہال کا حال
دریافت کرنا کچھ کار نہ تھا چشم دریافت سے رنگ مین وہ صورت دیکھتا کہ سکندر آئینۂ مصفا مین اور
رسائی طبیعت سے سفال مین وہ کیفیت پاتا کہ جمشید جام جہان نما مین نا سخن فکر سے لعل وچینان
کی گرہ آسان کھلجاتی اور طبع رسا دقایق اور غوامض کو جلد پہونچ جاتی طبیعت کو مناسبت ایسی تھی
کہ اگر عبارت مین الفاظ غیر متعارف سنگ راہ ہوتے وقت معنی کی مزاحمت پیش نجاتی اور ذہن
کو رسائی اسقدر تھی کہ اگر حذف وتقدیر کی افراط سخن کو حد اہمال تک نہ پہونچا دیتی پیچ وخم راہ سے
منزل مقصود تک پہونچنے مین کچھ خرابی وقوع مین نہ آتی جون جون نقد ہنر کا عیار کامل ہوتا جاتا
اقران وامثال کو رشک حاصل ہوتا جاتا اوائل حال مین ہرچند شعر کی کیفیت سے آگاہ تھا اور
نہ عروض وقافیہ کی حقیقت سے مطلع اکثر اثناے گفتگو مین شاہد سخن زیور موزونی سے آراستہ
ہوتا تھا اور نگار کلام حلیۂ وزن سے پیراستہ جب رفتہ رفتہ نہال استعداد نے نشو ونما پائی اور رشتۂ
سواد خوانی نے رسائی فہم خداداد نے خود رہبری کی کہ ایسا انتظام زیور کلام ہے اور اسقدر قیود
کلام کے واسطے مایہ انتظام اور یہ صرف اس سبب سے تھا کہ کلام منظوم کے طرز وطور کو ملحوظ اور
اوس انداز کو خزانۂ خیال مین فراہم کرتا جاتا جون جون کتب درسی مین اصناف سخن نظر مین آتے
ایک پردہ او اٹھتا جاتا اور یون منکشف ہوتا کہ کلام موزون مین مدارج کثیر جلوہ نما ہین اور مراتب
بیشمار رہبرہ کشا اور تراکیب الفاظ وطریق تشبیہ ووضع استعارہ واسلوب کنایہ وطرز خطاب
وانداز جواب واسامی عاشق وصفات معشوق سے توحصیل کی وقت ہر مقام مین طبیعت
آشنا ہوتی ہی جاتی تھی ان سب مراتب کے فراہم ہونے سے طرفہ معجون نے ترکیب پائی اور
عجیب کیفیت کی مفرح ہاتھ آئی قدرت کو اور ہی قدرت جلوہ گر ہوئی اور طاقت میسر استعداد

خداداد اور تمیز بادر داد نے سب اسباب کو اپنے اپنے محل مین اور ہر پیرایہ کو اپنے اپنے مقام مین صرف کرنا شروع کیا کبھی ایک مصرع کو دوسرے مصرع سے بطریق بیت کے ربط دیتا اور کبھی بیتون کو بطور غزل اور قطعات کے اور گاہ مصرعون کو مسمط کے طرز پر فراہم کرلیتا اور گاہ ابیات کو بطور مثنویات کے لیکن ان سب مراحل مین نہ زور طبعیت کے سوا راہبر اور نہ فکر خود پسند کے سوا ہمسفر ابتدا مین تو ہمزادون کے سوا کوئی رازدار نہ تھا لیکن رفتہ رفتہ اغیار بھی اس سودا سے مطلع ہوئے اور گو کہ نوزادگی و خوردسالی کے لحاظ سے اوس کلام کو کسی پایہ مین شمار نکرتے لیکن کبھی کبھی پیشانی کی شگفتگی اور سر کی جنبش سے معلوم ہوتا کہ غالبًا یہ زلہ جنون دلون مین ناخن زن اور سرون مین سوزش افگن ہی اس خیال سے یہ مایخولیا پک گیا اور یہ تصور جمگیا ہر چند خطوط کتاب سے تو سواد روشن کرتا لیکن اس صناعت مین ہمتن مصروف ہوکر روز و شب اس شغل سے فارغ نہ رہتا اکثر احباب راست اندیش رہبری فرماتے کہ فارسی غیرون کی دوکان کا سرمایہ اور بیگانون کی تجارت کا متاع ہی اسکے کمال کو عمر طویل چاہیے اور بلبل نوایان گلشن ایران مین سے کوئی خوشنوا دلیل زبان اردو اگر صاف و شستہ میسر آوے فارسی اوسکے سامنے بے فروغ اور دری اوسکے آگے بیرواج ہوجاوے اندرز کوئی کی تکرار دل مین جاے گیر اور وہ نصیحت دلپذیر ہوئی ریختہ گویان ماضی و حال کا کلام فراہم کیا اور ارباب کمال کا سخن بہم پہونچایا یہ ہوس گویا ایک آگ تھی کہ ہوا سے طبع سے بھڑک اوٹھی پاے شوق رسا ہوا اور شاہد سعی نقاب کشا ذوق صحیح کی اعانت اور مناسبت طبیعت کی مدد سے چند روز مین سخن نے ایک رنگ پیدا کیا اور کلام نے ایک آب و تاب بہم پہونچائی فکر کا سر بلند ہوا اور طبعیت کا زور دوچند لیکن یہ معاملہ بعینہ اوس زور آور اور شناکر کے حال سے مشابہ تھا کہ ایک معرکہ کشتی گیران رستم توان کے تماشے سے دوچار بندیاد کرلاوے اور دوسرا آب در زان ماہر کی تقلید سے رفتہ رفتہ دست و پا مارنے مین مشق بہم پہونچاوے لیکن نہ وہ حریفان کارآزمودہ کے مقابلہ کی تاب لاسکتا ہی اور نہ یکلخت امواج کے صدمے سے جان بچا سکتا ہی ناگاہ خود بخود خیال آیا کہ جبتک کوئی راہبر نہو گا منزل مقصود مین پہونچنا محال ہی انسان کی آنکھ اپنے عیب مین نابینا ہی کہ اپنا عیب ہر چند جلی ہو اسکی نظر مین ناپیدا ہی خصوصًا عیوب مستر کہ اسکی قباحتین قائل کی نگاہ مین ہمرنگ ہنر ہوتی ہین اور اپنی تصنیف کی برائیان سرسبز خوبیون کے لباس مین جلوہ گر اور یہ بات کیونکر نہو

کہ شعر شاعر کا فرزند ہوتا ہی اور فرزند ناخلف ہی کیون نہو باپ کی نظر مین ارجمند ہوتا ہی بسبب نسبت فرزندی و پدری کو اس معاملہ سے کیا مناسبت اور اوسکو اس سے کیا مشابہت کہ باپ کو فرزند سے علاقہ جسمانی ہی اور شعر کو شاعر سے تعلق روحانی بیٹے نے وجود پدر کے دریا سے ایک قطرہ کے سوا کیا تحصیل کیا اور شعر نے ہر فکر کے ساتھ شاعر کی روح کا مادہ تحلیل کیا ہی کسی خوشمقال نے کیا خوب زمزمہ پیرائی اور عجب لطف کی نغمہ سرائی کی ہی شعر ہر کہ سخن بسخن ضم کند ۔ قطرہ از خون جگر کم کند ۔ اگر یہ خزف ریزہ جوہری سخن کی نگاہ مین لعل و گوہر سے بہتر نہوتا اپنی سرمایہ زندگی کو اوسکی بیع و شرا مین کب کھوتا جب یہ مقدمہ ذہن مین مستحکم ہوگیا رہنما کی تلاش ہوئی اور اس تلاش مین کیا کیا جان و دل کو خراش ہوئی غیرت نے یہ نہ چاہا کہ ایسے کی شاگردی کا حلقہ اپنے کان مین ڈالے اور ایسے یگانہ روزگار کی استادی کا نام زبان سے نکالے کہ اوسکی جامعیت مین کسیکو کلام نہو اور طالب اوس پر طریقت کی بیعت کے بعد اور ونکی جستجو مین بدنام نہو بعضے سخن سنجان کہنی رس کو تو اسطرح پایا کہ ہر چند دقائق فن سے آگاہ اور غوامض صناعت سے واقف تھے لیکن اونکی زبان تکلم حرف تعلیم سے چنداں آشنا نہ تھی اور بعض کو ایسا دیکھا کہ گو جودت فکر اور تیزی طبیعت سے اونکے کلام کی خوبی دلمین ناخن زن اور سخن کی ملاحت زخم شوق پر نمک پاش تھی لیکن کم استعدادی سے معرکہ نکتہ گیری اور ہنگامہ دقیقہ سنجی مین دانش پیشگان کمال کے محتاج اور بجز فصاحت الفاظ اور چرب و نرمی زبان کے اور سرمایہ کچھ نہ رکھتے تھے بیشتر مجالس سخن مین ان مدعیان تہیدست کا حال یہ دیکھا کہ جو کچھ رسائی طبیعت اور اعانت مشق سے بے تکلف زبان پر آگیا اگر اوسی گوہر بے بہا کو کسی کان دستگاہ دریا دل نے مغالطہ کی راہ سے بے آب کہدیا یہ کہ مایہ گوہر کہ اپنے عقیدہ مین اوسکے لطف و نفاست سے بے اعتقاد نہوے باوصف چرب زبانی اور گستاخ بیانی کے اوس متاع نفیس کے آب و تاب کو جلوہ ندے سکے اور سچ یہ ہی کہ مایہ علم طبیعت رسا کے واسطے پر و بال ہی اور صرف حسن طبیعت اور تیزی فکر کی امداد سے عرش کمال پر ارتقا محال ہی ایسے بے سرو مایون کی رونق و بہا اونھین بے مایگان کوتاہ دست کے محافل مین جلوہ نما ہوتی ہی کہ بے سرمایگی کو سرمایہ اور کم مایگی کو مایہ تصور کرتے ہین والا دانشمندان کمال اندیش جانتے ہین کہ اتنی زبان درازی حریف غالب کے حملہ کا جواب اور اسقدر سخن سازی زورمندان زبردست کے حربہ کی سپر نہین ہوسکتی شعر مان تا سپر

شنیدنی از جملہ فصیح ذکور اجزا ہین معاند مستعار نیست ان دونون فریق سے طبیعت نوش ہوئی اور جستجو عنان کش شوق کا بار بار یہ تقاضا تھا اور آرزو کا ہر نفس یہ اقتضا کہ جادۂ جستجو مین گام زن ہو اور راہ طلب مین عنان افگن ملک الہی فراخ ہے آور پاے سعی گستاخ آخر قاید توفیق راہبر ہوا اور گوہر مراد میسر کہ جناب مستطاب یگانۂ جہان خلاصۂ نوع انسان حافظ عبدالرحمن خان احسان علیہ الرحمۃ والغفران کی خدمت سراپا افادت مین راہ پیدا ہوئی اور منزل مقصود ہویدا ازبسکہ طبیعت وحشی طینت اہل روزگار کا حال دیکھنے سے بدگمان ہو رہی تھے ابتداے ملازمت مین اطمینان طلب تھی لیکن جسقدر دکان سوال وا ہوتی تھی متاع جواب مہیا ہوتی تھی طرز افادہ سے راہ شکوک مسدود ہو گئی اور وساوس خاطر کی شور انگیزی مفقود ایکدو صحبت مین بناے اعتقاد نے استحکام پایا اور رشتۂ استفادہ نے انتظام پھر تو شغفت باطنی جوش مین آئی اور سیل کرم خروش مین دقایق سخن کیا کچھ معلوم ہوئے اور غوامض فن کسقدر مفہوم ثمرۃ الفواد سخن سے حاصل نکل گئی اور کجی راستی سے بدل گئی مدت تک افادہ و استفادہ کا ہنگامہ گرم رہا بکثرت تعلیم اور یمن التفات سے نکتہ گیران غیور اور کج خاطران عیب پژوہ کو خوردہ گیری کی مجال نہ تھی اور اگر خبث اور حسد سے گاہ گاہ سلسلہ اعتراض متحرک ہوا تو زبان جواب لال نہ تھی یاران ہمنشین کو بجاے مہری کے اعتقاد پروری کا دلنشین ہوا اور یاران ہم نفس کو دعوے ہم پائی سے خیال پیش قدمی کا خاطر مین جاگزین ہوا بہ صورت نہم پہونچی کہ اس کمترین کی اوقات بیشتر اصلاح تلامذہ مین مصروف ہونے لگی اور عنان توجہ اکثر انھین اخلاصمندان پاک اعتقاد کی رہنمائی کیطرف معطوف اپنے دردسر کو حضرت اوستاد کی تخفیف تصدیع کا باعث جانا اور اپنی تکلیف کو جناب ممدوح کے آرام کا سبب پہچانا جناب مستطاب نے بھی حسب کمترین تلامذہ کو اس خدمت گزاری مین مصروف پایا التفات عام کو لطف خاص سے بدل فرمایا دقایق و غوامض اوقات خاص مین تعلیم کیے اور شریف ازمنہ اور نفایس آوان اسی عقیدت کیش کی تربیت مین تقسیم کیے گاہ زبان ہندی و فارسی کی تصحیح مین سعی فرماتے اور گاہ صنایع سخن اور بدایع فن کی تفہیم مین متوجہ ہو جاتے معانی و بیان سے بقدر استعداد آگاہ ہو گیا اور عروض و قافیہ مین بحتی الوسع صاحب دستگاہ مساعدت روزگار کا شکر کیونکر ادا ہو سکتا ہے کہ ایک مدت تک نگاہ لطف میری ہی

اصلاح مین ایک طرح سے مصروف رہی اور زمام التفات میری ہی تربیت کی طرف
معطوف روز بروز بہار سخن تازگی پاتی تھی اور شہرت کمال بلند آوازگی آخر الامر کل
شئی ہالک کا مضمون واضح ہوا اور کل نفس ذائقۃ الموت کا مفہوم لاریب یعنی اوس ذات
ملکی صفات نے روح مقدس کو آلایش جسمانی سے مصفا کیا اور عرش رحمت کے سایہ مین جہیز
استراحت کو بر پا میرا حال اس مصیبت سے تباہ ہوگیا اور چشم جہان بین مین عالم روشن
سیاہ و رد و اندوہ کا شکیب سے چارہ کیا اور دل نازک کو سنگ خارہ جو کہ یہ شوق
ایک تا سور ہوتا ہی اور انسان عادت و جبلت مین مجبور زبان اس گفتگو سے باز نہ آئی اور
طبیعت نے اس تردد سے آسایش نہ پائی زور ستعداد اور فیض صحبت استاد سے اس
سلسلہ کو منقطع اور اس شغل کو مرتفع نہ کیا دو برس تک یہ چراغ اپنی ہی آتش سے
روشن رہا اور یہ دریا اپنے ہی جوش مین موج زن تلامیذ حضرت مغفور جو کہ اس کم بضاعت
کے حق مین حسن اعتقاد رکھتے تھے اپنا کلام مجکو دکھاتے رہے اور اپنے سخن کو میری ہی نظر
اصلاح مین لاتے رہے مجکو یہ خیال ہوا کہ جب تک نقد ہنر اوستادان دقیقہ رس اور زر خالص
سنج نفس کی نظر کیمیا اثر سے نگذرے قابل اعتبار نہین ہوتا اور گوہر بے بہا جب تک جوہریان
مبصر کی نگاہ مین پسند نہ آوے سرمایہ افتخار نہین ہوتا اپنے کلبہ تاریک مین بزم مشاعرہ
آراستہ کی اور محفل مذاکرہ پیراستہ تا زرک دماغان سخن فہم کو اوس انجمن کی رونق افزائی
کے واسطے مکلف ہوا اور علماے محقق اور سخن پرداز مدقق کو اپنی نقد شناسی اور اپنے تلامذہ کی
لغزش پیرائی پر مطلع کیا مقصد اصلی یہ تھا کہ شاگردان جناب مرحوم مین اس کمترین شاگردان
کا نام استادی کے ساتھ مشہور ہوگیا ہی اور مشاہیر شعرا مین سخنوری اور نکتہ پروری
کے ساتھ مذکور ایسا نہو کہ پردہ پندار کا چہرہ ادراک کی نقاب بنجاوے اور غفلت کی
شامت اور نافہمی کی نحوست سے نقد ناسرہ رواج نہ پاوے متاع کاسد کو اپنی گمان
کاسد مین جنس عالی جانے اور قماش نامقبول کے عیوب کو نہ پہچانے آہو گیران نکتہ چین
دیدہ عیب بین کو باز کرین اور حرف گیران خباثت منش زبان سرزنش دراز لیکن بزرگان
بلند حوصلہ نے صلہ تحسین سے شاد کیا اور عالی نگاہان انصاف مند نے حرف آفرین سے
یاد آنکی بلند حوصلگی ہے قطع نظر خبث طینتان عیب پسند کو بیشتر خاموش پایا اور اس
عرصہ مین حرف طعن و شنیع اونکی زبان پر نہ آیا خواہ اس سبب سے کہ یہ کلام بے سرانجام

نہایت کم رنگی سے نہ قابل خطاب تھا اور نہ لائق عتاب اور خواہ اس وجہ سے کہ کریم نہاد ان صاف طینت کی برکت سے اونکی ضمیر اعتساف پذیر مین بھی فی الجملہ راستی کو راہ ہوگئی تھی اور طبیعت چاشنی انصاف سے آگاہ ہر چند اس مقدمہ سے شاگردان صاف دل کو توبہ نسبت سابق کے اعتقاد اس کم بضاعت کا دوبالا ہوگیا لیکن اس نافہم کو جو گمان کہ اس باب مین بے استعدادی اور ہیچمدانی کا تھا کم نہوا کہ رتبہ اس فن شریف کا عالی اور درجہ اس ہنر کا متعالی ہے اس دشت ناپیدا کنار کی نہایت متصور نہین اور کسی تیز رفتار کی نظر مین اس صحرائے بے منتہا کی غایت جلوہ گر نہین اس دریائے مواج مین کسیقدر شناوری کیجاوے ساحل پانے نہ آوے ناچار پھر رہنما کی تلاش مین ساعی ہوا اور خضر راہ کی طلب مین داعی مشاہیر شاہجہان آباد کو اپنی وضع پر آزمایا استاد مرحوم کے فیض تربیت سے کسیکی نقد سرہ کو اپنی زر ناسرہ سے کامل عیار تر نہ پایا سعی پاشکستہ ہوگئی اور ہمت دلخستہ طبیعت کو افسردگی بہم پہونچی اور خاطر کو تپہ مردگی بیک ناگاہ دعا کا اثر ظاہر ہوا اور جمال اجابت باہر سروش بخت نے رہبری کی اور شاہد مدعا نے جلوہ گری یعنی خلوت ضمیر سے ندا آئی اور پردہ دل سے صدا کہ اے گم کردہ راہ تدبیر کس طرف جلو ریز ہے اور کونسی راہ مین سبک خیز ؎ ترسم نرسی بکعبہ اے اعرابے کین رہ کہ تو میروی بہ ترکستان ست ؎ راہ راست مین عنان گسل ہو اور ان اطوار سے مجمل جناب مستطاب یکتاے جہان و یگانہ دوران بانی بناے سخن پیرائی مولوی امام بخش صہبائی کو کہ حیات استاد مرحوم مین اسی مالک ازمہ کمال کی خدمت مین گاہ بیگاہ اصلاح اشعار فارسی کا اتفاق ہوا ہے کسواسطے تاب تارب کمال اور مرجع مقاصد فضل و افضال نہین ٹھہراتا اور اسی خضر راہبر کی جناب مین سر نیاز کیون نہین جھکاتا کہ کمال کو یہین سے سربلندی اور ہنر کو یہین سے ارجمندی ہے دقائق علوم اور غوامض فہوم کے عقدے جسطرح اس صاحب اقتدار کے ناخن فکر سے کھلتے ہین کسی حلال مشکلات سے صورت نما نہین ہین اس سخن کا گوش سے آشنا ہونا اور دیدۂ دل کا واہونا سخن پردازی و غزل طرازی کے وقت اکثر شکایت چرخ اور گلہ روزگار سے زبان آشنا ہوتی تھی اتبو بازخجالت سے سر نہین اٹھتا کہ کس طرح کی نعمت غیر مترقب سے کام جان کو لذت گیر اور حصول مقاصد سے کیا کیا منت پذیر کیا ہے زبان فارسی مین تو بلبل نوایان اصفہان کو ابھی لیاقت سخن فہمی کی حاصل نہین ریختہ مین شکستگی بیان اور پاکیزگی زبان اور بلندی معنی اور متانت الفاظ ایسے مشاہدہ

ہوئے کہ تلف اوقات سابق پر افسوس ہوا اور تضیع عمر گذشتہ پر تاسف مساعدت روزگار کو مغتنم جان کر ریختہ اور فارسی دونون کی اصلاح اسی ایک جامع کمالات کی خدمت سے لیتا ہی اور جواہر معنی کو اسی آفتاب ضمیر کے استفادہ سے آب و تاب دیتا ہی حقا کہ جب سے اسی آستانہ سے مستفید ہوا ہون استعداد کو ترقی اور طبیعت کو قوت روز افزون ہی پہلے سخن بلندی سے آسمان پر تھا اب عرش سے برتر ہی اول کلام تازگی سے گلزار تھا اب روضہ خلد سے ہمسر ہی سبحان اللہ کیا طرز اصلاح ہی شعر بے معنی ایک لفظ کی تبدیل سے معنی غریب پیدا کرتا ہی اور مضمون بیت کا اندک تقدیم و تاخیر عبارت سے اور ہی لطف ہویدا کرتا ہی جب کسی لفظ کی جگہ اور لفظ رکھ دیا عقل دشوار پسند نے انصاف کیا کہ فی الواقع اسی لفظ کی جاے خالی تھی اور جب کسی معنی مین تصرف فرمایا فکر بلند نے اعتراف کیا کہ حقیقت مین جشمت کلام کو اسی منصب عالی کی تلاش مین زار نالی تھی آہی صابر سخن طراز سامعان نازک مزاج کی گوش خراشی سے باز آ اور مناسب وقت سخن سرائی کر اور سر رشتہ اختصار کو ہاتھ سے ندے کہ طول کلام باعث سرگرانی ہی اور اطناب سخن پایہ چین پیشانی ارباب شوق اور اصحاب ذوق پر واضح کرتا ہی کہ اثنائے مشق مین ریختہ گویان پیشین کا کلام کچھ جزو دان حافظہ مین فراہم ہوتا جاتا تھا اور کچھ گنجینہ بیاض مین انتظام پاتا تھا کہ قدما کا افادہ سرمایہ استعداد ہوتا ہی اور تہیدستان سخن کے واسطے گوہر مراد ارتقاے معنی بدون اس سلم کے محال ہی اور جلاے الفاظ بغیر اس صیقل کے وہم و خیال ہر چند اردو اپنی زبان ہی لیکن جب تک قادر کلامان بلند خیال کا سخن پیش نظر نہو نہ تراکیب کو متانت حاصل ہو اور نہ اسلوب کو رشاقت اس عرصہ مین سخن سنجان عصر کا کلام بھی جو جو کہ طبیعت کو پسند آتا گیا اور جسقدر دل کو بھاتا گیا اجزاے علحدہ مین مخزون اور بیاض جداگانہ مین مشحون ہوتا رہا ایک مدت کے بعد جو مجموع پر نظر کی تو دفتر دفتر سرمایہ فراہم ہوگیا تھا اور بیکران خزانہ مجمع گاہ گاہ اپنے خیال مین گذرتا تھا اور کبھی کبھی کوئی دوست بھی تحریک کرتا تھا کہ اس نقود سرہ سے اغماض اور اس زر خالص سے تغافل خوب نہین ایک ذخیرہ بطریق کچکول کے جمع کر لیا جاوے اور ہر مقام مین نام قائل کا بطور عنوان کے رقم کیا جاوے کہ شوق سرشتان معنی شناس کے واسطے سیرگاہ غریب اور ارباب ذوق کے لیے نزہتگاہ عجیب ہم پہونچے گی

لیکن ہجوم موانع اور کثرت مشاغل سے یہ آرزو حاصل نہوتی تھی حسن اتفاق سے قرۃ العین ارجمند جگر گوشۂ دل پسندی لخت دل پارۂ جگر سرور سینہ نور بصر مایۂ نشاط باعث انبساط راحت جان آرام جنان فرزند سعادتمند محمد عمر سلطان طال عمرہ وزاد قدرہ کو شعر کا شوق دامنگیر ہوا سخن آفرین نے اس نور چشم کو اس خرد سالی مین کہ سنین عمر ہنوز تیرہ چودہ سے متجاوز نہین ہوئے ایسا ذہن رسا اور فہم کامل دیا ہی باوجودیکہ نکات سخن اور قواعد فن سے ابتک آگاہ نہین محض موزونی ذاتی اور مناسبت طبعی سے ہر زمین مین شعر بدیہہ موزون کرتا ہی اور اوسکی طبیعت خداداد موافق استعداد کے تلاش مضمون اور معنی یابی سے معمور ہین یگانہ کملاے جہان آباد حضرت اوستاد مدظلہ العالی کی نظر تربیت سے امید قوی ہی کہ یہ نونہال گلشن سعادت رفتہ رفتہ میوۂ کمال سے بار آور اور اثمار ہنر سے مثمر ہوجاوے یہ نوبادہ باغ تمنا اشعار رنگین اور ابیات متین کی جستجو کرتا تھا اور ہر ایک سے اس گنج باد آورد کی آرزو میری خاطر کو گوارا نہوا کہ خوان نعمت مہیا اور مہمان عزیز اغیار سے سرگرم التجا اوسکی تربیت اب پیش نہاد ہوئی اور بیاض چشم وسواد مردمک صرف کاغذ و مداد لیکن مستشار مؤتمن یعنی خرد کامل فن نے دفتر اندرز وا کیا اور سازنیدہ نصیحت مہیا کہ اس سعی کا اتلاف عمر کے سوا کیا ثمر ہی اور اس کوشش کا تضییع اوقات کے سوا کیا بار و بر یعنے اس تدوین مین سوا ے نقل محض کے سود کس تجارت کا ہی اور اس تالیف مین بجز حکایت صرف کے حصول کس منفعت کا ایک کتاب فراہم کرکہ شعرا ے معنی آفرین کا تذکرہ ہو اور ایک کارنامہ مرتب کرکہ تماشائیان عبرت بین کے واسطے تبصرہ ہو ہر چند اس موضع کی تحریر مین بھی اشعار بیگانہ سے گریز نہین لیکن جو کہ راقم کی عبارت ملک خالص ہی نقل محض باقی نرہی اور تالیف و تصنیف سے ایک معجون غریب مرکب ہوگئی لطولی ہندوستان محسد و شیرین زبان نے کیا دلکش نغمہ سرائی کی ہی ؎

بارے آن نیک بنا شد کہ بگویند فلانے	زیور عاریہ دارد کہ دران ملک ندارد

اور محل کے سرمایہ پر ناز کرنا اور غیرون کے زور پر لاف زن ہونا اہل ہمت کا عار ہی اور قوی دستان غیور کے نزدیک سبک اور خوار حاتم کی صلاے عام کی حکایت سے قصہ خوان کو کیا نفع اور رستم کے سر پنجہ کی کہانی سے افسانہ کو کیا شرف فرزند اگر ترکہ پدری پر تکیہ کرے ننگ خاندان ہی اور برادر اگر فضیلت برادر پر افتخار کرے ارذل دودمان ہی

ظرفا نے ایسے پسر ناخلف کی شان مین ایک مثل کہی ہی اور خوب کہی ہی کہ ہر شام کو ایک شغال
بآواز بلند کہتا ہی کہ پدرم سلطان بود سب شغال سرزنش کرتے ہین کہ ترا چہ کتب اخلاق مین مسطور
ہی کہ اگر کسی نسب فروش کا باپ حاضر ہو کر کہے کہ جس شرف پر تجکو ناز ہی وہ میرا کمال ہی نہ تجھ
بدخصال کا تو یہ بے مایہ ناچار صامت ہو جائیگا اور جواب سے ساکت اس مصلحت کو سرمایہ راہ
کر اور نامہ کاغذ کو سیاہ لیکن پیشینیون کے حال سے تعرض نکر اور اس طومار طویل الذیل سے
کہ حسن خداداد مشاطہ کا محتاج نہین اور نمایش آفتاب مین آینہ کی احتیاج نہین کیا جوش
وخروش سودا اور طراق میر اور نالہ درد کا ایسا حال ہی کہ اگر تیری سخن سنجی کی بہار تحریک
نکرے تو اوسمین نقصان آجاوے اور دوسرے یہ کہ اکثر کتابین اُنکے احوال سے مالا مال
ہین کہ عالم اونکے مطالعہ سے مستفید اور اونکی سیر دلہاے بستہ کی کلید ہی ان بلند ناموں
کے اوصاف کا اس روزگار مین درج تذکرہ کرنا تکرار مین محسوب ہی اور نازک مزاجون کو
تکرار نامرغوب ہی اس تکرار لاطائل سے پرہیز کر اور نقل کے اعادہ سے گریز کر معاصرین
کا حال کیا کم ہی اگر لکھا جاوے اور ان تازہ خیالون کا کلام کسقدر دلچسپ ہی اگر پڑھنے مین
آوے ہر چند یہ نصیحت دلپذیر اور ہوس دامنگیر ہوئی لیکن اوسیوقت حضرت اوستادی
اُستاد الانامی مسند نشین دارالامارت یکتائی جناب افادت مآب مولوی امام بخش صہبائی
مدظلہ العالی کی خدمتمین حاضر ہوا اور اس پیش نہاد کو عرض کیا اور مکرر معروض ہوا کہ بسبب انجام
اس امر دشوار کا کم استعداد سے معلوم اگر کمترین تلامذہ کی تحریر خلعت اصلاح سے مشرف
ہو جایا کرے تو یہ مشکل آسان اور یہ رشتہ سرور کم نمایان ہو جاوے بارے عرض عزیز شرف
سکی زیور قبول سے آراستہ ہوئی اور حلیہ اجابت سے پیراستہ مین نے جب یہ لطف
اپنا معین اور اکرام معہود دیکھا کمر ہمت کو چست کیا اور عزم رسا کو درست اور سال ایکہزار
دوسو ستر ہجرت مقدسہ ماحصل ق لولاک علت غائی ایجاد افلاک رسول الثقلین سرور الفقین
سید عالم صلے اللہ علیہ وسلم کے ماہ شعبان کی پہلی تاریخ منتخب کر قلم چابک رقم کو اس کام پر مہیا
کیا اور خامہ گرم رفتار کو اس راہ مین تیز پا شفقت اوستاد پر نازان ہون کہ ہر چند رفتار قلم
سعی فکر سے شتاب رو تر تھی اور شب و روز کی محنت اور شام و سحر کی کوشش سے جزو
کے جزو فراہم ہو کر اوس شاگرد نواز کی نگاہ عاطفت سے کمال تدقیق نظر اور تعمق فکر کے
ساتھ گذرتے تھے لیکن اس تجمل مشقت پر جبین مین چین اور ابرو مین شکنج کا نام نہ تھا اور تا

جازہ قلم کی میر لا یطلع ہی عالم الغیب آگاہ ہی کہ اس دشت ناپیدا کنار کی نہایت کب نظر آوے
اور اس جزر خار کا ساحل کب پایا جاوے شفقت شاگرد پروری سے امید ہی کہ اس شاہد
دلربا کا قامت جلیہ اصلاح سے ایسا آراستہ ہو کہ نازک نہالان چمن حسن اوسکی غیرت سے
برگ خزان سے پژمردہ تر ہو جاوین اور شمع رویان بزم جمال اوسکے رشک سے نقاب
خجالت مین منہ چھپاوین انجمن آرایان کمال پر واضح ہو کہ اس تالیف غریب اور تدوین
دل فریب مین ایسا التزام کیا ہی کہ خطہ مینو نبیا دشاہ جہان آباد صانہا اللہ عن الشر
والفساد مین جسقدر سخن سنجان رنگین بیان اور موزون طبعان شیرین زبان ہین کملے
صاحب سداد سے لیکر نومشقان کم استعداد تک بالاستیعاب کہنا تو مبالغہ شاعرانہ سے
خالی نہین جہانتک رفتار تلاش درماندہ نہووے اونکا ذکر اس کتاب مین مندرج اور اونکا
کلام ان اوراق مین منضم ہوا اور معنی شناسان دوردست مین سے مشاہیر کامل ہنر مثل
آتش و ناسخ اور بعضے اور خوش فکران بلند خیال خواہ انھین دونون سخن گویان بعدیل سے
استفادہ کیا ہو خواہ کسی اور یگانہ فن سے ساز و برگ کمال کو آمادہ کیا ہو اونسے
تو یہ گنجینہ دانش بالضرور مملو ہو لیکن طبع آزمایان غیر مشہور اگر کسی تقریب سے انجمن اطلاع
مین راہ کرین تو جواد قلم اونکی عمانی مین بھی مضایقہ نکرے اور شعرا کے تراجم مین تخلص کو
عنوان قرار دیکر حرف اول کو باب مقرر کیا اور نظارگیان کتاب کی آسانی کے واسطے
دوسرے حرف مین بھی حروف تہجی کی نظم طبعی کے موافق رعایت منظور رکھی تاکہ عدم
انتظام سے اصحاب شوق کی طبیعت مشوش اور پریشان اور ارباب ذوق کی خاطر
متردد اور حیران نہو جاوے اور اشعار ہر شاعر کے اگر متعدد اور کئی ردیف سے ہم پہونچین
تو اونکی تقدیم اور تاخیر اونھین ردیفونکی رعایت سے عمل مین آوے تاکہ اس درہمی
برہمی سے حسن ترتیب خلل نہ پاوے اس شاہد دلربا اور اس عروس رعنا کا نام
آثار المعاصرین رکھا تھا کہ اس تالیف کی غایت نام ہی سے معلوم اور اسم ہی سے مفہوم
ہو جاوے لیکن یگانہ آفاق زبدہ اصحاب وفاق محمد نظام الدین جوش تخلص سلمہ اللہ تعالے
نے گلستان سخن نام تاریخی اسکا تجویز کیا اور نامہ اتحاد مضمون کی وسالت سے شہر
لطافت ہر گوں سے لکھ بھیجا ہر چند یہ تصنیف بارہ سو ستر مین شروع ہوئی ہی اور اس نام سے
بارہ سو اکہتر چہرہ گشا ہین لیکن جو اختتام اس کتاب کا بسال آیندہ سے پہلے ممکن نہین

معلوم ہوتا اسواسطے یہی نام مقرر کیا اور شروع کتاب گرامی آغاز کتاب کی تاریخ ہاتھ آئی
موافق اعمال تماشائیان دشوارپسند کو توفیق عطا کرے کہ جب اس گلزار شاداب کی
تفرج مین مشغول ہون لطف ازہار و ریاحین سے چمن آرا کے حق مین حرف تحسین زبان پر
لاوین اور اگر احیانا کوئی خار نظر مین کھٹکے چشم پوشی اور اغماض کو کار فرماوین ؎

بپوشش اگر بخطائے رسی وطعنہ مزن ۔۔۔ کہ ہیچ نفس بشر خالی از خطا نبود

بلبل نوایان مشکین نفس کہ شعلہ آواز سے جان افسردہ کو دانہ سپند کردین اور شرینی سخن سے
تلخی عمر کو شکر و قند اگر اس گلشن سیراب کو نظر التفات سے تماشا اور اس بحر طولانی مین فکر رسا
کی دستیاری سے شنا فرماوینگے تو دریافت کرینگے کہ ہر گوشہ مین نسیم الطاف الٰہی سے
کسقدر گلہائے شگفتہ مہیا ہین اور ہر ساحل پر ابر عنایت ازلی سے کیا کیا گوہر ناسفتہ جلوہ نما
شوخی معنی معشوقان شنکول کے انداز سے دلربا تر اور تازگی عبارت محبوبان گلرخسار کے چہرہ
سے مطراتر مردون کو اوس سے عمر دوبارہ حاصل اور زندونکو زندگی جاوید کا نقد وصل گمنامونکو
ناموری اور پست مرتبون کو برتری بیکارون کے واسطے مشغلہ ہی اور تاریک رووں کے لیے
مشعلہ تہیدستون کے حق مین گنج بادآوردہی اور علیل مزاجون کو چارہ دردوطرفہ بزم ہی کہ آشنا
وبیگانہ تک اوسمین فراہم ہین اور غریب ہنگامہ ہی کہ دوست و دشمن تک اوسمین بہم ہین ارباب
اس بزم کے گویا اور خموش اور حاضرین اس ہنگامے کے ساکت اور پرخروش عجب سحر پرداز
ہی کہ غائبون کو مدنظر کردیتا ہی اور طرفہ معجزطراز ہی کہ دورون کو نزدیک تر کردیتا ہی بیاض اوراق
کی آئینہ گیتی نما ہی اور سواد سطور کی دیدہ بصیرت کا توتیا سکندر نے تاریکی مین ہزار تگاپو پر بھی
خضر سے چشمہ حیوان نہ پایا اور اس سواد مین ہر کاہل کوش نے میرے قلم کی سعی سے حیات
ابدی کا سرمایہ بہم پہونچایا ای خامہ ہرزہ سرا اسقدر زبان درازی خوب نہین اور طبایع نازک
کو اتنا لاف وگزاف مرغوب نہین سخن کوتاہ کر اور اظہار مطلب سے کاغذ کو سیاہ احباب تقاضی
ہین کہ اس دیباچہ کے ذیل مین اول تحقیق زبان اردو اور وجوہ استعمال الفاظ فصیح اور ترک
کلمات غیر فصیح مرقوم کیجاوے کہ ریختہ گویان تحقیق طلب کو نقد بصیرت ہاتھ آوے اور بعد اوسکے
حد شعر اور تحقیق موجد اشعار اور بعض فوائد عروض وقافیہ اور تعریف اقسام نظم بھی مسطور ہو
کہ ہر بیان فن کو سبب استفادہ اور نشینان سخن کو سامان ازدیاد تحقیق آمادہ ہو چونکہ باوجود کم
استعدادی کے مجال سرتابی نہین رکھتا حتی الامکان ہمہ تن مصروف ہوتا ہون کہ گرسنہ چشمان

نعمت تحقیق کے واسطے اگر خوان الوان مہیا کر سکونگا بارے نان جوین کے احضار مین تو مضائقہ نہوگا ناچار اس مقدمہ کا نام متصور رکھتا ہون اور اسکو ایک مقدمہ اور تین مقصدون منقسم کرتا ہون

مقدمہ زبان کے معنی اور اس امر کے تحقیق مین کہ آغاز آفرینش مین زبان ایک تھی یا متعدد اور اگر ایک تھی تو اول کونسی زبان موجود تھی اور پھر کسطرح سے مختلف زبانین ہم پہونچین۔

مقصد پہلا

زبان اردو کی تحقیق اور وجوہ استعمال الفاظ فصیح اور ترک کلمات غیر فصیح

مقصد دوسرا

حد شعر اور موجب اشعار اور عروض و قافیہ کے بعض فوائد کا ذکر بطریق اجمال

مقصد تیسرا

ذکر اقسام نظم اور ہر ایک کی تعریف التوفیق من الموفق المنعام وہو میسر للمقصد والمرام ٭٭

مقدمہ زبان کے معنی اور اس امر کی تحقیق مین کہ آغاز آفرینش مین زبان ایک تھی یا متعدد اور اگر ایک تھی تو اول کونسی زبان موجود ہوئی اور پھر کسطرح سے مختلف زبانین ہم پہونچین جو کہ اس مقام کی تحقیق کے واسطے بھی تمہید مقدمہ سے ناگزیر ہی خامہ خام رقم جواہر آبدار معانی گنجینہ طبع سے طبق عرض پر رکھتا ہی اور ارباب دانش والا اور اصحاب دیدۂ بینا پر واضح کرتا ہی کہ اقتضاے حکمت کاملہ بانی بناے ایجاد اور حاکم محاکم کون و فساد نے چاہا کہ جلوہ گاہ افراط و تفریط یعنے ظہور حیوان و نبات و جماد مین ایک نتیجہ معتدل پیدا کرے تا نہ افراط کی نحوست سے نظم عالم خراب و مختل رہے اور نہ تفریط کی شامت سے پیش رفت امور معطل بعثت قدسی طینت اور پیکر نورانی صورت کو تاج خلافت و تشریف علم سے آراستہ کرکے پردۂ مشیت سے جلوہ گر کیا اور سر بر صندل کون خاک پر متمکن فرماکر سر رشتہ قبض و بسط امور کو اوسکے دست تصرف مین دیا علم ازلی کی پیش بینی سے اس جوہر قدسی کو آب و رنگ ادراک کلی و جزئی سے رونق بہا عطا فرماکر ایسا آئینہ مجلی اور مرات مصفی بنایا کہ پردہ ارژنگ نگار عقول سے تماثیل رنگارنگ علوم اوس جلوگاہ غریب مین عکس افگن ہوا اور نقیر و قطمیر امور مین ایسی جزو رسی مرحمت کی کہ تمکین نشست و برخاست قیام ہر مقام مین انھین احکام کے موافق درست نشین اور گام زن اوس فروغ کو عقل نظری کے نام سے پہچانتے ہین اور اس دریافت کو عقل عملی جانتے ہین جلب نفع کے واسطے آز و حرص دی اور دفع مضرت کے لیے قوت غضب عطا کی یعنے یہ متحملی بار امانت اور متمکن سریر خلافت

اگر نہ امور کلیہ سے آگاہ اور نہ مہمات جزئیہ سے صاحب انتباہ ہو اختلال تدبیر سے انتظام مختل ہو جاوے
اور بسبب وکثرت دخل اور اگر مرغوب کی طلب جلوہ نمایا منافر سے نفرت نقاب کش نہو مادہ حیات
انقطاع پاوے اور اسباب جشمت برہم ہو جاوے ان سب صورتون مین اظہار مافی الضمیر
ضرور ہی اور اعلان مرغوبات مین مجبور کسواسطے کہ خفیات باطن پر سوائے علام الغیوب کے
بیخبر نہین لیجا سکتا اور خبایاے ضمایر سے بجز جان آفرین کے کوئی آگاہی نہین پا سکتا پس مصلحت
سنج امور نے ہواے انفاس کو فضاے سینہ مین جنبش دی اور راہ گلو سے قوت آمد و شد عطا
کی لیکن اس راہ ہموار کو فی الجملہ پیچ و خم سے خالی نہ رکھا کہ وہ ہوا ان مخارج مین کسوت حروف
سے تقطیع حاصل کرے اور حسن سخن کو کامل تاکہ امر و نہی کا اظہار بے تکلف ہو اور ملایم کی طلب
اور ناملایم کی امتناع کا اعلان بے تصلف اور ہوشمندان آگاہ دل جانتے ہین کہ جب تک
حروف کی ماہیت اور اوسکی ایجاد و ابداع کی کیفیت صفحہ بیان مین جلوہ گر نہو طالبان کمال
کو صورت اطمینان اور تسلی قلب و جنان متصور نہونا چار اس سیاہ قلم کو رنگ آمیز کرتا ہی
اور اس مشعلہ سراپا فروغ کو نور بیز کہ حرف ایک کیفیت کا نام ہی وابستہ ہی ایک اور کیفیت
سے اور یہ کیفیت ہوا کے ساتھ قایم ہی کہ ایک عنصر ہی عناصر چہار گانہ مین سے جب وہ سخت چیزون
ایک دوسرے سے الگ کرین اور اس حالت کو عربی مین قلع کہتے ہین یا ایک دوسرے پر
ماریں اور اس حالت کو قرع کہتے ہین تو بالضرور اون دونون کے درمیان جو ہوا ہی پانی
کیطرح متموج ہو جاویگی اور اوس تموج سے آواز پیدا ہوگی بعضون نے آواز کی تعریف سبب
قریب سے کی ہی اور بیان کیا ہی کہ آواز ہواے متموج کا نام ہی اور بعضون نے سبب بعید سے
اور قلع یا قرع کو آواز کہا ہی یعنی اول قلع یا قرع واقع ہوتا ہی اور پھر ہوا سے درمیانی مین تموج
بہم پہونچتا ہی اور متموج سے آواز پس قلع و قرع آواز کے واسطے سبب بعید اور تموج ہوا
سبب قریب ہی کہ اس مین اور آواز مین واسطہ نہین بخلاف قلع اور قرع کے کہ متموج
کا واسطہ متحقق ہی جب آواز کی ماہیت دریافت ہوئی اب سننا چاہیے کہ مطلق آواز کو اور
کیفیتین عارض ہوتی ہین کہ ایک کو دوسری سے ممتاز کر دیتی ہین جیسے زیر و بم اور غنہ یا گرانی
گلو سے بہم پہونچنا اور ایک اور کیفیت خاص بواسطہ مخارج کے اجزا ہوا کی تقطیع سے آواز کو عارض
ہوتی ہی جیسے دو زیر یا دو بم یا دو غنہ یا دو آواز کا گلوے گران سے حاصل ہونا اس کیفیت
خاص کا نام حرف ہی اس بحث کے بعد توضیح مقام کے واسطے کہا جاتا ہی کہ اول ہوا کو بسبب تموج کے

ایک کیفیت عارض ہوتی ہی جسکو آواز کہتے ہین اور آواز سے ایک اور کیفیت متعلق ہی مثلاً دو زبر اور دو بم وغیرہ اور اس کیفیت کو حرف کہتے ہین پس حرف کہ کیفیت خاص ہی صوت کے ساتھ وابستہ ہی اور صوت قائم ہی ہوا کے ساتھ جب یہ تفصیل معلوم ہوئی حرف کی تعریف کے معنی واضح ہوگئے تو علی سینا اسی کیفیت خاص کو جو صوت کو عارض ہوتی ہی حرف کہتا ہی اور بعضے اوس صوت ہی کو حرف کہتے ہین اور بعض محققین مجموع صوت و کیفیت کو حرف ٹھہراتے ہین نہ ایک کو حرف کی ماہیت کا بیان تو یہ ہی جو زبان قلم اوس سے نغمہ پیرا ہوتی اب معلوم کیا چاہیے کہ زبان اکثر ملوا الف کی عدد حروف مین باہم مختلف ہی یعنی کسی مین اٹھائیس حرف ہین اور کسی مین چوبیس اور کسی مین کم یا بیش جو کہ ملوا الف نبی آدم اور اصناف اشرف مخلوقات عالم نہ اس کثرت سے ہین کہ اونکے بعض کا شمار حیطہ وہم وخیال مین گنجائش پذیر ہوسکے اور سوا اسکے بعض ایسے ہین کہ اونکی زبان کی تحقیق سے اس کتاب کے ناظرین کے حق مین فائدہ معتد بہا متصور نہین ہی ناگزیر زبان عربی و فارسی و ہندی کے حروف کا حال بر سبیل اجمال مذکور ہوتا ہی کہ اکثرون کو اون دو زبانون پر نظر اور روشن سواوی میسر ہی اور زبان ہندی تو گویا بمنزلہ موضوع کتاب ہی کے متصور ہی زبان دانان عرب بناے کلام کو اٹھائیس حرف پر رکھتے ہین اگر ہمزہ کو الف سے ممتاز نکرین والا اونتیس پر اور شیرین کلامان فارس چوبیس اور کج مج زبانان ہند تیئیس پر اسکی تفصیل یہ ہی کہ فارسی مین آٹھ حرف یعنی ثا مثلثہ اور حا و صاد و طا و عین مہملات اور ضاد و ظا معجمتین اور قاف مستعمل نہین ہین اور ہے اور جیم اور زاے اور کاف تازی مین ایک صفت گرانی کی اور زیادہ کرکے چار حرف اور یعنی چے اور ژے اور گاف اختراع کیے جب آٹھ کے حذف کے بعد حروف باقی پر چار زیادہ کیے جاوین چوبیس صورت پذیر ہونگے اس صورت مین آٹھ مخصوص عربی اور چار مخصوص فارسی اور نتیس مشترک مقرر ہوئے اور لام الف جو حرف مشہور ہی اسکے باب مین اقوال مختلف ہین بعضے یہ کہتے ہین کہ شمار حروف مین ہمزہ اول و الف ہاے ہوز کے بعد واقع ہی اور جو کہ الف دائم السکون ہی اور جب تک کسی اور سے مرکب نہو سکون کا تلفظ محال ہی ناگزیر لام سے ترکیب دیکر پڑھا اور لام کی خصوصیت کی وجہ یہ ہی کہ لام و الف مین اتحاد قلبی ہی یعنی الف کا دل لام ہی اور لام کا دل الف جو کہ یہ اتحاد اور کسی کے ساتھ نہ تھا لام کو اوسکی ہمراہی کے ساتھ مختص کیا اور بعضے یہ لکھتے ہین کہ زبان فارسی مین

ہمزہ کا وجود نہین قدما نے چاہا کہ اس نکتہ پر اشعار کرین پس حرف تہجی مین ہمزہ پر لا لکھدیا عوام از بسکہ نشۂ غفلت سے نہ اوس ترکیب سے واقف تھے نہ اوس نکتہ سے آگاہ ایک حرف علحدہ سمجھ کر لام الف کہنے لگے اور یہی مشہور ہوگیا اور ان دونون قولونمین تامل ہی اول مین اس وجہ سے کہ شمار کے وقت اسما حروف زبان پر آتے ہین نہ مسمے تاکہ تلفظ الف کا بسبب سکون کے دشوار ہو اور دوسرے مین اس صورت سے کہ فارسی مین وجود ہمزہ کا ہونا محکم ہی کہ اسماے حروف عرب سے ماخوذ ہین اور محققان تازی خط ساکن مستقیم کو کہ بے ضغطہ ہو الف کہتے ہین اور متحرک یا اوس ساکن کو جو ضغطہ سے پڑھا جاوے ہمزہ نام رکھتے ہین اور فارسی مین ساکن بے ضغطہ اور متحرک بعینہ موجود ہین اول جیسے کار و بار اور ما و شما اور دوسرا جیسے اگر اور ابر غایت یہ ہی کہ ساکن ضغطہ دار اس زبان مین نہین ہی پس اوس تعریف کے موافق ایک کو الف اور دوسرے کو ہمزہ کہنا مناسب ہوا اور کتب قواعد فارسی کہ قدماے فارس نے تصنیف کیے ہون قطعًا نایافت ہین تاکہ اونکے قواعد مقررہ کا حال معلوم اور اصطلاحات کی حقیقت مفہوم ہو اور علاوہ اسکے ہرگاہ آٹھ حرف اور بھی فارسی مین نہین ہین اشعار کی تخصیص اسی ایک کے ساتھ بے وجہ ہی ظاہر یہ ہی کہ دانش پژوہان والا فطرت نے بعد وضع مفردات کے چاہا کہ مبتدیان کم سواد کو فی الجملہ کیفیت ترکیب سے آگاہ کرین ان دو حرفون کو مرکب کیا اور اس خیال سے کہ اگر جمیع مفردات کے اخیر مین رکھا جاوے شاید نظر ناظر کی اوس سے غافل اور لحاظ لاحظ کا زائل ہوجاوے کیف ما اتفق اثناے حروف مین رکھ دیا اور اختصاص لام کی وہی وجہ ہی کہ مرقوم ہوچکی

فائدہ

حروف مفردہ کے واسطے واضع نے ایسے اسما وضع کیے ہین کہ وہی حرف اون اسما کا جزو اول واقع ہوتا ہی برخلاف الف کے کہ وہ ساکن ہی اور اگر آغاز اسم اوس سے ہو تو ابتدا ساکن سے لازم آوے ناگزیر اس اسم کو ہمزہ کے ساتھ شروع کیا اور یہان سے لازم آتا ہی کہ ہمزہ ہاے ہوز سے اغلاط مشہورہ سے ہی اور اصل اوسکی بھی ہا ہمزہ ہوگی تاکہ اوسکا نام بھی اوسکے مسمے سے آغاز کیا جاے

لطیفہ

ہرگاہ الف نے باوجود اس بے حرکتی اور دور دست واقع ہونے کے ہمزہ پر یہ تطاول کیا تو یہ اس قوت حرکت پر اپنے آپکو دراز دستی سے معاف نرکھتا لیکن جو کہ الف کو اکثر حروف نے

پائمال تعدی کرکے اپنے آستانہ کا ملازم کرلیا تھا سر ہزہ اوسکے تاراج سے مایوس ہوا اور حق
ہمسایگی فراموش کرکے ہاے بیچارہ پر دست غارت دراز کیا اس خیانت طبع کے بعد حقیقت
شناسان معنی کی خدمت مین عرض کرتا ہو کہ بعضے ہاے تازی اور جیم تازی اور ذال معجمہ اور
فا اور غین معجمہ اور کاف تازی کو بھی زبان فارسی مین نہین شمار کرتے لیکن یہ حکم سوا ے
ذال اور غین معجمتین کے اور حرفون مین نہایت سخافت سے قابل التفات نہین اسواسطے
کہ حروف اربعہ زبان ژند و پاژند مین موجود ہین اور جو کہ یہ زبان تغیر سے مصون ہی قلب کا
احتمال بھی مرتفع ہی ہاے موحدہ جیسے لبر یا کبر یا کے وزن پر گوشت حیوانات تبیا سین مہملہ
ساکن اور یاے تحتانی الف کے ساتھ شراب انگوری تسیم نسیم کے وزن پر لذیذ اور خوش مزہ
بیل نیل کے وزن پر چاہ تیاسیما کی وزن پر خانہ کہ باکاف مفتوح اور دال مہملہ ساکن سے درونم
اور جیم جیسے جیپا یاے معروف اوب ے فارسی سے ہیزم جائن نون سے پہلے تاے فوقانی
خداجا تونتن تاے فوقانی اور واو معروف لورتاے فوقانی درمیان دونونکے اور نون الف کسور
آنا ترجمہ آمدن کا جا سونتن سین مہملہ مضموم اور واو معروف سے رکھنا ترجمہ داشتن کا جاگونتن
کاف تازی سے لانا ترجمہ آوردن کا اور فا جیسے آذر باف اور تا راسفند اور اردیراف تین موبد
کا نام زفاک زاے تازی سے ابربارندہ افزکان ژند و پاژند کے اکتیس نسک یعنی اقسام مین
سے ایک نسک کا نام اور کاف جیسے جاگونتن جو سابق مرقوم ہوا لیکن ذال معجمہ اور غین معجمہ
مین ایسا لغت کہ اوسکا تغیر و تبدیل سے محفوظ ہونا قریب بہ یقین ہوا ابتک ہاتھ نہین لگا الفاظ
مستعملہ مین احتمال اصالت وقلب دونون کا متصور ہی اور قول آرد شیر زردشتی کا آذر کے باب
مین مطلق ذال معجمہ کے نہ آنے پر دلالت نہین کرتا کیونکہ وہ ژند پڑھنے کے وقت یہ کہتا تھا
کہ یہ لفظ ژند و استا مین ذال معجمہ سے نہین آیا نہ یہ کہ ژند و استا مین ذال معجمہ کہین نہین آیا
اور قافیہ تعویذ کا تمہید اور عید کے ساتھ اسپر دلالت نہین کرتا کہ جو ذال معجمہ زبان فارسی
مین نہین ہی تو تعویذ کو اگرچہ عربی ہی اپنی زبان کے موافق دال مہملہ سے استعمال کیا اور
جب دال سمجھ لیا تو اوسکا قافیہ اونہین لفظون کے ساتھ کیا جنمین دال مہملہ تھی کسو سے کہ
کیون نہین جایز ہی کہ موافق قاعدہ مشہور کے جسکا بیان مفصل آتا ہی معجمہ کو معجمہ کرکے اسے
کلام مین استعمال کرلیا ہو اور دال اور ذال کے تفرقہ کا قاعدہ کہ حروف مذکورہ اور متحرک
کے بعد صحیح ہو یا حرف علت ذال معجمہ ہوتی ہی جیسے باذ اور بوذ اور دیذ اور رکنذ اور شوذ اور

ساکن صحیح کے بعد مہملہ جیسے گرد آور درد دلالت کرتا ہی وجود حرف مذکور پر اور ظاہر ہی کہ اگر وجود اس حرف کا اس زبان مین نہوتا قاعدہ مقرر کرنے کی کچھ احتیاج نہوتی اور اوحدالدین انوری کا نسق کلام بھی جو ذال ہی پہ دال ہی رباعی

دستت بسخا چون ید بیضا بنمود	از جود تو بر جہان جہانے افزود
کس چون تو سخی نہ ہست و نی خواہد بود	گو قافیہ دال شوز ہے عالم جود

اور یہی سبب ہی کہ باد اور شاد کا قافیہ نفاذ کے ساتھ کرتے ہین لیکن جو کہ ایسے حروف جنکے تلفظ مین التباس ہی جیسے صاد اور ظا کو زاے تازی سے التباس ہی اور ثا اور صاد کو سین سے اور عین کو الف سے سواے عربی کے اور زبانون مین نہین آتے قیاس چاہتا ہی کہ جو ذال زے سے مشابہ ہی اغلب کہ حرف فارسی ہے نہو

فائدہ

حروف بھی کیواسطے انحصار صورتین معین کی ہین اور ان مین سے بعضی صورتین التباس اور اشتباہ سے خالی نہین لیکن یہ اشتباہ دو طرح ہی ایک نقطہ مسمے کی صورت خطی مین اور یہ بھی دو وضع پر ہی اول حالت انفراد اور ترکیب دونون مین جیسے جیم اور دوسرے فقط ترکیب مین جیسے فے اور قاف اور نون اس اشتباہ کا ازالہ اسم کے تلفظ سے ممکن ہی اور دوسرے مسمے کیصورت خطی اور تلفظ اسم دونون مین جیسے صاد وضاد وظا وظاء وعین وغین ان مین سے نقطہ دار کو منقوطہ و معجمہ کہتے ہین اور بے نقطہ کو مہملہ اور بعضی صورتین کہ باہم اشتباہ اور التباس رکھتی ہین ایسی ہین کہ سب منقوطہ ہین سواے جسمین ایک نقطہ ہی مثلاً با اوسکو موحدہ کہتے ہین اور جس مین دو ہین پس اگر نقطے اوپر ہون جیسے تا اوسکو مثناۃ فوقانی اور اگر نیچے ہین مثلاً یا اوسکو مثناۃ تحتانی کہتے ہین اور جن حرفون کو مقابل حروف اربعہ مخصوصہ فارسی ہین اونکو حروف عربی اور تازی کہتے ہین جیسے با اور جیم اور زا اور کاف اور انکے مقابلون کو فارسی اور عجمی یعنے پے اور ژے اور چے اور گاف اور کبھی ازالہ اشتباہ کے لیے حروف ابجد کی طرف منسوب کرتے ہین جیسے تاے قرشت اور حاے حطی مسلمان اور صاحب طبعان دقیقہ شناس پر ظاہر ہو کر اعجام حرف پر نقطہ رکھنے کو کہتے ہین اور حرف نقطہ رکھنے سے بری ہی پس انکا اعجام اور اہمال خط کے اعتبار سے ہی نہ انکی ذات کے جیسے کہ صراح مین ہی حروف المعجم معناہ حروف الحظا یعنی کما تقول سجد الجامع وصلواۃ الاولی ای مسجد الیوم الجامع وصلواۃ الساعۃ الاولی یعنی حروف معجم کے

معنی یہ ہی کہ نقطہ دار خط کے حرف جیسے مسجد الجامع اور صلواۃ الاولی یعنی روز جامع کی مسجد اور پہلی ساعت کی
نماز کیونکہ جامع اور اولی صفت ہی اور صفت کیطرف اضافت جائز نہین پس جبتک تقدیر یوم
اور ساعت کی نکرین معنی کلام کے کرسی نشین نہون اور بعض وقت سب حروف تہجی کو حروف
معجم کہتے ہین شیخ ابو الفضل ابن مبارک خطبۂ مرقع مین اس تسمیہ کی وجہ لکھتا ہی کہ اعجام ازالۂ
اشتباہ کو کہتے ہین اور جیسے کہ وجود نقطہ سے ازالہ اشتباہ ہیسر ہی اوسکے عدم سے بھی متصور
یہانتک اوسکے کلام کا حاصل ہی اور ظاہر ایہ کلام مخدوش ہی کسواسطے کہ یہ وجہ چاہتی ہی کہ تسمیہ
اوسکین حرفون کے ساتھ مخصوص ہو جنکے التباس مین نقطہ کے وجود و عدم کو دخل ہو نہ اور حروف
مین اور حال یہ ہی کہ لام اور میم مثلاً بھی تسمیہ مین شریک ہین اور شاید اس تسمیہ مین مجاز ہو یعنے
باعتبار بعض کے کل کا نام معجم رکھدیا واللہ اعلم بالصواب حروف زبان عربی و فارسی کی بحث سے
فارغ ہوکر حروف زبان ہندی کا حال بیان کیا جاتا ہی کہ اس زبان مین حروف بست و ہشتگانہ
سے بارہ حروف مستعمل نہین اور وہ یہ ہین ثاے مثلثہ اور حاے حطی اور صاد اور طا اور عین مہملات اور غا
اور ذال و ضاد اور ظا اور غین معجمات اور فا اور قاف اور بجاے ثاے مثلثہ اور صاد مہملہ کے سین
اور بجاے حاے حطی کے ہاے ہوز اور بجاے طاکے تاے فوقانی اور بجاے ذال اور ضاد اور ظاے
معجمہ کے زاے معجمہ اور بجاے عین مہملہ کے الف اور خاکے کھ یعنی کاف مخلوط الہا اور بجاے فاکے پھ یعنی پاے فارسی مخلوط الہا
اور بجاے قاف کے کاف تازی استعمال کرتے ہین ان حروف بست و ہشتگانہ سے بعد حذف بارہ حروف
کے سولہ باقی رہے یہ سب عربی اور فارسی اور ہندی مین مشترک ہین اور پے اور چے اور ژے
اور گاف کو کہ انکو حروف تازی کے مقابل فارسی کہتے ہین بھی استعمال کرتے ہین لیکن تین حرف
اس زبان مین زیادہ ہین گے اور ڈال اور ڑا انکو بسبب ثقل زائد کے مثقلہ ہندی کہتے ہین
پس مجموع ستیئس حرف ہوتے ہین جب ماہیت اور کیفیت ایجاد حرف اور حال تعداد حروف
مین زبان خامہ نغمہ زن ہو چکی تو اب سنا چاہیے کہ ہر شخص اجراے کار و نظم امور ضروری مین
دوسرے کا محتاج ہی اور دوسرا اوسکی امداد و اعانت مین جب سعی کر سکتا ہی کہ اوسکے مافی الضمیر
سے آگاہ ہو پس ناگزیر ضرورت ہوئی ایسی چیز کی کہ اوسکے وسیلہ سے دل کی بات کا اظہار آسانی
اسواسطے الہام ربانی اور سروش غیبی کی رہبری سے ہر کوئی اس امر مین مصروف ہوا
کہ چند حروف کو باہم ترکیب دیکر اشیاے مطلوبہ اور امور مقصودہ کے ساتھ انکو اختصاص دے
اگرچہ بعضے امور مین حرکات اعضا جیسے کسیکو بلانے یا چلے جانے کے واسطے ہاتھ کی حرکت

اور اسیطرح اور اشارات مقرری سے ادائے مدعا ممکن تھا لیکن اون اشارات سے مطالب مضمر کا
اظہار اس وسعت کے ساتھ صورت پذیر ہونا متعذر تھا ناچار ہر ہر شی کے واسطے الفاظ موضوع اور
اوس محل کے ساکنین ایک دوسرے کی اصلاح سے مطلع ہوتے گئے یہانتک کہ اون الفاظ کو اپنی
اغراض مختلفہ مین استعمال کرکے باہم ہمکلام ہونے لگے اس مطلب کے بعد یہ امر استفسار کے
قابل ہی کہ جسقدر معانی تعقل مین آتے ہین آیا اون سب کے واسطے الفاظ موضوع ہوتے ہین یا
بعض کے ظاہر یہ ہی کہ ہر معنی کے واسطے الفاظ موضوع نہو کیونکہ ہم بعض معنی کی تعبیر مین بھی
تغیر آواز کے محتاج ہوتے ہین مثلاً لفظ غیر صرف تغیر آواز سے معانی متعدد کا فائدہ دیتا ہی یعنی
جب کسیکے کلام سے تعجب ناشی ہو تو کہتے ہین خیر خاے معجمہ کے ساتھ نفس کو دراکھینچکر اور یہی صورت
ہی جبکہ کسی کی بات کو قبول کرلین لیکن ان دونون مقام مین نفس کے کھینچنے کی کیفیت جدا ہی اور
یہ صاحب زبان پر آشکار اور الفاظ سے تعبیر اون کیفیات کی دشوار ہی اور مثلاً کسیکو کہین جاؤ
ایسی تاکید منظور ہو کہ سامع یہ سمجھ لے کہ اگر مین بجاؤنگا تو قابل ناراض ہوگا اوسوقت فتحہ جیم کو بہت
کھینچین اور اگر اوسقدر تاکید منظور نہو تو فتحہ کو زیادہ نہ کھینچین اور کبھی حرکات اعضا کی طرف احتیاج
ہوتی ہی مثلاً انکار کے وقت مکرر انگشت یا سر کو اشکال مخصوصہ کے ساتھ حرکت دینا یا کسی خط منحنی
کی تعبیر کے واسطے کہ کسی ہیئت خاص پر ہو انگشت کو ہوا مین ایسی طرح سے کھینچنا کہ اوس ہیئت پر
دلالت کرے الفاظ بیشمار اور مواضع استعمال بیحساب ہین اونکا احاطہ دائرۂ امکان سے خارج اور
چیز بیان سے باہر ہی اگر ان چیزون کے مقابل لفظ ہوتے تو اس تکلف کی طرف احتیاج نہوتی اور
اسکے اسباب کئی ہین یا تو یہ ہی کہ تعبیر اوسکی الفاظ سے خود محال ہی جیسے لفظ غیر وغیرہ مین یا اوسکی
طرف احتیاج بہت کم واقع ہوتی ہی یا وہ شی اس بلاد مین نہین ہی اسیواسطے حمام کے واسطے
ہندی مین کوئی لفظ موضوع نہین ہی کیونکہ ہندوستان مین اسطرح غسل کرنے کی رسم نہین اور
اسیطرح سے تنور کے مقابل کوئی لفظ نہین کیونکہ جو شرائط کہ بخت طعام مین مذہب ہنود کے موافق
چاہیے تنور مین متصور نہین اور جب تنور کی طرف احتیاج نہوئی اسکی رسم بھی اس دیار مین نہوئی
نان آرد کہتا ہی کہ بھٹ جو تنور کو کہتے ہین مجاز ہی اور اصل مین بھٹ وہ چیز ہی جسمین نخود وغیرہ
بریان کرین اور مراد اس سے بھاڑ ہی جو کہ شیوع اسلام سے تنور کا رواج ہند مین ہوا اوسکو
من حیث التشبیہ بھٹ کہنے لگے مؤلف کہتا ہی شاید اسی سبب سے لباخ کو ہندی مین بھٹیارہ
کہتے ہین بہرکیف امام فخرالدین رازی اور اوسکے اتباع کا یہی مذہب ہی اور اسپر ایک دلیل

عقلی بھی قائم کرتے ہین کہ معانی غیر متناہی ہین اور الفاظ متناہی کیونکہ مرکب ہین حروف سے اور حروف متناہی ہین اور جو متناہی سے مرکب ہوگا متناہی ہوگا پس متناہی سے غیر متناہی کا حصر محال ہی اور اگر حصر ممکن ہو تو مدلولات کی تناہی لازم آوے۔

فائدہ

عباد ابن سلیمان الضمیری کی رائے ہی کہ الفاظ اور مدلولات مین مناسبت طبعی ہوتی ہی اور وہی مناسبت واضع کو باعث ہی کہ اوس لفظ کو اوسی معنی کے واسطے وضع کرے اور اگر یون نہو تو ترجیح بلا مرجح لازم آوے نقل ہی کہ کسی نے ایک شخص سے جو اس رائے کو مستحسن جانتا تھا پوچھا کہ ارغاغ کے کیا معنی ہین اوسنے جواب دیا کہ مجھے معلوم ہوتا ہی کہ یہ ایسی چیز کو کہتے ہون کہ اوسمین بہت خشکی ہو اور شاید وہ پتھر ہو اور حال یہ ہی کہ ارغاغ پتھر ہی کو کہتے ہین جیسے کہ جلال الدین سیوطی نے مزہر مین لکھا ہی لیکن خان آرزو مثمر مین لکھتا ہی کہ کتب معتبرہ فارسی مین یہ لفظ اس معنی مین نہین آیا اور بعضے حواشی سے نقل کیا کہ لغت تبریزی ہی بہرکیف جمہور کو اس رائے مین انکار ہی اسواسطے کہ اگر یہ بات درست ہوتی ہر کوئی ہر لغت کو سمجھ لیتا اور ایک لفظ معانی متضادہ کیواسطے موضوع نہوتا جیسے فراز کشادن و بستن اور قرو حیض و طہر اور جون اسود و ابیض لیکن ہر کسیکا نہ سمجھنا شاید اس سبب سے ہو کہ ہر کوئی اوس مناسبت کو نہین پہونچ سکتا چنانچہ وہ مناسبات کہ علماء عربیت الفاظ اور مدلولات مین ثابت کرتے ہین مسلم ہی اور ہر کوئی اوسکو فہم نہین کر سکتا اور جبتک اوسکو نہ بتائین اوسپر اطلاع نہین ہوتی اور ممکن ہی کہ اوس لفظ کو دونون معنی متضاد کے ساتھ مناسبت ہو لیکن یہ رائے سخافت سے خالی نہین کیونکہ ہم اختیار رکھتے ہین کہ ایک لفظ جو بمعنے سنگ سخت کے موضوع ہو اپنی اصطلاح مین بمعنی شی ملائم کے ٹھہرالین حالانکہ اگر اوسکو شی ملائم کے ساتھ کچھ مناسبت ہوتی تو وضع اول اوسکو اضداد سے ٹھہراتا اس فوائد جزیلہ اور مطالب جلیلہ کی تحریر کے بعد اصل مطلب کی طرف متوجہ ہوتا ہون کہ یہ الفاظ موضوعہ جو محال مختلفہ اور مواقع متعددہ مین ادائے مطلب و اظہار مدعا کیواسطے رابطہ ترکیب الیتام اور حسن ہیت سے انتظام پاکر زبان زدۂ خاص و عام ہوتے ہین اونکو زبان کہتے ہین جب زبان کے معنی دریافت ہوتے تو اب تحقیق اس امر کی کیجاتی ہی کہ آغاز آفرینش مین ایک زبان تھی یا متعدد اور اگر ایک تھی تو اول کونسی زبان موجود ہوئی اور پھر اختلاف السنہ کسطرح سے وقوع مین آیا لیکن تحقیق ان امور کی ایک مقدمہ کی تمہید پر موقوف ہی اسرار فہمان کارگاہ تکوین و ایجاد در

رموز دانان مبدء و معاد کہ دیدۂ خرد دشمن اور چشم بصیرت باز رکھتے ہین اگر پردۂ تعصب کو چشم بند
اور حجاب اعتساف کو نقاب چہرۂ تحقیق نہ کرین تو یہ نکتہ مضمون پیش پا افتادہ ہی کہ ہر فرد بشر
فروغ گوہر خرد اور پرتو چراغ عقل سے چاہتا ہی کہ شہستان معرفت حضرت آفریدگار تعالی شانہ مین
راہ پاوے اور خواب غفلت سے انتباہ اسواسطے صرف تحصیل مواد معاش مین منہمک اور تکمیل مراتب
دنیا مین مستغرق نہو کر شریف اوقات اور نفایس ازمنہ کو شناخت مبداء وجود اور بہرا ہی راہ معاد
صرف کرتا ہی اور نہین چاہتا کہ دیدہ و دانستہ راہ ضلالت مین گامزن اور جادۂ مقصود مین عنان افگن ہو
ناگزیر جسکو خواہ گواہی شواہد عقل و خیر خواہ دلالت رہنمایان سبل ارشاد سے اکتساب کیا ہی اگر
اوس صراط مستقیم سے کسیکو انحراف یا اون ضوابط محکم اور قواعد رصینہ کی شہادت سے کجی و اعتساف
بہم پہونچے تو جو لوگ اوس طریق محمود کی حراست کی توفیق رکھتے ہین اوسکی سرزنش مین اتفاق اور
اوسکی تنبیہ مین اجتہاد کرتے ہین اور جو کہ ارباب رائے روشن اور اصحاب بصایع سلیمہ کہ دقایق اور
غوامض مین نکتہ رس اور نکتہ یاب ہین اوس مرخاص مین متفق اور اوس طریقہ کی منزل مقصود
تک پہونچنے مین متیقن اور حصول نتایج مین شریک اور ریاضت شاقہ اور ترک لذات اور تصفیہ
قلوب کا اہتمام اور ذمائم خصال سے پاک ہونے کا جہد اور خلوت اور جلوت مین ایک طرح سے تحقیق
حق کی سعی اور شوائب جسمانی سے مبرا ہونے کی جستجو پیش نہاد رکھتے ہین عقل صحیح کیونکر باور کریگی کہ
سب مراتب ریاسے اور یہ تمام امور مصلحت سے صورت پذیر ہوئے ہون اور قافلہ راہ صواب سے
منحرف ہو کر طریقہ ضلالت مین ساعی اور اضلال عباد مین داعی ہون ظاہر اور صریح ہی کہ رحمت
عامہ حضرت آفریدگار کی شامل جمیع عباد ہی اور نہین چاہتے کہ اس سعادت کونین کو ایک طائفہ کے
ساتھ اختصاص دیکر مابقی پر دایرۂ حصول مرام کا تنگ کردے وہی ایک جلوہ ہی کہ مختلف پردون
سے صورت نما ہی اور وہی ایک شاہد ہی کہ ہر رند و پارسا کی نگاہ مین نقاب کشا ہی در اصل راہ
تحقیق صائب تبریزی کس دلربائی سے نغمہ سرا ہی ؎ گفتگوے کفر و دین آخر یکی ماے کشد
خواب یک خواب ہست باشد مختلف تعبیرہا اور کیونکر نہو کہ نفس ناطقہ انسانی اوسی چشمۂ فیض کا ایک
قطرہ اور اوسی دریاے کرم کا ایک رشحہ ہی قطرہ کی نم چشمہ ہی کا نتیجہ اور رشحہ کی طراوت دریا ہی
کا فیض ہی کیا عجب ہی کہ وہی معلم اسرار نیرنگ عالم قدسی سے ہر طایفہ کو طرق گوناگون مین
رہنما اور روش ہاے مختلف کیطرف رہبر ہوا ہو اور رہنمایان سبل اور ہداۃ طرق کہ اسلاف و اخلاف
طوائف امم کو اونکی پیروی کا دعوے اور اونکی اقتدا کا ادعا ہی پیرایہ مناسبت خاص سے محلی اور

اختصاص تمام سے مشرف ہوکر اوس شاہد لاریبی کے پیام سے حرف سرا ہوے ہون آخر پیشوایان
راہ ہدایت دلیقین کہ وحی آسمانی والہام ربانی کو گوہر گوش کرکے نقد دل سے صاحب نصاب اور
حکم محکم نص قطعی سے راہ روان طریقۂ اسلام کے اعتقاد مین خلوت قرب مین باریاب ہین ف
مختلف مین گامزن اور طوائف خاص کی رہبری سے ممتاز تھے گو کہ اب چیرہ دستی آفتاب
ظہور مظہر تمام زبدہ نتایج لیالی وایام باعث ایجاد ونشاءتین علت ابداع کونین فخر عالم شرف نبی آدم
صلے اللہ علیہ وسلم سے لبیان کواکب صبحگاہی مستور اور مثل انجم سحری بے نور ہین اگر اصناف
عباد پیام معبود برحق سے کامیاب نہین اصول مذاہب گوناگون کی اتحاد کا کیا سبب ہی ہنود سے
لیکر مجوس تک توحید حضرت واجب الوجود کو اصل اصول جانتے ہین اور وساطت انبیا کو ضروریات
سے پہچانتے ہین گو اپنی اصلاح مین ایک اوتار نام رکھے اور دوسرا خشور تبون کی پوجا اور آتش
واجرام کی پرستش توحید کی منافی نہین کہ یہ دونون لفظ ہندی و فارسی مین تعظیم و عبادت مین
مشترک ہین خواص گروہ اول پیشوایان طریق کے پیکر کے سامنے رکھنے کو تصور کے قبیل
سے شمار کرتے ہین اور کملاے طائفہ اخری اجرام نورانی کو سمت قبلہ کی جاے اختیار کرتے
ہین غایت یہ ہی کہ مصلحت سنج عباد آراستہ کون وفساد نے ملت حنفیہ بیضا کو مرجع خلاف
اور ماحی آثار سلف کردیا صدمہ گرز غزاۃ سے سنگ اصنام ریزہ ریزہ ہوگیا اور آب شمشیر
مجاہدین سے حرارت آتش افسردہ اس ملت روشن فروغ کے سامنے کواکب ابدی الخفا اور
آفتاب بے نور ضیا سے مومنین کا طالع کیا بلند ہی کہ ایسی آفتاب کی روشنی مین لمعات انجم سے
بے نیاز ہوگئے اور ایسی نور کی گرمی ہنگامہ مین آتش سے مستغنی نہ اس طریق کے راہ رو کو
چراغ ید بیضا کی احتیاج اور نہ اس دارالشفا کا مریض بادمسیحا کا محتاج حصول اس دولت
کا اور حصول اس نعمت کا اسی امت کے نصیب مین تھا الحمد للہ علی ذلک وذلک فضل اللہ یوتیہ
من یشاء بعد اس طول کلام اور اطناب سخن کے منتظران مقصود کے گوش گزار کیا جاتا ہی
کہ ہرگاہ ملل مذکور اور مذاہب مسطور مین احتمال راستی ودرستی نے راہ ہویدا کی اور اونکی واقعیت
نے بارگاہ امکان مین جاے پیدا کی تو کیا عجب ہی کہ اونکے اخبار کو پیرایۂ صدق سے قابلیت
معرا سمجھکر احتمال وقوع سے خالی نہ جانین اور بعض حکایات کو کہ قبول عقل و اختیار
خرد سے ظاہرا دور دست ہین خوارق وکرامت پر محمول کرین لیکن با اینہمہ سررشتہ بعضے
امور کا تفاوت روایات اور تباین عبارات سے ایسا نایافت ہی کہ چارہ سازی فکر رسا ہر چند

اوسکی تلاشش مین سرگردان ہو سوائے حیرت و سراسیگی کے کچھ ثمر اور سوائے سکوت کے کوئی مفر
سہم نہ پہونچے ایک ان مقدمات دور از کار سے حال ہو آغاز آفرینش اور ابتدائے تکوین و ایجاد
عالم کون و فساد کا کہ جب اختلاف اقوال روایات اور تضاد روایات پر نظر پڑتی ہو دشوار پسندان
دور یاب کا فہم پیچ و خم راہ سے طرفہ پریشانی حاصل کرتا ہی ۵ درین داستان دراز بہ ہستی
مرا گوش بر گفتۂ ہر کسے ہست ۱۲ برآہمہ ہند کہ سرمایہ عقل و دانش ہے تو نگر اور نصاب کمال سے
بہرہ ور ہین کیفیت آفرینش مین اٹھارہ طرح سے روایت کرتے ہین استیعاب اقوال سے
خوف اطناب مانع اور بیم دراز نفسی عنان گیر ہی ناگزیر دو تین قول لوح اظہار پر مرتسم اور آئینۂ
عرض مین منطبع کرتا ہی

پہلا قول

یہ ہی کہ گیتی آفرین نے اوّل ایک قدسی نہاد انسان صورت ملک سیرت برہما نام کو خلوت عدم
سے عرصۂ ایجاد مین جلوہ گر کیا اور اوسنے اپنی خواہش سے چار فرزند موجود کیے ایک
کو سنگ اور دوسرے کو سنندان اور تیسرے کو سناتن اور چوتھے کو سنتکمار کہتے تھے ان چار سے
فرمائش کی کہ ایجاد عالم اور تکوین مکونات مین ساعی ہون لیکن ازبسکہ قوت تمیزیہ اونپر غالب
اور تمام توجہ مبدا ایجاد کی طرف مصروف تھی خسائیس عالم نشیبہ کی جانب ملتفت نہوئے ناچار
نشستگمین ہو کر اپنی پیشانی سے ایک اور صورت سراپا سیرت ظاہر کی کہ اوس تقدس نژاد جلالت
نہاد کو مہادیو کہتے ہین لیکن اوسمین بھی نہایت جلالت شان اور علو مکان سے کہ تنزیہ و تقدیس
کو منقضی تھی ان امور کے التفات کی قابلیت نہ پائی اپنی خواہش سے دس فرزند اور پیدا کیے
اور انکے بعد اپنے ہی بدن سے ایک مرد اور ایک عورت موجود کی مرد کو منو کہتے ہین اور عورت
کو ستروپا ان دونون سے سلسلۂ آفرینش کا آغاز ہوا ہندی زبان مین انسان کو منش اسلیے
کہتے ہین کہ من کے ساتھ منسوب ہین جیسے زبان فارسی مین آدم کی نسبت سے آدمی

دوسرا قول

یہ ہی کہ کارپردازامور نے عورت کی صورت مین جلوہ کیا کہ اوسکو مہاچمین کہتے ہین اور اوسمین
تین گن ہین ست اور رج اور تم جب آفرینش عالم کا قصد مصمم ہوا تم کی دست آویز سے
اپنی ایک صورت بنائی کہ اوسکو مہاکالی اور مہاماما کہتے ہین اور ست کے وسیلہ سے ایک اور
شکل بہم پہونچائی کہ اوسکو سرستی کہتے ہین پھر اوسکی فرمائش سے ہر ایک نے ایک مرد اور

ایک عورت پیدا کی مہالچھمین سے برہما مرد کی صورت اور سرسی عورت کی صورت پر جلوہ آرا ہوئی اور مہا کالی سے مہادیو اور ساوتری جسکو مہابدیا اور کام دہین بھی کہتے ہین اور سرستی سے بشنو اور کوری بعد اوسکے کوری کا ازدواج مہادیو سے اور سری کا بشن سے اور برہما کا تری سے کردیا اور برہما اور ساوتری سے ایک بیضہ پیدا ہوا مہادیو نے اوسکو دو ٹکرے کیا اوسمیں سے دیوتا اور دیت یعنی واکس اور نفوس قدسی اور انسان اور باقی اوجاندار اور روئیدگی اور کوہ پیدا ہوے

تیسرا قول

جو عمدہ اقوال اور سورج سدھانت مین کہ کئی لاکھ برس کی تالیف کی ہوئی کتاب اور علم نجوم کا مرجع اور آب ہی مرقوم ہی ہی کہ ست جگ کے اخیر مین ایک شخص مئیدیت نام صفحہ ظہور مین جلوہ گر ہوا اوسنے جو احوال آفرینش اور نیرنگی روزگار کو دیکھا لیکن ان سب سے شناسا نہ تھا متحیر ہوا اور اس عقدہ سربستہ کی کشایش مین سعی کی گئی ہزار برس تک اپنی خواہش کو آفریدگار تعالے شانہ کی جناب مین عرض کرتا رہا جب محنت حد سے گذر گئی اور مدت طویل سپری ہوئی شاہد مطلق صورت جمیل مین اوسپر ظاہر ہوا اور مطلب کا سوال کیا منظور عطیہ غیبی نے عقدہ خاطر کو وا کیا اور زبان عجز بیان کو حرف مدعا سے ترصدا کہ اختر و افلاک کیا ہین اور آتش و باد و آب و خاک کیا غرض سائل پیرایہ اجابت سے آراستہ ہوئی اور حلیہ قبول سے پیراستہ کہ تو ایک مدت تک فلان معابد مین متوقف ہو اور عرض نیاز سے متصف ایک قدسی پیکر تیری نظر مین جلوہ فرما ہوگا اور تیری مشکلات سے عقدہ کشا اتفاقا ست جگ کے انجام ہونے کے قریب وہی ہمایون فال ایسی شکل و شمائل سے کہ پیری کو حیران کرے اور ملک کو سرگردان اوسکی نگاہ مین جلوہ گر ہوا اور اپنے غبار قدم سے چشم انتظار کے واسطے توتیاے بصر ہر سوال نے پیرایہ جواب سے آراستہ پائی اور ہر نقصان نے زیور کمال سے پیراستہ اوسنے جب دامن استعداد کو ذخایر کمال سے مالا مال دیکھا اور خاطر مضطرب کو مستمال ایک کتاب تصنیف کی کہ سورج سدھانت نام اور الی الان احکام نجوم کو اوسی کے قواعد و ضوابط سے انتظام ہی اوس کتاب دانش خطاب کی لوح اوراق پر مرتسم ہی کہ نگارندہ الواح طبایع اور رسام نقوش آثار نے ایک کرہ زرین کہ اندر سے خالی اور باہر سے لطافت و صفا سے لبریز ہی دو علیحدہ ٹکرون سے پیدا کرکے اپنی نور کو اوسپر جلوہ دیا اور وہ عالم مین آفتاب کے نام سے مشہور اور نیر اعظم کے اسم سے مذکور ہوا اوسنے برہما کو پیدا کیا برہما کی وساطت

سے چار بید نے ظہور پایا اور علم و دانش نے دستور پھر چاند اور اکاس اور ہوا اور آگ اور پانی اور خاک کو اسی ترتیب سے پیدا کیا اور اکاس سے مشتری اور ہوا سے زحل اور آگ سے مریخ اور پانی سے زہرہ اور خاک سے عطارد کو پیدا کیا ان اقوال کی تفصیل کی بعد مرقوم کیا جاتا ہی کہ ضبط تواریخ حکماے ہند سے یہ ظاہر ہوتا ہی کہ نہ عالم کی ابتدا ہی اور نہ عالمیون کے واسطے آغاز ہویدا انکے اعتقاد مین گردش روزگار کا مدار چار دور پر منحصر ہی اور ہر دور کو جگ کہتے ہین پہلے دور کا نام ست جگ ہی اسکی مدت ستر لاکھ اٹھائیس ہزار اور عمر طبیعی انسانون کی اس دور مین ایک لاکھ برس کی ہی دوسرے دور کا نام ترتیا ہی اور اسکی مدت بارہ لاکھ اور چھانوین ہزار اور عمر طبیعی آدمیون کی اس دور مین دس ہزار سال کی تیسرے دور کا نام دواپر اور اوسکی مدت آٹھ لاکھ چونسٹھ ہزار اور عمر طبیعی مردم روزگار کی اسوقت تین ہزار برس کی ہی چوتھے دور کا نام کلجگ ہی اور مدت اسکی چار لاکھ بتیس ہزار اور عمر طبیعی اس زمانے کے آدمیون کی سو برس کی ہی جب یہ حال دریافت ہو چکا تو اب سننا چاہیے کہ حضرت آفریدگار ہر ایک چند مدت مین ایک تجدید نیش دانش نہاد کو دیار عدم سے دارالملک ہستی مین جلوہ گر فرماتا ہی تاکہ خالق و مخلوق مین واسطہ اور ایجاد ممکنات کا سبب ہو صفحہ سادہ روزگار نقوش بدایع سے مرتسم ہو جاوے اور شیرازہ کتاب صنعت کا ملیتم دوایر افلاک مرکز عناصر سے مربوط ہون اور بسیط و مرکب کا سلسلہ ایک دوسرے سے منوط اس واسطے نام برہما ہی اور انکا اعتقاد یہ ہی کہ یہ چارون جگ اس طول مدت کے ساتھ جب دو ہزار مرتبہ انجام کو پہونچین تو ایک شبا روز کے حساب مین محسوب اور ایسے تین سو ساٹھ شبا روز کو ایک برس اور ایسے سو برس کو برہما کی عمر اعتبار کرتے ہین جب اسطرح کے سو برس بسر ہی اور یہ مدت دراز منقضی ہو جاوے برہما جلوہ گاہ وجود سے خلوت عدم مین خرام کرے اور بستر نیستی پر آرام اسکے بعد جسوقت داعی ایجاد و تکوین ابداع عالم کا اقتضا کرے اسی صفت کے ساتھ ایک اور برہما کو خلعت وجود سے مشرف اور حلیہ ہستی سے مزین فرما کر مسند ظہور اور چار بالش شہود پر متمکن کرے تاکہ بزم امکان پھر اوسی ترتیب سے آراستہ ہو جاوے اور نہال آفرینش اوس سے سرسبزی کے ساتھ پیراستہ اس دیار کے ملا کا یہ اعتقاد ہی کہ جسقدر برہما بزم ہستی مین جلوہ گر ہو کر پھر دشت نیستی مین کامزن ہوتے ہین دایرہ شمار سے افزون اور حد حصر سے خارج ہین لیکن ملن دکھنین سے کہتے ہین کہ برہماے حال ہزار دیکم اور آج تک اوسکے سنین عمر سے تقریبًا پچاس برس اور نصف روز گذرا ہی کہتے ہین کہ برہما کی تمام عمر پلک کی جھپک کے مقدار سے مساوی ہی مرزا بیدل علیہ الرحمۃ

کتاب چار عنصر مین ایک برہمن کی حکایت کی تقریب سے لکھتے ہین کہ ہر قوم کے کاملین کے واسطے اصطلاح خاص ہی کہ کندھمان مدرسہ دانش اوس تعبیر سے منزل مقصود پہونچ جاوین اور پیچ وخم راہ سے دھوکا نکھاوین یہ دانش اندوز مرتبہ وجوب کو بشن کہتے ہین اور عقل اول کو برہما حکمت شناس دقیقہ فہم جانتا ہی کہ ایجاد وابداع بے توسط عقل اول محال ہی اور وجود عقل بدون افاضہ فیاض مطلق وہم وخیال حسب حضرت واجب ایجاد وتکوین کی طرف سے چشم پوشی اور اغماض کو کار فرما ہی نتائج آثار کا نقش محو ہوجاتا ہی طائفہ ریاضت کیش وتجرد اندیش یعنی سیوڑہ طرفہ اقوال حیرت افزا اور حکایات ہوش ربا کہتے ہین کہ عقل اوس راہ مین نیمقدم اور فکر اوس طریق مین ایک گام نہین رکھ سکتی ذکر اونکا منتج وحشت اور تصور اوسکا مثمر حیرت ہی اس گروہ ندرت بیان و غرابت تبیان کے نزدیک زمانہ دو قسم ہی ایک اُسرنی یعنی ایسا زمانہ کہ ابتدا مین شادی ہو اور انتہا مین اندوہ ونامرادی دوسرا اُت سرنی یعنی برعکس اول کہ انتہا مین شادمانی ہی اور ابتدا مین اندوہ وخلل اور ہر قسم کے چھ چھ حصے ٹھہراکر ہر حصے کو آرہ کے نام سے مشہور کرتے ہین اور ہر آرہ کو اوسکے خواص کی مناسبت سے ایک اسم خاص کے ساتھ مذکور پہلا آرہ قسم اول کا سکھان سکھمان یعنی ایسا زمانہ کہ فرحت متوالی اور مسرت متواتر بخشے اور اسکی مدت چار کوڑاکوڑ ساگر ہی اور دوسرا آرہ سکھان یعنی خوشحالی اور فراغ بالی کا زمانہ اور اسکی مدت تین کوڑاکوڑ ساگر ہی تیسرا سکھمان دکھمان کہ عین خوشحالی مین رنج وملال نیش زن ہو اور ہنگامہ شادکامی مین اندوہ وکلال شکن اسکا زمانہ دو کوڑاکوڑ ساگر تک ممتد ہوتا ہی اور افراط تنگدلی سے غیرت حرمان ابد چوتھا دکھمان سکھان کہ اوقات اندوہ مین بغمی دیتا ہی اور آوان ملال مین محمی اور اسکی مدت بیالیس ہزار کم ایک کوڑاکوڑ ساگر ہی اور اندوہ زدائی وغم ربائی مین عیش متواتر کے برابر پانچوان دُکھمان یعنے زمانہ رنج وملال اور عہد اندوہ وکلال یہ زمانہ اکیس ہزار سال کی امتداد رکھتا ہی اور درد ومصیبت کی بنیا دچھٹا دکھمان دکھمان کہ تواتر غم اور نکاشرالم سے منتج ملال اور مدت اس روزگار کدورت آثار کی بھی اکیس ہزار سال ہی قسم دوم کے آرہ یعنی حصون کے بھی یہی نام ہین لیکن تفاوت اسقدر ہی کہ اسکا پہلا آرہ قسم اول کے چھٹے آرہ کے ساتھ اور اُسکا دوسرا آرہ اوسکے پانچوین کے ساتھ نام ودرازی مدت مین مشارکت رکھتا ہی اور تیسرا اوسکے چوتھے سے اور چوتھا اوسکے تیسرے سے موافقت اُسکا پانچوان اوسکے دوسرے سے ہمسر اور اسکا چھٹا اوسکے پہلے کے برابر انکے گمان مین قسم اول کے آرہ پنجم سے

کچھ اوپر دو ہزار برس منقضی اور اتنک اسیقدر سال سپری ہوئے ہین ارباب خرد پر روشن
ہی کہ محاسبان ہند سو ہزار کو لاکھ کہتے ہین اور دس لاکھ کو یوت اور دس یوت کو کرور کہتے
ہین اور سو کرور کو ارب اور دس ارب ایک کھرب ہی اور دس کھرب ایک نکھرب دس نکھرب
مہاسروج اور پدم کے ساتھ موسوم ہی اور دس پدم سنکھ اور دس سنکھ سمندر کے نام سے معلوم
اور سمندر کو کورا کور بھی کہتے ہین اس حرف سرائی کے بعد ایک اور افسانہ حیرت فزا مذکور ہوتا ہی
کہتے ہین کہ ایک جگہ پسر و دختر توام پیدا ہوتے ہین وہان کے ساکنین جنگلی کے لقب سے مشتہر
اور دیار دہلی کے اطفال خورد سال کے سر کے بال اون جنگلیون کے سر کے بال سے چھیانوے حصہ
گندہ تر ہین اگر اونکے سات دن کے مولود کے سر کے بال کہ کوئی بال اوس سے زیادہ باریک
اور غایت باریکی مین اوسکے سات شریک نہین اجزاے لایتجزی کے ساتھ تقسیم کیے جاوین
اور اون اجزا سے ایک چاہ جسکا طول و عرض و عمق چار چار کوس کا ہو پُر کرین اور سو برس
کے بعد ہزار روان حصہ اون اجزا کا اوس چاہ سے نکالین جتنی مدت مین وہ چاہ اس طریق
سے خالی ہو جاوے اوس مدت کو پلوپم کہتے ہین جب پلوپم سے دس کورا کور گذرین جسکا
مسطور اور سمندر کے نام کے ساتھ مذکور ہوا اس مدت کو ساگر کہتے ہین اونکے نزدیک دوار
مذکور کی کمیت حیطۂ بیان سے مبرا اور جلیہ تقریر سے معرا ہی کہتے ہین کہ ہر آرہ مین چوبیس آدم کتم
عدم سے عرصۂ وجود مین جلوہ طراز ہوتے ہین اور مدت معہود کے بعد پھر جادۂ دار الملک نیستی مین
عنان انعازا اون مین سے اول کا نام اوناتھ اور رگھوناتھ ہی یہ امجوبۂ کارگاہ تقدیر پچاس
کرور لاکھ ساگر تک کارگزاری انتظام آفرینش مین ساعی رہتا ہی اور اخیر کا نام مہابیر ہی اور
بیس ہزار سال تک ترویج امور مکونات مین داعی رہتا ہی اسکی مدت سے آج تک دو ہزار
تین سو برس گذرے ہین اور نفائس الفنون مین تاریخ خطائی سے منقول ہی کہ آدم ابو البشر کے
عہد سے آج تک کہ سات سو پینتیس ۷۳۵ سال ہجری ہین آٹھ سو ستر ستھ دن اور نو ہزار آٹھ سو برس
منقضی ہوے اور دن اونکی اصطلاح مین دس ہزار برس کو کہتے ہین خامۂ خام رقم جب ان حکایات
ندرت خیز اور روایات حیرت انگیز کو لکھ چکا اندیشۂ رسا اور فکر تیز پا چاہتی ہی کہ ہنوز ہنگامۂ نیرنگی
کو پایان پذیر نکرے اور اسباب تعجب و سامان شگفتی کے فراہم کرنے سے ہاتھ نہ اوٹھاوے اور
ایسے نقوش غریب اور تماثیل پردۂ خیال سے جلوہ گر کرے کہ بینندگان عجائب روزگار کو
حیرت اور شنوندگان غرائب اسمار کو وحشت ہو

طرفہ ترا لیسی ہی کہون ایک بات	ہنستی ہی سن سنکے جسے کائنات

گروہ دانش پژوہ فرسنداجی یعنی امت اولین پیغمبر عجم کہ اونکو سیاسی و پارسی و ایرانی و ایزدی و یزدانی و آبادی و ہوشی و انوشک و آذر ہوشنگی و آذری بھی کہتے ہین یہ اعتقاد رکھتے ہین کہ جہان کو جہان آفرین سے وہ نسبت ہی جو نور کو آفتاب عالمتاب سے ازل سے ہی اور ابدالآباد رہیگا امتداد سلسلہ کون و فساد اور تسلسل ادوار عالم ایجاب کے باب مین نقل عجیب اور حکایت غریب مسموع ہی کہ نہ عقل کو اوسکے سراپردہ مین بار ہی اور نہ فہم کو اوسکے خلوت راز مین گذار یعنی اول یک کوکب کو اکب ثابتہ سے دارالملک عالم مین بادشاہ اور بسیط گیتی مین کشور خدا ہوکر ہزار سال تک تنہا فرمان روائی کو کاربند ہوتا ہی اور حاکم الی کے منصب سے ارجمند اوس کوکب کو نخستین شاہ کہینگے جب بدت معہود و انجام کو پہونچے ثابتہ دوم مرتبہ وزارت سے ممتاز ہو اور اجرائے امور عالم مین بادشاہ نخستین کے ساتھ انباز اور اوسکو نخستین دستور کہینگے جب اسکی شرکت و انبازی کو ہزار برس گذرین نوبت مین سے اور ایک کوکب بسند دستوری پر تمکن اختیار کرے اور بدستور ہزار سال تک کون و فساد کو آشکار پھر اسکے عزل کے بعد ایک اور ستارہ منصوب ہو اور وہی امور اوسکے ساتھ بھی منسوب تا بحدے کہ ہر ثابتہ ایک ایک ہزار سال منصب وزارت سے امتیاز پاوے اور جہان نورانی پیکر وہی حکومت و انبازی کا سلسلہ منقطع ہوجاوے زحل اوس منصب سے سربلندی حاصل کرے اور اوس مرتبہ سے ارجمندی رفتہ رفتہ قمر دستور ہوجاوے اور کاروبار گیتی اوسکی بدولت انتظام پاوے آنخستین شاہ کا دور منصرم اور نخستین دستور شاہ دوم ہوکر ہزار برس تک تنہا جہان و جہانیون کے کار کا منتظم ہو جب یہ ہزار برس منقضی ہون ہر ثابتہ و سیارہ بدستور سابق دستوری بجالاوے اور ہزار ہزار سال نوبت بنوبت اپنا منصب انجام کو پہونچاوے ان سب کے بعد نخستین شاہ کہ بالفعل مرتبہ خدیوی و خسروی سے معزول ہی امر وزارت پر مستعد ہو اور نظم عالم کے واسطے متعہد اب شاہ دوم کا دور بھی انجام کو پہونچے اور عہد سلطنت انصرام تو آخر کار قمر بادشاہ ہو اور ثابت و سیار اوسکی وزارت سے صاحب جاہ کوتاہی سخن کوئی کوکب باقی نرہے کہ خسروی و دستوری کی نوبت اوس تک نہ پہونچے جب سب کواکب سلطنت و وزارت سے کامیاب ہوچکین اور اون نقود سے صاحب نصاب یہ چرخ ملتہی ہو اور یہ دور منقضی اس دور اعظم کو فارسی

مین مہین چرخ کہتے ہین اس چرخ کے بعد نخستین شاہ کا کوس سلطنت پھر بلند صدا ہوا اور وہی ہنگامہ دستوری و خسروی کا برپا اسوقت لعبت باز قدرت بازی اول کی بساط کو درہم کردے اور تماثیل نخستین کو معدوم اون حالات کے نقوش کو محو کردے اور اون آثار کے رسوم کو نامعلوم نہ زید و عمرو کی منازعت ہنگامہ آرا ہوا و رنہ آشنا و بیگانہ کا لطف و عتاب پردہ کشا رنگ کی دلفریبی نگاہ تماشا کی عنان کشی سے باز آوے اور بو کی عطر سائی دماغ شوق کے صلا سے ہاتھ اوٹھاوے نہ ناز نوک مژہ سے دشنہ گزارا اور نہ نیاز جراحت سینہ سے بیقرار بلبل کہان کہ ہوائے گل سے آتش نالہ شعلہ زن ہو اور گل کہان کہ بلبل کی خرمن سوزی کے واسطے برق افگن ہو ؎

حیف در چشم زدن صحبت یار آخر شد	روے گل سیر ندیدیم و بہار آخر شد

لیکن از بسکہ تکوین و ایجاد کا نقش لوح ارادہ ازلی سے اور ابداع اور اختراع کا حرف صفحہ مشیت لم یزلی سے ایک قلم محو نہین ہوتا کارپرداز عالم اور مصلحت سنج امور شتابندگان دور اول سے ایک مرد اور ایک عورت بساط حیات پر جلوہ فرما رکھتا ہی تاکہ ان دونون برگزیدہ بارگاہ مبدع کل سے ظہور نتائج صورت پذیر ہوا و رہنگامہ گیر و دار گرم وضع لاحق کی سابق سے موافق ہوگی اور طرز اخیر کی اول سے مطابق یعنی اس دور کے آدمی وہ ہی نام و نشان و گفتار و کردار اور وہی خوے و عادت و شکل و شمایل رکھتے ہون کہ مردم دور سابق کو ذات حقیقی کے گنجینہ احسان سے عطا ہوئی تھی گویا ہر سفیر ملک عدم نے اپنا ساز و سامان توشک خانہ تقدیر مین امانت رکھدیا تھا اور ہنگام معاودت مین اوس امین بے خیانت سے واپس کر لیا ؎

ز بس تنگی بہم افشردہ ہست اجزاے امکانرا	ہمان ماضی باستقبال ہر دلریش مے آید

ہشیار خرامان عرصہ تحقیق کو معلوم رہے کہ ان سخن سنجان اعجوبہ طراز کی مراد یہ ہی کہ اس دور کے آدمیون کی وضع اور طرز اور صورت و شکل مردم دور سابق سے مشابہ اور مشاکل ہوگی نہ یہ کہ وہی افراد بعینہ صحراے عدم سے بازگشت اور گلزار مین جو دین مکرر گلگشت کرین اجزا اون اجسام متلاشی کے فراہم ہوجاوین اور ارواح سابقہ اون اجساد سے ملاقی حاشا و کلا کہ یہ انکے عقیدہ کے موافق محال اور اون اجزاے ریختہ کا اجتماع اور اوس علاقہ گسیختہ کا تعلق وہم و خیال ہی نفوس کاملہ کہ سروشان عالم بالا کے مرتبہ کو کر گئے ہین استیفاے مراتب اور تکمیل مدارج کے بعد کسطرح پھر اجسام کثیف سے تعلق اختیار کر سکتے ہین ابتدا اور انقطاع

ادوار کی اس نسق پر ہی جو مسطور ہوئی اور آغاز و انجام روزگار کا اس طرز پر ہی جو مذکور ہوا و گرنہ افراد انسانی کو نہ ابتدائے زمانی جلوہ گر ہی اور نہ انتہا اور کران متصور اس دور کے آدمیون کا مبدا امہ آباد نام برگزیدہ ایزدی و مقبول جناب صمدی ہی کہ طریقہ معہود کے موافق مردم دور سابق سے باقی رہا اور ذریات لاحقہ کے وجود کا سبب ہوا انسان ضعیف البنیان درفت ہا نمیر کرسکتا کہ مہین چرخ اس سے پہلے کتنی دفعہ گردش کرچکا ہی اور اسکے بعد کب تک بازگشت اور معاودت مین سرگرم رہیگا اور یہ بھی دشوار ہی کہ دور اعظم کی مدت کو محاسب ادراک کی وسالت اور دبیر وہم کے ذریعہ سے احاطہ حصر و حوزہ شمار مین لاکر زمانہ معہود کو عدد معین سے تعبیر کرے جبکہ کواکب ثابتہ ظرف تعداد مین گنجایش پذیر نہون اونکی خسروی اور دستوری کی مدت کسطرح حصر و شمار مین آسکے اور اوس زمانہ کی تعین ظرف اظہار مین کیونکر سما سکے سیاران گلشن دور حال مین سے بعض کی کامرانی کا زمانہ مذکور ہوتا ہی کہ مشتاقان حقایق وسوانح جب اس احوال ندرت طراز سے آگاہ ہونگے قادر لم یزل کے ساحت قدرت کو وسیع اور صانع بے ابتدا کے عرصہ ایجاد و اختراع کو فسیح جانکر زمزمہ قالوا بلی سے لب کو آشنا اور بیدہ ملکوت کل شی کے نغمہ سے زبان کو ترصدا کرینگے تبارک الذی بیدہ الملک و ہو علی کل شی قدیر ہرچند مورخان دیرین اور نامہ نگاران باستانی اس حال کو ایسی تفصیل سے لکھتے ہین کہ اگر بادبہاری نفس اوراق اشجار زبان ہوجاوے تو البتہ احتمال ہی کہ وہ افسانہ تمام اور وہ قصہ اختتام کو پہونچے لیکن ان اوراق کا کیا ظرف اور ان صحائف کا کیا حوصلہ جسقدر مناسب مقام ہی لوح اظہار پر مرتسم اور صفحہ بیان پر مرقوم ہوتا ہی حساب اور سابق تمام ہوا اور لوح وجود پر نقوش فنا نے ارتسام پایا ایک دقدسی نژاد نہ آباد نام اور ایک عورت نیک سرانجام کہ نعمت زناشوئی سے کامیاب تھی لباس ہستی سے عاری نہوئی اور جو کہ عالم کون و فساد کے امور کا منتظم رہنا ایزد کارساز بخشش کو منظور نہ تھا یہ نیک نہاد زمان قلیل مین اسقدر کثرت اولاد اور وفور احفاد سے لذت ستان اور حصول نتایج سے کامران ہوا کہ شعاب جبال کے حوصلہ اور دامن صحرا کی وسعت نے افراد ناس کی بود و باش پر تنگی کی مشارب اور مطاعم اور ملابس اور تمام صنایع اور مکاسب اونکے سود اور منافع کے واسطے عقل خداداد کی استعانت سے ایجاد کیے اور بلاد و قریے اور مساکن اور ماوا آباد طوائف مردم کو چار قسم قرار دیا قسم اول موبد وزہاد کہ آئین دین و قوانین ملت کی محافظت اور حراست مین سرگرم رہین اور انکا لقب

برہما اور برہمن اور ہورستار ٹھہرایا قسم دوسری بادشاہ اور پہلوان کہ جہانداری وحکومت
اونکی ذات سے منتظم اور شیرازہ امور بلاد اوسکے سررشتہ عدالت وحمایت سے ملتیم رہے
اور انکا لقب چترمان اور چترمن اور چتری اور نورستار مقرر کردیا کیونکہ یہ لوگ خداوند چتر
ہوتے ہین اور چتر سرداری وناموری کی علامت ہی قسم تیسری کشاورز اور اہل زراعت اور
پیشہ ور اور ارباب حرفت انکا نام باس تجویز کیا کیونکہ باس بسیار کو کہتے ہین اور یہ فرقہ
سب فرقون سے کثرت بین زیادہ ہوتا ہی اور باس آبادی کو بھی کہتے ہین اور آبادی ممالک
انھین کے سبب سے ہوتی ہی اور انکو سورستار بھی کہتے ہین قسم چوتھی ایسے آدمی کہ خدمتگاری
اور خدمتگاری کے کام کو سرانجام دین اور نوکری وملازمت کے امور کو انتظام انکا
لقب سودین وسودی وسود تشخیص کیا کیونکہ یہ فرقہ سودوتن آسانی کا سبب اور
آسایش خلایق کا باعث ہی اور انکو ورستار بھی کہتے ہین بعد اسکے نوکر اور بادشاہ اور خادم
اور آقا مین فرق پیدا ہوا اور خرد وبزرگ مین تفاوت ہویدا القصہ یاد آگیا کہ تواریخ ہنود
مین بھی ان چار طائفہ کا نام بلفظہ مین انھین اسامی کے قریب ہی اگرچہ معنی کے اعتبار سے
بعض مین مخالفت ہی یعنے طائفہ اول کو برہمن اور دوسرے کو چھتری اور تیسرے کو بیش اور
چوتھے کو شودر کہتے ہین اول شین معجمہ اور آخر راے مہملہ سخن مختصر یزدان سخن آفرین نے مہ آباد
پر ایک کتاب نازل کی وساتیر نام کہ جمیع علوم وفنون اور ہر زبان کے لغت اوسمین مرقوم
تھے اور ایک زبان اور تھی کہ اہل روزگار سے کسیکی زبان اوس سے مشابہ نہ تھی مہ آباد
نے اصناف امم کو ایک ایک زبان تعلیم کرکے اطراف عالم مین جس جگہ مناسب ولایق سمجھا
بھیج دیا اسیواسطے ہر ملک کی زبان جداگانہ اور ہر دیار کی گفتگو علیحدا ہوگئی لیکن راقم تذکرہ
نے کتاب وساتیر کو دیکھا اور ابتدا سے انتہا تک ورق ورق کی سیر کی اصل اوس کتاب کی ایک صحیفہ
ہی آٹھ سات ورق کا کہ مجوس کے اعتقاد مین یزدان بیمثال نے مہ آباد پر نازل کیا اور باقی
تیرہ صحیفے اور ہین کہ جی ازلام سے لیکر سامان نہم تک ہر ایک کے واسطے نازل ہوئے اور
ایک پند نامہ کہ سکندر ابن داراب کے واسطے ابراہیم زردشت کی دعا سے زردشت
کے پاس نازل ہوکر شاہان ایران کی تحویل مین رہا اور وقت معہود مین سکندر کو پہونچا
یہ صحائف وپند نامہ صحیفہ مہ آباد کے ساتھ شامل ہی اب مجموع صحائف وپند نامہ کو وساتیر کہتے
ہین زبان اوسکی تو البتہ کسی زبان سے مشابہ نہین اسیواسطے اوسکو فراتین نوادلعینی

آسمانی زبان کہتے ہین لیکن نہ مختلف زبانون پر مشتمل ہی اور نہ علوم متنوعہ پر محتوی تا آن
کوئی کوتی فقرہ بے شبہہ مسئلہ حکمت پر اشتمال رکھتا ہی ساسان نجم نے جوان سب کا ترجمہ
زبان فارسی مین کیا ساسان نخست کے صحیفہ مین بیشتر اور باقی صحائف مین بعض بعض
جگہ براہین حکمیہ کو ایراد کیا ہی سو وہ ساسان کی عبارت ہی نہ کتاب سماوی مگر یہ کہ وہ جلد علیحدہ
ہو کہ علوم گوناگون اور لغات مختلفہ پر مشتمل اور تقالیب روزگار اور تصاریف ادوار سے
نایاب ہی اس جملہ معترضہ کے بعد لکھا جاتا ہی کہ بعد مہ آباد کے تیرہ ۱۳ اور پیغمبر مبعوث ہوئے کہ اونکو
بھی آباد کہتے ہین ترجمہ آباد کا بیغمبر ہی اسیواسطے پیغمبر نخست کہ مرتبہ مین ان سب سے بزرگ
تھا مہ آباد کے نام سے موسوم ہوا پیغمبران مذکور اور وخشوران مسطور کے بعد اونکے فرزندون
نے مسند ہدایت اور وسادہ ارشاد پر تمکن پایا اور ہمیشہ اپنی اوقات کو رہنمائی خلق و رضامندی
خالق مین صرف کیا مہ آباد کی ذریات کہ اونکو مہ آبادی کہتے ہین ایک مدت تک اوسی راہ
مین گامزن اور اوسی طریق مین سرگرم رہے اور عالم کو عدل و داد کے ساتھ آراستہ رکھتے
تھے ایسا شخص کہ آبادیون کی سلطنت و حکومت کا سلسلہ اوسپر منتہی ہوا آباد اراد نام رکھتا ہی
اتفاقًا ترک و تجرید کا شوق اوسکا دامنگیر ہوا اور کاروبار سلطنت سے دفعۃً ہاتھ اوٹھا کر
گوشہ عزلت اختیار کیا اوسکی عزلت گزین ہوتے ہی انسان حیوان سیرت ہو گئے اور آدمی
وحوش سریرت باہم جدال و نزاع شروع ہوئی اور خونریزی نے ایسا شیوع پایا کہ اگر
آسیا سیلاب خون سے گردش کرتی کچھ عجب نہ تھا اسوقت آبادیون کا عہد سپری اور اونکے
دولت و اقبال کا زمانہ منقضی ہوا اس خاندان رفیع الشان مین نوذر اوسال تک ولیت
وحشمت ملازم در اور حکومت اور سلطنت فرمان بردار ہی زاد ایک مرتبہ ہی مراتب اعداد سے خامہ
خام رقم اوسکی تفصیل کا متعہد اور قلم چابک نگار اوسکی توضیح مین سرگرم ہی مخفی نرہے کہ اس
طائفہ کی اصطلاح مین سال دو قسم ہی فرسال اور کرسال فرسال وہ ہی کہ کوکب بروج
دوازدہ گانہ کو ایک بار طی کرے اوسکو ایکدن شمار کرین اور ایسے تیس ۳۰ دن کو مہینہ
اور ایسے بارہ مہینے کو برس مثلاً دورہ زحل کی مدت تیس ۳۰ برس مین اتمام پاتی ہی اور
بارہ برجون کی سیر اختتام پس تیس ۳۰ برس کو ایک دن شمار کرتے ہین اور ایسے تیس ۳۰ دن کو
کہ نوسو سال متعارف ہوتے ہین ایک مہینہ اور ایسے بارہ مہینے کو کہ دس ہزار آٹھ سو برس متعارف
ہین ایک برس اعتبار کرتے ہین اور اسی پر قیاس کیا چاہیے اور کواکب کے دورہ کو اور ستارہ

کے ایک دورہ کا نام کرسال ہی پس جس مدت تک ہر برج مین سیر کرے وہ مدت ایک مہینے کی
قرار دیجاتی ہی مثلاً زحل بارہ برجون کو تیس برس مین طے کرتا ہی اور ہر برج کو اڑھائی برس
مین پس اس حساب کے موافق تیس ۳۰ سال ایک کرسال ہی اور اڑھائی برس ایک مہینہ اور اسی
پر قیاس کیا چاہیے اور کواکب کے دورہ کو اور جسطرح سال کو فرسال اور کرسال کہتے ہین
مہینون اور دنون کو فرماہ اور فروز اور کرماہ اور کروز کہتے ہین جب یہ مہم فیصل ہوئی
تو اب سنا چاہیے کہ جسوقت دس ہزار آٹھ سو برس متعارف کہ زحل کا ایک فرسال ہی
ہزار مین ضرب دیے جائین اور اوسکا حاصل ضرب کہ ایک کروڑ آٹھ لاکھ برس متعارف
ہین پھر ہزار مین ضرب کرین تو اوسکے حاصل ضرب کو کہ دس ارب اسی کرور سال متعارف
ہین فرد کہتے ہین اور ہزار فرد کو ورد اور ہزار ورد کو مرد اور ہزار مرد کو جاد اور تین ہزار جاد کو
واد اور دو ہزار واد کو زاد کہتے ہین بعد اسکے مرقوم ہوتا ہی کہ جب عالم کا حال تباہ اور جہان
کا طور خراب ہوگیا چند آدمی کہ ہدایت الہی اور اعانت خرد سے ستودہ کرداری اور راست
گفتاری سے کامیاب اور بزرگ آبادیونکی کتاب سے بہرہ مند تھے جی افرام کے پاس گئے اس
مرد سنجیدہ کو آبادارادکا بٹیا قرار دیتے ہین اسکی وجہ یہ ہی کہ آبادارادکے بعد اسکے کمال
کو کوئی نہین پہونچتا گویا آبادارادجی افرام کا پدر معنوی ہی وگرنہ اوس سے اسکے عہد تک مدت
مدید کا فاصلہ اور زمانہ ممتد کا تفاوت ہی اور یہی حال ہی شاہ کلیو وغیرہ کا جنکا احوال مذکور
اور صفحہ اظہار پر مسطور ہوتا ہی آبادیون کی زبان مین جی پاک کو کہتے ہین جو کہ اوسکی پاکی و
طہارت حد کمال کو پہونچ گئی تھی اسواسطے جی کے ساتھ ملقب ہوگیا بہرکیف اون لوگون نے
اوس سے التجا کی کہ اپنے وجود سراپا جود سے تخت حکومت کو مشرف کر اور ارشاد و ہدایت پر
کمر باندھ کہ ان گمکردہ راہون کی اصلاح جلوہ گر ہوگی جب تک تو ہمت خیر طلب کو مصروف نکرے
اور اون بدکردارون کا راہ پر آنا متصور نہین جبتک تو عنان توجہ معطوف نکرے اور ہدایت
وارشاد کے فضائل آبادیون کی کتاب سے اوسکے سامنے نقل کیے لیکن ازبسکہ اہل روزگار کے
اختلاط سے دل گرفتہ تھا اس بارگران کا تحمل ناگوار ہوا اور اونکی التماس کو قبول نکیا ناگاہ
سروش مبارک پیک یہ طائفہ بہمن اور اہل اسلام جبریل کہتے ہین پیام ایزدی لایا اور اس
امر کے سرانجام ہین حضرت حق کی رضامندی کا مژدہ سنایا ناچار فرمان پذیر ہوا اور اہل روزگار
کے حق مین دستگیر اوسکے تابعین کو جیان کہتے ہین جیون کا سلسلہ جس پر منقطع ہوا اوسکا

نام جی الادہی اس نیک نہاد نے بھی ترک دنیا کا قصد کیا اور آشنائو بیگانہ سے روپوش ہوا
رفقا اور ندیمون نے جی الاد کو نہ مشکوے خسروی مین پایا اور نہ عباد تگاہ مین برہم ہوے
اور اہل عالم کا کاربناہ جیون کے خاندان مین ایک سپار سلطنت نے قیام کیا اس اصطلاح سے
واقف ہونا ناگزیر ہی سو ہزار کو سلام کہتے اور سو سلام کو سمار اور سو سمار کو اسپار اور
سو اسپار کو رادہ اور سو رادہ کو آرادہ اور سو آرادہ کو رازا اور سو راز کو ارازا اور سو آراز
کو بے آراز کہتے ہین مردم پرہیزگار نے جب جہان کا حال زبون دیکھا شاے کلیو سے کہ
جی الاد کا فرزند معنوی اور خلف روحانی تھا التجا کی اوسنے قبول کیا اور انتظام جہان مین
گرم ہوا اوسکے تابعین کوشائی کہتے ہین شائیون کے سلسلہ کا اخیر شائی مہوول ہی انکے
خاندان مین ایک سمار تک سلطنت رہی اور سمار کا حال مراتب کی تفصیل مین مرقوم ہوا
مختصر اشاہ مہوول کے بعد یاسان فرمان الٰہی سے مسند ہدایت پر متمکن ہوا یاسائیون کے
سلسلہ مین سب سے اخیر یاسان اجام ہی اونکی سلطنت ایک کم سو سلام تک ممتد ہوئی یاسان
اجام کے بعد کیومرث کہ اوسکو گلشاہ کہتے ہین فرمان ایزدی سے انتظام عالم مین مصروف
ہوا اوسکو گلشاہ اسواسطے کہتے ہین کہ جب سلطنت کی نوبت کیومرث تک پہونچی عمارت
و زراعت و باغ وغیرہ سے سواے گل یعنی زمین کے کچھ باقی نہ تھا جو کہ سواے زمین کے اوسکو
اوسکے تصرف مین کچھ نہ تھا اس لقب سے ملقب ہوا یعنی بادشاہ زمین اور جو کہ مردم زمانہ
کی تربیت و اصلاح مین پدر مشفق کی طرح سے سعی کی تھی اوسکو پدر مردم اور ابوالبشر
بھی کہتے ہین اس خاندان کے بادشاہ چار فرقہ ہین پیشدادی کیانی اشکانی ساسانی اور ان
سب سے اخیر یسپر شہریار یزدجرد ہی کہ بعد اوسکے سلطنت فارس فرق اسلامیہ کے تصرف مین
آئی اور ملک و مال چندین ہزار سالہ خازیان جلادت شعار کے نصیب ہوا الحمد للہ ثم الحمد للہ
ان سلاطین کی سلطنت چھ ہزار چوبیس برس پانچ مہینے تک یکطرح پر باقی رہی نیر
اقبال تابان اور کوکب دولت درخشان رہا آخر غیرت الٰہی نے اوس نیر کو خسوف ابدی
اور اوس کوکب کو احتراق سرمدی سے بے نور کر دیا اور آفتاب جہانتاب شریعت غرا
اور خورشید عالم افروز ملت بیضا کو ایسا روشن کیا کہ شبستان گیتی کی رونق و بہای
فروغ روز سے باج لیا نور ہدایت و فروغ ایمان سے تاریکی جہل و ظلمت کفر روز بروز نحو
ہوتی جاتی ہر یگاہ وزنیہا یعنی وَنُولِّمُ تَصْلِیَةَ نَارٍ نُورٌ عَلٰی نُورٍ یَهْدِی اللّٰهُ لِنُورِهٖ مَنْ یَّشَاءُ

ے آن آفتاب دین کہ ز نور ہدایتش ۔ خورشید شرع بر فلک اشتہار تافت ۔ ہر چند حساب بحساب ہنود سے خرد کو سرگردانی ہی اور عقل کو پریشانی لیکن جب اس سلسلۂ غیر متناہی اور اس سیر لا ینقطع کا تصور خاطر دشوار پسند کے نصب العین ہوتا ہی استعجاب غریب بہم پہونچتا ہی آبادیون کی سلطنت کی مدت سو زاد و سال مقرر ہی اور جیسے اول مذکور ہوا وس ارب اسی کرور برس کا نام فرد ہی اور جب اوسکو ہزار مین ضرب کرین تو اوسکے حاصل ضرب کا نام ورد اور ورد کے ہزار مین ضرب کرنے سے مرد اور مرد کو اوسی ضرب سے جاد اور ہزار جاد سے داد حاصل ہوتا ہی اور دو ہزار داد کو نزاد کہتے ہین دس ارب اور اسی کرور برس ان ضروب کثیرہ کے بعد کس شمار کو پہونچتے ہین اور یہی حال ہی اور سلطنتون کا جو آبادیون کے بعد مذکور ہوئین کونسا عاقل تجویز کر سکتا ہی کہ ایسے خاندان موجود ہوئے ہون کہ اونکا عہد دولت و اقبال اس امتداد کو پہونچا ہو عمر برجما اس دریاے زخار کے ایک قطرہ مین غرق اور اس ہنگامۂ ورد و شور کے آگے بے نام و نشان ہو جاتی ہی یہ شعر اسی مقام کے مناسب ہی ے بسے در سلیفتے نمودن لموافت ۔ عنان سخن را کشد در گزاف ۔ اگر خیال کیا جاوے کہ یہ سب امور اختلاط عقل اور مالیخولیا کے نتائج سے ہین فرزنگان ایران دیار کی دانشوری اور حکمت پیشگی کہ اوسکے فروغ کے سامنے روشن طبعان یونان کی حکمت اشراق کا چراغ تار اور اوسکے استقامت کے مقابل مشائیت کی راہ ناہموار ہی ابا کرتی ہی کہ ہرگز ایسے حکمت اندوزان کامل خرد لغو سخن مہمل نہین ہو سکتے اور قطعًا ایسے صفا کیشان راست اندیش حرف پوچ و باد در ہوز بان پر نہین لا سکتے حکماے فارس کے دانش نامے ہر چند اس زمانہ مین بکلی نایاب ہین لیکن چند رسائل مختصر کہ نامہ نگار کی نظر سے گذرے ان دانشمندان خرد ور کی عظمت شان اور رفعت مکان پر شاہد عدل و گواہ صادق ہین رسالہ خویش تاب نام مین کہ موبد ہوش کی تالیف اور ترجمہ ہی اوس رسالہ کا کہ حکیم بالغ رس موبد صبح نفس زبدہ شاگردان ساسان نجم پیشتاب نے اثبات حضرت واجب الوجود مین خسرو پرویز کے امر سے مرتب کیا تھا ساسان نجم کے اوصاف مین مرقوم ہی کہ ایک حکیم دانشور نے دار الملک مصر سے ساسان نجم کے مناظرہ کے واسطے سفر کیا اور ساسان آباد مین کہ اوس بالغ خرد کا مقر اور اوس نادرہ فن کا مستقر مقام وارد ہوا جس خانقاہ مین ساسان درس و تدریس کرتا تھا وہان کے دربان کی بانوے خانہ ایک کنیز رکھتی تھی اتفاقًا وہ حکیم اوس رات کو اوسی کنیز کے شوہر کے پاس مہمان ہوا اور یہ نجانتا تھا

کہ اس عورت کو ساسان سے کیا علاقہ ہی مادر کنیز نے اوس حکیم سے پوچھا کہ تو کس شہر مین رہتا ہی اور اس دیار مین کس ارادہ سے وارد ہوا چاہیے کہ انسان کو سفر خورد یعنی حرکات بدنی سے یہ غرض ہو کہ اس سیر و حرکت کے ذریعہ سے سفر آخرت کا زاد راہ تحصیل کرے نہ زخارف دنیوی کہ وہ مار سر نا پایدار ہی اور اوسکا تعلق حضرت مبدا تک پہونچنے سے مانع ہی حکیم نے جو اس تقریر کو سنا متحیر ہوا اور اوسکو ماہر علوم اور جامع فہوم سمجھکر یکایک متحیر رہگیا اور پوچھا کہ واجب کا فعل قدیم ہی یا حادث عورت نے جواب دیا کہ حادث وہ ہی کہ زمانی ہو اور زمانی فلک الافلاک کی حرکت کو کہتے ہین جو کہ واجب اوس سے برتر ہی تو چاہیے کہ واجب قدیم ہو حکیم نے پھر پوچھا کہ واجب تک بھی فنا راہ پاسکتی ہی عورت نے کہا نہین کیونکہ اسلئے کہ ممکنات موجود ہین اور یہ بدون فاعل کے موجود نہین ہوسکتے کہ معلول بدون علت کے رہ نہین سکتا حکیم نے اعتراض کیا کہ باپ بیٹے کی علت ہی اور باپ کے بعد بیٹا باقی رہتا ہی عورت نے کہا کہ باپ بیٹے کے سبب کا جزو ہی نہ علت کیونکہ اگر باد رستون اور عقیمہ ہو بیٹا باوجود باپ کے موجود نہین ہوتا اور واجب الوجود علت تامہ ہی ممکنات کی جیسے آفتاب علت ہی روز کی حکیم دل مین سوچا کہ جب ایک عورت فہم و ادراک مین یہ پایہ رکھتی ہی ساسان سے مناظرہ کرنا میری حد سے زیادہ ہی اور ساسان کی خدمت مین عقیدت و ارادت سے متوجہ اور اوس سے بہرہ اندوز ہوا اگرچہ یہ مقالات ایسے نہین کہ اونسے ساسان نجیم کی منزلت کا استدلال کیا جاوے لیکن مقصود یہ ہی کہ ساکنان ساسان آباد ساسان کے قرب و جوار سے فیض یاب ہوکر اس مرتبہ بلند اور اس پایہ ارجمند کو پہونچے تھے خاصان درگاہ اور مخصوصان بارگاہ کا تو کیا ذکر ہی یہانتک ترجمہ ہی اوس کتاب دانش خطاب کا اس قصہ طویل کے لکھنے سے راقم کی غرض یہ ہی کہ ایسے دانش پژوہان الاخر کہ اونکی دانش و حکمت کا پایہ اقاصی و ادانی کے نزدیک مسلم ہو اس گروہ حکمت پژوہ کا سرسری و بے اصل حرف سر ہونا محل تردد اور مقام توقف ہی اور اگر یہ کہین کہ فی الواقع نہ مہ آباد عرصہ امکان مین موجود ہوا اور نہ مہ آبادی اور رجی افرام وغیرہ کے توابع حلیہ ہستی سے محلی ہوئے انکا ذکر افسانہ محض اور افترائے صرف ہی کیا عجب ہی کہ کسی مصلحت سے اسقدر حرف و حکایت موضوع ہوگئے اور ایسے طویل لاطائل قصے مصنوع تو یہ تاویل نہ تسلی افزا ہی اور نہ تسکین بخش مہ آباد اور سائر وخشوران آباد نام سے لیکر رجی افرام وغیرہ تک ہر ایک سے حکمت مشائی و اشراق مین کتب مبسوطہ یادگار اور متداول ارباب شہر و دیار ہین اگر وہ لوگ موجود اور اونکا کلام سے دفتر دفتر مملو

اور دانشمند مدرس ارباب دانش ہین فراہم نہ ہوتے متاخرین کی کتابین اون مسائل سے کیونکر مالا مال ہوتین اور اقوال بیشمار انکے صحائف مین کہان سے منقول ہوتے تین رسالے راقم کے پاس ہین ایک رسالہ خوشنویسی کتاب کہ اوسکا حال اول مذکور ہوا دوسرا زر دست افشار داد بویہ ابن ہوشنگ آئین کا کہ ترجمہ اوس رسالہ کا کہ حکیم ہوشنگ کوئی شاگرد دیو اسطہ ساسان دوم نے حکمت الہی مین ہرمز ابن نوشیروان کے امر سے تصنیف کیا اور خسرو پرویز نے براہین کشفیہ و نظریہ کے دریافت کے واسطے حکیم آذرگشسپ سے پڑھا تیسرا زندہ رود خوشی خوش کا ترجمہ ہی اوس رسالہ کا کہ حکیم زندہ آزرم نے نفس ناطقہ کی معرفت مین خسرو پرویز کے عہد مین جمع کیا اور چشمہ زندگی نام رکھا ان رسالون کے مشاہدہ سے معلوم ہوتا ہی کہ حکماے فارس کے علم نے حکمت یونان کو آب مجالت مین غرق کر دیا ہی نہ افلاطون کو اُنکے سامنے یارائے زبان درازی اور نہ ارسطو کو انکے روبرو مجال سخن طرازی ان رسالون مین اوخفین دانش کیشان قرون دور دراز کے اقوال بے حد و شمار منقول اور رہبر فہم و ادراک اور قائد نفوس و عقول ہین اور اگر یہ کہا جاوے کہ البتہ وہ لوگ بھی بزم وجود مین جلوہ طراز ہوئے اور اونکی کتابین بھی مجالس اہل ہوش مین موجود لیکن دراز دستی اور طول زبانہ سخن سازی محض اور افسانہ طرازی صرف ہی تو پیشگاہ خیال مین یہ صورت جلوہ گر ہوتی ہی کہ قطع نظر اس سے کہ حکمت طرازان صاحب وقار کے زبان حقائق بیان کو ناحق و ناروا ایسے سخن بیہودہ سے آشنا کیا کہ باقل و ابن ہنق کو بھی اوسکے قبول مین توقف کے سوا کچھ مقتضی نہ ہوا حقیقت سنجان بالغ رس کو کہ دعوے بے دلیل کو صفر قبول مین بار نہین دیتے کونسی ضرورت دامنگیر ہوئی کہ ایسے امور سرسری کو بے توقف و تردد مان لیا اور یہ چون و چرا مسلم رکھا کوئی حجت مقبول اور دلیل معقول سمع نہ پہونچی کہ سائل کی تسلی کے موجب اور مجیب کی تحقیق پر دال ہو نہ انکار اس وادی مین پیش جاتا ہی اور نہ اقرار اس بزم مین بار پاتا ہی طرفہ تماشا ہی ؎

زنی بہ تیغم و فریاد از شریعت عشق	کہ آرمیدن کفر ست و اضطراب گناہ

سبحانک لا علم لنا الا ما علمتنا انک انت العلیم الحکیم ؎	

جنگ ہفتاد و دو ملت ہمہ را عذر بنہ	چون ندیدند حقیقت رہ افسانہ زدند

مصنف نفائس الفنون نے تاریخ خطائی سے نقل کیا کہ عہد آدم سے سات سو پینتیس ہجری تک آٹھ سو ترسٹھ دن اور نو ہزار آٹھ سو برس منقضی ہوتے ہین اور دس ہزار برس کو دن کہتے ہین اور حساب متعارف کے موافق وہ سب دن اور اعداد باقی چھیاسی لاکھ لو

اور تالیس ہزار آٹھ سو برس ہوتے ہین بعض اجلہ کرام اور اکابر عظام کا قول اسی منظر سے جلوہ نما اور اسی پردہ سے چہرہ کشا ہی امام ناطق بحق جعفر صادق سے منقول ہی کہ حضرت ابوالبشر علی نبیا وعلیہ الصلوۃ والسلام سے پہلے عرصہ عالم مین کئی ہزار آدم نے خرام کیا ہی اور شیخ ابن عربی نے کہ کبار اولیا اور عظام ارباب صفا سے ہی لکھا ہی کہ کچھ دور نہین کہ ہفتہ ربانی یعنی سات ہزار برس کے بعد کہ عبارت ہی سیارات سبعہ کی مدت سلطنت سے ایک آدم کی نسل منقطع ہوجاوے اور دوسرا آدم عرصہ وجود مین جلوہ فرما وے شیخ موصوف اور شیخ سعد الدین حمویہ کی تصانیف سے منقول ہی کہ روز ربانی ہزار برس کا ہوتا ہی اور روز الٰہی پچاس ہزار برس کا لیکن نہ انقطاع نسل کی کیفیت مذکور ہی اور نہ دوسرے آدم کی توالدی یا تولدی ہونے کا حال مسطور لیکن ممکن ہی کہ کبھی اسباب سماوی سے طوفان حادث ہو اور وہ زمینین کہ عمارت کی صلاحیت رکھتی ہین اور حیوانات متنفسہ کی مسکن ہوسکتی ہین قاطبۃً پانی مین غرق ہوجاتین اور ایک متنفس باقی نرہے پس سلسلہ توالد اور تناسل کا منقطع ہوجاویگا اور جو کہ مصلحت تقدیر ایجاد و تکوین مین داعی اور حدوث ابدان اور تعلق ارواح مین ساعی ہی حفظ نوع کے واسطے اب انسان تولد سے حادث ہونگے نہ توالد سے اور نوع بشر کی اسطرح سے موجود ہونے کی امتناع پر کوئی برہان نہین ہی بلکہ اکثر حیوان کا تولد معاینہ ہی مثلاً موے آدمی سے مار اور انجیر سے عقرب اور کلوخ سے موش اور باران سے غوک اور اس بات سے کہ مدت مدید سے آج تک حدوث انسان اس وضع پر نوع عین نہین لازم نہین آتا کہ مطلقاً ہو اسواسطے کہ شاید یہ امر کسی ایسی وضع معین پر موقوف ہو کہ اوسکا تکرر سالہاے دراز مین صورت پذیر ہو اور کیا عجب ہی کہ عالم مین ایسے حوادث مدت دراز کے بعد کئی دفعہ ظہور مین آئے ہون بلکہ جو توالد اور تناسل حرکات ارادیہ پر موقوف ہی اور حرکات ارادی ضروری نہین پس حفظ نوع کے واسطے انسان تولدی کا قائل ہونا ضرور ہوا یہ مطلب حاصل ہی شیخ الرئیس ابوعلی سینا کے قول کا کہ مصنف اخلاق جلالی نے شفا سے نقل کیا ہی اس صورت مین کیا عجب ہی کہ ان حوادث سے یک لخت ایک سلسلہ منقطع ہوکر انسان تولدی سلسلہ آخری کا مبدا مقرر ہوجاوے یہ تقریر تعدد آدم اور مدت متطاولہ مین اوس سلسلہ کے منقطع ہونے کی توجیہ ہی اور انقطاع نسل کی کیفیت اور آدم کی تولدی ہونے کے تئین سلسلہ اس کلام دور دراز کا دال ہی صرف اشرف مخلوقات عالم امکان یعنے انسان بلند مکان کے کون و فساد پر فرد اول مخلوقات اور واسطہ اولے الخلاق و مخلوق کی ایجاد پر پس

دانش اندوزان ایران و یا رخردمندان یونان زمین سے اتفاق رکھتے ہین کہ کارپردازمصالح
کائنات نے بیواسطہ عقل اوّل کو موجود کیا اور اوسکے توسط سے دوائر افلاک سے لیکر مرکز خاک تک
لوح وجود پر مرتسم ہوا اور تکوین وایجاد کا سامان منتظم جو کہ اس مبحث کا آغاز گرم نفسان آتشکدہ
فارس کے اعتقاد پر مبنی ہی اس مقصد کے دلائل اور براہین بھی اونھین کے کتب سے منقول
ہون تو اقتضاے مقام سے انسب اور تقاضاے محل کے اقرب ہی ناگزیر زردست افشار سے
کہ عقول عشرہ کی بحث مین رسالہ عجیب اور عجالہ غریب ہی دوچار سطر صفحہ بیان پر مرقوم ہوتی ہین
بادان ابن شہنشاہ فلک جاہ جمشید خورشید کلاہ نے اپنی تصانیف مین لکھا ہی کہ واجب
تعالے ایسا واحد ہی کہ اوس مین اصلا تکثر کو راہ نہین نہ ذاتاً نہ صفاتاً نہ ذواتاً اسواسطے کہ تکثر عبارت
ہی ترکیب سے ترکیب کا مستلزم احتیاج ہونا عیان ہی اور ذات مین احتیاج کا ہونا مستلزم
امکان اور صفاتاً اسواسطے کہ اگر اوسکے واسطے کوئی صفت ہو تو جو کہ حضرت واجب الوجود کل
اشیا کا فاعل ہی اپنی صفت کا فاعل بھی چاہیے وہی ہو اور موصوف اپنی صفت کا قابل اور منفعل
ہوتا ہی پس واجب بھی صفت کا قابل اور منفعل ہوا اس صورت مین وہی فاعل صفت کا ہوا اور
وہی منفعل اور یہ ممکن نہین کہ جو چیز فاعل ہو وہی چیز منفعل بھی ہو فاعلیت کی حیثیت سے
مفعول کو مستلزم ہی اور فاعلیت کی حیثیت سے مستلزم نہین اور یہ محال ہی کہ ایک چیز کسی شی کو مستلزم ہو
اور وہی مستلزم نہو پس اس دلیل سے معلوم ہوا کہ حضرت آفریدگار تقدس وتعالے واحد حقیقی ہی
اور اوس مین کسیطرح سے بیشی اور تکثر کو بار ہی اور نہ کثرت اور تعدد کو گزار جی افرام لکھتا ہی کہ نور الانوار
یعنی حضرت آفریدگار سے سوائے نور کے جوہر ظلمانی یا ہیئت ظلمانی یعنے عرض حاصل نہین ہو سکتا
اور اگر ظلمت کا حصول ممکن ہو تو جو کہ نور کا اقتضا اور ہی اور ظلمت کا اور چاہیے ان دونون
اقتضاے مختلف کے واسطے اوس ذات مقدس مین دو جہت ہون اور اس صورت مین لازم
آویگا کہ نورالانوار موجب نور اور موجب ظلمت سے مرکب ہوا اور یہ محال ہی کیونکہ وہ بسیط حقیقی
ہی اور اوسکی ترکیب کسیطرح سے صورت پذیر نہین پس نورالانوار سے حصول ظلمت کا بلاواسطہ
ممکن نہوگا اسکی تقریر اور طرح سے یہ ہی کہ نور اپنے نور ہونے کی حیثیت سے غیر نور کا اقتضا نہین کرتا
اور اگر کرے تو چاہیے کہ دونون کی اقتضا کی جہت علیحدہ ہو کیونکہ جب تک جہت اقتضا کی مختلف
نہوگی اقتضا کا اختلاف محال ہی اور جب اوسسے غیر نور کا اقتضا کیا تو لازم آیا کہ اوسمین
دو جہت ہون اور جو کہ وہ بسیط ہی ذو جہتین ہونا بھی اوسکا محال ہی یہ برہان دو چیز کے

استحالہ مین کافی ہی خواہ دونون نور ہون خواہ دونون ظلمت خواہ ایک نور ہو اور ایک ظلمت باوان
خرد ور دانش پرور کہتا ہی کہ اول واجب تعالے سے عقل پیدا ہوتی کیونکہ ثابت ہو چکا ہی کہ
واجب الوجود واحد حقیقی ہی اور اوس سے ایک چیز کے سوا صادر نہین ہو سکتا اگر ایک سے زیادہ
صادر ہو تو اوسکی ذات مین تکثر لازم آوے پس حضرت واجب الوجود سے جو اول خلعت وجود
سے مشرف ہوگا ایک جوہر ہوگا مادہ سے مجرد یعنی عقل صرف کہ فارسی مین اوسکو خرد ناب اور
ہوش تنہا کہتے ہین اور یہ بات اپنے محل مین مذکور ہو چکی ہی کہ مقولہ دس ہین نو عرض ہین اور
ایک جوہر اور یہ ہو نہین سکتا کہ موجود اول عرض ہو کیونکہ واسطے کہ عرض کا وجود جوہر سے بعد ہوتا ہی
پس محال ہی کہ جوہر سے پہلے موجود ہو اور یہ بھی نہین ہو سکتا کہ وہ جوہر کہ اول موجود ہوا غیر عقل
ہو کیونکہ جوہر پانچ چیزین ہین مادہ اور صورت اور جسم اور نفس اور عقل یہ نہین ہو سکتا کہ وہ
جوہر مادہ ہو یا صورت اسواسطے کہ نہ مادہ بدون صورت کے موجود ہوتا ہی اور نہ صورت بغیر مادہ
کے اور جسم بھی نہین ہو سکتا ہی اسواسطے کہ جسم مرکب ہوتا ہی اور مرکب کا صدور واحد حقیقی سے محال
ہی اور نفس بھی نہین ہو سکتا کیونکہ وجود نفس کا جسم کے پہلے ممکن نہین جب یہ چارون چیزین نہوئین
تو ناگزیر وہ جوہر کہ موجود اول اور صادر نخست ہی عقل ہی ہوگی اور حکیم جامداں ابن بادان نے
اس مطلب کی تحقیق مین تقریر دور و دراز کی ہی کہ یہ مختصر اوسکی گنجایش کے سزاوار نہین لیکن
بعد طول کلام کے لکھتا ہی کہ اس تقریر سے ثابت ہوا کہ معلول اول ایسا ممکن موجود ہی کہ نہ جسم ہی
نہ جسم کا جزو اور نہ وجود اور تاثیر مین جسم یا جسمانی کا محتاج ہی اور یہ نہین ہی مگر عقل ایک اور محل مین
مرقوم کیا ہی کہ جب ثابت ہوا کہ مبدا اول حضرت واجب جل قدرتہ سے پہلے پہل عقل اول صادر
ہوئی پس اب سنا چاہیے کہ عقل اول مین تین جہت موجود ہوئین اول وجود نفسی دوم وجوب
بالغیر سوم امکان ذاتی باعتبار وجود نفسی کے کہ کمال شرافت سے مشرف ہی عقل ثانی کو موجود
کیا کہ وہ بھی باعتبار ذات اور صفات کے مادہ کی احتیاج کے نقص و عیب سے پاک ہی اور وجوب بالغیر
ہر چند اس اعتبار سے کہ غیر کے سبب سے ہی قدرے خساست سے خالی نہین لیکن جو کہ بسبب وجوب
کے جوہر شرافت رکھتا ہی اسکے وسیلہ سے فلک الافلاک کا نفس موجود کیا کہ وہ بھی اگرچہ بسبب اسکے
کہ کمال اور وجود کے حصول مین مادہ کا محتاج ہی نوعی خساست رکھتا ہی لیکن جو کہ بذاتہ مادہ کا
محتاج نہین ہی صاحب شرافت ہی اور امکان ذاتی کی وساطت سے کہ صفات فرومایہ کا منبع اور
حاجات خسیسہ کا چشمہ ہی اوسی آسمان کا جسم آمادہ کیا کہ وہ ذات اور صفات مین مادہ ہیولائی کا

محتاج ہی اسیطرح ان تینون جہت کے اعتبار سے ایک ایک عقل اور نفس اور تن آسمانی مہیا کیا عقل دہم کہ آسمان اخیر سے فراتر ہی عناصر بسیطہ کو صورتین اور اعراض اور صفات مختلفہ کا افاضہ کرتی ہی کیونکہ اوسمین حرکات افلاک اور اتصالات کواکب اور اقترون کے اوضاع سے بہت استعدادین حاصل ہوتین ہین اور اس افاضہ کے اعتبار سے اوسکو عقل فعل کہتے ہین باوجود ایک مقام مین لکھتا ہی کہ عقل مین دو جہت ہین وجوب اور امکان اور اُسکے وجوب سے عقل موجود ہوئی اور امکان سے آسمان اسیطرح سلسلہ ایجاد کا آسمان اخیر اور عقل فعال تک منتہی ہوا اس تقریر سے واضح ہوتا ہی کہ عقول دس ہین اور آسمان نو لیکن حکیم وارستہ از قیود سیمرغ کے کلام سے عقول اور افلاک کی کثرت مفہوم ہوتی ہی پوشیدہ نرہے کہ یہ شخص حکیم کامل اور مرتاض بعدیل تھا بسکہ ترک علایق اور افنائے نفس مین اقران و امثال سے سبقت رکھتا تھا اور جہان و جہانیان سے دوری اس مناسبت سے سیمرغ یعنی عنقا کے ساتھ ملقب ہوگیا دستان ابن سام یعنی زال کو سیمرغ نر اسواسطے کہتے ہین کہ جب سام نے اوسکو بعد متولد ہونے کے شعاب جبال مین پھینک دیا یہ حکیم اوسکے حال سے مطلع ہو کر تربیت مین سرگرم ہوا اور اوسکی قامت استعداد کو حلیہ علم و دانش سے آراستہ کیا یہ حکیم دانش پژوہ کہتا ہی کہ جب مین نے تن عنصری کو اپنے اختیار سے چھوڑا اور عالم علوی کو چشم بصیرت سے دیکھا تو یہ معلوم ہوا کہ عقل اول اور عقل دوم کے بیچ مین بہت سی عقلین ہین اور فلک الافلاک اور فلک ہشتم کے بیچ مین بہت سے آسمان کواکب ثابتہ کے واسطے علیحدہ علیحدہ آسمان ہین اور کہتا ہی کہ مین نے جان کی آنکھ سے دیکھا کہ اونکی حرکت فلک ہشتم کی حرکت کے برابر ہی ساتسان نجم کی تقریر سے معلوم ہوتا ہی کہ وہ عقول جو حد حصر و شمار سے خارج ہین اور ہین نہ وہ عقول کہ سیمرغ کے کلام سے معلوم ہوئین وہ تقریر یہ ہی کہ جو چیز نہ جسم ہی نہ جسمانی دو قسم ہی ایک وہ کہ اجسام سے تعلق رکھتی ہی یعنے نفس اور دوسری وہ کہ اجسام سے تعلق نہین رکھتی یعنی عقل اور انواع کی تربیت عقل سے متعلق ہی پس عقل دو قسم ہوئی ایک وہ جسکا سلسلہ اول مذکور اور عقول عشرہ کے نام سے مشہور ہی اور دوسری یہ عقول کہ مربی انواع ہی اس حساب سے عقول کی تعداد دائرہ حصر سے خارج ہوئی آسر سخن سراجولان طبیعت کو جلوہ ریز اور شبدیز قلم کو مہمیز نکر کر اس گفتگوے وحشت افزا اور دعاوی محال سیما سے آسودہ خاطرون کو اضطراب عجیب اور آرمیدہ دلون کو توحش غریب سے پہونچتا ہی ان اقاویل دشوار نما کو محفل قبول مین کیا بار اور ان حکایات دور و دراز کو بارگاہ اجابت مین کیا گزار اور انمعنین باتون کا ذکر کر جنسے اہل روزگار کی طبع مالوف ہی اور اوسی حرف کو زبان پر لا

جسکی طرف احباب کی توجہ معطوف ہی گو کہ جیسا یہ خیال مین نہین آتا کہ سلسلہ توالد کا ایسا طویل ہو کہ رسائی فکر اور بلوغ ادراک اوسکے تصور کی راہ مین نقش قدم کیطرح نیم گام نہ اوٹھا سکے یہ بھی باور نہین ہوتا کہ یہ سررشتہ ایسا کوتاہ ہو کہ پیرگردون کے خرقہ کی ایک دوخت اور ادوار فلک کی کتاب کے نیم شیرازہ مین کفایت نکرے کہ ان سے کران تک روے زمین کا آدمیون سے مالا مال اور قاف سے قاف تک سطح خاک کا انسانون سے مملو ہونا حرفہ ہاے غیر تناہی کا حدوث اور علوم بیشمار کا ایجاد اور پھر ہر حرفہ مین فروع بیحد وحساب کا اختراع اور ہر علوم مین دقائق نامحصور کا ابداع اس زمانہ قصیر مین کیونکر متصور ہی ہیہات ہیہات یہ کیا گفتگو جنون انگیز اور تقریر ہذیان آمیز ہی اسلام کا دعوے اور الحاد و زندقہ کی گفتگو دینداری کا لاف و گزاف مجوس کے معتقدات کی جستجو جب ایک حرف کن سے عرش و فرش مہیا ہو سکتے ہون ان مہرہ چند کا لباط زمین پر منتشر اور ان منصوبہ چند کا حریفان تیز فکر کی خاطر مین القا کرنا اس امتداد مدت مین جسکو ہم پست فطرتان کوتاہ دست اس قدر کاروبار کے ساز و سرانجام کے واسطے کافی نہین سمجھتے کیا دشوار ہی لباط زمین فراخ اور شرق تا غرب ہر گل زمین مین احاد ناس کی کثرت حصر و شمار سے افزون نفس ناطقہ ادراک کلی و جزئی مین سرگرم کار پردازان حواس اپنے اپنے کام مین مستعد جلب منفعت اور دفع مضرت مین قواے شہوی و غضبی کے منہمک ہونے سے احتیاج ہر طرح کے امور کی شدید نیک و بد کی تمیز مصاحب انکی مصالح کار کا وفور بحیہ اسباب تجربہ بحیاب اختراع صنایع اور ایجاد بدایع کا شوق برسر دست ذخائر درہم و دینار معین دریا دلی اور باد دستی صرف اموال مین محرک شگفت کیا ہی کہ ہر ہر مقام مین اسقدر غرائب پیدا اور اتنے عجائب ہویدا ہو گئے خصوص کہ طوائف امم مین سے ہر فرقہ ایک ایک خاص کی مناسبت کے ساتھ اسطرح سے مجبول ہی کہ اوسکے نزدیک اوسکے سوا جو چیز ہی نامقبول اور اوسکے غیر کیطرف التفات غیر معقول ہی ؎

ہر یکے را بہر کارے ساختند	میل آن اندر دلش انداختند

اب مبدا آفرینش کا حال جسطرح سے مورخین اسلام نے کتب سیر مین ضبط اور طبائع خاص و عام نے زیور قبول سے موشح کیا ہی لوح اظہار پر مرسم ہوتا ہی مشتاقان سوانح قدیم و جدید پر واضح ہو کہ احادیث نبوی علی قائلہ افضل الصلوۃ واکمل التحیات سے اول مخلوقات کے تعین مین مختلف اقوال دریافت ہوتے ہین کہین اول ما خلق اللہ نوری واقع ہی یعنی جو چیز کہ حق جل و عز جل نے پہلے مخلوق کی ہی وہ میرا نور ہی منقول ہی کہ جابر انصاری رضی اللہ عنہ نے کہ فضل و دانش مین

اقران و امثال سے ممتاز اور قبول اسلام سے پہلے علماء یہود و نصاریٰ سے مبدأ آفرینش مین اقوال متبائنہ سُنکر تسلی خاطر کے واسطے ہدایۃ سبل کے طالب تھے اسلام سے مشرف ہوکر جناب افصح العرب والعجم صلے اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ ای چاشنی گیر موائد علم لدنی صنائع قدیر نے سب سے اوّل کس چیز کو پیدا کیا نعمت جواب سے کامیاب ہوئے کہ ای جابر تیرے پیغمبر کے نور سوا اور کسی حدیث مین نور کی جگہ قلم اور کسی مین عقل اور کسی مین لوح اور کہین روح کا لفظ وارد ہی اگرچہ اختلاف روایت اوس تلہین مین خلل انداز ہی لیکن تحقیق کے بعد معلوم ہوا کہ یہ اختلاف تعدد اسماء کے قبیل سے ہی نہ تعدد مسمی کے اور اسماء کے تعدد سے مسمی متعدد نہین ہوجاتا یہ سب اسم ہین ایک ہی ذات کے اور لقب ہین ایک ہی حمیدہ صفات کے جب یہ معلوم ہوچکا تو اب سننا چاہیے کہ حضرت مبدأ اجلت اسماؤہ نے نور محمدی پر کہ اوسکو جوہر بیضا کہتے ہین صفات جلالی و جمالی کے ساتھ تجلی کی اور ان دو نو صفات کے اثر سے وہ نور دو قسم ہوگیا ایک سے تو نہایت لطافت و صفا اور روشنی و ضیا نقاب کشا تھی اور دوسرے سے اوسکی نسبت کچھ کمی کے ساتھ جلوہ نما اوّل نور کے لقب سے مشہور ہوا اور دوسرا نار کے نام سے مذکور نور سے اشخاص شریفۂ علویہ اور کواکب اور آسمان اور ارواح انبیا و اولیا اور اصحاب یمین کی آفرینش وقوع مین آئی اور نار سے جن اور اجناس سفلیہ اور اصحاب شمال کی ارواح نے انتیانہ پائی اس تقریر سے واضح ہوا کہ نور حضرت شریعت پناہ خالق و مخلوق مین واسطہ اور رسولے اللہ کے آفرینش کی علت ہی نہ افلاکیون کا وجود اوسکے فیض کے بغیر جلوہ گر اور نہ خاکیون کا ظہور اوسکے وسیلے کے بدون میسر فرشتہ کو اوسکے جمال کی شمع سے نور اور پری کو اوسی کی آتش جلال سے گرمی ہنگامہ ظہور محققین اوس نور پاک اور مصداق لولاک لما خلقت الافلاک کو موجود منبسط مطلق کہتے ہین کہ اوسکا انبساط اور اطلاق اعم ہی نہ اوسکو کسی نوع خاص کے ساتھ اختصاص ہی اور نہ وہ ایک جنس کے ساتھ خاص بلکہ عام ہی کہ ہر شی اوسکے افاضہ سے کامران اور ہر ذائقہ اوسکی نعمت سے لذت ستان نہ کسی حد معین مین منحصر اور نہ کسی صفت خاص مین منضبط حادث کے ساتھ حادث ہی اور قدیم کے ساتھ صاحب قدم مجرد کے ساتھ مجرد ہی اور مجسم کے ساتھ مجسم جوہر کی مصاحبت مین جوہر ہی اور عرض کے پردہ مین عرض کے نام سے جلوہ گر احدیت اور واحدیت مین واسطہ اولے ہی اور واجب اور ممکن مین برزخ کبریٰ باعتبار اصل کے احدیت اور وجوب کے ساتھ معروف ہی اور باعتبار قیود کے واحدیت اور امکان سے موصوف عرفی شیرازی نے اسی مطلب عظمیٰ کی طرف

اشارہ کیا ہی ۵ تا مجمع امکان وجوبت نہ نوشتند ۵ مور دتعین نشد اطلاق اعم را ۵ جب مخلوق اول متعین ہوگیا اور واسطہ اول اور برزخ کبریٰ مبین تو اب چاہیے کہ اوس خوان فیض کے ریزہ خوار اور اوس مائدہ احسان کے زلہ بردار یعنی واردان مہمان سرائے روزگار کہ اوس علت کے معلول اور اوس سبب کے مسبب ہین بزم بیان مین حاضر اور محفل ذکر مین باریاب ہون لیکن مقصود اصلی راقم حروف کا یہ ہی کہ شالیستہ خلافت دار الخلافۃ عالم ابو البشر آدم علیہ السلام کی خلقت کی کیفیت مبین کرے اور ظہور انسان کی مدت کو متعین لیکن یہ مطلب ایک تمہید کا خواستگار ہی اور اس مدعا کو ایک توطیہ سے ناچار ہی

بر انگیزم حدیث از ہر کرانہ	کہ آرم حرف اورا در میانہ

پوشیدہ نرہے کہ حضرت آفریدگار تعالے شانہ نے جزو ناری سے ایک روشن گوہر کو فروغ حیات سے منور فرماکر مثل شمع بزم ہستی مین جلوہ گر کیا ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہی کہ اسم اوسکا سوما اور لقب جان ہی اور اسفار آدم مین مسطور ہی کہ اوسکا نام طارنوس تھا تہ کیف جو کہ جن اوسکی اولاد ہین ابو جان کے لقب سے مشہور ہین جیسے کہ آدم ابو البشر کے نام سے مذکور طارنوس عطاے شریعت سے ممتاز ہوا اور منصب حکومت سے سرافراز اوسکی اولاد ثوابت کے تین دور تک کبھی اطاعت الٰہی کے صلہ مین رحمت سے کامیاب اور کبھی نافرمانی کے مکافات مین مورد عقاب رہا ہر ادور ثوابت عبارت ہی فلک الثوابت کے دور سے کہ شش بر بن مین ایک درجہ طی کرتا ہی اور جو درجات فلکی تین سو ساٹھ ہوتے ہین تمام دور کی مدت پچیس ہزار دو سو اور تین دور پچیس ہزار چھ سو برس ہوئے دور ثانی مین بلیقا حاکم نامور تھا اور دور ثالث مین مارنوس بادشاہ دادستر اور ہر ایک شریعت جدید سے نامی اور منصب امر و نہی سے گرامی تیسرے دور کے بعد اوسی عصیان کے مکافات مین منتقم حقیقی نے ملائک کو اونپر مسلط کیا اکثر قتل ہوئے اور کچھ کچھ فرمان پذیر بعضے جزایر اور صحرا مین فراری ہوگئے اور بعضے اسیر اتفاقاً ابلیس اونھین اسیرون کے سلسلہ مین گرفتار تھا اور شرہ رشد و تمیز سے تازہ برخوردار ملائک کے ہمراہ صعود آسمان سے سرملند ہوا اور اوسی زمرۂ قدسی مین نشو و نما پاکر تقرب الٰہی سے ارجمند آخر الامر معلم الملکوت ہوگیا اور علم و دانش مین مسلم الثبوت تحکم اللطائف مین لکھا ہی کہ عرش کے نیچے منبر یاقوت پر بیٹھکر مجلس وعظ گرم کرتا اور نور کا ایک علم اسکے سر پر نصب ہوتا جب زمین پر قوم بنی جان مین کفر و عصیان نے ظہور پایا اور ظلم و تعدی نے وفور جناب صمدیت سے رخصت اور فوج فرشتگان ہمراہ لیکر وارد ہوا

اور دفعات چند مین ارباب استقلال کو مضطر اور اہل تمرد کو زیر و زبر کیا لسبکہ کمالات علمی و عملی
مین ممتاز تھا اور اب امور سلطنت مین استقلال دیکھا دو دخوت دماغ مین متصاعد ہوا اور بخار تکبر صاعد
آپ کو مستحق خلافت سمجھکر یہ تقریر کیا کہ اگر امر سلطنت اور کیطرف منتقل ہو مین اوسکی اطاعت نکرون
لیکن ابتک ملائک سے وہی ارتباط تھا اور فرشتون سے وہی اختلاط کبھی آسمان پر جاتا اور کبھی زمین
پر چلا آتا تا بحدسے کہ ظہور خلافت آدم منصہ مشیت مین جلوہ گر ہوا اور طنطنہ کوس انی جاعل فی الارض
خلیفہ سے گوش حاسد کر نخوت شیطانی نے آتش بغی و عناد کو سینۂ ابلیس مین تو مشتعل کر دیا اور
اثر صحبت و تاثیر اختلاط نے اتنا کام کیا کہ حرف اتجعل فیہا من یفسد فیہا زبان ملائک سے آشنا ہوا اور بجز
نسبح بحمدک و نقدس لک کے استحقاق کے اظہار مین بلند ہوا لیکن جواب انی اعلم سے سعادت ذاتی
جوش مین آئی اور عروس اہلیت آغوش مین حرف دعوے سکوت سے ہم آغوش ہوا اور نازونیاز سے
ہمدوش جبریل و میکائیل نوبت نبوت نامور ہوے کہ ایک قبضۂ خاک بساط زمین سے فراہم کرین
تاکہ اوس مادۂ ظلمت سے پیکر نورانی مہیا ہو کر تاج خلافت سے سرفراز اور خلعت سلطانی سے ممتاز
ہو لیکن زمین نے آپکو اس منزلت عالی کے سزاوار نہ پاکر امتناع کیا اور حضرت خالق الکائنات
کی عظمت و جلال کی سوگند سے متوسل ہو کر مقصود سے کامیاب نہونے دیا آخر الامر عزرائیل نے
تمام روے زمین سے اجزاے مختلف الالوان کو فراہم کر کے مکہ و طائف کے درمیان رکھدیا اور
سالہا سال رحمت الٰہی کا باران اوس مشت خاک پر برسا دست قدرت آفریدگار نے اوسکا
خمیر طیار کیا اور حکمت بالغہ کا اظہار کسقدر اسرار قدرت اوس لعبت بوالعجب مین ودیعت رکھے
اور کیا کچھ عجائب صنعت اوس پیکر غریب مین امانت کتب تواریخ سے ثابت ہے کہ تخمیر اس خاک
تیرہ رنگ اور صقالت اس آئینہ سراسر زنگ کی چالیس برس مین اتمام کو پہونچی اور جمعیت
ان اجزاے پریشان کی انتظام کو جسقدر روح لطیف کو جسم کثیف مین نفوذ ہوتا تھا رگ و ریشہ
ظہور مین آتے تھے اور شرائین و اعصاب رنگ پکڑتے جاتے تھے منجمین کہتے ہین کہ جب روح
آدم قالب خاکی مین داخل ہوئی جمعہ کا دن اور محرم کا عاشور اتھا برج جدی کا درجۂ اول
اوسوقت افق شرقی کے برابر تھا اور اوس درجہ مین زحل اور عوت مین مشتری اور حمل مین
مریخ اور اسد مین قمر جلوہ گر اور بعضے کہتے ہین کہ اوسوقت سواے عطارد کے سب کواکب
بیت الشرف مین فراہم تھے اور سعادات فلکی کے اسباب منتظم سرفرازان عالم ملکوت نے جب
اس مشت خاک مین اور یہی عظمت و جلال دیکھا باہم تذکرہ کیا کہ ہر چند بہانہ جوئی لطف کریم ہے

خاکی ضعیف کو مسند امتیاز پر متمکن کیا لیکن علم و فضل مین ہم بالاتر ہین اور دانش و معرفت مین ہم والاتر علام الغیوب نے دبستان مکرمت مین حضرت خلافت مرتبت کو گنجینہ اسما پہ متصرف اور وقوف اسرار سے متصف فرماکر آدم و ملایک کو امتحان گاہ مین حاضر کیا سواد خوانان لوح محفوظ کی زبان پر لاعلم لنا کے سوا کچھ نہ آیا اور وہ ابجد خوان مکتب اسرار خدمت بجا لایا ؎

سب پہ جس بار نے گرانی کی	اوسکو مین ناتوان اوٹھا لایا ؎

تعلیم اسما کی تحقیق مین محققان تحریر کو اختلاف ہی بعضے کہتے ہین کہ واقف اسرار نے اشیاء عالم کے نام سے اوس برگزیدہ مکونات کو آگاہ اور بعضے لکھتے ہین کہ لغات مختلفہ پہ اوسکو صاحب انتباہ کیا کوئی اسمار سے صحف منزلہ اور امور مقدرہ کی معرفت مراد رکھتا ہی اور احوال مستقبلہ کی واقفیت کسیکے نزدیک خواص اشیا مراد ہین اور کسیکے عندیہ مین ملایک کے اسمائ العلم عند اللہ الحکیم و ہو علی کل شئی علیم اوسوقت حکیم علی الاطلاق کی حکمت بالغہ نے اقتضا کیا کہ مقربان بارگاہ صمدیت اس مجمع مکارم انسی و ملکی کو سجدہ کرین روشنان قدسی نہاد تو افتیاد بجا لائے لیکن سخوت ذاتی ابلیس کی عنان گیر ہوئی اور شرارت جبلی ہمصفیر کہ آتشی و خاکی کے نہاد کا کیا مقتضا ہی اور خلقتنی من نار و خلقتہ من طین کا کیا مدعا آخر ابا اور استکبار سے خوار ہوا اور طوق لعنت سے گران بار ہیچ ہی ؎

درختے کہ تلخ ست آن را سرشت	گرش بر نشانے بباغ بہشت
ور از جوے خلدش بہنگام آب	بہ بیخ انگبین ریزی و شہد ناب
سرانجام گوہر بکار آورد	ہمان میوۂ تلخ بار آورد

اس قدسی سرشت کی سکونت بہشت مین مقرر ہوئی اور اس عشرت کدۂ غریب مین آرامگاہ میسر لیکن مصلحت الٰہی نے وقت خواب آدم کے پہلوے چپ سے حوا کو پیدا کیا اور حیلۂ وحشت زدائے ہویدا آخر اوس ستورۂ ناعاقبت اندیش نے اغوائے ابلیس سے شجرۂ ممنوعہ کی طمع دست طمع دراز کیا اور اوس بالغ رس کامل خرد کو بھی اس کام مین اپنا انباز اوس درخت کے تمتع کا ثمرہ یہ ہوا کہ خرابۂ دنیا کی خاک اوڑانی نصیب ہوئی اور وہ طبیعت نازک تحمل مصائب و تشکیب سیمان اقدار یات بلند ہمت نے لذات جسمانی کی طلب مین ایسا انہماک اور ہوا جس نفسانی کے سرانجام مین وہ استغراق ہم پہونچایا کہ پروردگار پہ سبقت لیگئی ہر ایک کی زبان حال اس مقال سے گویا ہی ؎ پدرم روضۂ رضوان بدو گندم بفروخت ناخلف باشم

اگر من بجوی نفروشم ؛ ابن عباسؓ سے روایت ہی کہ حضرت آدم اوس جہان کے ایام کے حساب سے عصر سے غروب آفتاب تک بہشت مین رہے اور بعضون کے نزدیک پانسو برس دنیا کے کہ وہان کا نصف روز شمار کیا جاتا ہی لیکن محققین کو جنت آدم کے تعین مین اختلاف ہی ابو ہریرہ اور حذیفہ یمانی اور ابو مالک اشجعی وغیرہم کا قول یہ ہی کہ وہ بہشت جنت الماوا ہی اور عبداللہ ابن عباس اور سفیان ابن عقبہ وغیرہما کا یہ مذہب ہی کہ جنت الماوا کے غیر ہی انکی دلیل یہ ہی کہ اس جگہ آدم علیہ السلام شجرہ معینہ کے احتراز سے مکلف ہوئے اور نوم و استراحت کے ساتھ مشتغل اور جنت الماوا نہ محل نوم ہی اور نہ موضع تکلیف علاوہ اسکے اگر جنت موعود ہوتی تو دخل ابلیس کا اوس مکان مقدس مین ہوتا مگر ان لوگون مین بھی اختلاف ہی بعضے کہتے ہین کہ یہ بہشت آسمان مین تھی کسواسطے کہ اگر آسمان مین ہوتی ہبوط کا لفظ حضرت آدم کے حق مین وارد نہ ہوتا اور بعضے کہتے ہین زمین پر تھی اور ممانعت شجرہ کی یہین وقوع مین آئی انکی دلیل یہ ہی کہ جب حضرت آدم کا وقت رحلت قریب ہوا اپنی اولاد سے انگور بہشتی طلب کیے اور یہ لوگ اوسکی تحصیل مین سرگرم ہوئے اثنائے راہ مین ملایکہ سے ملاقات ہوئی اور اونکی ممانعت سے پدر مشفق کی وفات قریب سمجھکر معاودت کی اگر وہ بہشت زمین پر نہوتی یہ لوگ اوس ثمر کی تلاش مین کمر ہمت کو چست نہ باندھتے امام ابو الحسن فاریابی نے کتاب اسوہ جامعہ مین لکھا ہی کہ یہ جنت دیار فلسطین مین تھی رسالہ الحیوان کے ترجمہ مین کہ اکسیوان رسالہ اخوان الصفا کا ہی مرقوم ہی کہ یہ بہشت ایک باغ ہی کہ کوہ یاقوت کی بلندی پر مشرق کیطرف واقع اور السیا بلند ہی کہ حیوان اور انسان کو وہانتک رسائی ممکن نہین اور قدرت کاملہ حضرت آفریدگار سے فصول اربعہ مین ہوا معتدل اور درخت سرسبز اور انہار جاری اور شاخین کثرت اثمار سے گران بار اور ہبوط کے واسطے بلندی ضرور نہین بلکہ اہبطوا مصر کلام ملک العلام مین وارد ہی یہ خلاصہ ہی روضۃ الصفا کا کہ خامہ شکستہ ارقام نے طبائع واقعہ طلب کی ضیافت کے واسطے ثبت اوراق کیا اب سنا چاہیے کہ ارباب تاریخ کو اس امر مین توافق ہی کہ حضرت آدم نے کوہ سراندیپ پر نزول کیا لیکن حوا مین اختلاف ہی بعضون کے نزدیک ہبوط حوا کا جدہ مین واقع ہوا اور بعضون کے نزدیک مزدلفہ مین لیکن اسمین شک نہین کہ ایک مدت دراز کے بعد آدم و حوا کی ملاقات کوہ عرفات پر واقع ہوئی اور جو کہ اوسمقام مین باہم تعارف ہوا مین آیا اسواسطے اوس کوہ کو عرفات کے نام سے موسوم کیا اور پھر کوہ سراندیپ کیطرف معاودت کی اور توالد و تناسل کے سلسلہ نے درازی پائی حبیب السیر مین لکھا ہی کہ اس نبی مرسل کی بعد

ہبوط دنیا کے ہزار برس کی ہوئی اور اونکی حیات مین کثرت اولاد کی نوبت چالیس ہزار تک پہونچ چکی تھی لیکن صلبی صرف تیس پسر اور اونتیس دختر اور بعضون کے نزدیک اکیس پسر اور بیس دختر تھین اور روضۃ الصفا مین اونتیس پسر اور اونتیس دختر بھی مسطور ہین اور لفظ آدم مین اختلاف ہی بعض اہل تحقیق کا قول یہ ہی کہ آدم اسم عجمی ہی جیسے آذر اور شامخ اور عبداللہ ابن عباس سے منقول ہی کہ آدم اسواسطے کہتے ہین کہ ادیم ارض یعنی روے زمین سے مخلوق ہوے تھے اور بعضون نے سمرت لون کو وجہ تسمیہ قرار دیا ہی پس ادمہ سے مشتق ہوا اور بعضے کہتے ہین کہ ومت اشیاء سے مشتق ہی یعنی مخلوط کیا مین نے دو چیزون کو غالبا خلط اشیاء سے اسجگہ اجزاے متفرقہ زمین کا مخلوط ہونا مراد ہی کہ تخمیر آدم اوسلسے وقوع مین آئی اور اس کتاب حکمت کے شیرازے نے جمعیت پائی اس تقریر سے واضح ہوتا ہی کہ لفظ آدم عربی ہی نہ عجمی اور یہ جو امام نووی نے تہذیب الاسماء واللغات مین لکھا ہی کہ سواے آدم اور صالح اور شعیب اور محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے سب انبیا کے نام عجمی ہین اسی کی تائید کرتا ہی اور روضۃ الصفا مین صحف ادریس سے منقول ہی کہ جب حق جل اسمہ نے چاہا کہ بسیط عالم مین نوع انسان کو ظاہر کرے روے زمین سے ایسا شخص پیدا کیا کہ اوسکو زبان سریانی مین مایوس کہتے تھے اور حوا کی وجہ تسمیہ کے باب مین ثعالبی سے منقول ہی کہ لوگون نے حضرت آدم سے حوا کے نام کی وجہ پوچھی حضرت نے فرمایا جو کہ وہ میرا ایک جزو ہی اور مخلوق حی سے پیدا ہوئی اسواسطے اوسکا نام حوا ہوا جب آغاز آفرینش کی کیفیت مرقوم ہوچکی اب اہل ہوش پر ظاہر اور اصحاب خرد پر روشن کیا جاتا ہی کہ خلقت انسان کی مدت مین روایات متعدد اور اقوال مختلف منقول ہین محمد جریر طبری نے لکھا ہی کہ حضرت ابوالبشر سے فخر بنی آدم تک بعضے چھ ہزار تیرہ برس کہتے ہین اور بعضے پانچ ہزار نو سو برس اور ایک اور مقام مین لکھا ہی کہ علماء یہود کے موافق ایام ہجرت تک چار ہزار چالیس برس تین مہینے منقضی ہوتے اور اخیار نصاری کے روایت کے موافق پانچ ہزار ایک سو ہجدہ برس گذرے اور عبداللہ ابن عباس سے روایت ہی کہ آدم سے طوفان تک دو ہزار دو سو چھیالیس اور طوفان سے خلیل حضرت رحمان ابراہیم علیہ الصلوۃ والسلام تک ایک ہزار دو سو اسی برس اور اس حضرت سے جناب موسی علیہ السلام تک پانسو پینتیس اور اوسسے حضرت سلیمان تک پانسو چھتیس اور سلیمان سے ذوالقرنین تک سات سو ستر اور اوس سے حضرت عیسی علیہ السلام تک تین سو اوسٹھ برس گذرے پس آدم سے عیسی علیہ السلام تک پانچ ہزار پانسو بائیس برس منقضی ہوے

اور ابو الفتح ناصر بن محمد الحسینی نے کتاب بعارف مین وہب بن منبہ سے روایت کی ہے کہ عمر اوس جناب
کی ہزار برس کی ہوئی اور اونکے انتقال سے طوفان تک پانچسو بیالیس اور طوفان سے نوح
کی وفات تک ساڑھے تین سو اور یہان سے حضرت ابراہیم علی نبینا وعلیہ افضل الصلوۃ کی ولادت
تک بائیس سو چھیالیس اور انکی وفات سے موسی علیہ السلام تک سات سو اور اونسے حضرت
داود تک پانسو اور داود سے حضرت عیسی تک گیارہ سو اور حضرت عیسی کے آسمان پر صعود کرنے
مفخر عالم افضل نبی آدم صلعم کی ولادت باسعادت تک چھ سو بیس برس منقضی ہوئے اس تقدیر
پر آدم سے طلوع نیر آسمان کرامت یعنی ولادت اکمل البریت تک آٹھ ہزار سات سو اٹھاون برس
ہوتے ہین اور حمزہ ابن حسین اصفہانی نے کہ اوسکی سخندانی کا اشتہار رقم خوانان صفحہ خاک سے
لیکر روشن سوا وان لوح محفوظ تک بلند صدا ہی اسطرح سے روایت کی ہے کہ خلقت آدم سے ولادت
نوح تک ایکہزار چھپن اور اونکی ولادت سے ابراہیم علیہ السلام کی ولادت تک ایکہزار
آٹھ سو نوے اور یہان سے حضرت یعقوب کے مصر مین تشریف لانے تک دو سو نوے اور یہان
سے اوس جناب کی وفات تک سترہ اور اسرائیل کی فوت سے بیت المقدس کی بنا تک
چار سو اسی اور پھر اوس خانہ نورانی کی تخریب تک چار سو دس اور پھر اوس زمانہ تک کہ فاروق
حق و باطل عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے اوس مکان مقدس کو مفتوح کیا ایکہزار پانسو چون
برس گذرے اس روایت کے موافق آدم سے ہجرت مقدسہ تک پانچہزار چھ سو ستاونے برس
ہوتے ہین اور افضل المتاخرین مولانا کمال الدین حسین خوارزمی نے مقصد اقصے مین لکھا
ہے کہ افضل الکائنات اشرف المخلوقات علیہ اکمل التحیات کی ولادت کرامت انتما سے حضرت عیسی
تک چھ سو بیس اور یہان سے حضرت داود تک بارہ سو اور داود سے موسی تک پانسو اور انسے
حضرت ابراہیم تک سات سو ستر اور ابراہیم علیہ السلام سے طوفان تک ایکہزار چار سو بیس
اور پھر آدم تک دو ہزار دو سو چالیس برس منقضی ہوئے اسصورت مین میلاد مکرمت بنیاد
سے آدم تک چھ ہزار ساڑھے سات سو برس کا عرصہ گذرا واللہ اعلم بحقیقۃ الحال جب قلم شکستہ
رقم حال آفرینش کو حسب استعداد تحریر کر چکا تو اب چاہیے کہ اس بات کی تحقیق کرے کہ اول
ایک زبان تھی یا کئی دقیقہ سنجان باریک بین جانتے ہین کہ مواضع اور محال مختلفہ مین آغاز
آفرینش سے علیحدہ علیحدہ زبانون کا سہم ہونچنا بدون اسکے کہ کوئی زبان لعد تصرفات کثیرہ کے
متغیر ہوجاوے یا الفاظ اور کلمات جدید موضوع ہوکر زبان سابق کیطرح الفق نسیا منسیا ہوجاوے

جب ممکن ہو کہ ہر ہر دیار مین اولاً جماعت کثیر بہم پہونچ گئی ہو جیسے بارش کے اثر سے گیاہ اور حشرات الارض یا ہر ہر قطعہ زمین مین ایک ایک ابوالبشر متولد ہو کر ہر ہر جگہ جدا جدا توالد اور تناسل کا سبب ہوا ہو اسکی توضیح یہ ہو کہ جب ہر دیار مین ایک جماعت کثیر بہم پہونچ گئی یا ہر جگہ ایک ایسا شخص بہم پہونچا کہ سائر الناس اوسکی اولاد اور ذریۃ ہوئی تو جو کہ اظہار مطالب اور تبیین مدعا کیواسطے الفاظ سے ناگزیر ہو اور بسبب بُعد مسافت کے جماعت اخری سے ملاقات صورت پذیر نہین کہ تکلم مین اوسکی تقلید کرے ناچار ہر جماعت وضع الفاظ مین سرگرم ہو کر ایک ایک زبان ایجاد کرتی گئی پس یہ زبان ہر جگہ علیحدہ اور دوسری زبان سے مغائر ہو گئی ہر چند عقل اس طرح کی پیدائش سے چندان ابا اور امتناع نہین کرتی بلکہ حشرات و ہوام کی خلقت دلالت کرتی ہو کہ اگر افراد مردم اور احاد ناس بھی اسیطرح سے مسند وجود پہ متمکن ہو گئے ہون تو کیا بعید ہو جیسے بوعلی سینا کا قول منقول ہوا لیکن عادت البتہ ایسے امور غریبہ کو دائرہ امکان سے خارج اور جادۂ قبول سے بعید سمجھکر قطعًا اسکے قبال کے واسطے سر فرو نہین کرتی اور نقل تو مخالف سے ہو یا موافق سے صریح اس مدعا کے بے اصل و سر سری ہونے پر داعی اور اسکے خلاف کی راہ مین ساعی ہو ہنود برہما کو مبدا آفرینش جانتے ہین اور دانش اندوزان ایران دیار ہر دور کے آغاز مین ایک مرد اور ایک عورت کے باقی رہنے کا ادعا اور اوس سے توالد و تناسل کے سلسلہ کے ممتد ہونے کا دعوے کرتے ہین انکی کتابون مین صریح مرقوم ہو کہ ہر چند ابا علوی آسمان اور امہات سفلی عناصر ہین لیکن ہمکو یہی پہونچا ہو کہ ایک سے دوسرا پیدا ہو اہل اسلام کے نزدیک تو ظاہر ہو کہ آدمیون کی نسل کا سلسلہ سر حلقہ افراد بریات آدم صفی اللہ علیہ وعلی نبینا افضل التحیات تک منتہی ہوتا ہو جب مبدا احاد ناس اور افراد مردم کا ایک شخص ہوا تو ضرور ہو کہ اوسکی ذریت بھی لغۃً اوسکی زبان سے بہرہ مند اور اوسکے کلام سے مستفید ہوگی گو بعد مرور دہور کے اختلاف و تغایر السنہ وقوع مین آگیا اسصورت مین لازم آتا ہو کہ اول آفرینش مین ایک ہی زبان ہو لیکن تعین اس زبان کی خیلے دشوار اور نہایت دور از کار ہو ہنود کی کتابون سے ہر چند اس امر کی تصریح تو دستیاب نہین ہوتی لیکن برہمہ اتنی بات پر البتہ اتفاق رکھتے ہین کہ چارون وید کہ زبان سینسکرت مین احکام الٰہی پر مشتمل ہو اور اوامر و نواہی پر مبتنی ہین انھین الفاظ کے ساتھ برہما کی زبان سے صادر ہوئے ہین اوس روزگار

سے اس جزو زمان تک کچھ تغیر اور تبدل کو اوسمین راہ نہین ہوئی اس سے یہ خیال گذرتا ہی کہ
سب نہین کہ من اور ستر ذکائی کہ برہما کے بدن سے موجود اور آدم و حوا کیطرح سے
اور سات آدمیون کی پیدایش کی سبب ہوئی برہما سے سینسکرت ہی کو حاصل اور اونکی ذریت
نے اونھین الفاظ سے تکلم کیا ہو لیکن یہ قوم اسپر بھی متفق ہین کہ سینسکرت دیوتاؤن کی زبان
ہر دہ آدمیون کی اصر مجوس کے اعتقاد مین آغاز اس دور کا مہ آباد سے ہی اور مہ آباد جو کہ پہلے ہی دور کے
آدمیون کا بقیہ تھا غالب ہی کہ اوسی دور کے آدمیون کی زبان سے متکلم ہوتا ہو اور وہ متحقق نہین
کہ کیا ہی اور جو کہ مجوس کے اعتقاد مین دساتیر کتاب سماوی اور مہ آباد پہ نازل ہوئی ہی اور کتاب
منزل چاہیے کہ خلق کی زبان مین ہو تاکہ اعتقاد و آلہی سے بخوبی آگاہ اور امر و نہی سے کماہی مطلع
ہو جاوین احتمال ہی کہ اوسوقت کی زبان یہ ہی زبان دساتیر ہو پھر اوسمین تغیر و تبدیل نے راہ پائی
اور مختلف زبانین پیدا ہوگئین زبان فارسی کا اوس زبان سے بیشتر الفاظ مین مطابق اور قاعدۂ
ترکیب نحوی مین موافق ہونا بھی اسی بات پر دال ہی اسمقام مین ترکیب نحوی کی تطبیق کی تفصیل
اطناب سخن اور تطویل کلام کا موجب ہی ناچار چند لفظ دونون زبانون کے مرقوم ہوتے ہین مشتی نمونہ از
خروارے پوشیدہ نرہے کہ دساتیر مین بعضے لفظ ایسے ہین کہ فارسی مین بعینہ استعمال پاتے ہین
اور بعضے فی الجملہ تغیر اور تبدیل کے ساتھ قسم اول را علامت مفعولیہ کاف بیانیہ گرمیفید فاعلیہ
جیسے ہرشنگر یعنی بخشایش کرمدہ علامت اسم فاعل جیسے ہرشندہ بمعنی بخشایندہ یا رد بمعنی
تواند قسم دوسری - آسد الف ممدودہ اور سین اور دال مہملتین سے یعنی باشد آسنام آسمان
آفرید الف ممدودہ اور فا اور سین اور راے مہملہ اور یاے تحتانی اور دال مہملہ کے ساتھ آفرید کہ مشتق
ہی آفریدن سے اسپ الف اور سین مہملہ اور باے فارسی کے ساتھ حرف ربط کہ فارسی مین است
تاے قرشت کے ساتھ مستعمل ہی اسکے قیاس پر لاسپ یعنی نیست کہ حرف رابط ہی لام نفی
کے ساتھ اور اسین نیستند آکام آغاز انتظام الف اور نون اور تاے قرشت اور الف
اور سیم کے ساتھ انجام انتظام مانند الف اور نون اور تاے قرشت اور الف اور میم اور الف اور
نون اور یاے حطی اور دال مہملہ کے ساتھ انجام مانند تیم تاے قرشت اور یاے حطی اور میم کے
ساتھ تن یعنی بدن جسم اور جسد یہ دونون لفظ بعضے جزو کے ہین کہ حرف استثنا ہی جیسے جزین جہاں
آخر مین خاے معجمہ جہان جیمین جیم تازی مفتوح سے کمین کہ کمینہ چیم جیم فارسی مضموم سے چون
چیمین چنین چیم چہ دشمر یعنے دشمن وہم درکہ حرف ظرف ہی دمان دمان یعنی حرف ظرف

اسم اشارہ کے ساتھ دل تن نرمہربان زاے تازی اور میم اور راے مہملہ اور باے فارسی اور الف اور نون کے ساتھ مہربان سامی سین مہملہ کے ساتھ سوستام ستان یعنی حرف کثرت جیسے زہوشتسام وہ جاے کہ جسمین زشتہ بہت ہون یعنی آسمان سفاسف دو سین مہملہ سے سراسر شاے شین معجمہ کے ساتھ جاے شایستن دو شین معجمہ کے ساتھ دانستن فہ یہ کہ حرف الصاق ہر فہام بان یعنی ماے موحدہ الصاق اسم اشارہ کے ساتھ فہمین بعد فا کے ہاے ہوز باین کند یعنے کنداور اسکے قیاس پر لہ کند یعنے نکند کیام کدام کید اور کیدہ کردار کردہ کہ مشتق ہین کردن سے گاش کاف فارسی سے کوش گرخ کاف فارسی مکسور اور راے مہملہ ساکن اور شاے معجمہ کے ساتھ گرد کاف فارسی مکسور اور را اور دال مہملتین کے ساتھ یعنی شہر لہ دوام نتوان لام ہاے مخفی کے ساتھ اور بدون ہا کے حرف نفی ہر لہ ہا رندند ارند مزدام یزدان مہتام بہنام کہ جسکو بہمن بھی کہتے ہین یعنی عقل اول اور جبریل کہتے ہین بہناس مینو یعنی بہشت نادنام وقتن واؤ سے گفتن وقتہ بد گفتہ شد ورلہ ورنہ ور اور سراسر ویرد واؤ سے گیرد ہز ہاے ہوز سے از کہ ترجمہ من کاہی ناچیم انچہ ہام آن ناید آید ہدن ہاے ہوز مضموم سے شدن اسکے قیاس پر لہ می ہود نمے شود ہشو ہاے ہوز اور سوسین مہملہ کے ساتھ ضمیر غائب ہر کہ فارسی مین اسکی جاے او الف کے ساتھ مستعمل ہر ہمیشام الیشان ہیر ہیچ۔ ہر چند یہ زبان اور زبانون کا ماخذ مقرر نکیجاوے لیکن اس تطابق کی دلیل غالب کہ زبان فارسی کا ماخذ اسی زبان کو تجویز کرے مگر عمدہ قباحت یہ ہر کہ انکی کتابون مین مرقوم ہر کہ یزدان نے مہ آباد پر ایک کتاب نازل کی دساتیر نام اور اوسمین ایک زبان تھی کہ زمینیون کی کسی زبان سے مشابہ نہ تھی اوسکو آسمانی زبان کہتے ہین یہ قول کردہ زبان زمینیون کی کسی زبان سے مشابہ نہین اس بات پر دلالت کرتا ہر کہ دساتیر کے نزول سے پہلے بھی اور زبانین موجود تھین اور اگر غور کیا جاوے تو تطابق کی دلیل سے اوسکو فارسی کا ماخذ ٹھہرانا بھی چندان قوت نہین رکھتا ممکن ہر کہ یہ تطابق امر اتفاقی ہو یعنے اتفاق یہ ہوا کہ دونون زبانون مین بعضے الفاظ کی وضع مطابق واقع ہوئی اگر نظر غور سے ملاحظہ کیا جاوے تو زبان ہندی مین گرانی وسبکی کے اعتبار سے زمین و آسمان کا فرق ہر اور حال یہ ہر کہ جسقدر ان دو زبانون مین الفاظ کا تطابق اور کلمات کا توافق پایا جاتا ہر کسی زبان مین ہو گا مثلاً آدھا الف ممدودہ اور دال مخففہ اور ہاے مختفی سے دو چوب بلند کہ زمین مین گاڑین اور ایک چوب اوسپر نصب کرین جانورون کی نشست کے واسطے ہندی مین اوسکو ڈا الف مفتوح اور دال ہندی مشدد

اور الف کے ساتھ کہتے ہین افیون اور اپیون اور ہاپو ہندی مین بھی ہاپو ہی اسکورہ
کاسہ گلی ہندی مین سکورہ ہی باب دونون باے تازی سے پدر اور ہندی مین باپ ہی امیر مین
باے فارسی تال طبق برنجی ہندی اسکی تھال ہی چھپولستان ہندی مین چوچی کہتے ہین چلیدن
رفتن ہندی مین چلنا چندن اور چندل بمعنے صندل کہ ہندی مین بھی چندن ہی خلیش حاے
منقوطہ اور یاے مجہولہ اور شین منقوطہ سے جامہ بافتہ اور ایسی کتان کہ اوسکے تار گندہ ہوتے
ہین اور موسم گرما کے لباس سے ہی ہندی مین کھیس کاف تازی مخلوط الہا سے کہتے ہین
شنا فارسی مین تیرنے کو کہتے ہین اور ہندی مین سنان سین مہملہ اور دونون سے تمام بدن
کے دھونے کو کہ جیسے عوام اشنان الف اور شین معجمہ کے ساتھ کہتے ہین طوطی جانور معروف
اور ہندی مین توتا کہتے ہین لنگوتہ لنگی غایت یہ ہی کہ ہندی مین اخفاے نون اور رفتحہ تاے
مثقلہ سے اوس لتہ کو کہتے ہین کہ صرف پس وپیش کے ستر کو کافی ہو ناف معروف ہندی مین
نابھ ہی مخفی نرہے کہ اس قسم کے ہزارہا لفظ پیش نظر ہین کہ اونکی تحریر موجب تطویل اور تطویل
باعث ملال خاطر ہی بہرکیف یہ تو متحقق نہین کہ مہ آباد اور اوسکے ذریت کی زبان کیا تھی لیکن
بعضون کو ایک شاعر کے کلام سے کہ آبادیون کے زمانہ مین تھا یہ وہم ہوا ہی کہ اوسوقت کے آدمیون
کی زبان پہلوی تھی واللہ اعلم بالصواب اور اسکا حال مقصد دوم مین جسجگہ موجد اشعار کا حال
لکھا جائیگا مفصل مرقوم ہوگا ہوشیار مغزان مکتب تحقیق پر واضح ہی کہ ہنود اور مجوس کے مذہب
موافق تو کچھ متحقق نہین ہوتا کہ ابتداے آفرینش مین کیا زبان تھی جیسے کہ مقالات سابقہ سے
منکشف ہوا لیکن اہل اسلام کے مذہب کے موافق کہ افراد سلسلہ ناس کا مبدا حضرت آدم علیہ السلام
کو مقرر کرتے ہین احتمال ہی کہ کوئی جادہ منزل مقصود تک پہونچ جاوے اگرچہ اختلاف رواۃ سے
یہ راہ بھی سرگردانی وتردد سے خالی نہین سیفی عروضی شروع کتاب عروض مین لکھتا ہی کہ اہل علم
کا اس بات پر اتفاق ہی کہ حضرت ابوالبشر آدم علی نبینا وعلیہ السلام کی زبان سریانی تھی لیکن
قدوۃ المحققین افضل المحدثین شاہ عبدالعزیز دہلوی قدس سرہ العزیز تفسیر عزیزی مین حضرت
آدم کے حال مین لکھتے ہین کہ ابن عساکر نے مجاہد سے روایت کی ہی کہ جب اونکو جنت سے اخراج
کا حکم ہوا حضرت جبرئیل اور حضرت میکائیل نے اونکے سر سے تاج اوتار لیا اور کمر سے کمربند کھول لیا
اور زبان عربی کو اون سے سلب کرکے زبان سریانی اوسکی جگہ جاری کی جب توبہ قبول ہوئی
پھر حکم ہوا کہ زبان عربی مین کلام کیا کرین اس روایت کی قوت سے معلوم ہوتا ہی کہ اوّل زبان

عربی موجود ہوتی اور سریانی اوسکے بعد اور حوا کی وجہ تسمیہ بھی جو سابق مین ہوئی زبان آدم کی عربی ہونے پر دلالت کرتی ہی اور جو کہ وہ حضرت زبان عربی کے سلب ہونے کے بعد سریانی سے متکلم ہوتے تھے اونکے نام مین دونون احتمال ہین پس یہ بات جو تاریخ خمیس مین معالم التنزیل سے نقل کی ہی کہ یعرب ابن قحطان اول اُون لوگون کا ہی جو عربی سے متکلم ہوتے اور اسیطرح قول صاحب منتخب اللغات کا ضعف سے خالی نہین مگر اسکی توجیہ یون کیجاوے کہ اگرچہ حضرت آدم کو زبان عربی مین تکلم کرنے کا حکم ہوا لیکن اونکی اولاد مین وہی زبان سریانی جو عربی کے سلب ہونے کے بعد شایع ہوئی تھی باقی رہی اور پھر جب اولاد مین عربی کا شیوع ہوا تو اول یعرب اوس سے متکلم ہوا لیکن طرفہ حیرت و ہنگیر ہی کہ بعد ہبوط کے مدت دراز تک بود و باش اور تکثیر اولاد بلکہ ابن عباس کی روایت کے موافق نقد حیات محصلان تقدیر کو تفویض کرنا جناب آدم علیہ السلام کا ہند مین ہوا اور زبان عربی اور سریانی اُون دیار دور دست مین شایع ہو کہ ہند سے وہان تک پیک خیال کا پہونچنا بھی صعوبت سے خالی نہین اور اس سے عجیب تر یہ ہی کہ خالص ہندوستان مین ایسی زبانین شایع ہون کہ ثقل و گرانی سے عربی و سریانی کے ساتھ مناسبت تو کیا بلکہ اون زبانون کے تلفظ کرنے والون کی زبان پر تلفظ بھی سخت و دشوار بلکہ دراز کار ہی حق یہ ہی کہ اسرار الٰہی سے انسان ضعیف البنیان کیا آگاہ ہو اور رموز غیبی سے خاکی عنصر نہاد کیونکر مطلع ہو ؎

تو خود مے نشنوی بانگ دہل را	رموز سرّ سلطان راچہ دانے

اب اختلاف السنہ کی کیفیت جسطرح اپنے گنجینہ استعداد مین فراہم رکھتا ہی لکھتا ہی کہ اختلاف ایک زبان کا دوسری زبان سے دو قسم ہی ایک یہ کہ پہلی زبان مین آہستہ آہستہ اسطرح تصرف و وقوع مین آوے اور رفتہ رفتہ ایسا تغیر و تبدل راہ پاوے کہ مرور زمانہ اور صروف دہور کے بعد وہ زبان اور ہی صورت مین جلوہ گر ہو کر اوس زبان سے اجنبیت پیدا کرے اور دوسرے یہ کہ بے اسکے کسی زبان کے الفاظ مین تصرف اور تغیر و قوع مین آیا ہو ہر معنی کے واسطے الفاظ جدید موضوع کیے جاوین اور اوس خطہ کے رہنے والے ایک دوسرے کی اصطلاح سے واقف ہو کر اون الفاظ سے باہم تکلم اور تخاطب کرنے لگین قسم اول کی کیفیت اسطرح سے ہی کہ قرب زمانہ آفرینش مین کہ ہنوز روے زمین افراد ناس سے مملو ہونے نہ پائی تھی ایک طایفہ مثلاً کسی قطعہ کی بود و باش ترک کر کے اور سر زمین دور دست مین ساکن ہوا اور اوس جگہ کا رہنا بارکشت و زراعت اور انتظام

امور مین مصروف اور یہ بات واضح ہو کہ اشیاے عالم مین سے ہزارہا چیزین ایک جگہ ایسی ہوتی ہین کہ اونکا نشان دوسری جگہ پایا نہین جاتا اوس خطہ مین اسطرح کی اشیا بہت دیکھی گئین جو کہ اوسمقام مین سوا اس طائفہ کے اور کوئی نہ تھا کہ اون اشیا کے نام سے انکو خبر دیتا ناگزیر اونکے واسطے کچھ نام اپنی طرف سے اختراع کیا اور زبان سابق کے الفاظ بھی ازمنہ متطاولہ کے بعد متغیر اور متبدل ہو کر اور صورت مین جلوہ گر ہوتے گئے اور اسیطرح ایک اور طائفہ اسی سمت کی طرف راہی ہو کر کسی اور خطہ مین مقیم ہوا اور وہان اوسکو بھی یہی صورت پیش آئی اگرچہ یہان بھی وہ چیزین موجود تھین کہ طائفہ اولی کے مسکن مین پائی گئی تھین جو کہ یہ لوگ اوس طائفہ کی اصطلاح سے واقف نہ تھے ان اشیا کے واسطے کچھ اور نام وضع کر لیے اسی واسطے ایک چیز کا نام امکنہ متعددہ مین ایک دوسرے سے مخالف ہوتا ہی مثلاً ایک جوہر کو کہین ہیرا کہتے ہین اور کہین الماس اور اگر اون اشیا کے سوا تھین تو اونکے واسطے بھی کچھ اسما معین ہو گئے اور کبھی اسطرح سے اتفاق ہوا کہ امتداد مدت سے کوئی لفظ پہلی زبان کا فراموش ہو گیا ناگزیر اسکے مقابل بھی کوئی لفظ وضع کرنے کی احتیاج ہوئی اور جو الفاظ زبان زد تھے اونمین بھی تغیر اور تبدل راہ پاتا گیا یہان تک کہ طوائف عالم مین ایسی زبانین رائج ہو گئین کہ نہ اوس سے یہ مطلع ہو سکے نہ اس سے وہ ہم اپنے ہی زبان مین ملاحظہ کرین کہ باشندگان دہلی نیشکر کو گنا کاف فارسی مفتوح اور نون مشدد اور الف سے اور ہاتھین اور مردم دور دست گانڈا کاف فارسی اور الف اور نون غنہ اور ڈال مثقلہ اور الف سے کہتے ہین اسی پر قیاس کیا چاہیے اور زبانون کے الفاظ کو اور دوسرے قسم کی کیفیت یہ ہو کہ مثلاً حادثہ طوفان سے کوئی متنفس باقی نہ رہا اور انسان تولدی مسند وجود پر قدم رکھکر توالد اور تناسل کا سبب ہوا جیسے پہلے مرقوم کیا گیا تو اس صورت مین یہ شخص گفتگو کیواسطے اپنی طرف سے وضع الفاظ مین ساعی ہو گا اور ہر ہر چیز کیواسطے ایک نام معین کرتا جائیگا اور جب اس سے ذریت موجود ہو گی بالفعل تو وہ بھی انھین الفاظ کے ساتھ تکلم کریگی اور مدت تک یہی ایک زبان رائج رہیگی لیکن جب کثرت خلائق سے انتشار مردم وقوع مین آوے اور ہر طائفہ ایک ایک سمت پراگندہ ہو کر دیار مختلف مین قیام اختیار کرے ہر ایک کو وہی صورت پیش آویگی کہ قسم اول مین مذکور ہوئی اختلاف السنہ کی یہ دو صورتین وہ ہین جنکو قیاس اقتضا کرتا ہی لیکن جو کہ کتب تواریخ یا اور مذاہب کی کتابون مین قوم ہی اسکے خلاف ہر تقاضاے مقام داعی ہی کہ اوسکی تحریر سے بھی ہاتھ نہ کھینچے اور طالبان شوق

کو کہ سوانح غریب اور وقایع دلفریب کے واسطے گوش بر آواز رہتے ہین ان مقالات عجیب سے مسرور کرے سابق مرقوم ہو چکا ہی کہ یزدان سخن آفرین نے اولین پیغمبر عجم مہ آباد پر ایک کتاب نازل کی وساتیر نام کہ ہر دانش اور تمام زبانون پر مشتمل تھی صاحب دبستان مذاہب مجوس کے کتب سے نقل کرتا ہی کہ مہ آباد نے ہر طائفہ کو ایک ایک زبان سکھا کر ہر ہر جگہ بھیج دیا تاکہ فارسی اور ہندی اور رومی اور باقی اور زبانین ظہور مین آئین تورمیت کے گیارھوین باب مین حضرت نوح علیہ السلام کی اولاد کی شان مین مرقوم ہی کہ اول سارے جہان کے آدمیون کی ایک زبان اور ایک بولی تھی اتفاقاً جسوقت مشرق سے سفر کیا زمین سنعار مین ایک صحرا دیکھا یہ لوگ وہان ٹھہرے اور آپسمین کہا کہ آؤ اینٹین بنا کر آگ مین پکاوین اور اپنے واسطے ایک شہر اور ایسا ایک برج بنا دین کہ اوسکا سر آسمان سے لگے اور نام پیدا کرین خداوند تعالے نے نزول فرمایا تاکہ اوس شہر اور برج کو دیکھے اور یہ مصلحت ٹھہرائی کہ یہ گروہ متفق ہی اور زبان بھی ایک رکھتے ہین اور اس کام کو کیا چاہتے ہین اب جس کام کے کرنے کا ارادہ رکھتے ہین اوس سے باز نہ آوینگے اونکی زبان مین خلل ڈالنا چاہیے تاکہ ایک دوسرے کی بات کو نہ سمجھے اسطرح پر حقتعالے نے اونکو تمام روے زمین پر پراگندہ کر دیا اور شہر بنانے سے باز رہے اسیواسطے اوس جگہ کا نام بابل ہوگیا کہ خدا نے اوس جگہ تمام جہان کے آدمیون کی زبان مین خلل ڈالا اور وہین سے سبکو تمام روے زمین پر پراگندہ کر دیا یہانتک توریت کا ترجمہ ہوا مصنف تاریخ منتخبس نے معالم التنزیل سے نقل کیا ہی کہ اللہ تعالے نے حضرت آدم کو تمام لغت تعلیم کیے پھر اوس حضرت نے اپنی اولاد مین سے ہر ہر شخص کے ساتھ ایک ایک لغت مین کلام کیا انتہی کلامہ مراد لغت سے زبان ہی روضۃ الصفا مین حام بن نوح علیہ السلام کے حال مین مرقوم ہی کہ انکی اولاد مین اٹھارہ زبانین پیدا ہوگئی تھین ہر فرقہ ایک ایک زبان سے تکلم کرنے لگا جو ہر فرقہ ایک دوسرے کی زبان سمجھتا نہ تھا ناچار اوس نواحی مین پراگندہ ہوگئے اور ہر گروہ نے ایک ایک شہر بنا لیا اور سام بن نوح کے حال مین تواریخ کی بعضی کتاب سے نقل کیا ہی کہ جو کہ سام بن نوح کی اولاد کی زبانین اسطرح مختلف ہوگئی تھین کہ اونیس[19] زبانون مین کلام کرتے تھے اور کوئی قوم ایک دوسرے کی زبان سمجھتی نہ تھی ہر ایک علیحدہ علیحدہ نواحی مین جا بسی اور نمرود علیہ اللعنۃ کے آسمان کیطرف صعود کرنے کے حال مین مرقوم کیا ہی کہ نمرود کے حکم سے سالہا سے دراز مین ایسا منارہ بلند طیار ہوا کہ مرغ وہم اوسکی بلندی تک پرواز نہین کر سکتا تھا ایک روز نمرود دیکھ

منارہ پر چڑھا اور وہان سے آسمان کو اوسی قدر بلند دیکھا جتنا زمین سے بلند دیکھا تھا
ناچار پشیمان ہوکر اوتر آیا دوسرے دن وہ منارہ گر پڑا اور اوس سے ایسی آواز مہیب پیدا ہوئی
کہ سب بیہوش ہوگئے جب ہوش مین آئے اپنی اپنی زبان بھول گئے اور ہر قوم کی زبان علیحدہ
ہوگئی چنانچہ لکھا ہی کہ بہتر زبانین اون لوگون مین پیدا ہوگئین جو کہ اختلاف السنہ اوس سرزمین
مین بہم پہونچا تھا اسواسطے اوس اقلیم کو بابل کہنے لگے روضۃ الصفا کا ترجمہ تمام ہوا عقلاے
باریک بین خوب جانتے ہین کہ اختلاف السنہ کی کیفیت جسطرح کہ بحسب قیاس مرقوم ہوئی قابل
قبول اور صلاحیت پذیرائی رکھتی ہی والا باقی گفتار دور از کار اور اقوال غرابت اشتمال جو
کتب تواریخ سے منقول ہوئے سواے اسکے کہ رطب و یابس چند ذخیرہ اوراق ہوکر سیاحان
ممالک سخن کیواسطے ایک مشغلہ بہم پہونچاوے اور کسیطرح سے برومند نہین کرتے بہرکیف
مقدمہ اس تبصرہ جلیلہ کا اتمام کو پہونچا اب وہ وقت ہی کہ خامہ تیز رفتار مقصد اول کی تحریر
مین سرگرم ہو اور مطلب اہم کی تسطیر مین مستعد

مقصد پہلا

زبان اُردو کی تحقیق اور وجوہ استعمال الفاظ فصیح اور ترک کلمات غیر فصیح دانشمندان فہیم پر
مخفی نہین ہی کہ اوایل روزگار مین دلی کے رہنے والونکی زبان صرف ہندی تھی جسکو بھاکھا
کہتے ہین اور جو کہ قدیم سے یہ ممالک راجہ ہاے ذوی الاقتدار کی حکومت سے حکام مالک بیگانہ
کی تعدی سے محفوظ تھے اور اطراف وجوانب کے آدمیون کی سکونت اس دیار مین اس کثرت
سے وقوع مین نہ آئی تھی کہ اونکی زبان کے لغت اس زبان مین مخلوط ہوکر یہانکی بولی کو اپنی
اصل سے متغیر کردیتے اسیواسطے وہ زبان خالص ہندی تھی لیکن جب کہ بادشاہان ذیشان
اور سلاطین تہور شعار نے ترویج ملت اور ترقی دین کیواسطے کمر ہمت کو چست کیا اور نیر
رخشان اسلام سے شبستان ہند منور ہوا اطراف دور دست کے لوگ جو اون سلاطین
بلند ہمت کی رکاب دولت سے انتساب رکھتے تھے اس خطہ کے دارالسلطنت ہوجانے کے
سبب سے یہین سکونت پذیر ہوے اور سلسلہ توالد و تناسل کا اونسے جاری ہوا
اور علایق کی کثرت وقوع مین آئی اور یہ باے ہندی تولمن کا باعث ہوئی باشندگان
قدیم کو اونکے ساتھ اختلاط بہم پہونچا اور ہمزبانی کی کثرت سے عمل مین آئی ناگزیر انکی زبان کے
الفاظ اونکی زبان مین مخلوط ہونے لگے اور جو کہ بادشاہان اسلام مختلف دیار سے وارد ہوے

مثل سلطان محمود غزنوی اور غوری اور لودی اور سلاطین چغتائی ہر ملک کی زبان کے لغت نوبت بنوبت اس زبان مین داخل ہوتے گئے رفتہ رفتہ زبان ہندی اپنی اصل پر نرہی اور السنہ مختلف سے ملکر لباس نو مین جلوہ گر ہوئی جو کہ یہ لوگ اردو سے معلی سلاطین کے متعلقین سے تھے اہل ہند اُن الفاظ مخلوط کو زبان اردو کہتے تھے یعنے یہ الفاظ جو ہماری زبان مین مل گئے ہین سلاطین کے اُردو کی بولی کے ہین لیکن رفتہ رفتہ یہ زبان تازہ کہ مجموع الفاظ ہندی ولغات السنہ مختلفہ سے بہم پہونچی تھی زبان اردو کے اسم سے مسمی ہو گئی پھر کثرت استعمال سے زبان کا لفظ محذوف ہو کر اس زبان کا نام خود اردو ہو گیا اسکا نظیر ہی لغبرا اور پرویز کا لفظ کہ لغبرا نام ہی ایک بادشاہ کا بادشاہان ترکستان سے اوسنے ایک قسم کی آتش اختراع کی تھی اور اوسکو آتش لغبرا کہتے تھے اب آتش کا لفظ محذوف ہو گیا اور وہ آتش لغبرا کے نام سے مشہور ہو گئی اور پرویز زبان پہلوی مین ماہی کو کہتے ہین جو کہ خسرو شکار ماہی کو دوست رکھتا تھا اول خسرو پرویز کے لقب سے ملقب تھا پھر مرور ازمنہ اور انصراف دہور کے بعد لفظ خسرو محذوف ہو کر اوس بادشاہ کا نام پرویز مشہور ہو گیا جب اُردو کی حقیقت دریافت ہو گئی تو اب سنا چاہیے کہ اس زبان کا حال اوایل مین ایسے طعام سے مشابہ تھا کہ ناواقفان طریق اشیاے مختلفہ سے طیار کرین جو کہ ہر چیز کے اندازہ سے مطلع اور ہر شی کے اختلاف کی کیفیت سے آگاہ نہین ہین تو بے شک وشبہہ اول وہ طعام بے مزہ اور دور از کار ہو گا لیکن جب اوسکے پکانے کا بار بار اتفاق ہوا اور ہر دفعہ اجزا کی کمی بیشی عمل مین آوے تو قوت ممیزہ طعم سابق اور مزہ حال سے ایسا نتیجہ معتدل حاصل کرے کہ اوس سے بہتر متصور نہو اسیطرح یہ زبان بھی روز بروز نرمی اور خراش پیدا کرتی گئی ہر زمانہ مین اوس مشاہدہ دل فریب نے زیور تازہ سے آرائش پائی اور ہر عہد مین خلعت جدید سے زینت بہم پہونچائی چشم تماشا کشادہ ہی اور سازانیاز آمادہ سابقین کا کلام پیش نظر ہی چشم انصاف سے دیکھین کہ سابق ولاحق مین کسقدر تفاوت جلوہ گر ہی روزمرہ اہل سخن کا ولی کے زمانہ مین کیا تھا اور سودا و میر کے عہد مین کیا ہو گا لیکن ادراک کافی اور تمیز وافی نے اوس تقطیع پر قناعت اور اوس انداز پر بس نکی اور ہر لحہ شوق کا

یہ تقاضا تھا ؎

مشاطہ را بگو کہ بر اسباب حسن دوست	چیزے فزون کند کہ تماشا بما رسید

تا رفتہ رفتہ گوش فصاحت کا لمنطنہ گوش ملایک تک پہونچا اور ہنگامہ بلاغت کا غلغلہ

سقف فلک تک بلند ہوا اُس آئینہ نے اور ہی جلا پائی اور اوس گوہر نے اور ہی صفا فصحاے بالغ رس ہر طرف بساط ہستی پر خرامان ہوے اور شعراے روشن نفس ہر جانب عرصۂ وجود مین گرم جولان ان سخن سنجان معنی شناس کی بلند نامی نے نام آوران عہد سابق کے آوازہ کو پست کر دیا اور ان بلبل نوایان خوش نوا کے زمزمہ نے ہاریک بینان انصاف دوست کو مست نا نکے نغمہ کے مقابل نواے عندلیب کو رواج اور نہ انکے سبع کے روبہ وقمری کی حرف زنی کی احتیاج ہر چند منعم منت کا خوان افاضہ فراخ ہی اور اوس مائدہ عام پر ہر گرسنہ چشم کا دست ہوس دراز لیکن رسم قدیم ہی کہ خواص دعام مین تفاوت مراتب جلوہ نما ہوتا ہی اور دور و نزدیک مین فرق پردہ کشا خوان سالار نعماے محیض کی تربیت نازک طبعان حضرت شاہجہان آباد کی طرف اور ہی التفات سے معطوف ہی اور توجہ خاص انکی شان مین اور ہی طرح سے مصروف ہی

اطفال مجسطی آفرینند	او باش شفا در آستینند

اگر اس بزم دلکشا کے نغمہ طرازان عندلیب گفتار مین سے دو چار خوش نوایون کے معجز طرازی کی کیفیت کا زمزمہ نوازش مین آوے قانون مقام شناسی سے خارج نہین ہی نمک چش مائدہ معانی و بیان حافظ عبد الرحمن خان احسان نے خوان سخن کو ایسا آراستہ کیا کہ نہ سبزان ہند کے حسن مین وہ ملاحت ہی اور نہ خوبان خلخ و لوشاد کی ادا و انداز مین وہ حلاوت صاحب گفتار دلپذیر شاہ نصیر نے تشبیہ و استعارہ کو اسطرح سے رتبہ اعجاز کا بخشا کہ لب کی تشبیہ نے برگ گل کو گویا کر دیا اور قامت کے استعارہ نے سرو کو خرامان فخر الشعرا امیر نظام الدین ممنون کی لطافت سخن اور صفائی کلام کے وصف سے نقش مسطر سلک گوہر ہو جاتا ہی اور صفحہ کاغذ آئینہ گیتی نما خاقانی ہند شیخ ابراہیم ذوق کی غزل طرازی سے حسن خوبان کی شان بلند اور اوس سخن سنج کی قصیدہ گوئی سے ممدوح کا پایہ ارجمند معنی نواز سخن طراز مرزا اسد اللہ خان غالب کا کلام ہی یا اعجاز مسیحا اور اوس سحر بیان معجز تبیان کا قلم ہی یا عصاے موسیٰ یکہ تاز کشور فصاحت محمد مومن خان مومن نے سخن کو ایسی نزاکت دی کہ ہر بینان اوسکے سامنے خار ہی اور معنی کو وہ فروغ بخشا کہ آفتاب اوسکے روبرو بے نور و ضیا ہی بلند پایہ بارگاہ عزت و شان نواب مستطاب محمد مصطفےٰ خان شیفتہ ہی کی مرتبہ افزائی کا طفیل ہی کہ سخن کا سر آسمان سے ٹکر کھاتا ہی اور پاے فکر عرش سے فرو نہین آتا کشور خداے فضل و ہنر نواب معلی القاب محمد ضیاء الدین خان نیر نے طرز سخن کو آسمان بنا دیا اور سواد حرف کو خورشید درخشان ان کامل عیاران بالغ خرد کے مدایح کمال پر جب نظر پڑتی ہی خلوت ضمیر سے ندا آتی ہی اور عرش خیال سے

وحی کہ ہر ابتدا کے واسطے نہایت ہی اور ہر آغاز کے واسطے انجام کمال ان دقیقہ سنجان والا تربت کے
تخیل سے نہایت کو پہونچ گیا اور سخن ان باریک بینیان بلند مرتبت کی توجہ سے اپنی غایت کو کمال کی
رفعت شان انھین کی منزل طبیعت مین متوقف ہی اور سخن کی بلندی مرتبت انھین کی خلوت
ضمیر مین معتکف پیہات پیہات زبان کیا بے صرفہ سرا ہی اور یہ حرف کسقدر پوچ و پا در ہوا مبدا
فیاض پر بخل کی تہمت باندھنی کسکی تجویز ہی اور ایسے ابر کرم کو نزاوش سے خالی جاننا کیا عقل و تمیز
نہ ہنوز محیط کرم جوش مین ہی اور دریاے عطا خروش مین چشم خرد کو باز کر اور ہوش و تمیز کو جلوہ
طراز کہ رافع رایات بلند خیالی آبیار گلشن رنگین مقالی بلبل چمن زار سخن طرازی طوطی شکرستان
ہنر پروازی زیب و سادہ معنی آرائی فرزند ارجمند حضرت صہبائی صاحب طبع سلیم مولوی عبد الکریم
سوز تخلص سلمہ اللہ تعالے کا سخن سپہر برین کے اوج پر جلوہ فرما ہی اور سطح عرش پر بساط آرا بلندی
معنی اوس سخن طراز بے عدیل کی تسلم فکر کے تشکر سے سبکدوش اور زبان سخن اوس معنی نواز کی نعمت
تربیت کے سپاس سے خاموش نہین ہو سکتی فصاحت کو اوسکی طبیعت رسا کی مدد سے بلاغت پر ناز
ہی اور بلاغت کو اوسکی فکر تیز پا کی رہبری سے حد کمال سے آگے قدم بڑھانے کا اندازہ ہی باوجودیکہ
اس نادرہ فن کے سخن کا مرتبہ کسقدر بلند ہی لیکن ہمت بلند ہنوز اوس پایہ والا کے حصول اور اوس
منزل عالی کے وصول پر قانع نہو کر ہر ساعت ارتقاے مدارج کی داعی اور اعتلاے مراتب مین ساعی
ہی بیجا ہی ع ہمت بسیج مرتبہ راضی نمے شود ذوالمنن دعاے آفرین اس آبیار گلشن کمال کے نخل
استعداد کو اشجار خلد سے زیادہ بار ور کرے اور اس چمن طراز حدیقہ افضال کے نہال فاضہ کو
طوبے سے زیادہ سایہ گستر کہ گلزار مین دہلی اس خرد زمان مین اوسکی جویبار طبیعت سے گلشن ہی
اور اس شبستان کا چراغ اوسی کے شعلہ فکر سے روشن جب ایسے کملاے اصمعی زبان اور فصحاے
سحبان بیان لباط وجود پر جلوہ گر ہون تو فضاے جہان آباد کو عراق و خراسان پر کسطرح ناز نہ ہو حق
یہ ہی کہ فصاحت اس خطہ لطافت بنیاد مین آسمان سے برستی ہی اور زمین سے اوگتی ہی ایوان یہانکے
ابیات بلند ہین اور خشت و سنگ الفاظ متین طاق اور محراب دوایر خوش ترکیب ہین اور نقش و نگار
مضامین رنگین اس گلشن جنت آئین مین درخت فصاحت کی یہ تازگی اور ریاض بلاغت کی یہ
سیرابی مقام تعجب اور محل شگفت نہین کہ یہ نہال انھین باغبانان گلزار سخن کا دست نشان ہی
اور یہ ریحان انھین نخلبندان گلشن کمال کی سعی سے شگفتہ و ریان ارباب دانش پر مخفی نہین ہی کہ زبان
اردو کا رواج فصاحت پیشگان پایہ تخت شاہی سے آغاز ہوا تھا اور انھین نونہالان چمن زار

کمال کا جمد اس حدیقہ سیراب کا چمن طراز ہمیشہ اس گلزمین مین تصرف مالکانہ کو کام کرتے رہے
اور اس ایوان رفیع کی مرمت و آرایش مین اہتمام بر رفتہ رفتہ اوسکے حسن و بہانے کمال پایا اور اوسکی
زیب و زینت نے ایک جمال بہم پہونچایا روز بروز ترقی جلوہ گر رہی اور ہر بار اوس دولت روز افزون
مین زیادتی مشہود ہو کر گرسنہ چشمان دور دست زلہ ربائے محض اور گدائے صرف تھے اور مواید حضور
سلطانی کے نمک خوش اوس دست بخت کے مالک وہ فقط ریزہ چند پر متصرف اور یہ ہر طرح کے
تصرف کی راہ مین سالک آخر کار اونکی سعی نے یہ رنگ دکھایا اور اونکا نہال جہد یہ ثمر لایا اندیشہ
اس تجسس مین تھا اور فکر اس تلاش مین کہ بہارستان کمال مین ایسا بھی کوئی گلشن آرا ہے کہ
نخلبندان گل زمین جہان آباد گلچینی ہنر مین اوسکے محتاج ہون اور گلدستہ بندی فصاحت مین
اوسکے پیرو قائد بخت رہبر ہوا اور اوس مرجع گل کا آستانہ میسر فارسی کو اوس استانہ کا ملازمہ پایا
اور اردو کو اوس دروازہ کا چاکر فارسی کو دہین سے افتخار ہے اور اردو کو دہین سے اعتبار یعنی
جامع علوم رہبر فہوم بانی بناے کمال موجد مراسم فضل و افضال مفتی چار ملت مسند الیہ شش جہت
شگفتگی بخش خاطر ہاے افسردہ مولوی محمد صدر الدین خان آزردہ خامۂ سحت منفعل ہے کہ ان دو صفت
کو تعداد اوصاف کی سلک مین اسطرح سے منسلک کیا کہ گویا اوس جامع کمالات کے فضائل انگیز
دو چیز مین منحصر ہین اور حال یہ ہے کہ ہر کمال کا مرجع اوسکی ذات حمیدہ صفات ہے اور ہر فضیلت
کا منبع اوسی کی طبیعت والا درجات لیکن محل کا تقاضا اور مقام کا اقتضا کشان کشان جادۂ گستاخی
مین عنان انگلن ہوا اور سواد ادب کی راہ مین گام زن حق یہ ہے کہ اوسی کے ابر عنایت طبیعت کی نمناکی
سے دلی کی خاک چمنستان شیراز سے رنگین تر ہے اور اوسی منبع لطف کی نمی سے اس خطہ کا آب
اصفہان کے زندہ رود سے شیرین تر شوق سخن سرائی ہنوز چاہتا ہے کہ اس زمزمہ پیرائی سے
لب بند آور اس گفتگو کے مقابل خاموشی کو پسند کرے لیکن توسنان مکتب کمال کا افادہ ناچار
عنان کش آور ہر نفس مقتضی ہے کہ جب زبان اردو کی اصل یہی خاک پاک مقرر ہوئی اور اسی
گلزمین کے اہل کمال کی پیروی جادۂ مقصود مین راہبر تو اب لازم ہے کہ اون الفاظ کی تفصیل
مرقوم ہو کہ فصحا کی دار الضرب تمیز مین سکۂ امتیاز سے نامی ہین اور بلغا کی بارگاہ قبول مین خلعت
اعتبار سے گرامی تا کہ مقتبع کو رشد و تمیز حاصل ہو جاوے اور ہر ناقص فطرت اوس سرمایۂ
امتیاز کے حصول سے کامل لیکن اول معلوم کیا چاہیے کہ فصاحت لغت مین کشادہ سخن اور درست
مخارج ہونے کو کہتے ہین جیسے صراح مین مرقوم ہے اور سخن عام ہے خواہ کلمہ ہو خواہ کلام جو کہ

کشادہ سخن اور درست مخارج ہونا وصف صاحب سخن اور صاحب مخارج کا ہی شخص کو فصاحت کے
ساتھ متصف کرتے ہین اور کہتے ہین شاعر فصیح شاعر کی فصاحت عبارت ہی ایسے ملکہ سے
کہ اوسکے سبب سے الفاظ فصیح کے ساتھ مقصود کے بیان کرنے پر قادر ہوجاے اور جو کہ کشادگی
اور درستی سخن کا وصف ہی کلمہ و کلام کو بھی فصیح کہتے ہین مثلاً کلمہ فصیح اور کلام فصیح اور قصیدہ
فصیح فصاحت کلمہ یہ ہی کہ اوسکے حرفون کا تلفظ زبان پر گران نہ ہو یا وہ کلمہ ایسا نہو کہ وحشی اور
غیر مانوس ہونے کے سبب سے خواہ قیاس اور قوانین متعارفہ کی مخالفت سے معنی مقصود پر
دلالت ظاہر نہ رکھتا ہو امر اول عبارت ہی درستی مخارج سے اور امر ثانی کنایہ ہی کشادگی سخن سے
کسواسطے کہ جو لفظ غیر مانوس اور قیاس و قوانین متعارفہ کے مخالف نہوگا فہم معنی مین صعوبت
واقع نہوگی اور کشادگی سخن اسیکا نام ہی اور فصاحت کلام یہ ہی کہ وہ قواعد نحوی سے معرا یا ایسے
امر پر مشتمل کہ اوس سے فہم معنی دشوار ہوجاوے یا ایسے کلمات سے مرکب نہو کہ اونکے اجتماع سے
تلفظ مین گرانی بہم پہونچے گو کہ ہر کلمہ بجاے خود فصاحت رکھتا ہو اور ان امور ثلثہ سے خالی
ہونے کے باوجود اوس سخن کے الفاظ بھی بجاے خود فصیح ہون جب یہ دریافت ہوگا تو اب
سننا چاہیے کہ فصاحت کلمہ مین اون امور ثلثہ کو تنافر حروف اور غرابت اور مخالفت قیاس لغوی
کہتے ہین اور فصاحت کلام مین ان تین چیزون کو ضعف تالیف اور تعقید اور تنافر کلمات کے
ساتھ متصف کرتے ہین تنافر حروف کی مثال عربی مین مشتشرات اور فارسی مین ششدر اور ہندی
مین ٹٹی کسواسطے کہ دو شین اور دو تاے مثقلہ کا اجتماع تلفظ مین گرانی پیدا کرتا ہی اور غرابت
کی مثال عربی مین سیف مسرج یعنی تلوار کہ روشنی اور فروغ مین چراغ کے مانند ہو یا وہ تلوار جو
سریج کے ساتھ نسبت رکھتی ہو اور سریج سین مہملہ مضموم اور راے مہملہ مفتوح اور
یاے تحتانی ساکن اور جیم تازی سے نام ہی ایک آہنگر کا کہ سیف اوسکے ساتھ منسوب
ہوتی ہی اور فارسی مین مدینہ اور مکہ اور عمر اور ابا بکر کی زیارت کرنی اور کسی کام مین درنگ کرنی اور ہندی مین جیسے
سودا نے ایک قصیدہ مین پھڑکنت اور چٹکنت اور ڈپٹنت اور کھسکنت پھرکنے اور چٹکنے اور
ڈپٹنے اور کھسلنے سے اشتقاق کیا ہی اور مخالفت قیاس لغوی کی مثال عربی مین اجلل فک
ادغام سے بجاے اجل کے کہ واضع سے ادغام کے ساتھ ثابت ہی اور فارسی اور ہندی مین
اس قسم کے الفاظ نظر سے نہین گذرے مثال ضعف تالیف کی عربی مین اضمار قبل الذکر

لفظاً اور معناً اور حکماً اور فارسی مین رم وحشت کسواسطے کہ معنی وحشت کے رم ہی اور اضافت
کسی چیز کی مثل کی طرف جائز نہین اسی قبیل سے ہی استعمال ایسے الفاظ کا کہ اہل زبان کا روزمرہ
اوس استعمال پر مساعدت نکرتا ہو جیسے مرزا بیدل کے کلام مین خرام کاشتن اور امیر خسرو
دہلوی کے شعر مین از گرہ اوچہ میرود کیونکہ کاشتن کا اطلاق خرام پر مسموع نہین ہی اور
اہل زبان کا محاورہ از کمیسہ اوچہ میرود ہی نہ از گرہ اوچہ میرود اور ہندی مین سحر ہوجانے
بجائے تڑکا ہوجانے کے اور ہاتھ پاؤن پھولنے کی جگہ دست و پا پھولنا اور محاورہ فارسی کا
بعینہ ترجمہ کرنا مثلاً حقہ پینے کے معنی مین حقہ کھینچنا اور ستار بجانے کے محل مین ستار مارنا تعقید دو قسم ہی
ایک یہ کہ لفظون مین تقدیم یا تاخیر یا حذف اسطرح سے واقع ہو کہ معنی مراد کا سمجھنا صعب اور دشوار
ہوجاوے اسکو تعقید لفظی کہتے ہین جیسے تیغ سے زخمی ہوگیا کی جگہ زخمی ہو تیغ سے گیا دوسرے
یہ کہ الفاظ کے معنی لغوی سے مقصود کی طرف ذہن منتقل نہو اور یہ بات اکثر لوازم کے بعد
اور قراین دالہ کے خفا کے سبب سے ہوتی ہی جیسے کسی شخص نے یہ مضمون شعر فارسی مین موزون
کیا ہی کہ ؎ اگر زنبور عسل تیرے چمن حسن مین آ بیٹھے ۔ تو کچھ عجب نہین کہ گل شمع سے گلاب
کھینچین ۔ اور کسی نے یہ مضمون باندھا ہی کہ حسبوقت کہ باد صبا نے خاکستر پروانہ کو چمن مین بلبل
نالان کے روبرو ڈالدیا تو مگس خندہ زن ہوئی اور ابر خجالت سے تر گل شمع سے گلاب حاصل ہونے کا
یہ سبب ہی کہ حسن رخ مین ہی اور رخ کو گل باندھتے ہین پس جب حسن سے زنبور منتفع ہوئی اوسمین
مادہ گلاب کا حاصل ہوجائیگا اور اوس سے شہد پیدا ہوگا اور اوس شہد کے موم سے شمع بنے گی
پس گلاب کا مادہ زنبور سے شمع تک منتقل ہوتا چلا آویگا اور خندہ مگس اور خجالت ابر کا یہ سبب ہی
کہ مگس سے شہد حاصل ہوا تھا اور اوس شہد کے موم سے شمع بنی اور پروانہ اوسکے عشق مین جلکر
خاکستر ہوگیا اور ابر کے برسنے سے گل پیدا ہوا اور اوسپر بلبل عاشق تھی جو کہ پروانہ کا جلکر خاکستر
ہونا کمال عشق پر دال ہی اور بلبل کا عشق مین زندہ رہنا خامی پر پس مگس اپنے متعلق کے
عاشق کے کمال سے مسرور ہوئی اور ابر اپنے متعلق کے عاشق کی خامی سے شرمندہ جنتک یہ
مناسبات بیان نہ کیے جاوین ان دونون مضمونون کا سمجھ مین آنا دشوار ہی اور تنافر کلمات کی مثال ہی
قرب قیہ یہ دونون لفظ ہرچند علیحدہ علیحدہ فصیح تھے لیکن انکا اجتماع گرانی کا سبب ہوگیا جب
فصاحت کی ماہیت اور اوسکے اقسام پر آگاہی حاصل ہوگئی تو اب معلوم کیا چاہیے کہ
زبان کے ساتھ فصاحت بھی ہر زمانہ مین جدا اعتبار پیدا کرتی جاتی ہی بعضے الفاظ اوائل مین

زبان خواص پر جاری تھے اور اونکا استعمال بالاتفاق سخن سنجان باغ خرد کے نزدیک مقبول اور پسندیدہ تھا متاخرین نے یا اونمین فی الجملہ تصرف یا قطعاً ترک کیا اب اگر وہ ہی الفاظ ہماری زبان پر آوین تو جو لوگ ادراک و تمیز مین پایہ بلند رکھتے ہین اونکو گران اور موجب تنفر طبیعت سمجھتے ہین اور یہ گرانی خواہ باعتبار واقع کے ہو خواہ اس سبب سے کہ ہمکو اون الفاظ سے انس باقی نہین رہا اور ظاہر امر شانی ہو کسواسطے کہ ہم دیکھتے ہین کہ اردو مین بعضے الفاظ ہندی ایسے مستعمل ہین کہ حالت انفراد مین مکروہ اور ترکیب مین مقبول ہین مثلاً اگر بھلا اچھے کی جگہ اور چنگا تندرست اور مانس آدمی کی جگہ علیحدہ استعمال کرین اور یون کہین کہ وہ چیز بھلی یا وہ مکان بھلا ہو اور وہ شخص چنگا ہو یا ایک مانس آیا تھا تو کسقدر مکروہ اور ناگوار معلوم ہوگا اور بھلا آدمی اور بھلا چنگا اور بھلا مانس فصیح اور مستعمل ہو اور بعضے الفاظ فارسی مفرد مکروہ اور جمع مرغوب ہین مثلاً یون نہین کہتے کہ صد آدمی اور لکھ آدمی آتے تھے بلکہ صدہا آدمی اور لکھا آدمی آئے تھے یہ صرف اسی سبب سے ہو کہ اوسطرح مانوس نہین اور اسطرح مانوس ہین اسیواسطے کہتے ہین کہ الفاظ مانوس الاستعمال چاہییں اس صورت مین اہل زبان کو یہ چاہیے کہ بناے سخن اون الفاظ پر رکھین کہ عہد حال مین مستعمل ہون اگرچہ قدما نے اور طرح سے استعمال کیا ہو انکو صرف اپنی جماعت کے روزمرہ کی طرف رجوع کرنا صحت محاورہ کے واسطے کافی ہو اور مقلد اور متتبع کو اہل زبان کے محاورہ کی تلاش ضرور ہو تاکہ نقد سخن بوتہ امتحان مین کامل عیار اور میزان قبول مین صاحب اعتبار ہوجاوے اور یہ معلوم رہے کہ متتبع اور مقلد سے فقط اور ملک کا آدمی مراد نہین ہو بلکہ جب اہل شاہجہان آباد کی زبان اصل و منشا قرار دی گئی ہو تو ہند کے اطراف کے لوگ اگرچہ اکبرآباد و بنارس جیسے کہ کانپور اور لکھنو کے رہنے والے ہون سب دائرہ تقلید اور احاطہ تتبع سے خارج نہین ہو سکتے پس باشندہ شاہجہان آباد کو استعمال الفاظ اور اختیار روزمرہ مین صرف اپنے محاورہ پر اعتماد چاہیے نہ اطراف کی زبان اور نہ قدما کے استعمال پر اور متتبع کو چاہیے کہ نہ اپنی زبان کا پیرو ہو اور نہ قدما کا بلکہ اس خاک پاک کے روزمرہ کو عیار سخن اور میزان سنجہ قرار دیکر اس زبان کی جادہ تقلید سے انحراف اختیار نکرے جو متتبعان زبان فارسی کی عادت اسطرح کی دیکھی جاتی ہو کہ محاورہ و استعمال الفاظ مین کلام قدما کی سند کو کافی جانتے تو جو لوگ مسالک نفس الامر سے ناواقف ہین بعضے مقام مین پہلے شعرا کے اتباع سے روزمرہ کے خلاف گام زن ہوتے ہین چنانچہ بعضون نے شعر سودا کے دست آویز سے غلش کو مذکر استعمال کیا ہو اکا شعر یہ ہو

زبان ہر شکر مین قاصر شکستہ بالی کی	کہ جس نے دل سے مٹایا خلش رہائی کا

اور یہ نہین جانتے کہ ہندی نژادان فارسی خوان کو تحقیق محاورہ حال سے دو امر مانع ہین ایک یہ کہ بسبب بُعد مسافت کے اوس دیار دور دست مین پہونچکر اہل زبان سے بلاواسطہ تحقیق نہین کر سکتے اور دوسرا یہ کہ زبان دانان عہد حال کا کلام اون امکنۂ بعیدہ سے یہانتک پہونچ نہین سکتا اقتضاے مقام چاہتا تھا کہ کلمات فصیح اور غیر فصیح بہ تفصیل لکھے جاوین تاکہ مقلدین سراپا انصاف مستفید اور متتبعین بے اعتساف مستفیض ہون لیکن ملتاب سخن مانع ہوا ناچار اسیقدر افادہ پر اختصار کیا اور چاہا کہ مقصد ثانی کی راہ مین گامزن ہو لیکن بعضے احباب متقاضی ہوے کہ اگر اس فائدۂ جلیلہ سے مستفیضان شوق سرشت محروم رہے بارے وہ ہی الفاظ اس جگہ لکھے جاوین کہ اپنی اصل سے جدا ہوکر زبان اردو مین مستعمل اور کچھ کچھ عوام اور بعض خواص کی زبان پر جاری ہین تاکہ مالا یُدرک کلہ لا یُترک کلہ کا مضمون متحقق اور شوق استفادہ فی الجملہ حصول مرام کا سپاس دار ہونا ناگزیر ہر چند اس قسم کے لفظ غیر متناہی اور حصر و شمار سے افزون ہین لیکن مختصراً چند لفظ مرقوم ہوے جاتے ہین کہ نشتے نمونہ از خروارے مشہور اور زبان خاص و عام پر مذکور ہی اول وہ لفظ جو مستعمل ہی اور اوسکے بعد اوسکی اصل مرقوم ہوتی ہی آ با الف مفتوح اور باے مشدد مع الالف سے پدر اب لفظ عربی ہی اترا نا اطراء ہمزہ مکسور اور طاے مہملہ ساکن اور راء مہملہ مع الف سے ستایش مین مبالغہ کرنے کو کہتے ہین اجوا بن دوا سے مشہور جوانی جیم مکسور سے اخ تھوہا سے مخلوط سے آخ و تف یا اخ و تھو ضم ہاے ہوز سے آردوہ آردابہ یعنی آرد پانی مین خمیر کیا ہوا کہ گھوڑون کو کھلایا جاوے لیکن اب خصوصیت آرد کی باقی نہین رہی افراتفری افراط تفریط آلی بالی آرے بلے اور بعضے آلے بالے کی جگہ ٹالے بالے بھی کہتے ہین اما یعنے مادرام ہی لفظ عربی ہی باگیر باگیر بجا نہ پارچہ فروش بزاز بجاوہ باے فارسی اور جیم تازی وہ جگہ جسمین خشت پکائی جاوے پشاوہ پوشش یاے تحتانی سے پوش یعنی دور شو کھارکس ہاے مخلوط اور آخر سین مہملہ ارابہ کاران بارکش بھینی بھینی متوسط الحال مثلاً آواز بھینی بھینی یا رنگت بھینی بھینی بین بین چلانا اور بھینی نون مشدد سے آلۂ سنگ تراشی فانہ تار تلا لام مشدد سے تار طلا طاے بافی تار بافی ہی تشنہ بمعنے لمعہ تشنیع ہی تا نا مقابل بانے کے شاید اصل اوسکی تاریانا نون سے ہو کہ تار کا مبدل ہی جیسے اس مصرعہ مین ع تا خلعت وجود ترا پود و تان کند کی اور

شاید کہ لفظ جداگانہ ہندی ہمیٹی سے فارسی اور سین مہملہ مع الیا سے مجاہدہ غالباً تپاس سے بنا لیا ہو
کہ تپاس فارسی مین گرمی کی ہلاکت سے بجوز ہونے کو کہتے ہین اور جو کہ یہ لفظ زبان بھاکا مین مستعمل
ہو غالب کہ توافق لسانین کی قبیل سے ہو تھوک شاید لفظ تھو کے ساتھ کاف لاحق ہو گیا ہو اور ہا
ہوز کو مخلوط استعمال کر لیا ہو توتیہ تمہید توطیہ توبہ تنسوا توبۃ النصوحا تاشہ ساز معروف طاس تلچی
چیلا بچی یاے تحتانی درمیان جیم فارسی اور لام کے اور باے فارسی درمیان الف اور جیم فاجر
و دوم کے اور یہ لفظ ترکی ہو جازم جاجم دو جیم سے جھجکھک یکبک جق جق و بق بق مولوی روم
فرماتے ہین ؎ اہل دنیا کافران مطلق اند ۔ روز و شب در جق جق و در بق بق اند ۔ جھکنڈن
عجب نہین کہ جان کندن سے بنایا گیا ہو جھاڑ و جارو ب مین تصرف ہوا ہو یا جارو مین کہ اوسکا
مخفف ہو خیر سلا لام مشدد سے خیر و صلاح ہو سخت پا رجہ چار گوشہ کہ ۔ ۔ ۔ ما مہ کی بغل کے نیچے یا
تبان مین لگاتے ہین خشتک دم ورود دم و دودائی دایہ راج معمار راز رجالہ زنانہ زری کوٹ
زری کہنہ زلف زرفین زرغل جرغل کہ لفظ عربی ہو سڑک راے مثلثہ ہندی سے اراہ بزرگ شرک
شین معجمہ سے لفظ عربی سور فاختہ تال معروف اصول فاختہ سنبل خار اور سنبل کھار سم الفار شیر
بشیم شرو اشور باشولہ طعام معروف شلہ شتاتا ے مشدد سے زن بچیا شفاح صدقہ سلہ سین مہملہ
اور لام مشدد سے صدقہ و صلہ صلاح صلا اطعنہ منہ بطعنہ منہ تا ے مصدری سے بمعنے خواری
کے طعن تشنہ طعن و تشنیع طعن طرز طعن و طنز غرغش غرنبش قلاخ مفلس قلاش قبور قربوس
یعنے کوہ زین کھودہا ے مخلوط سے سود کے وزن پر خرید کھیسہ کیسہ کلاخ کاف مضموم اور نون
غنہ درمیان لام اور جیم فارسی کے جست قلاج کھوسہ ہا ے مخلوط سے بی ریش کوسہ بگھم میم مضموم
اور کاف فارسی مشدد اور ہا ے مخلوط سے مبہم ممریز مہمیز میدرزن پدر جسکو سوتیلی ما کہتے ہین مادر
کمنا ہا ے مخلوط سے مقنع نوبات رسم معروف بنات نوج نون مفتوح اور واو ساکن اور جیم تازی
سے غالباً نعوذ سے بنایا ہو کہ صیغہ متکلم مع الغیر ہو نوق احمق ہنق حقیقت مین ابن ہنق ہی ہمارا مقصود
تا ون دستہ ان الفاظ کی تحریر سے فارغ ہو کر دوسرے مقصد کی طرف ملتفت ہوتا ہون کہ شاید اس
مقصود کی شکایت سے نجات اور طالبان اختصار دوست کے طعنہ سے رہائی حاصل ہو

مقصد دوسرا

مدشعر اور موجد اشعار اور عروض و قافیہ کے بعض فوائد کا ذکر دانشمندان خبیر پر واضح ہو کہ
اس رسالہ یہ مقصد چار مطلب پر اشتمال رکھتا ہو ان مطالب کو چار فصل مین مسطور کرتا ہون اور ہر فصل

کو مطلب کے نام سے مذکور پہلا مطلب حد شعر جاننا چاہیے کہ شعر لغت مین جاننے کو کہتے ہین یعنے دانستن اور اصطلاح مین کلام موزون مقفی کو جو کہ شعر کی تعریف کے تین جز ہین کلام اور موزون اور مقفی کلام اور وزن اور قافیہ کے معنی کا بیان واجب ہوا تا کہ تعریف کما ینبغی دلنشین اور خاطر سامع مین جاگزین ہو جاوے اسواسطے لکھا جاتا ہے کہ کلام علم نحو کی اصطلاح مین اون دو کلمہ یا زیادہ کا نام ہے کہ اسناد رکھتے ہون یعنی ایسی نسبت کہ مخاطب کو بعد سکوت قائل کے فائدہ تامہ حاصل ہو جاوے اور اسکو مرکب مفید بھی کہتے ہین جیسے زید قایم ہے لیکن تعریف مذکور مین یہ معنی مراد نہین بلکہ کلام سے مطلقاً الفاظ بامعنی مراد ہین اسناد پر مشتمل ہون یا نہون اسیواسطے بعضے اس تعریف مین بجاے کلام کے الفاظ بامعنی ایراد کرتے ہین تا مرکب غیر مفید بھی بشرط وزن و قافیہ شعر کی تعریف مین داخل رہے جیسے یہ شعر ؎

وہ شوخ ستم کیش کہ اغواے عدو سے	عاشق کے دم مرگ بھی بالین پہ نہ آیا

اور یہ تاویل اسواسطے ہے کہ اگر معنی اصطلاحی مراد ہو تو چاہیے کہ یہ مرکب تمہ عبارت کے ساتھ ایک شعر ہو اور حال یہ ہے کہ وہ دو شعر ہونگے نہ ایک شعر اسواسطے کہ عرف مین ہر واحد کو شعر کہتے ہین اگرچہ احتمال ہے کہ ان دو عبارت موزون سے ایک کو باعتبار مجاز کے شعر کہتے ہون نہ باعتبار حقیقت کے لیکن مذہب جمہور اول ہے نہ ثانی اور لفظ عام ہے کسی زبان سے ہو اگرچہ وہ صاحب زبان اور کلام موزون کو اور نام سے اشتہار دے مثلاً دوہرہ اور کبت کہ اس اصطلاح کے موافق اطلاق شعر کا ان پر نہین ہے جیسے کلام یعنی مرکب مفید کا اطلاق عبارت سنسکرت پر بھی درست ہے گو کہ زبان ہندی مین اسکو اشلوک کہین اور وزن سے اسمقام مین وہ ہیئت مراد ہے کہ حرفون کی حرکات اور سکنات اور اون حرکات اور سکنات کے عدد و مقدار کی تناسب سے اسطرح پر حاصل ہو کہ نفس کو ادراک سے ایک لذت خاص بہم پہونچے اور جیسے الفاظ عام تھے وزن بھی عام ہے یعنے شعر خواہ وہ اوزان رکھتا ہو کہ عرب نے اون مین شعر کہے ہین خواہ اور کوئی وزن اگر یہ بات نہوتی تو لازم آتا کہ وہ اشعار کہ بحور مخصوصہ اہل فارس مین موزون ہون شعر نہون اور یہ خلاف مشہور ہے یہ قول بھی اسی پر دال ہے کہ دوہرہ اور کبت پر اطلاق شعر صحیح ہے جیسے معلوم ہوا کہ ابو اسحاق زجاج کا قول یعنی جو اوزان عرب پر نہو شعر نہین ہے قبول کی صلاحیت نہین رکھتا اور محققین کے نزدیک وزن مین قصد اور تعمد معتبر ہے اور تعمد سے مراد یہ ہے کہ وزن بالذات مقصود ہو اور بلاغت کلام بالعرض نہ یہ کہ بلاغت کلام بالذات مقصود ہو اور وزن بالعرض

جیسے بعضی آیات کلام الٰہی اور احادیث حضرت نبوی ہیں کہ اونمین مقصود بالذات یہ ہی کہ ادا
معنی کلام بلیغ سے وقوع لمین آوے اور احداث وزن اونمین بالعرض ہی یا متوسطین کی طرح سے
بحسب عادت کلام کرین اور اتفاقاً وہ کلام موزون واقع ہوجاوے جیسے کہ ہم الکن نج بانان دلستان
بیان اور پاشکستگان زوایا سے اسکان کا کلام کہ گاہ گاہ حلیہ وزن سے محلی ہوجاتا ہی اور ہمکو
اوسکے وزن سے تکلم کے وقت قطعاً آگاہی نہین ہوتی اس معنی پر سکاکی علیہ الرحمۃ نے عروض مفتاح
مین تصریح کی ہی پس یہ دونون قسم حد شعر سے خارج ہین اور قافیہ وہ چند حرف ہین کہ فقط اشعار
کے اخیر مین جیسے قدما کا مذہب ہی یا مصراع اور اشعار مین سے کسی کے اخیر مین جیسے متاخرین کا
اعتقاد ہی بے استقلال اور واجب التکرار سے ہون یعنی اونکی تکرار سے گزیر ہو مثلاً اشعار یا مصاریع
کے اخیر مین اقرار اور کار واقع ہوئین الف اور رائے مہملہ کی تکرار ناگزیر ہی اگرچہ اقرار کے
قاف اور ہمزہ کے مقابل دوسرے لفظ مین کوئی حرف ہو یا نہو اور بے استقلال کی قید سے
اقرار کی رائے اول اور کار کا کاف قافیہ کی تعریف سے خارج ہوگیا کسواسطے کہ اگر حروف مکرر کا استقلال
معتبر ہو تو ردیف تعریف قافیہ مین داخل ہوجاوے کہ وہ بامستقل ہوتی ہی بامستقل کے حکم مین اگر
کوئی کہے کہ ردیف متحد اللفظ والمعنی ہوتی ہی اور قافیہ مین اختلاف معتبر ہی تو ہم کہتے ہین کہ محققین کے
نزدیک ردیف مین اتحاد معنی ضرور نہین اسواسطے کہ لفظ چنگ مثلاً بعد قافیہ کے بے شک ردیف ہی
اگرچہ دونون جگہ معنی مختلف رکھتا ہو جب یہ بحث معلوم ہوئی تو اب اس تعریف کے قیود کا فائدہ
دریافت کیا چاہیے کہ قید کلام سے ایقاع یعنی مہمل اور عبارت بے معنی اور موزونی کی قید سے
نثر اور قافیہ کی قید سے کلام موزون بے قافیہ شعر کی تعریف سے خارج ہوگئے کسواسطے کہ عبارت
نثر اگرچہ بامعنی اور قافیہ رکھتی ہو لیکن بحسب اصطلاح اوسکو شعر نہین کہتے اور یہی حال ہر قیود باقی کا
حاصل یہ ہی کہ ان قیود سے جو قید مفقود ہوجاوے اوس عبارت پر شعر کا اطلاق صحیح نہوگا اور وزن
مین تعمد و قصد کے اعتبار سے آیات و احادیث اس تعریف سے خارج ہوگئین اور جو کہ ان دونون
کلام منحوظ نظام مین وزن اولاً و بالذات مقصود نہین ہی یا علمنا الشعر وما ینبغی لہ ہی اوسکا
عبارت کا کہ جناب مستطاب اوستادی و مولائی مولوی امام بخش صہبائی سلمہ اللہ تعالے نے رسالہ
دانی مین قلم جواہر رقم سے تحریر فرمائی ہی دوسرا مطلب ذکر موجبہ اشعار بعضے ارباب تواریخ کا
ہین کہ ایجاد شعر کا حضرت آدم علی نبینا وعلیہ السلام سے وقوع مین آیا ہی جبوقت قابیل نے
ہابیل کو قتل کیا حضرت باریت نے اوسکے مرثیہ مین چند شعر فرمائے جو کہ وہ اشعار عربی ہین ہمارے

اردو مین اونکا ایراد مناسب معلوم نہوا اسلئے وہ اشعار کثرت شہرت سے اس مقام کی تحریر سے مستغنی ہین اس قول کے موافق صاحب تبریزی کہتا ہی ؎

ہر کہ اول شعر گفت آدم صفی اللہ بود طبع موزون حجت فرزندے آدم بود

اور تذکرہ دولت شاہی مین مرقوم ہی کہ ابو علی مسکویہ رحمۃ اللہ علیہ نے کتاب داب العرب والعجم مین اس قصہ کو اسطرح سے بیان کیا ہی کہ حسین ابن علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میرا باپ یعنی حضرت علی مرتضی رضی اللہ عنہ کوفے کی مسجد جامع مین تھے اہل شام مین سے ایک شخص نے کمر مے ہوکر کہا کہ ای امیر المومنین پہلے کس نے شعر کہا ہی آپ نے فرمایا آدم علیہ السلام نے اوسنے پوچھا وہ کون سے شعر تھے فرمایا جب حضرت آدم آسمان سے زمین پر نازل ہوے تو زمین کی خاک اور وسعت اور ہوا کو دیکھا اور قابیل نے ہابیل کو قتل کیا پس شعر کہا اور اون اشعار کو اوسکے آگے نقل کیا تاریخ خمیس کے مصنف نے لکھا ہی کہ ابن اثیر نے کتاب کامل التواریخ مین اور زین القصص وغیرہ کے مصنفون نے حضرت آدم کے اشعار نقل کیے ہین لیکن صاحب کشاف نے کہا ہی کہ اسناد اشعار کی اوس حضرت نبوت مرتبت کیطرف کذب محض اور افترائے بحت ہی اور امام فخر الدین رازی نے صاحب کشاف کی تصدیق کی اور معالم التنزیل مین ان اشعار کی نقل کے بعد مذکور ہی کہ میمون ابن مہران نے ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہی کہ جو شخص کہتا ہی کہ حضرت آدم علیہ السلام نے شعر کہا ہی اوسنے اللہ اور اللہ کے رسول پر بہتان باندھا کسواسطے کہ ہمارے حضرت صلعم اور سب انبیا شعر کی نہی مین داخل ہین مگر جب کہ قابیل نے ہابیل کو قتل کیا آدم علیہ السلام نے سریانی مین اوسکا مرثیہ کہا اور شیث نے اپنے بیٹے سے فرمایا کہ اسکو یاد رکھ تاکہ ہماری اولاد مین متوارث ہو اور یہ عبارت نقل ہوتی چلی آئی تھی کہ یعرب ابن قحطان کے پاس پہونچی اور وہ زبان سریانی اور عربی دونون مین کلام کرتا تھا اور عربی مین اول تکلم اوسی نے کیا ہی اور شعر بھی کہتا تھا قاموس مین مرقوم ہی کہ عربی مین پہلے پہل یعرب بن قحطان نے تکلم کیا ہی اوسنے جب مرثیہ کو دیکھا اوسمین تقدیم و تاخیر کرکے دو شعر موزون کیے اور چند بیتین اور زیادہ کردین یہانتک خمیس کی عبارت کا ترجمہ اس عبارت سے اسقدر معلوم ہوتا ہی کہ وہ مرثیہ کہ الفاظ سریانی مین حضرت آدم کی زبان سے جاری ہوا تھا اور یعرب نے اوسکو عربی مین موزون کیا اور یہ معلوم نہوا کہ اشعار کا موجد بھی وہی ہی لیکن سیفی نے اپنی کتاب عروض مین قاسم ابن سلام بغدادی رحمۃ اللہ علیہ سے نقل کیا ہی کہ شعر عربی اول یعرب بن قحطان نے کہا اور شمس فخری اصفہانی کہ استاذہ قدیم اور ثقات

علم عروض سے ہی معیار جمالی مین قاسم بن سلام بغدادی سے صریح تر روایت کرتا ہی کہ بعد طوفان کے
زبان عربی یعرب بن قحطان سے منتشر ہوئی جو کہ اوسکو اجماع اور قوافی کی طرف نہایت التفات تھی
فقرات عربی کہنے مین جو جو مصرع موزون ہوجاتے اپنی تیزی فہم سے اونکو معلوم اور موزون اور
ناموزون مین تمیز کرتا اور بدیہہ دو شعر عربی کہکر ایک مجلس مین کہ اوسکے قبیلہ کے اکابر اور اعیان
جمع تھے پڑھے سب نے کہا کہ ماہذا الترتیل الذی ما انا شعر نا بک قبل یومنا ہذا یعنے کیا ترتیب کلام
ہی کہ ہمنے تجھ سے ایسا سخن آج سے پہلے نہین سُنا اوسنے جواب دیا وانا ایضًا ما شعرت بہ من
نفسے قبل یومی ہذا یعنی مین خود بھی آج سے پہلے اوسپر مطلع نہین ہوا ہو کہ اوسکو بے واسطہ تعلیم و تعلم
کلام منظور پر شعور ہوا اس کلام کا نام شعر اور قائل کا نام شاعر ہوگیا یہانتک ترجمہ معیار جمالی کا
اور جو کہ اکابر قبیلہ اور یعرب کے کلام مین کلام منظوم کے باب مین ما شعرنا اور ما شعرت وارد ہوا
شاید اس مناسبت سے اوسکا نام شعر مشہور ہوگیا ہو بہرکیف اس سے یہ دریافت ہوا کہ اشعار
عربی کا موجد وہی ہی نہ یہ کہ شعر کا وجود اوس سے پہلے مطلق نہ تھا اور تذکرہ مرات الخیال مین قوم
ہی کہ ایک طائفہ کا یہ مذہب ہی کہ یمن مین ایک شخص اشعر ابن سبا نام عربیت مین مہارت تمام
رکھتا تھا اکثر کلام اوسکی زبان سے موزون صادر ہوتے جو کہ اوسکا نام اشعر تھا اوسکے مقولات
کا نام شعر ہوگیا پھر جب اورون نے اوس وضع پر سخن طرازی کی اوسے شاعر کا اطلاق کیا
اوسوقت سے یہ حرف رایج ہوگیا اس سے معلوم ہوا کہ شعر عربی کی ابتدا اشعر سے اور شعر کا نام
اوسکے اسم سے مشتق ہی واللہ اعلم بالصواب شمس فخری نے حضرت آدم کے ساتھ اون اشعار کے
منسوب ہونے کی وجہ معیار جمالی مین یہ بیان کی ہی کہ اونکی زبان سریانی تھی اگر شعر گوئی کی
روایت صحیح ہی تو اونھون نے وہ بیتین زبان سُریانی مین کہی ہونگی اور اہل تواریخ نے عربی مین
ترجمہ کر لیا انتہی ظاہرا یہ وجہ کافی نہین کسواسطے کہ ابن عساکر کی روایت سے اصل زبان آدم
کی عربی ہی جیسے مقدمہ مین مذکور ہوا اور تواریخ مین منقول ہی کہ شعر فارسی کی ابتدا بہرام گور سے
ہی اسکی وجہ یون منقول ہی کہ ایک عورت صاحب جمال دلارام نام کہ نکتہ دان اور بذلہ سنج تھی بہرام کے
پاس شکارگاہ مین حاضر تھی بہرام نے اوسکے سامنے شیر کو گرفتار کیا اور غایت تفاخر سے یہ مصرع
اوسکی زبان پر گذرا ع منم آن پیل دمان و منم آن شیر یلہ جو کہ اکثر یون اتفاق ہوتا تھا
کہ جو کہ بہرام کہتا دلارام بدیہہ اوسکا جواب دیتی اوسوقت بہرام نے کہا کہ تو اسکا جواب بھی دے سکتی ہی
دلارام نے یہ مصرع موزون کیا ع نام بہرام ترا و پدرت بوجبلہ ؎ اشعار فارسی کی اصل یہی

بیت ہی اور رسینی نے لکھا ہی کہ شعر فارسی کی ابتدا ابوحفص حکیم سغدی سے ہی اوسکی بیت اول یہ ہی
ے آہوے دشتی بہت در کوہ چگونہ دود او چون ندارد یار بے یار چگونہ رود او اور شمس
فخری نے "معیار جمالی" مین لکھا ہی کہ اکابر عصر نے بہرام کو شعر کے کہنے سے منع کیا کہ جو بناے شعر کذب
پر ہو بادشاہون کو سزاوار نہین کہ حرف دروغ سے زبان کو آلودہ کرین اور اوسکو اس شغل سے
باز رکھا بعد اوسکے شعر فارسی ابوحفص حکیم سغدی نے کہا لیکن خان آرزو نے مشعر مین بستان
مذاہب سے نقل کیا ہی کہ آبادیون کے زمانہ مین ایک بادشاہ تھا فرہوش نام اوسکے عہد مین
سخن پیوند یعنی شعرا بیقیاس تھے اونمین سے سات شاعر ایسے تھے کہ ہفتہ مین ایک ایک روز
اوسکے سامنے اشعار گذرانتے تھے وہ بادشاہ روز یکشنبہ مین کہ اوسکو خورشید روز کہتے ہین
حمام کرکے ہیکل آفتاب مین گیا اور بعد پرستش کے گھر آیا ایک شاعر شندوس نام ہمراہ تھا جو کہ
بادشاہ یزدانیون کے مذہب کے موافق زندہ باریعنی حیوانات غیر موذی کے قتل کرنے سے
مجتنب تھا اوسکے کھانے کے واسطے خشکہ اور ماش مقشر کی دال حاضر کی اوسنے شندوس
سے پوچھا کہ یہ کھانا کسطرح کا ہی شندوس نے دال کے حق مین کہا کہ شاید کفارۂ گناہ کیواسطے
برہنہ ہوئی ہی بادشاہ نے خوش ہوکر اوسکے دہن کو جواہر سے پر کردیا اوس بادشاہ کی بی بی
شکر نام بھی حاضر تھی شاعر پر عاشق ہوئی اور شب کے وقت کسی حیلہ سے اوسکے گھر گئی اتفاقاً
بادشاہ بھی آگاہ ہوکر متعاقب ہی مین پہونچا شاعر نے اول بہت عذر کیا اور بعد اوسکے کہا کہ عورت
کسی سے خوف نہین کرتی عورت سے ڈرنا چاہیے تو فرہوش سے بادشاہ کو چھوڑکر مجھسے نوکر
کے ساتھ مواصلت کی طلبگار ہی ناچار عورت مایوس ہوکر اپنے گھر چلی آئی صبح کے وقت
شندوس دربار مین حاضر ہوا بادشاہ نے اوس سے کہا کہ اگر سچ نہ کہیگا مارا جاویگا تو نے یہ
کیا کہا تھا کہ عورت کسی سے نہین ڈرتی شندوش نے جواب دیا کہ

زن شاہ بہت در داور گرد ا	گذر کرد و نہ وارد بیم از کس

بادشاہ اس بات سے خوش ہوا اور شکر اوسکو عطا کی داور شاپور کے وزن پر شجاعت ور
گرد اکاف فارسی سے فرد اکے وزن پر دریاے محیط کو کہتے ہین ترجمہ اوس کتاب کا تمام ہوا
اس سے معلوم ہوا کہ بہرام سے پہلے بھی شاعر موجود تھے بلکہ اگر آبادیون کی سلطنت کا زمانہ
جیسے کہ مقدمہ مین مذکور ہوا پایۂ اعتبار مین رکھا جاوے آدم ابوالبشر علیہ الصلوٰۃ والسلام
سے پہلے وجود شعرا کا متحقق ہوتا ہی اعوذ باللہ من ہفوات اللسان واباطیل البیان

سخن گوچو گوہر بر آرد فروغ	چو ناباور افتد نماید دروغ

تیسیر المطالب

عروض مین جاننا چاہیے کہ عروض ایسا علم ہی کہ اوس سے شعر کا صحیح اور سقیم دریافت ہوتا ہی شمس فخری نے معیار جمالی مین لکھا ہی کہ عروض مشتق ہی عارض سے اور عارض وہ شخص ہی کہ لشکر کو بادشاہ پر عرض کرے جو کہ شعر کے نیک و بد کا عرض شاعر پر اس علم سے ہوتا ہی اسکا نام عروض مقرر کیا ہی اور سیفی نے کتاب عروض مین لکھا ہی کہ عروض مکہ معظمہ کا اسم مبارک ہی جو کہ خلیل ابن احمد اسی خاک پاک مین علم عروض کے ساتھ ملہم ہوا تھا تیمنًا اس علم کا نام عروض رکھا ان دونون کتاب مین نام کی وجہ متعدد مذکور ہین لیکن راقم نے اختصار کی رعایت سے انمین دو قول پر قناعت کی مخفی نرہے کہ شعر کلام موزون ہی جیسے کہ دریافت ہوا اور ہر موزون کو میزان سے ناگزیر ہی کہ او سکے وسیلہ سے وزن اشعار کا معین ہوجاوے اسواسطے علم عروض کو شعر کے واسطے میزان مقرر کیا ہی اور ماہیت وزن کی اول دریافت ہوچکی ہی وزن کے دریافت کی کیفیت یہ ہی کہ چند الفاظ معین کیے ہین اونکو ارکان شعر کہتے ہین اور اون الفاظ کو لفظ فعل سے مشتق کیا ہی اسواسطے کہ جو فا اور عین اور لام اوزان صرفی میزان ہی اقتضاے مناسبت سے چاہا کہ اوزان عروضی کی میزان بھی اسی لفظ سے اشتقاق کیجاوے کہ اون حروف کا جامع ہو نا کہ تسمیہ میزان کا اون کلمات پر لفظًا اور معنًا راست آجاوے اور اس اشتقاق کی مناسبت سے اون الفاظ کو افاعیل اور تفاعیل بھی کہتے ہین جب یہ بات معلوم ہوگئی تو اب جاننا چاہیے کہ افاعیل باعتبار صورت کے آٹھ ہین اور باعتبار واقع کے دس لیکن اسکی کیفیت کما ینبغی جب دریافت ہوگی کہ انکے اجزا پر اطلاع حاصل ہو پوشیدہ نرہے کہ ارکان اور افاعیل کی ترکیب مین جزو مین منحصر ہی ایک دو حرفی اور یہ یا اسطرح سے ہی کہ اول متحرک ہو اور دوسرا ساکن جیسے گر اور بر یا دونون متحرک ہون جیسے الف اور را ممالہ مفتوح سے اس دو حرفی جزو کو سبب کہتے ہین اسواسطے کہ سبب لغت مین رسن ہی اور رسن غالبًا دوتا ہوتی ہی قسم اول کو سبب خفیف کہتے ہین کہ ایک متحرک سے آغاز کرکے دوسرے ساکن پر توقف کرنا تلفظ مین سبک ہی اور دوسری قسم کو سبب ثقیل کہ تلفظًا دونون متحرک کا بہ نسبت اول کے گران ہی دوسرا سہ حرفی اور یہ بھی یا اسطرح ہی کہ دو حرف متواتر متحرک اور تیسرا ساکن ہو جیسے بکن یا دو متحرک مین ایک ساکن فاصل ہو جیسے قال فعل ماضی اس جزو کو وتد کہتے ہین اور وتد لغت مین میخ ہی جو کہ میخ بہ نسبت رسن کے زیادہ قوی ہوتی ہی

اور کلمہ سہ حرفی بھی دو حرفی سے قوت مین زیادہ ہی اسواسطے اس نام سے مسمےٰ ہوا اول کو وتد مفروق اور وتد مجموع کہتے ہین کہ دو متحرک باہم اور نزدیک ہین اور دوسرے کو وتد مفروق کہ ایک ساکن نے دو متحرک مین فرق کردیا ہی تیسرا چہار حرفی یا پنج حرفی کہ تین یا چار حرف متواتر متحرک اور چوتھا یا پانچوان ساکن ہو جیسے بکنی یا بدل من لام کے کسرہ سے اوسکو فاصلہ کہتے ہین اور فاصلہ لغت مین ستون ہی یہ معنی کتب عروض سے منقول ہی ورنہ الا کتب لغت سے مستفاد نہین بہرکیف جو کہ ستون میخ سے قوی تر ہی اسواسطے اس جزو کو فاصلہ کہا اور شاید فاصلہ اسواسطے کہتے ہین کہ ستون میخ سے دراز ہوتا ہی اور یہ کلمہ بھی سہ حرفی سے دراز تر ہی اور جو کہ یہ جزو دو قسم ہی چار حرفی کو کہ پنج حرفی سے باعتبار ایک حرف کے کم ہی فاصلہ صغریٰ کہتے ہین اور پنج حرفی کو کہ چہار حرفی سے باعتبار ایک حرف کے زیادہ ہی فاصلہ کبریٰ اور ابراہیم بن عبدالرحمن عروضی اول کو فاصلہ صادمہملہ سے کہتا ہی اور دوسرے کو فاضلہ ضاد منقوطہ سے اسواسطے کہ فضل لغت مین زیادتی ہی اور پنج حرفی باعتبار ایک حرف کے زیادہ ہی اور ابن خباز کہتا ہی کہ بعضے ان دونون قسم کو فاصلہ ضاد معجمہ سے کہتے ہین کہ دونون وتد سے فضل اور زیادتی رکھتے ہین اول باعتبار ایک اور دوسرا باعتبار دو حرف کے لیکن امتیاز کے واسطے چہار حرفی کو صغری اور پنج حرفی کو کبریٰ کے ساتھ مقید کرتا ہی پوشیدہ نرہے کہ بعضے فاصلہ کو جزو علیحدہ شمار نہین کرتے بلکہ کہتے ہین کہ فاصلہ صغریٰ سبب ثقیل اور سبب خفیف سے مرکب ہی اور فاصلہ کبریٰ سبب ثقیل اور وتد مقرون سے پس اجزاے ارکان واقع ہین دو ہین لیکن ماہران فن اور واقفان سخن پر واضح ہی کہ یہ تسمیہ اصطلاحی ہی اور اس سے یہ لازم نہین آتا کہ فاصلہ اون اجزا سے واقع ہین مستفاد نہین ہی اہل فن نے بطریق توسع کے یہ اصطلاح مقرر کی ہی کہ سبب ثقیل کے بعد جب سبب خفیف یا وتد مجموع واقع ہو تو اوسکو فاصلہ کہین جیسے متفاعلن وافرین اور اگر کوئی سبب وتد مفروق کے ساتھ مرکب ہو تو اون اجزا کو اونھین کے نام سے مذکور کرین مثلاً فعلات ضم تا سے اور فاع لاتن اور مستفع لن منفصل جب یہ معلوم ہوچکا تو اب سننا چاہیے کہ ان اجزا کی تخصیص کی وجہ اسامی مذکورہ سے کیا ہی کسواسطے کہ ایک سے دوسرے کا قوی تر ہونا رسن اور میخ اور ستون مین منحصر نہین ہی پوشیدہ نرہے کہ شعر کو عرب صحرانشین کے گھر سے تشبیہ دیکر بیت کہتے ہین اور اونکا گھر موے اور بلاس کا ہوتا ہی اور اس گھر کے اجزا مین سے رسن اور میخ اور ستون ہی اسواسطے اجزاے بیت کو ان اسامی کے ساتھ مسمےٰ کیا اس تمہید کے بعد مبین ہوتا ہی کہ ارکان

وہ گانہ یہ ہین فعولن فاعلن مفاعیلن فاعلاتن فاع لاتن مستفعلن مستفع لن مفاعلتن متفاعلن مفعولات
تاے مضموم سے بغیر تنوین خماسی یعنی فعولن اور فاعلن وتد مجموع اور سبب خفیف سے مرکب ہی اور
سباعیات سے مفاعیلن اور فاعلاتن متصل اور مستفعلن متصل ایک وتد مجموع اور دو سبب خفیف سے
اور فاع لاتن اور مستفع لن اور مفعولات وتد مفروق اور وہ سبب خفیف سے اسیواسطے فاع اور
تفع کے عین کو سبب سے منفصل لکھتے ہین کہ جزو وتد مفروق کا سبب سے اتصال پاکر وتد مجموع کا موہم
نہو اور متفاعلن اور مفاعلتن وتد مجموع اور فاصلہ صغریٰ سے کہ عبارت ہی مجموع سبب ثقیل اور خفیف
سے اس بحث سے معلوم ہوا کہ فاصلہ کبریٰ یعنی وہ جزو کہ سبب ثقیل اور وتد مجموع سے مرکب ہی
اصول سے نہین ہی بلکہ افاعیل مزاحف سے بہم پہونچتا ہی جیسے فعلاتن کہ مستفعلن سے بعد خبن اور طی کے
حاصل ہو کسواسطے کہ چار حرکت کا متوالی ہونا گرانی لفظ کا موجب ہی اور لفظ ثقیل اصول مین
مقرر کرنا شایستہ نہ تھا البتہ فروع مین اسقدر گرانی متحمل ہی بعد اس بحث کے واضح ہوگیا کہ دونون
فاعلاتن حروف و حرکات کی کمیت مین ایک ہین لیکن باعتبار کیفیت کے متفاوت ہین اور اسیطرح
دونون مستفعلن اور ان ارکان مین وتد مفروق کے اختیار کرنیکا سبب یہ ہی کہ لات مفعولات کا انفکاک
بحور کے وقت مضارع اور مجتث اور خفیف مین فاع لاتن کا پہلا جزو لا اور مستفعلن کے درمیان واقع ہونا ہی
جو کہ وہ وتد مفروق ہی تو ان دونون ارکان کو بھی اسی وتد پر مشتمل قرار دیا گیا اس مرام کی توضیح یہ ہی کہ
ارباب فن نے ارکان بحور کے واسطے ایسے الفاظ اختیار کیے ہین کہ اونکے اجزا کی تقدیم و تاخیر سے ایک رکن
دوسرے رکن کیصورت حاصل کرتا ہی اور ایک بحر دوسرے بحر کے امر اول کو انفکاک ارکان اور دوسرے
کو انفکاک بحور کہتے ہین اور آسانی تفہیم کے واسطے ہر امر کے لیے دائرے معین کیے ہین کہ طالب کاہل کو شش
اس راہ مین درماندہ اور نابلد اس وادی مین سہیمہ نہو جاوے مثلاً فعولن کی لن کی تقدیم اور
فعو کی تاخیر سے فاعلن اور فاعلن کے علن کی تقدیم اور فا کی تاخیر سے فعولن صورت پذیر ہی ان دونون
ارکان کو ایک دائرہ سے قرار دیا ہی اور فاعلاتن اور مستفعلن متصل اور مفاعیلن ایک دائرہ اور
متفاعلن اور مفاعلتن ایک دائرہ سے اس قرار پر جب مفعولات کے لات کو متقدم اور مفعو کو موخر
کیا جاوے تو لات مفعو حاصل ہوگا جو کہ لات وتد مفروق ہی فاع لاتن مین کہ اسی کے وزن پر ہی فاع
وتد مفروق مقرر کیا گیا اور جب مفعو کو موخر اور عولات کو مقدم کرین عولات مفعو حاصل ہوگا اسیواسطے
مستفع لن مین کہ یہ بھی اوسکے وزن پر ہی تفع کو وتد مفروق ٹھہرایا اور دونون کے عین کو لام سے جدا
لکھا تا معلوم رہے کہ یہ دونون ارکان علاحدہ علحدہ سے مرکب نہین ہین جو کہ ایک رکن ارکان بحر سریع سے

مفعولات ہی اور مضارع اور مجتث اور خفیف سریع سے منفک ہوتا ہی اسواسطے ان بحورمین ارکان
مفروق مقرر کیے گئے ہین نہ مجموعی اور قدما مثل صاحب ابن عباد اور زمخشری صاحب قسطاس سوائے
مفعولات کے کسی رکن مین وتد مفروق کے قائل نہین اس صورت مین افلاک بحور اسطرح سے کہ بحر
ثلثہ مین فاعلاتن اور مستفعلن متصل حاصل ہو رموز مکتومہ سے ہی اور اوسکی تقریر اس مختصر مین گنجایش
پذیر نہین اس مقدمہ دور و دراز کے بعد سامعان سخن سنج کے گوش گزار کیا جاتا ہی کہ ان ارکان عشرہ اور
افاعیل دہگانہ سے اُنیس بحر حاصل ہوتے ہین کہ اشعار عرب و عجم کی بنا اون پر موسس اور عدد اوزان
اون مین منحصر ہی وہ بحور یہ ہین متقارب آٹھ بار فعولن متدارک کو اوسکو رکض بھی کہتے ہین آٹھ بار
فاعلن رجز آٹھ بار مستفعلن ہزج آٹھ بار مفاعیلن کامل آٹھ بار متفاعلن رمل آٹھ بار فاعلاتن
وافر آٹھ بار مفاعلتن اور عرب رجز سے وافر تک بناے اشعار چھ رکن پر رکھتے ہین سریع مستفعلن
مستفعلن معفولات دو بار مقتضب مفعولات مستفعلن مفعولات مستفعلن دو بار طویل فعولن مفاعیلن چار
بار مدید فاعلاتن فاعلن چار بار بسیط مستفعلن فاعلن چار بار خفیف فاعلاتن مستفع لن فاعلاتن
دو بار مجتث مستفع لن فاعلاتن چار بار مضارع مفاعیلن فاع لاتن چار بار منسرح مستفعلن مفعولات
چار بار جدید اور اسکو غریب بھی کہتے ہین فاعلاتن فاعلاتن مستفع لن دو بار قریب مفاعیلن مفاعیلن
فاع لاتن دو بار مشاکل فاعلاتن مفاعیلن مفاعیلن عرب بحر مقتضب سے مفعولات دوم اور مجتث سے
مستفعلن دوم اور مضارع سے فاعلاتن دوم اور منسرح سے مفعولات دوم حذف کرکے مسدس استعمال
کرتے ہین معلوم کیا چاہیے کہ ان اونیس بحر سے پانچ بحر یعنے طویل اور مدید اور بسیط اور وافر اور کامل
مخصوص عرب ہین کہ فارسیون نے بعد اختلاط اور مزاولت اشعار عرب کی تقلیداً اون اوزان
مین شعر کہے ہین اور تین بحر یعنے جدید اور قریب اور مشاکل فارسی کے ساتھ مخصوص ہین اور گیارہ
مشترک پوشیدہ نرہے کہ خلیل ابن احمد جب اوزان عرب مین تجسس کافی اور تفحص شافی عمل مین
لایا اوزان شعر کے ضبط کیواسطے پندرہ بحر مرکب کین اور جو جو بحر کہ افلاک مین مشترک تھین اونکو
ایک دائرہ مین رکھا جو کہ بحر متقارب کے ساتھ کوئی بحر شریک نہ تھی اونسیکو ایک دائرہ مین رکھکر اوسے
دائرہ کا نام مفرد مقرر کیا ابو الحسن اخفش نے جب اوسمین نظر کی فعولن کے سبب کو وتد سے مقدم
رکھکر بحر متدارک کو حاصل کیا اور متقارب کے ساتھ دائرہ مین رکھ دیا اور شمس فخری نے معیار جالی
مین لکھا ہی کہ اس بحر کو ماہران علم عروض نے خلیل ابن احمد کے دو سو برس کے بعد استخراج کیا
جدید کو ابو زر جمہر اور قریب کو مولانا یوسف عروضی نیشاپوری نے پایا اور مولانا تتبع اوزان فارسی کے

ہین خلیل ابن احمد سے پایہ کم نہین کہتا فارسی ہین علم عروض اول اوسی نے تصنیف کیا ہی شمس فخری نے لکھا ہی کہ مولانا یوسف نے جب بحر سریع کی ترتیب کو ملاحظہ کیا مفتعلن اول کے وتد مجموع یعنے علن کو مفتعلن ثانی کے وتد مفروق یعنی مفت کے ساتھ پیوند کرکے مفاعیل لام مضموم سے حاصل اور اجزا کی تقدیم و تاخیر سے مفاعیل مفاعیل فاع لات مرتب کیا ہر چند یہ ترتیب بعینہ مالوف طبع نہ تھی لیکن جو کہ اوسکا اخرب فی الجملہ مطبوع تھا اوسکو ایک بحر ٹھہراکر بحر سریع کے ہمراہ دائرہ مین رکھدیا یہانتک ترجمہ تھا شمس فخری کے قول کا لیکن جیکہ اس بحر کا استخراج سریع مزاحف سے مقرر کیا جاوے تو ناگزیر کہا جاویگا کہ مفاعیل اور فاع لات کا حصول جو کہ مفاعیل اور فاعلاتن سے اقرب تھا اسکے اجزا دو مفاعیلن اور ایک فاع لاتن مقرر کیے صریح یہ ہی کہ اسکا انفکاک بحر سریع سالم سے وقوع مین آیا تاکہ مفاعیلن اور فاع لاتن بعینہما حاصل ہوجاوین کسواسطے کہ علن مستفع مفاعیلن اور لات مفعو فاع لاتن کے وزن پر ہی اور اس جگہ سے معلوم ہوا کہ فاع لاتن اس بحر کا منفصل ہی اور واضح ہو کہ بحر ثلثہ مین مستفع لن اور فاع لاتن منفصل ہی کسواسطے کہ بحر جدید مین مستفع لن سریع کے رکن ثالث کے عولات اور رکن اول کے مس کے پیوند سے حاصل ہوا ہی اور بحر قریب کا حال مرقوم ہوچکا اور مشاکل مین فاع لاتن سریع کے رکن اول یعنے مستفعلن کے مستف کے ساتھ لات کے پیوند سے حاصل ہوا بحور شعری ترکیب کا طریق بھی اس جگہ مرقوم کرنا ناظرین کتاب کی بصیرت کے واسطے مستحسنات بل واجبات سے ہی اور جو کہ اس امر مین علامہ زمخشری صاحب قسطاس کا بیان دلپسند ہی اوسیکو ندر احباب کرتا ہون معلوم کیا چاہیے کہ ترکیب بحور مین عروضیون نے چار طریقے اختیار کیے ہین اول یہ کہ ایک ہی جزو کی تکرار سے حاصل کیا اور وہ سات بحر ہین متقارب متدارک رجز ہزج کامل رمل وافر دوسرا یہ کہ ایسے اجزا کو باہم مرکب کیا ہی کہ وہ نسق واحد کے اعتبار سے حکم واحد مین ہین مثلاً مستفعلن اور مفعولات کہ اسباب دونون مین مقدم اور وتد موخر ہی اگرچہ ایک کا وتد مجموع اور دوسرے کا مفروق ہی اسطرح کی دو بحر ہین سریع اور مقتضب تیسرا یہ کہ ایسے خماسی و سباعی کو مرکب کیا کہ اگر سباعی سے زیادتی کو ساقط کرین تو خماسی کے ہموزن باقی رہجاوے یہ امر فعولن اور مفاعیلن اور فاعلن اور مستفعلن اور فاعلاتن مین واقع ہی کسواسطے کہ اگر مفاعیلن اور فاعلاتن کے اخیر اور مستفعلن کے اول سے سبب ساقط ہوجاوے تو ایک سبب اور وتد باقی رہے اور وہ نہین ہی مگر فعولن اور فاعلن ایسی تین بحر ہین طویل مدید بسیط چوتھا یہ کہ ایسے سباعیات کو باہم پیوند دیا کہ ایک سبب کے حذف سے خماسی کے وزن پر باقی رہے یہ امر

فاعلاتن اور مستفعلن اور مفاعیلن مین واقع ہی اسواسطے کہ تن اور مس اور تن کے اسقاط سے
فاعلا اور تفعلن اور مفاعی رہتا ہی کہ فاعلن اور فعولن کے وزن پر ہی اس قسم کی تین بحر ہین خفیف
مجتث مضارع یہانتک زمخشری کے قول کا خلاصہ مسطور ہوا اب معلوم کیا چاہیے کہ یہ حال ہی
سولہ بحر کا سوا اون تین بحر کے کہ فارسی کے ساتھ مخصوص ہین یعنے جدید قریب مشاکل ان مین دو
طریق ہین اول یہ کہ وتد درمیان دو سبب کے واقع ہو جیسے بحر جدید مین دوسرا یہ کہ وتد دو سبب سے
مقدم ہو جیسے قریب و مشاکل مین گو کہ اول مین مستفع لن اور ان دونون مین فاع لاتن وتد
مفروق رکھتا ہی اور باقی ارکان وتد مجموع سابق مسطور ہو چکا ہی کہ جو بحور کہ انفکاک مین شریک ہین
اونکو ایک دائرہ سے قرار دیتے ہین اب جاننا چاہیے کہ بحور شانزدہ گانہ کے واسطے پانچ دائرہ مقرر
کیے ہین ایک دائرہ طویل اور مدید اور بسیط کے واسطے اس دائرہ کو مختلفہ کہتے ہین دوسرا دائرہ وافر
اور کامل کے واسطے اس دائرہ کو مؤتلفہ کہتے ہین تیسرا دائرہ ہزج اور رجز اور رمل کے واسطے
اس دائرہ کو مجتلبہ کہتے ہین چوتھا دائرہ سریع اور منسرح اور خفیف اور مضارع اور مقتضب اور مجتث کے واسطے اس
دائرہ کو مشتبہ کہتے ہین پانچوان دائرہ متقارب اور متدارک کے واسطے اس دائرہ کو متفقہ کہتے ہین اور چونکہ جدید
اور قریب اور مشاکل سریع سے حاصل ہوتے ہین انکے واسطے دائرہ جداگانہ ضرور نہوا پس ان تینون کو بھی دائرہ مشتبہ
سے قرار دیا چاہیے مقام مین ازدیاد بصیرت کے واسطے ایک دائرہ کے انفکاک پر اشارہ کیا جاتا ہی تاکہ باقی کو اوسپر قیاس
کرین معلوم کیا چاہیے کہ اگر بحر وافر کے فاصلہ سے شروع اور وتد پر تمام کرین یعنی علتن مفاعلتن مفاعلتن مفاعلتن
کامل حاصل ہو جاوے اور اگر بحر کامل کے وتد سے شروع اور فاصلہ پر تمام کرین یعنی علن
متفاعلن متفاعلن متفاعلن فہم پہونچ جاوے ہوشیار مغز قشر کو اسیقدر اشارہ کافی ہی والا
نابلدان کوچہ دانش تو گر خضر قائد طریق ہو رہ روشن کو پردہ ظلمات سے کم تصور نکرینگے پوشیدہ
نرہے کہ اشعاران بحور نوزدہ گانہ مین موزون کرنا بغیر اسکے کہ کچھ تغیر اونکی صورت کذائی مین
راہ پاوے نازک طبعان لطیف نہاد کو ناگوار اور ندرت طرازان غرائب پسند کو ناخوش معلوم
ہوتا ہی اسواسطے کبھی بعض رکن اور کبھی سب ارکان مین کسیطرح کے تغیر کو راہ دیکر ہر بحر
سے اوزان مختلفہ حاصل کرتے ہین کہ شعراون تغیرات مین دلکش اور نکھرا اوس وضع پہ دل پسند
ہو جاوے اس جگہ اون تغیرات کی کیفیت سے آگاہ کرنا بھی ناگزیر ہی دریافت کیا چاہیے کہ جو
تغیر کہ ارکان بحور اور تفاعیل اوزان مین واقع ہوتے ہین عروضیون کی اصطلاح مین اونکو زحاف
کہتے ہین زا معجمہ کے کسرہ سے اور زحاف جمع زحف کی ہو زا معجمہ کے فتحہ سے کہ اسکے معنی لغوی اصل سے

دور پڑتا ہی اسیواسطے جو تیر کہ نشانہ سے دور گر پڑے اوسکو سہم زاحف کہتے ہین اسمین شک نہین کہ
جس رکن مین کچھ تغیر واقع ہوگا تو وہ اپنی اصل پر نہ رہیگا گویا اصل سے دور گر پڑا اور عروضیون کی
عادت یہ ہی کہ اس تغیر کو زحاف کہتے ہین لفظ جمع کے ساتھ نہ زحف اگرچہ تغیر مفرد ہو اور اوسکی جمع
ازاحیف کرتے ہین اور زحف نقصان وزن کو مثلاً اگر کہین کہ اس بیت مین زحاف ہی تو مراد یہ ہی
کہ اسکے تمام ارکان یا بعض مین تغیر ہی اور اگر کہین کہ بیت مین زحف ہی تو یہ مراد ہی کہ اوسکے وزن مین
نقصان ہی اور جس رکن مین زحاف ہوا اوسکو رکن مزاحف کہتے ہین اور جسمین نہوا اوسکو سالم
اب جاننا چاہیے کہ تغیر تین طرح ہی زیادت حرف یا نقصان حرف یا نقصان حرکت اور اوزان عجم
مین کمی پانچ حرف تک ممکن ہی جیسے مفاعیلن سے لن باقی رہکر فع سے بدل جاوے اسکی تفصیل
بیان زحافات مین معلوم ہوجاویگی اب زحافون کی تفصیل و تفسیر مین سرگرم ہوتا ہون ازاحیف
ارکان جیسا الیس ہین تینتیس ۳۳ کمصطلح عرب اور تیرہ مصطلح عجم جو کہ مصطلح عرب ہین یہ ہین قبض ۱ قصر ۲ حذف ۳
خبن ۴ کف ۵ شکل ۶ وقم ۷ خرب ۸ شتر ۹ قطع ۱۰ تشعیث ۱۱ طی ۱۲ وقف ۱۳ کشف ۱۴ صلم ۱۵ اسباغ ۱۶ اذالہ ۱۷ حبل ۱۸ ثلم ۱۹ ترم ۲۰ عصب ۲۱
عضب ۲۲ عقل ۲۳ نقص ۲۴ قطف ۲۵ جمع ۲۶ قصم ۲۷ عضف ۲۸ اضمار ۲۹ کبل ۳۰ وقص ۳۱ جزل ۳۲ ترفیل ان الفاظ کے معنی لغوی واصطلاحی
بیان کیے جاتے ہین قبض اسکا ترجمہ فارسی گرفتن اور اصطلاح مین ساقط کرنا سبب خفیف کے دوسرے
حرف کا جو رکن کا پانچوان حرف واقع ہوا ہو جیسے فعولن سے نون اور مفاعیلن سے یاے تحتانی
اول سے فعول ضم لام سے باقی رہیگا اور دوسرے سے مفاعلن اور اس رکن کو مقبوض کہتے ہین
قصر لغت مین کوتاہ کرنے کو کہتے ہین اور اصطلاح مین اوس سبب خفیف سے کہ آخر رکن مین واقع
ہو ساکن کے اسقاط اور اوسکے ماقبل کے ساکن کرنے کو کہتے ہین جیسے فعولن سے فعول اور مفاعیلن
سے مفاعیل اور فاعلاتن سے فاعلات لام اور تاے ساکن کے ساتھ رہا اور جو کہ قاعدہ مقرری ہی
کہ اگر بعد تغیر کے لفظ غیر مستعمل باقی رہے تو اوسکو حتی الوسع ایسے لفظ سے بدلتے ہین کہ لفظ مستعمل اور
اوسکے وزن پر ہو پس مفاعیل کو فعولان اور فاعلات کو فاعلان سے بدل دیا اور بعضے
مفاعیل اور فاعلات بھی استعمال کرتے ہین اس رکن کو مقصور کہتے ہین حذف ترجمہ اسکا
بریدن اور اصطلاح مین اخیر رکن سے سبب خفیف کے ساقط کرنے کو کہتے ہین پس فعولن
سے فعو اور مفاعیلن سے مفاعی اور فاعلاتن سے فاعلا باقی رہا اور موافق قاعدہ کے فعل
اور فعولن اور فاعلن سے مبدل ہوا ان ارکان کو محذوف کہتے ہین خبن خاے معجمہ سے پہلے
کے کنارے کا موڑنا اور اصطلاح مین اوس سبب خفیف کا ساکن گرانا کہ رکن کا حرف دوم ہو

جیسے فاعلاتن سے فعلاتن اور مستفعلن سے متفعلن باقی رہا اور مفاعلن سے بدلا گیا ان ارکان کو مخبون کہتے ہین کف باز رکھنا اور اوس ساکن ہفتم کو گرانا کہ سبب خفیف کا دوسرا حرف ہو پس فاعلاتن سے فاعلات ضمیمتا ے فوقانی سے باقی رہیگا اس رکن کو مکفوف کہتے ہین مشکل گھوڑے کے ہاتھ اور پاؤن کو شکال سے باندھنا اور رکن مین خبن اور کف کا اجتماع پس فاعلاتن سے فعلات ضمیمتا سے باقی رہیگا اور اوسکو مشکول کہتے ہین خرم لغت مین پرہ بینی کا کاٹنا اور رکن کے اول سے وتد مجموع کے پہلے حرف کو ساقط کرنا لیکن یہ تسمیہ مفاعیلن کے ساتھ مختص ہو اور فعولن مین ثرم ثاے مثلثہ اور مفاعلتن مین عضب ضاد معجمہ کے ساتھ کہتے ہین جیسے کہ بعد اسکے بیان ہوگا مفاعلن سے فاعیلن باقی رہکر مفعولن سے بدل جائیگا اور اس رکن کو اخرم کہتے ہین خرب خاے معجمہ کے ساتھ ویران کرنا اور کان کا چیرنا اور اصلاح مین خرم اور کف کا جمع کرنا پس مفاعیلن سے فاعیل ضم لام سے باقی رہکر مفعول سے مبدل ہو جائیگا اور اس رکن کو اخرب کہتے ہین شتر عیب کرنا اور خرم اور قبض کا اجتماع پس مفاعیلن سے فاعلن باقی رہتا ہو اس رکن کو اشتر کہتے ہین قطع کاٹنا اور اخیر رکن مین وتد مجموع کے ساکن کو ساقط کرکے ماقبل کا ساکن کرنا پس مستفعلن سے مستفعل لام ساکن کے ساتھ باقی رہکر مفعولن سے بدل جائیگا لیکن فاعلاتن مین یہ زحاف بعد حذف کے واقع ہوتا ہو کیونکہ بعد اسقاط تن کے وتد اخیر رکن شمار کیا جاویگا پس فاعل باقی رہکر فعلن سے کہ عین ساکن کے ساتھ ہو بدل جائیگا مگر یہ اصطلاح فارسی کی ہو اور یہ زحاف وتد مین ایسا ہو کہ قصر سبب مین اس رکن کو مقطوع کہتے ہین تشعیث لغت مین آشفتہ اور ژولیدہ ہونا اور اصطلاح مین رکن فاعلاتن کے وتد سے ایک متحرک کا ساقط کرنا یا وتد کے ساکن کو ساقط کرکے متحرک کو ساکن کرنا یا خبن کے ساتھ الف کو ساقط کرکے عین کو ساکن کرنا پہلی صورت مین یا فاعاتن باقی رہیگا اسواسطے کہ لام حرف اخیر سے مشابہ ہو اور اخیر محل حوادث ہوتا ہو یہ مذہب ہو خلیل ابن احمد عروضی رحمۃ اللہ علیہ کا فاعلاتن باقی رہیگا اس جگہ اسقاط عین خرم کی مشابہت سے ہو اور یہ مذہب ہو اخفش کا اور دوسری صورت مین فاعلتن لام ساکن کے ساتھ قطع کی مشابہت سے اور یہ مذہب قطرب کا ہو اور تیسری صورت مین فعلاتن عین ساکن سے اضمار کی مشابہت سے یہ مذہب زجاج کا ہو اس مذہب کو بہ نسبت اور مذاہب کے قوت زیادہ ہو کسواسطے جو وتد کہ رکن کے بیچ مین واقع ہو اوس سے کچھ گرانا عروضیون کی عادت کے خلاف ہو اور خرم کی تشبیہ کا اعتبار کرنا بے وجہ ہو کسواسطے کہ خرم اوس وتد مین آتا ہو کہ رکن کے اول مین ہو اور قطع اوس وتد مین

جو رکن کے اخیر مین ہو اور فاصلہ کے متحرک اول کا ساکن کرنا بحر کامل مین معہود ہی جسکو اضمار کہتے ہین اور اسکا بیان آویگا جب تک تغیر معہود ممکن ہو غیر معہود مین ارتکاب کرنا معقول نہین بہرکیف اوسکی جگہ مفعولن رکھینگے حاصل تشعیث کا یہ ہی کہ فاعلاتن سے مفعولن ہم پہونچے کسیر جسے ہوا اس رکن کو مشعث کہتے ہین طی لغت مین لپیٹنا یعنی لوردیدن اور اصطلاح مین اسقاط سبب خفیف کے اوس ساکن کا کہ رکن مین حرف چہارم واقع ہو پس مستفعلن سے مستعلن اور مفعولات سے مفعلات باقی رہکر مفتعلن اور فاعلات سے بدل جاویگا اسکو مطوی کہتے ہین وقف باز استادن اور اصطلاح مین تاے مفعولات کا اسکان اسکو موقوف کہتے ہین کشف آہمین دولغت ہین شین معجمہ سے برہنہ کرنا اور سین مہملہ سے پاشنہ کے ٹیڑھے کا کاٹنا لیکن علامہ زمخشری صاحب قسطاس کے نزدیک شین معجمہ سے تصحیف ہی بہرکیف تاے مفعولات کے اسقاط کو کہتے ہین یہ رکن مفعولن کے ساتھ بدل جاتا ہی اور مکشوف کے ساتھ مسمے ہوتا ہی صلم جڑ سے کان کاٹنا اور معنی اصطلاحی مین اختلاف ہی صاحب قسطاس اور صاحب اسمعیل عباد اور صاحب شرح عروض اندلسی وغیرہم کہ عروضی عرب ہین اخیر رکن سے وتد مفروق کے اسقاط کو کہتے ہین اس صورت مین یہ زحاف مفعولات کے ساتھ مختص ہوا اور بعضے عروضیان فارسی مثل مولانا یوسف عروضی اور شمس الدین قیس فاعلاتن مین حذف اور قطع کے جمع کرنے کو کہتے ہین پس فاعل لام ساکن کے ساتھ باقی رہا بہرصورت فعلن سے بدل جائیگا شمس فخری نے عروضیان فارس کا مذہب نقل کرکے اعتراض کیا ہی کہ ہم تشعیث مین کہہ چکے ہین کہ جو وتد رکن کے بیچ مین ہو اوسمین تصرف جایز نہین پس یہ قول مناسب نہوا مولف تذکرہ کہتا ہی کہ یہ اعتراض مہمل ہی کیونکہ اسطے کہ حذف کے بعد وتد نے اخیر رکن کا حکم پیدا کیا اور منع جب ہی کہ وتد کا درمیان ہونا بالفعل متحقق ہو جیسے تشعیث مین لیکن سواے مولانا یوسف اور شمس قیس کے اور عروضی اس اجتماع کو قطع کے نام سے مخصوص کرتے ہین جیسے کہ سابق مرقوم ہوچکا بہرکیف جس رکن مین صلم واقع ہو اوسکو اصلم کہتے ہین اسباغ اور تسبیغ لغت مین دراز کرنا اور اصطلاح مین ایک حرف ساکن کا زیادہ کرنا اوس سبب خفیف پر کہ اخیر رکن ہو پس فاعلاتن اور مفاعیلن سے فاعلاتان اور مفاعیلان حاصل ہوتا ہی اور فاعلاتان کو کہ غیر مستعمل ہی فاعلیان سے بدل دیتے ہین اس رکن کو مسبغ تفعیل سے اور مسبغ افعال سے کہتے ہین اور بعضے اس زحاف کو اشباع شین معجمہ اور عین مہملہ کے ساتھ کہتے ہین گویا ایک حرف کی زیادتی سے رکن سیر ہوگیا

پس اس رکن کو مشبع شین معجمہ سے کہینگے اذالہ ذال معجمہ کے ساتھ دامن کا لٹکانا اور اصطلاح
مین اوس وتد مین ایک حرف کے زیادہ کرنے کو کہتے ہین کہ اخیر رکن ہو جیسے مستفعلان اور
متفاعلان اس رکن کو مذال کہتے ہین ثلم ثاے مثلثہ کے ساتھ کسی چیز مین رخنہ پڑنا اور فعولن
کی فا کا گرانا تاکہ عولن باقی رہکر فعلن کے ساتھ بدل جاوے اور اس رکن کو اثلم کہتے ہین
ثرم ثاے مثلثہ اور راے مہملہ کے ساتھ آگے کے دانتون کا ٹوٹنا اور اصطلاح مین ثلم اور قبض
کا اجتماع تاکہ فعولن سے عول ضم لام کے ساتھ باقی رہے اور فعل سے بدل جاوے اس رکن
کو اثرم کہتے ہین یہ دونون زحاف یعنے ثلم اور ثرم حقیقت مین خرم اور خرب ہین لیکن فعولن
مین اس نام کے ساتھ مسمے ہوتے ہین جیسے خرم کی بحث مین مبین ہو چکا خبل خاے
معجمہ اور باے موحدہ کے ساتھ لغت مین عقل کی تباہی اور اصطلاح مین خبن اور طی کا اجتماع
پس مستفعلن سے متعلن تا اور عین متحرک کے ساتھ فاصلہ صغری باقی رہکر فعلتن سے بدل جاویگا
اس رکن کو مخبول کہتے ہین عضب عین مہملہ اور ضاد معجمہ کے ساتھ بز کی شاخ کا ٹوٹنا اور مفاعلتن
سے حرف اول کا اسقاط پس فاعلتن باقی رہکر مفتعلن کے ساتھ بدل جاویگا اس رکن کو
اعضب کہتے ہین عضب عین اور صاد مہملتین کے ساتھ ستور کا باریک میان ہونا گرسنگی
سے اور مفاعلتن کے لام کا ساکن ہونا پس مفاعیلن کے ساتھ بدل جاویگا اسکو معصوب
کہتے ہین عقل شتر کا زانو رسی سے باندھنا اور لام مفاعلتن کا اسقاط کہ مفاعتن باقی رہکر
مفاعلن سے بدل جاوے اسکو معقول کہتے ہین نقص کم کرنا اور کف اور عصب کا اجتماع پس
مفاعلتن سے مفاعلت تاے مضموم کے ساتھ باقی رہکر مفاعیل سے بدل جاویگا اسکو مقبوض
کہتے ہین قبض قاف اور طاے مہملہ کے ساتھ درخت سے میوہ توڑنا اور حذف اور عصب
کا اجتماع پس مفاعلتن سے مفاعل لام ساکن سے باقی رہکر فعولن سے بدل جاویگا اس رکن
کو مقطوف کہتے ہین قصم قاف اور صاد مہملہ سے آگے کے دانتون کا ٹوٹنا اور عصب اور عضب
کا جمع ہونا اس زحاف سے مفاعلتن فاعلتن لام ساکن سے ہو جاتا ہے اور اسکی جگہ مفعولن
رکھتے ہین اور اسکو افصم کہتے ہین جسم گوسپند کا بے شاخ ہونا اور عضب اور عقل کا اجتماع اس
صورت مین مفاعلتن سے فاعتن رہکر فاعلن سے بدل جاویگا اسکو اجم کہتے ہین عقص عین
مہملہ اور قاف اور صاد بے نقطہ سے شاخ گوسپند کا پیچیدہ ہونا اور عضب اور نقص کا اجتماع
پس مفاعلتن سے فاعلت لام ساکن اور تاے مضموم سے باقی رہکر مفعول سے بدل جاویگا

اسکو عقص کہتے ہین اضمار ستور کی کمر کا باریک ہونا اور تاے متفاعلن کا اسکان پس وہ رکن مستفعلن سے بدل جاویگا اور اسکو مضمر کہتے ہین وقصر قاف اور صاد مہملہ سے گردن کا توڑنا اور اضمار اور خبن کا اجتماع پس متفاعلن کی تاے فوقانی اضمار سے ساکن اور خبن سے ساقط ہوکر مفاعلن حاصل ہوگا اس رکن کو موقوص کہتے ہین کبل بباے موحدہ سے بندکرنا اور خبن اور قطع کا اجتماع پس مستفعلن فعولن ہوجاویگا اسکو مکبول کہتے ہین جزل جیم اور زاے تازی سے کاٹنا اور طی اور اضمار کا اجتماع اس زحاف سے متفاعلن متفعلن رہکر مفتعلن سے بدل جاتا ہی اسکو مخزول کہتے ہین ترفیل دامن دراز کرنا اور سبب خفیف لیسے وتد مجموع پر زیادہ کرنا کہ آخر رکن ہوجاتا کہ مستفعلن اور متفاعلن مستفعلات اور متفاعلاتن ہوجاوے اسکو مرفل کہتے ہین یہانتک بیان تھا اون ازاحیف کا کہ مصطلح اہل عرب ہین اب بیان اون زحافون کا کیا جاتا ہی کہ اہل فارس کی مصطلح ہین جدع جیم تازی اور دال اور عین مہملتین سے مفعولات کے دونون سبب خفیف کو ساقط کرکے تاے فوقانی کا ساکن کرنا اسکی جگہ فاع رکھینگے اور اس رکن کو مجدوع کہتے ہین قہم حذف اور قصر کا اجتماع پس مفاعیلن سے مفاع باقی رہکر فعول سے مبدل ہوجائیگا اسکو اہتم کہتے ہین جحف اول جیم تازی اور دوم حاے مہملہ فاعلاتن ہین سے اول خبن کے ساتھ الف کو گرانا تاکہ فعلاتن باقی رہے پھر فاصلہ کا بھی ساقط کرنا پس تن باقی رہکر فع سے بدل جائیگا اسکو مجحوف کہتے ہین تخنیق خاے معجمہ کے ساتھ بعینہ خرم ہی مگر یہ کہ خرم جب کہتے ہین کہ پیٹ کے رکن اول ہین واقع ہو اور تخنیق جب کہ سواے رکن اول کے اور کسی رکن ہین ہو پس مفعولن صدر ہین اخرم اور حشو ہین مثلاً مخنق کے نام کے ساتھ مسمے ہوتا ہی سلخ فاع لاتن مفروقی سے دونون سبب کو ساقط کرکے وتد مفروق کے عین کا ساکن کرنا اسکو مسلوخ کہتے ہین طمس فاع لاتن مفروقی سے دونون سبب کو ساقط کرکے جو باقی رہے یعنی فاع اوسکے عین کا گرانا پس فاع کو فع سے بدل دینگے اسکو مطموس کہتے ہین جو عروضی کہ فاع لاتن مفروقی کے وجود کے قایل نہین ہین اونکے نزدیک اس زحاف کا بھی وجود نہین ہی جب مفاعیلن سے دونون سبب کا ساقط کرنا پس مفاعل سے بدل جاویگا اس رکن کو مجبوب کہتے ہین زال خرم اور ہتم کا اجتماع پس مفاعیلن سے میم بسبب خرم کے ساقط ہوئی اور بسبب ہتم کے کہ حذف اور قصر کے جمع ہونے کو کہتے ہین دوسرا سبب خفیف تمام اور سبب خفیف اول سے یاے تحتانی ساقط اور عین ساکن ہوکر فاع باقی رہا اسکو ازل کہتے ہین بحر جدع اور کشف کا اجتماع

پس مفعولات سے لا باقی رہکر فع سے بدل جائیگا اسکو منحور کہتے ہین رفع اوس رکن سے
کہ دو سبب خفیف اوسکے اول ہون ایک سبب کا ساقط کرنا پس مستفعلن سے تفعلن
باقی رہکر فاعلن سے بدل جاوے اوسکو مرفوع کہتے ہین رتج فاعلاتن مین حذف اور قطع
سے فاعل حاصل کرکے خبن کے ساتھ الف کا گرانا پس فعل باقی رہیگا اسکو مرتبوع کہتے ہین
تبرجب اور خرم کا اجتماع پس فاعلین سے عیلن بسبب جب کہ اور میم بسبب خرم کے ساقط ہوکر
فا باقی رہیگا اور فع سے بدل جاویگا اسکو اتبر کہتے ہین صاحب قسطاس فاعلاتن مین حرف
اور قطع کے اجتماع کو تبر کہتا ہی اس صورت مین فاعل باقی رہکر فعلن سے بدل جاویگا حذف
ساقط کرنا وتد کا پس مستفعلن سے مستف باقی رہکر فعلن سے بدل جاویگا جباز احیف
عرب وعجم کا بیان ہوچکا تو اب مثنا چاہیے کہ ارکان مزاحف کا اسم اوس زحاف سے یا فعل
کے وزن پر مشتق ہوتا ہی یا اسم مفعول کے وزن پر مجرد ہو یا مزید فیہ اول جیسے ابتر اور
اشتم اور ازل وغیرہا اور دوم جیسے مقصور اور مقطوع اور مشعث اور مسبغ مشدد یا مسبغ
بدون تشدید اور ندال اور بعد اسکے اون چند چیزون کا بیان کیا جاتا ہی کہ اون سے آگاہ
ہونا واجبات اور اون پر مطلع ہونا مقتضیات سے ہی پوشیدہ نرہے کہ بیت کے مصرع اول
کے رکن اول کو صدر اور ابتدا کہتے ہین اور اسکے رکن اخیر کو عروض اور دوسرے
مصرع کے رکن اول کو مطلع کہتے ہین اور اسکے رکن اخیر کو ضرب اور عجز اور بعضے اسی مصرع
کے رکن اول کو ابتدا کہتے ہین نہ مصرع اول کے اور اگر صدر اور عروض یا مطلع اور ضرب
بیچ مین کوئی رکن ہو اوسکو حشو کہتے ہین سالم وہ بیت ہی کہ اوسکے ارکان مین زحاف واقع
نہوا ہو صحیح اوس بیت کو کہتے ہین کہ اوسکے عروض وضرب مین نقصان نہو متقص وہ بیت ہی
کہ اوسکے ارکان مین زحاف نے راہ پائی ہو تام وہ بیت ہی کہ اوسکے صدر مین زحاف نہو
اگرچہ عروض اور ضرب مین نقصان ہوا ہو وافی وہ بیت ہی کہ تجزیہ سے سالم ہو گو کہ اوسمین
تجزیہ جائز ہو معتدل وہ بیت ہی کہ عروض اور ضرب ایک طرح کے ہون کہ حروف اور
حرکات مین کچھ تفاوت نہو موفور وہ بیت ہی کہ اوسکے اول مین وتد ہوا اور وہ وتد خرم سے
سالم رہے پس موفور اخرم کا ضد ہی متعاور وہ بیت ہی کہ اوسکے عروض اور ضرب مین بطریق
اشباع اور اذالہ اور ترفیل کے کچھ زیادہ نکرین مجزو وہ بیت ہی کہ اصل دائرہ سے دونون
مصرعون کے اخیر سے ایک ایک جزو کم کرین مشطور وہ بیت ہی کہ اصل دائرہ سے نصف کم کرین

مثلاً مثمن کو مربع کرین منہوک وہ بیت ہی کہ اصل دایرہ سے دو ثلث کم کرین جیسے مسرح سے کہ مستفعلن مفولات مستفعلن دو بار ہی چار رکن کم کرکے بیت کی بنا دو رکن مستفعلن مفعولات پر رکھین مثلاً من بشتری البا دنجان عربی مین اور کہ میخرد با دنجان فارسی مین ایک بیت ہی اول مستفعلن مفعولان اور دوسرے مفاعلن مفعولان کے وزن پر بعد ان مراتب کے لازم ہی کہ اوزان رباعی کا حال مجملاً مرقوم ہو معلوم کیا چاہیے کہ رباعی کے اوزان ہزج مثمن سے ماخوذ ہین اور وہ اوزان دس رکن سے ترکیب پاتے ہین ایک اونمین سے سالم ہی یعنے مفاعیلن اور تو مزاحف اور وہ یہ ہین مفعولن اخرم مفعول اخرب مفاعیل مکفوف مفاعلن مقبوض فاعلن اشتر فعول سکون لام سے اتم فعل مجبوب فاع ازانمیان ارکان دہگانہ سے چوبیس وزن حاصل ہوتے ہین بارہ ایسے کہ اونکے اول مفعولن اخرم اور بارہ ایسے کہ اونکے اول مفعول اخرب ہی اور ان اوزان کا رکن اخیران چار رکنون مین سے ایک ہوتا ہی فعول فعل فاع فع اگر رباعی ان اوزان پر نہو اوسکو اصطلاح مین رباعی نکہینگے اور جائز ہی کہ ہر مصرع رباعی کا اوزان مختلفہ رکھتا ہو یا سب ایک وزن پر ہون اور عاد عروضیون کی یہ ہی کہ ان اوزان کے واسطے دو شجرہ معین کرتے ہین ایک شجرۂ اون بارہ وزن کے واسطے جنکے اول مفعولن اخرم ہی اوسکو شجرۂ اخرم کہتے ہین اور دوسرا شجرہ اون بارہ وزن کے واسطے جنکے اول مفعول اخرب ہی اسکو شجرہ اخرب کہتے ہین راقم اون دونون شجرہ کو مرقوم اور مثالین ہر وزن کی بنا بر اختصار کے حذف کرتا ہی

شجرۂ اخرم	شجرۂ اخرب
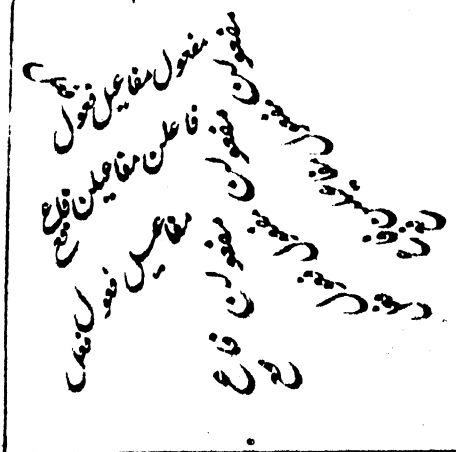	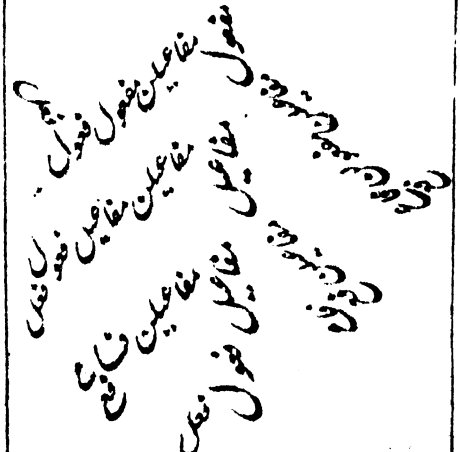

معلوم ہو کہ تقطیع شعر کا طریق ماسبکہ مشہور اور موزون طبع کو طریقہ اوسکا معلوم ہی اسواسطے

اجگہ طول کلام سے عذر کیا اور اوسکی تحریر کو طول لاطائل سمجھا چوتھا مطلب قافیہ اور اسمین بھی کمال اختصار پر نظر ہی کہ طول عبارت سے طبیعت سامع ملول اور خاطر نازک رنجیدہ نہو اس مین ایک مقدمہ اور کئی فصل ہین مقدمہ تعریف قافیہ مین طالبان کمال پر مخفی نرہے کہ قافیہ ایسے حروف و حرکات کا نام ہی کہ اواخر ابیات یا اواخر مصاریع مین واجب التکرار یا مستحسن التکرار ہون اور قید اخیر کا فائدہ یہ ہی کہ شعرائے فارس تاسیس اور دخیل کو مثلاً مستحسنات بدیعی کے قبیل سے جانتے ہین نہ یہ کہ قافیہ کے متحقق ہونے مین ان سے چارہ نہین ہر چند اس صورت مین ذکر ان حروف کا تعریف قافیہ مین ضرور نہ تھا لیکن جو کہ شعرائے عرب کے نزدیک ماہیت قافیہ کی جزو ہین عروضیان فارسی نے انکی تقلید سے انکو بھی اجزائے قافیہ کے ساتھ محسوب کر لیا ہی پس ان حروف کو حروف قافیہ سے شمار کرنا باعتبار مجاز کے ہی

فصل حروف قافیہ

جاننا چاہیے کہ قافیہ کے نو حروف مشہور ہین روی تاسیس دخیل ردف قید وصل خروج مزید نائرہ روی حرف اخیر اصلی قافیہ جیسے کاروبار کی رے اور تغافل اور تجاہل کا لام اور کم اور دم کی میم لیکن گاہے حروف زائدہ کو تبکلف روی قرار دیکر حرف اصلی کے ساتھ مشابہ کر دیتے ہین جیسے دین اور زرین کہ نون غنہ حرف زاید ہی کہ یائے نسبت کو لاحق ہوگیا ہی اور عالم یعنے ماسوے اللہ اور حالم اسی حال من تاسیس وہ الف ہی کہ روی سے پہلے اور روی اور اسمین ایک حرف متحرک واسطہ ہو جیسے جاہل اور کاہل کا الف اور ہاے ہوز کا نام دخیل ہی اور دخیل کا اختلاف درست ہی کسواسطے کہ جاہل کا قافیہ عادل کے ساتھ روا ہی یہ ضرور نہین کہ ہر قافیہ مین وہی حرف بعینہ مکرر ہو اور یہ دونون واجب التکرار نہین اسیواسطے عادل کا قافیہ دال کے ساتھ بھی درست ہی ردف الف ساکن ماقبل مفتوح اور واو ساکن ماقبل مضموم اور یاے ساکن ماقبل مکسور کہ حرف روی سے پہلے بلا واسطہ واقع یا حرف ساکن واسطہ ہو اول جیسے کار اور بارہ اور دور اور شور اور دیرا وزیدہ اور دوم جیسے کاست اور ماست اور دوست اور پوست اور زیست اور چیست لیکن جاننا چاہیے کہ جب ردف اور روی مین حرف ساکن واسطہ نہو تو الف اور واو اور یا کو مطلقاً ردف کہتے ہین اور جب حرف ساکن واسطہ ہو تو ان تینون حرف کو ردف اصلی اور اس ساکن کو ردف زائد کہتے ہین اور ردف زائد چھ حرف ہوتے ہین جیسے اس بیت مین مذکور ہین

ردف

روف زائد شش بود ای ذوفنون		خاے وراے وسین وشین وفا ونون

مثلاً تاخت اور باخت توخت اور سوخت ریخت اور پیخت تینون حرف کے ساتھ کارا اور آرا صرف الف کے ساتھ کاست اور راست اور دوست اور پوست اور چیست اور زیست تینون حرف کے ساتھ کاشت اور داشت فقط الف کے ساتھ اور یافت اور تافت اور کوفت اور روفت ماضی روفتن کی کہ رفتن اوسکا مخفف ہی اور شکیفت اور فریفت تینون حرف کے ساتھ اور ماند اور افشاند فارسی مین سواے الف کے اور حرف کے ساتھ دیکھا نہین گیا لیکن الفاظ ہندی مین واو اور یا کے ساتھ بھی پایا جاتا ہی جیسے بوند بمعنی قطرہ اور توند بمعنے شکم بزرگ اور نیند بمعنے خواب اور گیند بمعنے گوے غایت یہ ہی کہ واو اور یا کہ ایک مین معروف اور دوسرے مین مجہول ہی اور روف اصلی دو قسم ہی معروف اور مجہول معروف وہ واو اور یا ہی تحتانی ہی کہ اوسکے پہلے ضمہ اور کسرہ خالص ہو جیسے نور اور حور اور میر اور پیر اور مجہول وہ ہی اوسکے پہلے حرکت خالص نہو جیسے زور اور شور اور دیر اور نیر اور معروف اور مجہول کا جمع کرنا متقدمین کے نزدیک بعض مین درست اور بعض مین نادرست ہی اسکا بیان خوف اطناب سے اس مختصر مین مناسب نہین لیکن متاخرین کے نزدیک مطلقاً ناجائز ہی اور باوجود جائز نہونے کے کوئی ایسا نہین کہ اس سے احتراز کرتا ہو جو کہ اسکے امثلہ واضح اور مشہور ہین اسواسطے مثال کا لکھنا امر زائد معلوم ہوا قید سواے حروف ثلثہ مذکورہ کے وہ حرف ساکن ہی کہ روی سے اول بغیر واسطے کے واقع ہو پس قید مین واو قبل مفتوح اور یاے قبل مفتوح تمام حروف صحیح داخل ہو گئے مثلاً دور اور غور اور سیر اور دیر فتحہ اول کے ساتھ اور درد اور زرد اور پشت اور مشت اختلاف اس حرف کا نہایت مکروہ ہی اور طبایع سلیم پہ نہایت گران ہی لیکن اگر قریب المخرج ہو تو البتہ چندان گرانی محسوس نہو جیسے شہر اور بحر وصل وہ حرف زائد ہی کہ روی کو لاحق ہو جیسے بارش اور خارش خروج وہ حرف ہی کہ وصل کو لاحق ہو مزید وہ حرف ہی کہ خروج کو لاحق ہو جیسے دانائی اور توانائی کہ نون روی اور الف وصل اور پہلے یا خروج اور دوسرے مزید نائرہ جو حرف کہ مزید کو لاحق ہو اسکی مثال فوائی فارسی مین بیشتر پائی جاتی ہی جیسے گفتیم شان وگفتیم شان کہ یا وصل اور میم خروج اور شین مزید اور الف و نون نائرہ **فصل** حرکات قافیہ مین معلوم کیا چاہیے کہ حرکات قافیہ چھ ہین رس اشباع خدو توجیہ مجری نفاذ رس الف تاسیس کے پہلے حرف کی حرکت مثلاً جاہل اور کاہل کی جیم

اور کاف کا فتحہ اشباع دخیل کی حرکت ضمہ ہو یا فتحہ یا کسرہ مثلاً تجاہل اور تغافل دادر اور خاور کا فتحہ اور مسافر خدو ردف اور قید کے ماقبل کی حرکت مثلاً دار اور دور اور دیر کی حرکات ثلثہ اور کرد اور درد کا فتحہ توجیہ روی ساکن کے ماقبل کی حرکت جیسے بر اور سر کی باے موحدہ اور سین مہملہ کا فتحہ لیکن اشباع اور توجیہ مین فرق نہین رہتا سوا اسطے کہ جاہل کی ہاے ہوز کی حرکت پر یہ بھی صادق آتا ہی کہ ماقبل روی ساکن کے حرکت ہی پس توجیہ مین یہ قید بڑھانی چاہیے کہ ماقبل روی کی حرکت لبشرطیکہ وہ ماقبل حرف دخیل نہو مجری روی کی حرکت جب کہ کسی حرف کے ملنے سے متحرک ہو جاوے مثلاً بارش کی رے کا کسرہ نفاذ وصل کی حرکت جیسے بار اشک کی شین کا کسرہ اور اگر خروج اور مزید بھی متحرک ہو جاوے تو انکی حرکات کو بھی نفاذ کہتے ہین جیسے دانائی دل دونون یاے تحتانی کے دونون زیر اور تا یہ وہ اگر ایک حرف ہو جیسے گفتہ ایم اور سفتہ ایم تو وہ ضرور ہی کہ ساکن ہو اور اگر ایک سے زیادہ ہو تو جو نسا حرف متحرک ہوگا اوسکے حرکت کو بھی نفاذ کہینگے جیسے بردستیمش مین حرکت میم کی سوا اسطے کہ دال روی اور حرف رابطہ کا سین وصل اور تاے فوقانی خروج اور یاے تحتانی مزید اور میم متحرک اور شین ساکن نائرہ ہی

فصل عیوب قافیہ کے بیان مین

جاننا چاہیے کہ ہر چند عیوب قافیہ کہ جنسے شاعران نازک کلام کو احتراز چاہیے بہت ہین لیکن بر بنا کہ راقم اوراق کی نظر اختصار پر ہی عیوب مشہورہ پر اکتفا کرتا ہی وہ عیوب یہ ہین اقوا اکفا سناد ایطا معمول ان عیوب کا بیان یہ ہی کہ اقوا خدو اور توجیہ کے اختلاف کو کہتے ہین خدو کا اختلاف کئی طرح ہی ایک یہ کہ ہر جگہ حرکت ردف کی ہو لیکن جداگانہ مثلاً دار اور دور اور دیر یہ اختلاف قطعاً جائز نہین دوسرا یہ کہ ایک جگہ خدو ردف کا ہو اور دوسری جگہ قید کا خواہ قید حرف صحیح ہو جیسے شور اور شعر خواہ حرف علہ ماقبل مفتوح ہو جیسے دور بضم دال اور دور بفتحہ دال یا دیر بکسرہ دال اور دیر بفتحہ دال یہ صورت روی ساکن کے ساتھ کسی طرح روا نہین اور نہ کسی کے استعمال کی ہی لیکن حرکت روی کے ساتھ بعضون کے کلام مین پائی جاتی ہی گو کہ درست یہ بھی نہین ہی جیسے طوسی اور فردوسی تیسرا یہ کہ ایک جگہ خدو ہو اور دوسری جگہ خدو نہو جیسے کار اور گر اور اختلاف توجیہ جیسے مقتل اور محفل لیکن جب روی متحرک ہو جاوے تو ماقبل روی کی حرکت کا اختلاف روا ہی جیسے بیدلی اور بیکلی اور ہمہ ہی اور عنصری

اسکی وجہ یہ ہی کہ حرکت روی کی صورت مین وہ حرکت توجیہ نہین ہی اور جب توجیہ نہوئی تو حرکات قافیہ مین سے نہوئی اور جب حرکات قافیہ سے نہوئی تو اوسکا اختلاف قافیہ کا عیب نہوا اکتفاء اختلاف روی کا اختلاف جیسے آب اور باد سناد اختلاف ردف جیسے جان و دین ایطا تکرار قافیہ یہ دو طرح ہی خفی اور جلی ایطاے خفی یہ ہی کہ تکرار ظاہر نہو جیسے آب اور گلاب کسواسطے کہ گلاب بسبب کثرت استعمال کے ایک کلمہ معلوم ہوتا ہی اور اسی قبیل سے ہی تاے مصدر کلمات عرب مین جیسے محنت اور الفت اور رفعت اور ایطاے جلی یہ کہ تکرار ظاہر ہو جیسے دولت مند اور خردمند ستمگر اور فسونگر اور جو قافیہ کہ ایطاے جلی پر مشتمل ہو اوسکو قافیہ شایگان کہتے ہین پس ایطا عیب قافیہ ہی اور شایگان قافیہ معیوب لیکن معلوم کیا چاہیے کہ ایطا جب ہی کہ مطلع کے پہلے مصرع کا قافیہ مکرر نہوا ہو بلکہ مکرر مطلع کے مصرع ثانی یا اور ابیات غزل کا قافیہ ہو کسواسطے کہ مطلع کے پہلے مصرع کی تکرار کو رد مطلع کہتے ہین ایطا اور رد مطلع عیوب مین داخل نہین اور اسکی وجہ طول چاہتی ہی اسواسطے اوسکے بیان سے اغماض کیا معمول وہ قافیہ ہی کہ کلمہ قافیہ ہونے کی صلاحیت رکھتا ہو مگر بعد تصرف کے قافیہ ہو جاوے اور یہ تصرف دو طرح ہی ایک تحلیل کے ساتھ یعنے ایک کلمہ کے دو جزو کرکے ایک کو قافیہ ٹھہراوین اور دوسرے کو ردیف مثلاً بنا قافیہ کی الف پر ہو اور ردیف منفی جیسے تجسانہ تھا اور کیا نہ تھا اور انکے ساتھ میخانہ تھا قافیہ کرین پس میخانہ کے دو جزو کرکے میخا کو قافیہ اور نہ کو ردیف مین محسوب کیا اور دوسرا ترکیب کے ساتھ یعنی دو کلمہ کو ایک کلمہ قرار دیکر قافیہ کرین مثلاً قافیہ خانہ تھا اور شانہ تھا اور دانہ تھا ہو اور کیا نہ تھا انکے ساتھ استعمال کرین پس ظاہر ہی کہ لفظ نہ اور کیا کو ایک کلمہ قرار دیکر خانہ وغیرہ کے ساتھ قافیہ کیا ہی لیکن اہل تمیز پر واضح ہو کہ معمول عیب قافیہ نہین بلکہ قافیہ معیوب ہی جیسے شایگان اور عیب قافیہ تحلیل یا ترکیب ہی مگر عادت ارباب فن کی یہ ہی کہ شمار عیوب مین لفظ معمول مذکور کرتے ہین

فصل روی کے احوال مین

روی دو قسم ہی مقید اور مطلق روی مقید روی ساکن کو کہتے ہین جیسے کار اور بار اور روی مطلق روی متحرک کو اور اگرچہ جمہور اہل روی متحرک کو مطلق کہتے ہین کہ بسبب وصل کے حرکت حادث ہوتی ہو جیسے بارش اور خارش کی را مہملہ کا کسرہ لیکن راقم کے نزدیک وہ روی بھی مطلق ہی کہ اوسکی حرکت اضافت یا صفت سے حاصل ہو جیسے کار خلق اور یار خلق اور کار نیک اور یار نیک

فصل اوصاف اور اقسام قافیہ کے بیان مین

جو قافیہ کہ سوائے روی کے اور کوئی حرف قافیہ نہ رکھتا ہو اوسکو مجرد کہتے ہین جیسے سر اور برابر اگر اور حرف رکھتا ہو تو اوس حرف کے ساتھ ملقب ہوتا ہی جیسے کارا وبیمار قافیہ مردف اور ابر اور صبر قافیہ یا حرف قید اور جاہل اور کامل قافیہ موسس ان امور کی تفصیل اسقدر ہی کہ یہ مختصر اوسکی گنجایش نہین رکھتا سوا سطے اوس سے اغماض انسب معلوم ہوتا ہی اگر کسیکو اس امر کا اشتیاق دامنگیر ہو تو رسالہ وافی جناب افادت مآب استادی ومولائی مولوی امام بخش صہبائی سلمہ اللہ تعالے کا مطالعہ کرے کہ یہ مطالب اوسمین اس کیفیت کے ساتھ ہین کہ اوسکی توصیف حیطہ بیان سے خارج ہی

فصل ردیف کے بیان مین

ردیف وہ کلمہ مستقل ہی کہ بعد قافیہ کے مذکور ہو خواہ متحد المعنی خواہ مختلف المعنی قسم اول جیسے لفظ نہ تھا اس شعر مین

قتل عاشق کسی معشوق سے کچھ دور نہ تھا | پر ترے عہد سے آگے تو یہ دستور نہ تھا

اور قسم دوسری جیسے اس شعر مین

رہنے نہ اگر غیر سے دیتے تمھین باہم | اسطرح سے ہوتے نہ کبھی تم سے جدا ہم

قافیہ باہم اور جدا ہی اور ردیف ہم لیکن مصرع اول مین بمعنے یکدگر ہی اور دوسرے مین بمعنے متکلم اور کبھی ردیف لفظ غیر مستقل بھی ہوتی ہی جیسے قافیہ معمول مین اسکے مثال کی کچھ حاجت نہین

فصل حاجب کے بیان مین

واضح ہو کہ حاجب وہ لفظ مستقل ہی کہ بیت اگر ایک قافیہ رکھتی ہو تو اوس قافیہ سے پہلے اور اگر دو قافیتین ہو تو اون دونون قافیون کے بیچ مین مکرر واقع ہو اول کی مثال یہ شعر ہی

جسکے درد وغم سے ہی دشوار یان ای یار کار | اشک کا آنکھون مین رہتا ہی بندھا ای یار تار

اور مثال دوسرے کی یہ شعر

کس کے لب پر دل سے آہ سرد آتی ہی سدا | کان مین ہر دم جو اک پر درد آتی ہی سدا

ہر چند کتابون مین حاجب کی یہی دو صورتین مذکور ہین لیکن ایک صورت اور بھی خیال مین آتی ہی کہ ذو قافیتین مین دونون قافیون سے پہلے واقع ہو جیسے اس شعر مین

غیر و نکو جب سے تجھپہ ہوا اختیار یار | عاشق تری نظر مین ہوا بے شمار خوار

مقصد تیسرا

اقسام شعر اور اونکی تعریف کے بیان مین معلوم کیا چاہیے کہ نظم کئی قسم ہی فرد رباعی غزل قصیدہ نسیب قطعہ مثنوی مسمط ترجیع مستزاد ہر چند نسیب شعر کی قسم علیحدہ نہین ہی بلکہ قصیدے کا جزو ہی کہ باعتبار ایک حیثیت کے باقی اشعار سے ممتاز ہی اور اسیطرح سے مستزاد کہ بعضے اصناف شعر مثل فرد اور رباعی اور غزل ایک صورت خاص مین اس اسم کے ساتھ مسمےٰ ہوجاتے ہین اور حال اسکا اپنے اپنے محل مین مشروحًا دریافت ہوجاویگا لیکن آسانی فہم اور مبتدیون کی تفہیم کے واسطے اقسام مین داخل کرکے ہر ایک کا بیان علیحدہ کیا جاتا ہی فرد ایک شعر کو کہتے ہین کہ کوئی اور شعر اوسکے ہمراہ نہو خواہ دونون مصرع مقفیٰ ہون خواہ مصرع اخیر مثال اسکی ظاہر ہی رباعی دوبیت نام ہی خواہ مصرع اول اور ثانی اور رابع ہم قافیہ ہون خواہ چارون مصرع اور رباعی کیواسطے چوبیس وزن خاص معین ہین کہ اونکا بیان عروض مین ہوچکا ہی اس نظم کی دوبیت پر مبنا ہونے کی وجہ یون لکھتے ہین کہ جسوقت شاعر نے یہ وزن اختراع کیا اوسوقت نہایت فرحت اور انبساط مین تھا اور زہرہ اور عطارد مین نظر تسدیس یا تثلیث اور آفتاب و مشتری مین نظر تثلیث تھی اور خاص و عام اس فن سے نہایت محظوظ تھے اسنے اس نظم مین دوبیت پر اختصار کیا تاکہ طول سخن طبیعت سامع مین ملال پیدا نکرے مثال قسم اول کی یہ رباعی میر کی

چپکا چپکا پھرا نکر تو غم سے — کیا حرف و سخن عیب ہی کچھ محرم سے
آخر کو رکے رہتے جنون ہوتا ہی — اے میر کوئی بات کیا کر ہم سے

اور مثال قسم ثانی کی یہ رباعی میر کی

ہجران مین کیا سب نے کنارا آخر — اسباب گیا جینے کا سارا آخر
فی تاب نہ ہی نہ صبر و یارا آخر — آخر کو ہوا کام ہمارا آخر

غزل ایسی چند بیت متحد الوزن کو کہتے ہین کہ بیت اول کے دونون مصرع کا قافیہ باقی ابیات کے مصرع اخیر کے قوافی کے ساتھ متحد ہو بیت اول کو مطلع کہتے ہین اور یہی تعریف ہی قصیدے کی لیکن فاصل اور فارق ان دونون مین یہ ہی کہ غزل بارہ تیرہ بیت سے متجاوز نہین ہوتی اور قصیدہ کے واسطے نہایت نہین ہی مگر غالبًا سو ڈیڑھ سو بیت سے زیادہ نہین کہتے

اور اس زمانے مین غزل بیس پچیس بیت تک بھی کہتے ہین اور غزل و قصیدہ مین اسطرح سے فرق کرتے ہین کہ اگر مضمون ہر بیت کا مختلف یا عاشقانہ ہو تو اوسکو غزل جانتے ہین اور اگر مدحت یا نصایح اور مثل انکے ہو تو قصیدہ اور متاخرین غزل مین تخلص یعنے نام شاعر کا مقطع مین اور قصیدے مین جس بیت مین چاہتے ہین ذکر کرتے ہین اور قدما غزل مین بھی نام کو مقطع کے ساتھ مخصوص نہین کرتے تھے اور بہتر یہ ہے کہ مضمون غزل عاشقانہ ہو تاکہ لفظ غزل کی مناسبت باقی رہے کسواسطے کہ غزل لغت مین عورتون سے باتین کرنے کو کہتے ہین اور قصیدہ مغز غلیظ کو کہتے ہین جو کہ عادت قدما کی یہ تھی کہ قصیدے مین الفاظ متین جو ممدوح کی تحشم اور علوشان پر دلالت کرین استعمال کرتے تھے اس نام کے ساتھ موسوم کیا نسیب چند بیت کا نام ہے کہ قصیدے مین مقصد سے پہلے بطور تمہید کے مذکور کرین اور جو کہ ان ابیات اور اشعار مدح وغیرہ مین کوئی واسطہ چاہیے بعد اون ابیات کے ایسی ایک دو بیت ہوتی ہین کہ مقصد کی طرف متوجہ ہونے پر دلالت کرتی ہین ان بیتون کو عربی مین تخلیص اور فارسی مین گریزگاہ کہتے ہین نسیب کو تشبیب بھی کہتے ہین اور جو کہ نسیب بمعنے مین عورتون کی باتین کرنے کو کہتے ہین اور تشبیب فکر ایام شباب کو غالبًا اوایل حال مین یہ بیتین صرف عاشقانہ ہوتی ہونگی پھر رفتہ رفتہ اور مضامین مثل شکایت روزگار یا فخریہ وغیرہ پر بھی مشتمل ہونے لگین راقم غزل و قصیدہ کی مثال سے نسیب کی مثال پر قناعت کرکے سودا کے اوس قصیدے سے جو بسنت خان کی مدح مین لکھا ہے نقل کرتا ہے

کل حرص نام شخصے سودا پہ مہربان ہو
بولا نصیب تیرے سب دولت جہان ہو

گر اشرفی روپے کی خواہش ہو تیرے دل مین
ظاہر ترے پہ ہر جا گنجینہ نہان ہو

لعل و گہر کی ہووے تجکو اگر تمنا
مصرف کے بیچ تیرے اشیا ہر و کان ہو

عمدہ تو اسقدر ہو سرکار بیچ تیرے
مور و ملخ سے زائد خیل ملازمان ہو

جاہ و جلال ایسا تک دیوے تجھے زمانہ
جب ہو تری سواری صد فیل پر نشان ہو

گر ملک چاہتا ہے تو تحت بیچ تیرے
ہندوستان سے لیکر اورتا باصفہان ہو

آگے تو کیا کہون مین دل چاہتا ہے تیرے
قبضے مین لے زمین سے اورتا بآسمان ہو

سنکر یہ حرف بولا سودا کہ قدر و رتبہ
کب اشرفی روپے کا نزدیک عاقلان ہو

یہ تو برے ہین اتنے آفاق مین کہ جنکو
کیسے سے دور کیجے کام اپنا تب وان ہو

عمدہ تو وہ کوئی ہی نزدیک فہم جسکی
اہل کمال آگے دنیا مین سرنگون ہو

نام نکو سے بہتر دنیا مین کیا نشان ہی
یہ بھی کوئی نشان ہی جو فیل پر روان ہو

لعل و گہر جو پوچھو پتھر ہین اور پانی
رتبہ نہ انکو پیش ارباب ہمتان ہو

ملکون کی سرزمین سے حاصل یہی ہو آخر
دو مشت خاک جسمین اک مشت استخوان ہو

ارض و سما کا ہونا قبضے کے بیچ اپنے
بے دعوی خدائی کیونکر مجھے گمان ہو

جو کچھ کہا ہی تو نے تجکو یہ سب مبارک
مین اور میرے سر پہ سیر السنت خان ہو

قطعہ ابیات متحدۃ الوزن والقافیہ ہین بدون مطلع کے پس اگر مطلع ہو اور ابیات حد قصیدہ سے کم ہون تو غزل ہی والا قصیدہ مثال اوسکی یہ قطعہ سودا کا ہی نواب شجاع الدولہ کی تعریف مین لکہا ہی

گتھا ہووے یہ اقبال و بخت کا تیرے
رہے فلک پہ درخشندگی مین تا مہ و مہر

عروج ہو ترے اعدا کا یون تنزل مین
کہ جیسے مہر کی تابش سے کوہ برف گلے

مثنوی وہ ابیات ہین کہ وزن سب کا متحد اور قافیہ علیحدہ ہو لیکن ہر بیت کے دونون مصرع قافیہ مین اتفاق رکھتے ہون چند بیت مثنوی میر سے بطریق نمونہ کے مرقوم ہوتے ہین

ہر قابل حمد وہ سرانجام
جو سب مین ہوا ہی جلوہ پرداز

اوسکو مے حسن سے چھکایا
ہستی کا نشہ اوسے پلایا

پی اون نے شراب خود پرستی
طاری ہوئی اوسپہ زور مستی

وہ مست شراب ناز ہی فرد
خورشید ہی اوسکا جام پر ورد

ہی گردش چشم اوسکی افسون
پھر جاوے ہی جسکے ساتھ گردون

عالم ہی قرابہ مے خام
ہی دور سپہر گردش جام

مشہور جہان جو کیف و کم ہی
بے نشہ جو ہووے تو ستم ہی

وہ مست نیاز ہی حرم مین
وہ رفتہ ناز ہی صنم مین

ہی آب رخ زمانہ اوس سے
روشن ہی تمام خانہ اوس سے

سمیط وہ چند مصرع ہین کہ وزن و قافیہ مین متفق ہین ہمراہ ایسے ایک مصرع کے کہ وزن

ہین اون مصاریع سے موافق اور قافیہ ہین مخالف ہوتا ہی اور گاہ گاہ یہ مصرع بھی اون مصاریع کے ساتھ قافیہ مین اتحاد رکھتا ہی اور یہ امر اوس مسمط کے پہلے بند سے ظاہر ہی کہ اوسکے چند مصرع مطلع غزل کے ساتھ الحاق کیے جاوین مصنف مناظر الانشا لکھتا ہی کہ مولانا وحید تبریزی کے رسالہ مین کہ عروض اور قافیہ اور بدیع پر مشتمل ہی مرقوم ہی کہ مسمط چار مصرع سے دس مصرع تک ہوتا ہی پس یہ تعریف مربع اور مخمس اور مسدس اور مسبع اور مثمن اور متسع اور معشر کو شامل ہی یہانتک کلام اوسکا منتہی ہوا لیکن مثلث بھی پایا جاتا ہی اور جاننا چاہیے کہ جب بیات مسمط کے مکرر ہو جاوین تو چاہیے کہ اخیر کے مصرع قافیہ مین متحد ہون مثلث اور مربع اور مخمس کی مثال مرقوم ہوتی ہی کہ کثیر الوجود ہی اور باقی مین اشعار کم پائے جاتے

ہین مثلث میر کا

کیا کہون ہین عاشق و معشوق کا راز و نیاز | ناقہ را میراند لیلی سوے خلوت گاہ ناز
سارباں در رہ حدے میخواند و مجنون میگریست

مربع ایک بند مرثیہ قاسم رضی اللہ عنہ کا تصنیف سودا کا

گر داو سکے برائی سر و سینہ سے لے خاک | سب چاک گریبان کیے با دیدۂ نمناک
فریاد و فغان انکی سے بر گنبد افلاک | فی اشک تھما مرد کا یہ دیکھ نہ زن کا

مخمس سودا کا

مجھے تو زور ہی ساقی کی یہ ادا بھائی | کہ پہلے جام کی مے خاک پر چھڑکوائی
جو پوچھا مین تو کہا مجھسے سُن یہ سودائی | چو با حبیب نشینی و باده پیمائی
بیاد آر محبان باده پیمارا

ترجیع مصنف مناظر الانشا نے اسکی تعریف اسطرح کی ہی کہ ترجیع وہ شعر ہی کہ حصہ کیجاوے ایسی بیت کے ساتھ کہ اوسکے ہر مصرع مین قافیہ ہو اور ہر حصہ اوسکا چند بیت صاحب مطلع ہوتے ہین کہ وزن اور قافیہ مین اتحاد رکھتے ہون اوس حصہ کرنے والے بیت کو بند ترجیع کہتے ہین اور وہ بند غالبًا ہر جگہ ایک ہی بیت ہوتی ہی اور گاہ گاہ غیر اوّل کی اور بند چاہیے کہ ابیات سابق سے باعتبار معنی کے مرتبط ہو اور شمس فخری معیار جمالی مین لکھتا ہی کہ ترجیع کئی قسم ہی اوّل یہ کہ شاعر پانچ یا سات یا نو یا گیارہ بیتین جس وزن اور قافیہ اور ردیف مین چاہے کہے اور بعد اوسکے ایک اور بیت لاوے کہ اوس قافیہ

اور ردیف پر ہو اور پھر اوسی قدر بیتین کہ پہلے کی بیتین کہکر ایک اور بیت لاوے اسیطرحسے
آخر تک اتمام کو پہونچاوے اون ابیات کو خانہ اور اوس بیت کو بند کہتے ہین دوسرے
یہ کہ بعد ہر خانہ کے ابیات بند ایسے ہون کہ قافیہ اور ردیف مین اتحاد رکھتے ہون اگر ابیات
بند کو جمع کرین ایک قطعہ ہوجاوے تیسرے یہ کہ بند ہر جگہ ایک ہی بیت ہو چوتھی قسم یہ
ہے کہ سب خانون کی ردیف ایک اور قافیہ مختلف ہو یا بالعکس یہان تک شمس فخری کا کلام
تمام ہوا مؤلف کہتا ہے کہ صاحب مناظر الانشا کے لکھنے سے کہ بند گاہ گاہ غیر مکرر ہوتا ہے
اور اقسام اربعہ مذکورہ کی پہلی اور تیسری قسم کی عبارت سے یہ معلوم ہوا کہ ترکیب بند
بھی ترجیع کی ایک قسم ہے اور ماہران فن پر واضح ہے کہ ترکیب بند اونھین اشعار کو
کہتے ہین کہ ان دونون صورتون مین سے کسی صورت پر ہو اور شمس فخری کے اس
قول سے کہ اگر اون ابیات کو جمع کرین تو ایک قطعہ ہوجاوے معلوم ہوتا ہے کہ
ہر بند کے دوسرے ہی مصرع مین قافیہ ہو نہ یہ کہ پہلا بند بشکل مطلع کے اور باقی ابیات
ابیات باقی غزل کے طور پر اور شعراے قدیم وحال کے کلام کا مشاہدہ بھی اسی کی تائید
کرتا ہے اور دو بیت پر بھی خانہ کی بنا رکھتے ہین اس روزگار مین یہ اشعار مسدس کے
نام سے مشہور ہین اسمقام مین کچھ مثالین مرقوم ہوتی ہین قسم اول ترجیع بند مولوی
عبد الکریم سوز تخلص خلف الصدق جناب اوستادی مولوی امام بخش صہبائی عم نوالہ

یاد ایام کہ باہم تھی محبت منظور
عیش و عشرت تھی سے رہتا تھا سدا دل معمور

لب پہ آتا ہی نہ تھا حرف فراق و ہجران
نہ جدائی کا وہان ذکر نہ یان کچھ مذکور

نہ اوسے شوق کہ کیجے ستم و جور و جفا
نہ یہ کچھ جبر ہمین پر کہ سہین ظلم ضرور

وان ہوا ظلم تو اک ناز سمجھ کر اوسکو
یان سہا جور تو الفت کا سمجھ کر دستور

بیقراری کا نہ تھا دل مین کہین نام و نشان
نہ یہ تھی سینہ مین لوزش نہ جگر مین ناسور

اتنی بے صبری و بے طاقتی و بیہوشی
نہ یہ دل مین نہ وہ جان مین نہ وہ سر مین مستور

نہ غم و درد سے پایا کبھی دن کو تاریک
نہ کبھی رات کو اندوہ سے دیکھا دیجور

دور تھا یون ہی کبھی درد و غم و حسرت سے
جیسے اب عیش و مسرت سے ہوا ہون مہجور

دل سے ارمان مرے رہتے تھے سب پاس ہی پاس
یاس و افسوس سدا جان سے تھے دور ہی دور

دل مین ہوتی تھی نہ اسطرح کی سوزش پیدا
جان رہتی تھی خنک اپنی مثال کافور

مجکو ہر وقت کے جلنے سے سروکار نہ تھا — اور جلاتا بھی اگر مجکو تو وہ پرتو نور
طور کی طرح جلاتی تھی تجلی مجکو — ہین جو تھا طور کے مانند تو وہ جلوۂ طور
ارنی شوق مین کہہ بیٹھے کے موسیٰ کیطرح — لن ترانی کے اگر امر سے ہوتے مامور
تو یہ منظور نہ تھا اوسکو کہ اپنے رخ کو — رکھتے پردے ہی مین نظارگیون سے مستور
بلکہ مقصود تو وہ ان کرکے سہم ناز و نیاز — شوق دیدار کو تھا صرف بڑھانا منظور
کام لب کرتے تھے کیا کیا نہ مسیحائی کا — نرگسی چشم سے ہوتا جو کبھی مین رنجور
میرے سینے مین جو تھا عیش تو تھا عیش مین دل — تھا وہ گنجینۂ عشرت تو یہ اوسکا گنجور
اسطرح سے مجھے تھی جاے کسیکے دل مین — کہ بنایا ہمہ تن تھا مجھے گویا کہ سرور
اوسکی آنکھون مین سمایا تھا کچھ اسطرح کہ مین — گویا تھا ہمہ بینائی چشم و ہمہ نور
جامکو پاتے تھے جو تن مین تو بصد عیش و نشاط — دلکو جب دیکھتے سینے مین تو کیا کیا مسرور
یک قلم محو ہوا تھا یہ غم و درد و الم — کہ ٹھکانا ہی نہ لگتا تھا کہین پاسخ دور
اور دریاے مسرت مین یہ تھی موج زنی — عشرت و عیش کا اسطور سے تھا جوش و فور
کہ اگر زخم بھی آتا تھا بدن پر کوئی — باندھ لاتا تھا اوسیوقت وہ بھر کر انگور
بندھ کے انگور ٹپکتی تھی مے عیش و نشاط — اور اوس مے سے نشہ عیش کا رکھتا تھا ظہور
جان حاسد پہ برستی تھی پڑی نار پہ نار — دلپہ یان اپنے اترتا تھا سدا نور پہ نور
اتنی سی بات پہ آپے سے گئے اپنے نکل — اتنے سے عیش پہ ہم ہوگئے کیسے مغرور
اتنی جمعیت خاطر پہ لگے یون کہنے — کہ کوئی ہمکو پریشان کرے کیا مقدور
اور نہ سمجھے کہ زمانہ ہی بڑا شعبدہ باز — اسکے آگے نہین چلتا ہے کسیکا بھی غرور
اسکی نیرنگی سے ایک خلق جہان ہے ناچار — اسکی بے رحمی سے ہے ایک زمانہ مجبور
دیکھتا ہے کہین جس خانۂ دل کو آباد — اوسکے ڈھا دینے مین کرتا ہی نہین ہے یہ قصور
خاک مین مسکو ملا کر نہ رکھا نام و نشان — نہ رہا روم مین قیصر تو نہ چین مین فغفور
ہوتے اوسکے ستم و جور سے کیونکر آگاہ — پاتے کسطرح سے اس شعبدہ بازی پہ شعور
کہ کبھی جور فلک سے نہ ہوے تھے عاجز — اور کبھی قہر ہے اوسکے نہ ہوے تھے مقہور
کبھی گرداب الم مین نہ پڑے تھے اکثر — نہ کیا تھا کبھی دریاے صعوبت سے عبور
یان بھی آخر وہی کی شعبدہ بازی آخر — کہ ہر اک اپنی ہے عادت سے جہان مین مجبور

یعنی وہ راز کہ تھا لاکھ طرح سے پنہان
کر دیا بات کی ہی بات مین سب پر مشہور

کھل گئی عشق کی غیرو بنہ حقیقت جسدم
لگ گئی آگ اودھین سنکے یہ ذکر و مذکور

میرا آزار اودھین ٹھہر گیا مد نظر
میری ایذا ہوئی ہر طرح سے اونکو منظور

اور ہر ایک نے چاہا کہ بلا سے کچھ ہو
مار ہی ڈالین اسے جان سے حتی المقدور

شہد کا شہد گیا ہاتھ سے اپنے مہمات
اور چبھی مفت رگ جان مین نیش زنبور

چل سکا مجھپہ نہ جب اور کوئی بس اُنکا
مری تکلیف کے دینے سے رہے سب مجبور

تفرقہ ڈال دیا مجھ مین اور اونمین ایسا
لفظ مہمل سے ہو جسطرح سے معنی مہجور

اُنکے بہکانے سے یون حرون و فامیت دیا
جیسے تھا ہی نہ کبھی لوح پہ دل کی مسطور

دم کے دم مین وہ یہ بگڑا کہ کہون کیا ہمدم
اتنی مضبوط محبت پہ خلاف دستور

حیف در چشم زدن صحبت یار آخر شد
روے گل سیر ندیدیم و بہار آخر شد

تھی عجب نام خدا حسن کی اوس گل کی بہار
حسن و خوبی کا شگفتہ تھا وہ گویا گلزار

دل نے چاہا کہ یہان کا بھی تماشا کیجے
ورنہ ہوگا یہ مزا مفت نصیب اغیار

ہاتھ ملنے کے سوا کچھ بھی نہ حاصل ہوگا
اور چلی جائیگی یون ہی یہ بہار آخر کار

مین بھی سمجھا کہ اگر دل کا نہ مانا کہنا
تو یہ دل ہی کہین ہو جاوے نہ مجھسے بیزار

دل ہی بیزار جو ہوگا تو خرابی ہوگی
جان بھی تنگ آکے ہو جائیگی پھر رو بفرار

دل کے کہنے کو ہر اک طرح مقدم جانا
اور ہوا اسیر و تماشے کے لیے مین طیار

پھر کے ہر ایک سے ہر طرح رسائی ہو نجا
ایسے کوچے مین کہ تھا واں کا پہونچنا دشوار

اور وہان جاکے پھر اک طرز سے اک حیلے سے
جسکا منظور نظارہ تھا کیا واں بھی گزار

کے دیکھا تو وہ دیکھا کہ نہ دیکھا نہ سنا
وہان جو پایا تو یہ پایا کہ کرون کیا اظہار

بھر گیا نور سا آنکھون مین یکایک مری
ہو گیا دیکھ کے حیرت سے مین نقش دیوار

آنکھ کہتی تھی کہ اب طاقت نظارہ ہے طاق
دل یہ کہتا تھا کہ یا نسے ہی نہ پھیرو زنہار

نظر شوق کا ایما کہ اسے بت کہیے
اور یہین لیجیے الفت مین اسیکی زنار

عقل کہتی تھی کہ ہے اسمین فرشتہ کا ظہور
عشق کہتا تھا کہ دیدیجے خدا اسکو قرار

کسر شان اوسکی جو بت کہیے خدا کہیے تو کفر
اوسکے حق مین تو کہین کیا کہ ہے کہنا دشوار

اور اگر کہیے تو اتنا ہی زبان سے کہیے — کہ خدا جانے وہ کیا تھا نہین کھلتا اسرار
نہ خدا تھا نہ لبشر تھا نہ ملک تھا نہ پری — اور جو دیکھو تو زسر تا بقدم پُر انوار
اسقدر مایۂ خوبی پہ وفا بھی کچھ تھی — بیوفائی کا نہ تھا نام کو ذکر و اذکار
ہوگیا ربط نظر ملتے ہی ایسا باہم — کہ جہان مین کہین دیکھا نہ سنا ہو زنہار
لیک تھی کچھ تو حیا مانع نظارۂ شوق — اور تھے کچھ خلل انداز رقیب و اغیار
کبھی یہ ڈر کہ کہین جاے مقدر نہ الٹ — نہ زمانے کے کہین ہوین مبدل اطوار
کبھی یہ خوف کہ اس عیش و مسرت مین بہم — تفرقہ ڈالے نہ لاکر کوئی چرخ دوّار
تھے بھرے سینے مین یا تنگ تو غم و درد و الم — اور اسطرح سے تھا دل پہ ہجوم افکار
منع نظارے کے تھے اتنے تو سامان موجود — نظرین پر اسپہ بھی ہوتی تھین اسپین و دچار
چند مدّت تو یون ہی شرم و حیا مین گذری — اور ہوئی خلق پہ آپس کی نہ الفت اظہار
بغرض یون ہے ظاہر تو کہ گویا کچھ بھی — نہ تعلق اوسے مجھسے نہ مجھے اوس سے ہے کار
اور باطن مین جو دیکھو تو وہی شوق وصال — وہی نوبت وہی صورت وہی الفت وہی پیار
بعد چندے جو اوٹھا شرم و حیا کا پردہ — نرہا مانع نظارۂ باغ دیدار
اب زمانے کا نہ کچھ خوف نہ کچھ بیم رقیب — نہ نصیبے کی طرف سے کوئی کھٹکا زنہار
رہ گئے بلبل و گل دونون بہم گلشن مین — نہ وہ خاطر مین خلش اور نہ دامن مین وہ خار
چند مدّت تو اس انداز سے گذری اوقات — پھر نئے سر سے اوسی غم نے کیا دل مین گزار
یعنی اوس رخ پہ ابھی کھلنے بھی پائی تھی نہ آنکھ — کہ لگے ہونے عیان خط کے سے کچھ کچھ آثار
نرہین حسن کی پہلی سی تر و تازگیان — نرہی آئینہ سان پہلی سی تاب رخسار
زلف سنبل تھی مگر کچھ تھی پریشانی اور — نہ وہ اگلی سی خم و چم تھی نہ ویسی طرار
نہ وہ پیشانی مین چین اور نہ چین مین وہ مزا — نہ وہ مژگان کی کجی اور نہ وہ ابرو خمدار
چشم اوسکی وہی نرگس تھی پہ حیران حیران — نگہ اک محو تھی مگر جس سے کہ افزون ہو خمار
لب تھے اک غنچۂ سربستہ سو اب وا دیکھے — تھی جو سوسن سی زبان ہوگئی کیسی طرار
نہ وہ غفلت نہ تغافل نہ وہ پہلی سی حیا — نہ وہ شوخی نہ وہ باتین نہ وہ لطف گفتار
نہ وہ عشوہ نہ وہ غمزہ نہ وہ ناز و انداز — نہ ادائین نہ اشارے نہ کرشمے ہر بار
نہ وہ غبغب نہ وہ ساعد نہ وہ بازو نہ وہ دوش — نہ وہ گردن نہ وہ سینہ نہ وہ ناف آئینہ وار

نہ وہ زانو نہ وہ ساقین نہ وہ پاے رنگین — نہ وہ قد اور نہ وہ قامت نہ وہ طرز رفتار
اوسکی رفتار قیامت تھی پر از فتنہ و شور — جس سے عشاق پہ آتی تھی قیامت ہر بار
اب نہ وہ آب قیامت نہ کچھ اوس مین فتنے — نہ وہ آفت نہ وہ محشر نہ وہ شورش زنہار
کثرت گل سے شگفتہ تھا گلستان جس جا — پل کی پل مین نظر آنے لگے وان خار ہی خار
مجکو آتا ہی اسی بات پہ ہر دم رونا — مٹ گئی دیکھتے ہی دیکھتے کیسی یہ بہار

حیف در چشم زدن صحبت یار آخر شد
روے گل سیر ندیدیم و بہار آخر شد۔

قسم ثانی میر کا

عمر گذری ہو چکا آسودگی کا روزگار — رنج و محنت کے تئین آرام سے ہی ننگ و عار
معرکہ ہی یک طرف دونون ہوتے ہین سامنے — زخم دل کی یہ ہنسی وہ گریۂ بے اختیار
مجملہ ہی گتھ رہے ہین ایکطرف کتنے جو یہ — صبر سے بیطاقتی دل اور درد بے شمار
عاشقی جب کی تھی مین نے تب نہ تھین یہ خواریان — کیا کہون کیا کچھ دکھاتا ہی مجھے اب ہجر یار
سینہ دیکھو چاک منھ ناخن سے سب نوچا ہوا — آنکھین دیکھو ڈوبی خون مین جی کو دیکھو بیقرار

ایکہ گفتی عشق را درمان ہجران کردہ اند
کاش میگفتی کہ ہجران را چہ درمان کردہ اند

اک کنارے وہ تو جو ہینگے زمین کے زیریان — خاک پر سنبل پڑے ہین کیسے کیسے شیریان
دو قدم پر ہی یہ ہنگامہ ترے کوچے کے بیچ — آشنایی کچھ نہین لگنے کی تجکو دیریان
منھ پہ کھانے والے تلوارون کے بھوکے موت کے — سیکڑون یکجا ہین وہ جینے سے جو تھے سیریان
دھڑ نہین سر ہی پڑا ہی سر نہین تو دھڑ ہی ہی — ہین زیارت کردنی یہ کشتۂ شمشیریان
غمزدے بے خانمان بے وارثے بیکس غریب — زخمون کے دامن کے مونھ پر ہوے ہین ڈھیریان

گر تو ہم آئی سپے طوف شہیدان دور نیست
گر بہ مے آید درین جا راہ چندان دور نیست

قسم ثالث اسکی مثال ریختہ مین بر سر دست نہ تھی اسواسطے فارسی مرقوم ہوئی

سلمان ساوجی

آئینۂ جمال جان گشت لقاے روے تو — آئینہ ندیدہ ام من بصفاے روے تو

برگ گل است در نظر کو برخ تو اند کے
ماند و گر نماند او ما و لقاے روے تو

ہر دو جہان بجان ترا خلق ہمی خرند و من
ہر دو جہان نہادہ ام نیم بہاے روے تو

روے تو دید چشم من رفت و دیدہ رفت دل
ہست گناہ چشم من نیست جفاے روے تو

چون بربیع روے ابر ازکف بادشاہ ما
در عرق است و مبدم گل زحیاے روے تو

کسرے و جم بجنب او ہر دو شہ در روے اند
حاتم و معن بر درش ہر دو گداے راستین

وہ چہ شود اگر شوم کشتہ رہے چون توی
صد چو من از فنا شود باد بقاے چون توی

جور تو ہست دولتے کان نرسد بہر کسے
کی بچو من رسد گہی جور و جفاے چون توی

عشق بقدر دان ہما قامہ سرشتمش
تا ببرے کہ اوفتد ظل ہماے چون توی

نیست ترا وفا گر نیز بود عجب بود
گر بکسے چو من رسد روے وفاے چون توی

بر سر کوی عاشقی شاہ و گدا یکے بود
بادشہی کند کسے کو ست گداے چون توی

ہست ز ابروے او بر لب جوے سلطنت
سر و جلال و جاہ را نشو و نماے راستین

قسم رابع یعنی خانہ کو دوبیت پر بنا کرنا بطرز ترکیب بند کے میر

یاد ایام کہ خوبی سے خبر تجکو نہ تھی
سرمہ و آئینہ کی اور نظر تجکو نہ تھی

فکر آراستگی شام و سحر تجکو نہ تھی
زلف آشفتہ کی سدھ دود و دہر تجکو نہ تھی

شانہ تھا نابلد کوچہ گیسو تیرا
آئینہ کا ہیکو تھا حیرتی رو تیرا

آگہی حسن سے اپنے تجھے درہنا رہ تھی
اپنی مستی سے تری آنکھ خبردار نہ تھی

بانون بیدل نہ پڑتا تھا یہ رفتار نہ تھی
ہر دم اس طور کمر مین تری تلوار نہ تھی

خون کا ہیکو یہ کوچہ مین ترے ہوتے تھے
دل زدے کب تری دیوار تلے روتے تھے

بطور ترجیع بند کے جڑا

نہ کیونکہ روئیے زانوے غم پہ سر کو دھرے
بغل مین کیون نہ دل بیتاب تڑپ تڑپ کے مرے

خبر جو ہووے اوسے تو وہ کچھ خدا سے ڈرے
سنو نہ حال سے آگاہ اوسکو کون کرے

نہ قاصدے نہ صبا ے نہ مرغ نامہ برے

کسے زبکسیے مانے بر دخبرے

غم فراق سے ہر دکھ پہ دُکھ الم پہ الم
سنائے کون کسے کون اوس سے اپنا غم

جگر پہ داغ مژہ اشکبار لب پہ ہر دم
نہ کوئی یار نہ کوئی رفیق و نی ہمدم

نہ قاصدے نہ صبائے نہ مرغ نامہ برے
کسے زبکسیے مانے بر دخبرے

مستزاد ایسا کلام منظوم ہر کہ اوسکے مصرع یا بیت کے بعد اسطرح سے ایک پارہ کلام زیادہ کیا جاوے کہ بحسب معنی اوس نظم سے مرتبط ہو مگر جاننا چاہیے کہ مستزاد رباعی و غزل وغیرہ کے مقابل نہین ہر بلکہ رباعی وغیرہ کے ساتھ جمع بھی ہو جاتا ہر یعنی رباعی و غزل مستزاد ہوتے ہین اور اگر مقابل ہوتے تو اون دونون کا جمع ہونا محال تھا اور یہ مرکبہ وہ پارہ کلام جو زیادہ کیا جاتا ہر نثر ہر یا نظم ایک بحث دور و دراز رکھتا ہر اسکی تفصیل استادی مولائی جناب مولوی امام بخش صہبائی سلمہ اللہ تعالے کے رسالہ قافیہ سے جسکا نام وافی ہر دریافت کرین کہ اوس سے بہتر کسی کتاب مین مرقوم نہین ہر ملخص کلام یہ ہر کہ وہ پارہ بھی نظم ہر نہ نثر جیسے کہ بعضون کا گمان ہر اسس جگہہ رباعی مستزاد پر کفایت کرتا ہون میر

کیا کیا آتی ہر اپنے دل مین لیکن
تو مست گذارہ ہوئے غیرون کی جا

کیا کہیے کہ آہ
چھپ چھپ کر رات

صحرا مین سر مارے کبتک تجھ بن
ہم پھیرے تسبیح رہین ساری رات

غم ہر جانکاہ
سبحان اللہ

خامہ خام رقم اس مقام پر تحریر تبصرہ سے فارغ ہوا اب چاہتا ہر کہ جادۂ مقصود اصلی یعنے تذکرہ شعرائے فصاحت بیان مین سرگرم ہو اور سرانجام امر ضروری مین آمادہ بلکہ مولف بیچارہ کی انگشت کو مرکب اور صفحہ کو میدان قرار دیکر قریب تھا کہ جولان کرے ناگاہ خرد دقیقہ شناس نے صدا دی کہ ای حق شناس تیری طرز تحریر سے معلوم ہوتا ہر کہ اسماے شعرائے بلیغ کی تسطیر مین حروف تہجی کی رعایت منظور ہو اور یہی طور ملحوظ اس صورت مین کلام وحی نظام حضرت سلطنت پناہی ظل الٰہی زیبندۂ تخت جم پروردۂ عساکر خدم خلد اللہ ملکہٗ آور سخن اعجاز منشا بہ وارث تاج و نگین ولیعہد با عز و تمکین ضاعف اللہ جلالتہ و قدرہ اگر انھین اسماکے سلک مین منسلک ہو تو راہ اسارت ادب کسقدر مسلوک اور قاعدہ دانی کی مخالفت کسقدر مرعی ہو گی اور اگر اوسکی تحریر سے قاطبتہً ہاتھ کھینچا جاوے اور اوس بحر زخار سے ایک قطرہ اور اوس چشمۂ سیکراں سے ایک نم بھی ہاتھ نہ آوے تشنہ لبان وادی استعداد کی

حسرت اور تفسیدہ دلان دشت کمال کی آرزو کی شکایت کا کیا جواب ہی پس مناسب ہی کہ ان دونون کلام الہام نظام کو افسر کتاب اور تاج صحیفہ بلاغت نصاب کرے کہ سر رشتہ ادب ہاتھ سے نہ جاوے اور تقاضاے طلب بھی حرف شکوہ زبان پر نہ لاوے ع چہ خوش بود کہ برآید بیک کرشمہ دو کار ۔ اسواسطے صابر قاعدہ شناس اس پند دلپذیر کو زیور گوش اور اس نصیحت سودمند کو مفرح ہوش کرکے آغاز کتاب کو ان لآلی شاہوار اور ان جواہر آبدار سے زینت دیتا ہی

شہے کان جامع قدر و جلال ست	ہنرور پرور و صاحب کمال ست
خدایا بر سر ما زندہ اش دار	چو ذات خویشتن پائندہ اش دار

اشعار گوہر نثار

حضرت ظل اللہ ملک سپاہ انجم حشم خورشید عالم سدا رائے عدل و داد ماحی رسوم جور و بیداد مبنع لطف و کرم ہادم اساس ظلم و ستم خسرو گردون سریر یا دشاہ فریدون کبیر سلطان معرفت آگاہ ابوالظفر محمد سراج الدین بہادر شاہ خلد اللہ ملکہ و سلطانہ کہ کشور سخن مین اقالیم کشایان معنی سے نامور تر اور نام بلند مقام اوس جہانگیر کمال کا جہان نظم مین مظفر ہی

پیام بر جو ادھر سے مرا نہین آتا	تو کیا کہون کہ ترے دل مین کیا نہین آتا
غریق بحر محبت پہ تیرے کیا گذری	کسی سے سلسلے مین کچھ ماجرا نہین آتا
نہو فراق مین جب تک کہ خوب بیزاری	وصال یار کا ہرگز مزا نہین آتا
موڑا نہ کبھی منہ تری شمشیر جفا سے	میرا سا کیسکا بھی جگر ہو نہین سکتا
کبھی جاکر نہ پھرتا مین گلی مین خوبرویون کی	اگر مجکو نہ میرا یہ دل مضطر پھیرتا
تھا کچھ دور تو رستہ بہت دشوار کے گھر کا	مگر ہمکو ہماری ناتوانی نے تھکا مارا
جانے دو جاتا ہی گر عمر رواں کا کاروان	ٹھہر جائیگا کہین آخر کہان تک جائیگا
دام ہے صیاد مرغ ناتوان چھوٹا تو کیا	یہ نہین امید اوڑکر آشیان تک جائیگا
مین اور دون دل اپنا کسیکو ترے سوا	تیرا خیال یہ کدھر ای نازنین گیا
اسیران قفس کا دم ہوا ہوتا ہی حسرت سے	چمن سے کیا کوئی مجھو کا نسیم صبح کا آیا
حرف تلخ اوس لب شیرین سے مزا دیتا ہی	چھیڑ کر کرتے ہین ہم اس لیے دشنام طلب
دام بلاے زلف مین کچھ بے طرح ہے دل	جاکر پھنسا ہی دیکھین رہائی ہو کسطرح

اشعار گوہر نثار

ہمین ہی ایک اوسی گلعذار سے اخلاص
اوسی ہزار سے الفت ہزار سے اخلاص

جو دیکھون بزم مین اوس شوخ جنگجو کیطرف
چھڑی کو دیکھ کے دیکھے مرے گلو کی طرف

کیا ستم ہی وہ صریحا ہمپہ کرتے ہین ستم
اور کہتے ہین کہ یہ لطف و کرم کرتے ہین ہم

گو بنگیا ہون سوکھ کے کانٹا سا مین حقیر
لیکن کھٹکتا اب بھی ہون چشم حسود مین

گو ہ کو پانی نکرا سے نالہ خارا گداز
مارے سر سے ہمین دو چار تچھر اور ہین

اے خدنگ یار کیون سینہ سے نکلا جاے ہی
ہم ترے رہنے کو اپنے دلمین گھر دیتے تو ہین

جلد آ کہین اے رشک مسیحا کہ یہ ہی حال
پانی ہین چواتے ترے بیمار کے منھ مین

ہین باغ دلکشا مین بھی تجھ بن گرفتہ دل
ہون اسطرح کہ جیسے گنہگار بند ہین

تسلی ہمکو ہو جاتی ہی حسبدم غیر کے منھ سے
شکایت ہم تری اے دلربا سنتے ہین

دیکھ تو ہجر کی شب کیونکہ مرے سوختہ جان
شمع کی طرح سے رو رو کے سحر کرتے ہین

یہان تو کہتے ہین لائینگے ہم کچھ اوسکو کہہ سنکر
وہان جاکر مرے ہمدم نہ کہتے ہین نہ سنتے ہین

کہے دیتی ہین نگاہین ہی تمھاری سب کچھ
کیا ہوا گر نہین تم کہتے حیا سے کچھ ہو

سینہ پہ دھر کے دیکھ ذرا ایک بار ہاتھ
یہ حال ہی کہ اوچلے ہی دل چار چار ہاتھ

میرا دل رمیدہ ہوا کب کسیکا صید
قسمت سے آگیا ہی ترے یہ شکار ہاتھ

دفعہ گریہ نے میرے بچا لیا ورنہ
جلا چکی تھی مری آہ شعلہ بار مجھے

بلا سے دلکو وہ لیجاے پر کچھ ایسا ہو
کہ جان ہاتھ سے اوس شوخ فتنہ گر کے بچے

طائر دل کا مرے ہی عشق تجکو اختیار
رنج و غم درد و الم جو ہی تیرا آوردہ ہی

اللہ اللہ رے ان بتون کا غرور
یہ خدائی نہین تو پھر کیا ہی ؟

کلام وحی لطام قائمقام حضرت خلافت پناہی ہانی بناے سلطنت دستگاہی ولیعہد داور روزگار والی شہر و دیار آشناے بحر تدقیق غواص محیط تحقیق مستجمع عرو جلال مرجع دولت و اقبال وارث تاج و نگین شہریاری مستحق تخت و افسر کامگاری شایستہ لقاب مرزا فتح الملک بہادر دام اقبالہ و ضاعف اجلالہ کہ وجود با جود اس منبع فضل و افضال کا از بسکہ ایک رمز ہی رموز پردہ غیب سے اور ایک سر ہی اسرار عالم لاریب سے بمقتضاے اسکے الاسماء تتنزل من السماء حاملان عرش سخن نے اس عرش تازکمال کا نام نامی رمز مقرر کیا کہ اسم با مسمے کا مصداق مہیا ہو اور دعوے با دلیل جلوہ نما ہو

مانا کہ نہ دل لیکر تو مجھسے وفا کرتا
پر دل کی تسلی کو وعدہ تو کیا کرتا

طرز رفتار نے تیری ظالم
رفتہ رفتہ مجھے رام کیا

دل گرفتہ ہو خوش سیر لالہ زار سے کیا
غرض ہے غنچہ تصویر کو بہار سے کیا

وہ لیگئے ہین خدا جانے کسطرح دل کو
دیا ہے مین نے اونھین اپنے اختیار سے کیا

انقلاب دہر سے ایک ہم رہے خانہ خراب
ورنہ عالم بارہا بگڑا ہے اور بن بن گیا

تم رہو اور مجمع اغیار
میرا کیا ہے جو ہوا ہو انہوا

پھر تمھارے ستم اوٹھانے کو
رمز اچھا ہو اُبرا انہوا

ہمکو مارا ترے تغافل نے
مفت نام اجل خراب ہوا

مین جو رسوا سے زمانہ ہوگیا
اوسکی شہرت کو بہانہ ہوگیا

جا پڑے ہم کو چپ ہجراں مین رمز
بارے اپنا بھی ٹھکانا ہوگیا

دل بیتاب ہوگیا تجھسے رفاقت کی ہوس
کون ہوتا ہے پرائے وقت مین جو تو ہوگا

[illegible]

[illegible]

دل گیا پر وانہ تو یہ بھی سحر تک ہے تمام
[illegible]

جسمین نہ جذب ہو نہ اثر ہو نہ درد ہو
اوسکو دل کون کہکے سینے مین پھر کیا کریگے ہم

بیتابیون سے اس دل خانہ خراب کی
کیا کیا کیا ہوا اور نہ کیا کرینگے ہم

نغمہ کا گمان اونکے ہمین تار سے ہوا
مرجا مین اگر دیکھین اونھین چھین کے ہم

اسلام و کفر دونون سے قطع نظر کرین
تنگ آگئے کشاکش دیر و حرم سے ہم

ہوتی صورت نہ کچھ اپنی شفا کی
دوا کی مدتون برسون دعا کی

در و فراق فکر حسد و طعن دوستان
اس ایک جان پر مری کیا کیا بلا نہین

جسکی شب حشر کا دن ہو تو شاید کچھ کہین
اسقدر شکوے ہین دل مین اوس ستمگر سے ہمین

اے دل بیتاب اتنا اضطراب
صبر تجھپر اور تو مین کیا کہون

شوکر دہ رفتار تیرا بعد قیامت
یہ بھی تو بنجائے کہ قیامت ہوتی کسدن

کیون نہ دون زخم کو جگہ دل مین
کیا یہ قاتل کا یاد گار نہین

ہمکو کیا غیر کے آنے کی خبر
چغلیان نقش قدم کہاتے ہین

دل کہین دے بیٹھے ہوئے رمز تم جس روز سے
طور ہی کچھ آپ کے اے بندہ پرور اور ہین

یان یہ حالت کہ دم لبون پر ہی
وان وہ غفلت کہ کچھ خیال نہین

تم نہ تھے غیر کے گھر مین شب کو
بس چلو یون ہی سہی جانے دو

اوسکے آنے کی اگر کوشش مین
جان جاتے تو چلی جانے دو

منھ دکھانا ہی خدا کو اک دن
اے تبو اتنی خود سی جانے دو

تیر مارا ہی تو ظالم تو چھری بھی پھیر دے
یہ بھی حسرت رہ نجاتے اس ستمگر کو

پیٹون خون مین سر کو کر روکون سر شک کو
تھامون قلق مین دل کو کر رکھون جگر پہ ہاتھ

معلوم ہوگی داد محشر کے سامنے
پرسش ہوئی جو مجھ سے کسی داد خواہ کی

اپنا نہ جانتے تھے جو اے رمز تم ادسے
کیون جان ایک غیر کے پیچھے تباہ کی

چھیلنے کو زخم ناخن تو خدا نے دیدیے
پر مجھے اب پر نمک کوئی نمکدان دیجیے

آہی موت تو ہوگی گر یون ہو تو بہتر ہی
کہ سر ہو بالون پر قاتل کے اور سجدہ مین دم نکلے

شوق کا ہی کہ چلا اور ضعف سے
دو قدم نہین سکتا قدم کیا کیجیے

[illegible] کیا ابھی انفصال ہوتا ہی

یا نہیں مین عمر گذری یا ان تو رمز
کیا کہو گے وان خدا کے سامنے

یا تو وہ رہتے تھے میرے دل مین رمز
یا کیا گھر اوس مین اوسکے تیر نے

کیون نہ لب حسرت سے کاٹون کہ مرے منھ مین
بوسہ اوس لب کا لیا جام شراب ناب کے

دل لے تو گئے ہین وہ ہمارا
پر دیکھیے اوسکو کیا کرینگے

کاٹ دے اسکو بھی تو اے قاتل
ٹک رہی گردن اک ذرا سی ہی

اپنے رہنے کا ٹھکانا اوس گلی مین ہو نہو
رمز اوسکے دل مین پر اپنا ٹھکانا چاہیے

کیا جانے آج دل کو مرے ہوگیا ہی کیا
پہلو مین یار اور اسے اضطراب ہی

رمز ہین صورت پہ اوسکی شیفتہ
آپ کی صورت تو دیکھا چاہیے

ہاتھون سے ترے بچا نہ وہ بھی
اک رمز تھا جان نثار ہی ہی

آغاز تذکرہ

راقم رنگین نگار رضا بر عجز شعار حبیب صفحہ اوراق کو لالہ آبدار و گوہر شاہوار یعنے
اشعار دُر نثار حضرت ظل سبحانی خلیفۂ ربانی اور افکار جواہر نگار قایم مقام سلطان

ولیعہد خلیفہ دوران خلد اللہ ملکہما سے زیب و زینت دے چکا اب بقضاے مقام دامنگیر ہی کہ تحریر تذکرہ مین کمر ہمت کو چست اور عزم سخن سنجی کو درست کرے ناگزیر شبدیز قلم کو اس میدان وسیع مین جولان دیتا ہی اور تیمنًا جناب مستطاب معلی القاب ملک العلما مرجع الفضلاے عالمی شرع خاتم انبیا ماحی آثار مبتدع و احیا عیار افزاے کمال چاشنی گیر فضل و افضال جامع ضدین دنیا و دین مولانا و بالفضل اولینا مولوی محمد صدر الدین دامت برکاتہ کے کلام معجز انتظام سے آغاز کتاب کو رونق پذیر کرکے سعادت کونین حاصل کرتا ہی ؎ زہے بلندی نقش کہ تاج تارک نظم ٭ چو بیجک و زہے و جبذا وہان آمد

باب الالف الف ممدودہ

آزردہ

آزردہ نام بلند مقام اوس مجمع مفاخر و معالی کا ہی کہ فضل و کمال اوسکے سایۂ حمایت مین اگر فرق دانش افلاطونی پر ٹھوکر مارے تاج افتخار سے مشرف کرے اور علم و ہنر اوسکی طبیعت رسا کی اعانت سے اگر ارسطو کی بلندی کمال کو خاک مذلت پر کھینچے فلک اطلس پر پہونچنے کا اندیشہ اگر فلک نہم کے اوج تک پہونچے اوسکے ایوان جاہ کے کنگرہ کو ہزار فرسخ سے مشاہدہ کرے اور فکر اگر لامکان سے سو مرحلہ آگے جاوے اوسکے شہسوار کمال کا غبار کرد رقدم اس طرف سے نظر آوے یعنی افضل فضلاے روزگار اکمل کملاے شہر و دیار زبدۂ نتایج سعود افلاک اسوۂ شتابندگان عرصۂ خاک قدردان ہنر مرتبہ شناس ہنر ور مرجع معانی رنگین و مضامین دلنشین مولانا و بالفضل اولینا مولوی مفتی محمد صدر الدین کہ اس عزیز زمان مین عہدۂ صدر الصدوری کی سند انکے زیور تمکن سے ممتاز اور انکے قصر عدل و انصاف کو ایوان نوشیروان پر ناز ہی علم اگر انکے گوشۂ طبیعت مین متکلف نہوتا سبک تازی جہل سے پامال ہوجاتا اور کمال اگر انکی ذات سے شرف نہ لیتا سر اعتبار کو اوج فلک تک نہ پہونچاتا فکر رسا انکی اگر مجمل سے تفصیل طلب ہو قطرۂ آب کے نقطہ سے سطور امواج اسقدر پیدا کرے کہ ریگ صحرا اوسکے شمار مین کافی نہوا اور دانہ ریگ مین لشتۂ خاک کا اتنا ہجوم نظر آوے کہ اگر فطرات بحر اور رشتۂ موج تسبیح بنے اوسکے حساب کے واسطے وافی نہو بیہمات یہ کیا نامی ہی کہ ایسے جامع معقول و منقول اور حاوی فروع و اصول کو کہ مجلس علم و کمال اور بارگاہ تکمیل و اکمال مین علماے تحریر اور کملاے بے مثل و نظیر امید استفادہ مین گوش بر آواز اور تحصیل کمالات اور استیعاب فوائد سے کہ کتاب افادت سے ایک حرف اور نسخۂ ارشادات سے ایک نقطہ

نقطۂ بیش تصور نہین کیا جاتا ہی ہنگامۂ دعویداران ہنر مین ممتاز ہین چار باش منصب بلند یعنے
تحقیق مسائل علوم اور تدقیق غوامض فہوم پر متمکن دیکھنا اور انظار فلک گذار اور افکار آسمانی
سیر کی سفارت سے نامہ نگاران وحی والہام کے بیان سے لحہ لحہ کامیابی کو مشاہدہ کرنا اور ان مراتب
علیا اور مدارج والا سے مطلق غافل گذرنا یعنی نہ آسمان ہیئت و نجوم کی معراج کا وصف اور نہ زمین
طبعیات کی سیر کی مدح نہ منطق کی زبان آوری کا حال اور نہ سررشتۂ بلاغت کی رسائی کا واگویہ
نہ شبستان حکمت اشراق کی چراغ افروزی کا مذکور اور نہ عرصۂ مشائت کی غبار انگیزی کا ذکر
نہ حدیث کی حکایت اور نہ تفسیر کا بیان نہ فقہ کی مہارت کے اوصاف مین اپنی طرف سے اجتہاد
نہ اوروں کی تقلید نہ توصیف اصول مین ریشہ دوانی اور نہ تعریف فروع کا شاخ و برگ اور پھر اس
گوہر بے بہا کو سلک شعر مین منسلک کرنا یعنی شعرا کے عداد مین معدود رکھنا اور یہ خیال کرنا کہ شاعری
کیا چیز ہی کہ ان مراتب بلند مین حساب کیجاوے اگرچہ ان مدارج مین سے کمتر ہی شمار مین آوے
شناسای سوانح نزدیک و دور اور دانای حقائق امور کو خیالات محض اور وہمیات صرف سے
وصف کرنا نقاشی نگارخانۂ ارژنگ کو نقش روے آب اور مشاہدات ہنگامہ بیداری کو تخیلات
عالم خواب سمجھنا ہی لیکن دانشمندان فہیم جانتے ہین کہ جب خداوند مرتبہ شریف صنعت جسیں کو
اختیار کرتا ہی اگرچہ اوس صنعت سے اوسکے مدارج بلند کو گو نہ تنزل حاصل ہوجاتا ہی لیکن اوسکی
بلندی مراتب سے اوس صنعت کا سر آسمان سے ٹکر کھاتا ہی ہر چند نسبت شاعری سے انکو
ننگ و عار ہی لیکن شاعری کو انکے ساتھ منسوب ہونا پایۂ اعتبار اور مایۂ افتخار ہی

او اگر نام ز ننگ ست شد از ذلت شعر	شعر از عزت او نیک برآمد بذلل

اس محل مین ایسی بلند منقبت کا ذکر کرنا بلندی پایۂ سخن کا اظہار اور علو مرتبہ شاعری کا اشتہار ہی
نہ اظہار شاعری سے ممدوح کا پایہ اعتبار بڑھانا یا فن سخن کے وسیلہ سے اوسکے مرتبۂ امتیاز کو آسمان
پر پہونچانا اگر شعر اوس سے بلند مرتبہ نہوجاتا شعری نسبت شعر سے آسمان برین تک نہ پہونچتا اور
اگر نظم اوس سے آرایش نہ لیتا عقد ثریا مناسبت نظم سے نثر کو اکلیل مین آب و تاب نہ پاتا جو کہ
بیان اوصاف اور تعیین مدائح خامۂ خام رقم کی مجال سے خارج ہی ناگزیر اشعار ریختہ و فارسی سے
کچھ کچھ تیمناً تختۂ کاغذ پر مرتسم کرتا ہون کہ اوس عالی درجات کی بلندی مراتب پر اوسکے سخن کا
دلالت کرنا کو یا اوسکے اوصاف کو اوسکی زبان معجز بیان سے سماعت کرنا ہی

اشعار ریختہ

جمع طوفان دو چشم تر مرے — اب مصارف کا کچھ حساب نہین
دھو دیا سبکو دیدۂ تر نے — وہ نہین درس وہ کتاب نہین
کاش مقبول ہو دعاے عدو — کیا کرون وہ بھی مستجاب نہین
تیری آنکھون کی دور مین کیا کیا — سحر رسوا نہین خراب نہین
ابتو اس چشم تر کا چرچا ہی — ذکر دریا نہین سحاب نہین
مختصر حال چشم و دل یہ ہی — اسکو آرام اوسکو خواب نہین
عشقبازی کا منھ چڑا تا ہی — اب وہ موسم نہین شباب نہین
جون سراپاے یار آزردہ — ترے دیوان کا انتخاب نہین
گھر سے گھبرا کے کھلے بالون ہر اک کھٹکے پہ — کیون نکل آتے ہو دھوکے مین جو بیتاب نہین
پہلے آثار حیا بھی نگئے تھے اتنے — جیسے آنکھون مین تری اب اثر خواب نہین
ہزار رشیوہ ہین پنہان کہ جی ہی جانے ہی — تری نگہ کا تغافل ہی اک جواب نہین
نکلنا ہوا دل سے دشوار کیون — یہ ہی آہ کچھ اوسکا پیکان نہین
اوسی کی سی کہنے لگے اہل حشر — کہین پرسش داد خواہان نہین
یہ ہاتھ اوسکے دامن تلک پہونچے کب — رسائی جسے تا گریبان نہین
فلک نے بھی سیکھے ہین تیرے سے طور — کہ اپنے کیے سے پشیمان نہین
نالون سے میرے کب نہ وبالا جہان نہین — کب آسمان زمین و زمین آسمان نہین
آنکھون سے دیکھ کر تجھے سب ماننا پڑا — کہتے تھے جو ہمیشہ چنین ہی چنان نہین
اوس بزم مین نہین کوئی آگاہ ورنہ کب — وان خندہ زیر لب ادھر اشک سنان نہین
افسردہ دل نہو در رحمت نہین ہی بند — کس دن کھلا ہوا در پیر مغان نہین
لب بند ہون تو رو زن سینہ کو کیا کرون — تھمتا تو مجھ سے نالۂ آتش عنان نہین
ملنا ترا یہ غیر سے ہو بہر مصلحت — ہمکو تو سادگی سے تری یہ گمان نہین
اہی دل تمام نفع ہی سودا ے عشق مین — اک جان کا زیان ہی سو ایسا زیان نہین
بے وقت آئے دیر مین کیا شور و شین کرین — ہم پیر و پیر میکدہ بھی نوجوان نہین
کشتی کسیطرح سے نہین یہ شب فراق — شاید کہ گردش آج تجھے آسمان نہین
آزردہ ہونٹھ تک نہ ہلے اوسکے روبرو — مانا کہ آپ سا کوئی جادو بیان نہین

شب جوش گریہ تھا مجھے یا دشراب مین — تھا غرق مین تصور آتش سے آب مین
قسمت تو دیکھ کھولی گرہ کچھ تو رہ گئے — ناخن ہمارے ٹوٹ کے بند نقاب مین
یارب یہ کسنے چہرے سے اولٹا نقاب جو — سورخنے اب نکلنے لگے آفتاب مین
مین اور ذوق بادہ کشی لیگئین مجھے — یہ کم نگاہیان تری بزم شراب مین
تحقیق ہو تو جانو کہ مین کیا ہون قیس کیا — لکھا ہوا ہر یون تو سبھی کچھ کتاب مین

یہ عمر اور عشق ہر آزردہ جائے شرم
حضرت یہ باتین پھبتی ہین عہد شباب مین

مبتذل دوست بنایا نہ اوسے کیون تو دل — جسنے اوس شوخ کی نظرون مین کیا خوار مجھے
نہ اوٹھی بیٹھ کے خاک اپنی ترے کوچہ مین — ہم نہ یاران دوش ہوا کے بھی کبھی بار ہوئے
صبح لے آئنہ اوس سیج کو دکھایا ہمنے — رات اغیار سے ملنے کے جو انکار ہوئے
کچھ تعجب نہین گر ابکی فلک لوٹ پڑے — آج نالے جو کوئی اور بھی دوچار ہوئے
کامل اس فرقہ زہاد سے اوٹھا نہ کوئی — کچھ ہوئے تو یہی رندان قدح خوار ہوئے
مصر مین آج تجھے دیکھ کے پچھتاتے ہین — سادہ لوحی سے جو یوسف کے خریدار ہوئے
پروانہ وار ہی حد پہ واز شعلہ تک — جلنے ہی کے لیے مجھے یہ بال و پر ملے
عالم خراب ہی نہ نکلنے سے آپ کے — نکلو تو دیکھو خاک مین کیا گھر کے گھر ملے
دل نے ملا دین خاک مین سب وضعداریان — جون جون رکے وہ ملنے سے ہم بیشتر ملے
باہم ملاپ تھا پہ ترے دور حسن مین — یہ رسم اوٹھ گئی کہ لبھ سے لبشر ملے

اشعار فارسی

ساقی بہ لعل لب مددی کن کہ مرگم ست — ناخوش شوی ز بیہوشی ناتمام ما
شعلہ کان طور بسوزید و بمو سے نگرفت — جوہر قابل من بین کہ تن و جانم سوخت
ہیچگہ چرخ جفا پیشہ نمے ساخت بمن — شکر ایزد کہ ز آہ شرر افشانم سوخت
بزم افروز شبستان نشدم آن شمعم — بخت خوابیدہ سر خاک شہیدانم سوخت
ہر نگہ کان بت ترسا بچہ در کارم کرد — آتشے بود کز و خرمن ایمانم سوخت
گو یسے کہ ز شیرب و زود سبز کند — خاست از ہند سمومے کہ گلستانم سوخت
اگر آتش سخنے ہیچ کمالم نفروخت — لیک آزردہ از و جان حسودانم سوخت

اشعار فارسی

بجز وصال تو دیگر امید نتوان داشت — اگر امید بجز شایش خدا ذنبست
بگوش گل که رساند پیام بلبل زار — دران حدیقه که در برزخ صبا بندست
بگونه گونه نزاکت قد تو جلوه نماست — چو آن دقیقه که در خاطر ادا بندست
حسن کرا بزن کافر و دیندار نبود — آفت سنجه بلای بت و زنار نبود
رب ارنی ز لب همتی من سر مے زد — لن ترانی ادب آموز طلبگار نبود
عشق بے پرده تماشای جمالش میکرد — همچو بیخود زمے وعده دیدار نبود
دست تا بند نقابش برساندم مردم — سعی خوش بود مگر بخت مددگار نبود
صحبتے بود عجب دوش میان من و یار — صد شکایت بلب و رخصت اظهار نبود
گرد غم جز دل ناشاد محلے نگزید — ور نه آئینه ما مائل زنگار نبود
در باغ جور تازه که از باغبان رسد — اول به بلبلان کهن آشیان رسد
زاهد بیا و موت شهیدان عشق بین — کین مرگ را نه زندگی جاودان رسد
طوبے لک از ملائک رحمت رسد بگوش — هر دم ندائے ارجعی از آسمان رسد
غیرت نگر که لذت زخم خدنگ او — دل را قبول نیست که از دل بجان رسد
اے دل خموش باش بهجران که حکم نیست — تا شیر در قلمرو آه و فغان رسد
خواهم دم دعا بدعا ناگریستن — شد لبسکه بے اثر همه ما ناگریستن
دل قطره قطره خون شد و از چشم تر چکید — تا راج داد ده مسغله ما گریستن
هر چون تو سنگدل نتواند شد از دگر — نگریستن بحال من و ناگریستن
از اشک ریزی مژه خالی نشد دلم — خواهم چو زخم از همه اجزا گریستن
موجی بزن که تر کنم ابر بهار را — اے دیده تا کجا بدارا گریستن
یا رب نگاه بوالهوسم ده که شد مرا — در بزم او حجاب تماشا گریستن
اے دل بیا که خاک کنیم ابر و برق را — از تو بخون طپیدن و از ما گریستن

آباد تخلص نوجوان یوسف جمال محمد یعقوب علی خلف محمد اسحاق خان ساکن قدیم شاهجهان آباد
که مصر حسن مین زلیخا منشان دل سوختہ کے نزدیک کوئی اوس سے زیادہ عزیز نہین ہمصحبتان
آوارہ مزاج کے اختلاط سے تحصیل کمال کی طرف قابلیتہ توجہ نہین ہر لیکن موزونی طبیعت
سے گاہ گاہ بطریق آمد نہ آوردگی شعر یا مصرع زبان سے نکل جاتا ہے اور سکے یہ دو تین شعر

ایک آشنا کی زبان سے مسموع ہوے

اوسکے قامت کی یاد مین سہمنے — مصرع سرو انتخاب کیا
تونے دریا مین اک نگاہ کے ساتھ — قطرۂ آب کو شراب کیا
ان خرابا تیون کی صحبت نے — تجکو آباد کیا خراب کیا

آتش

تخلص ہی عاشق دل سوختہ سخن خواجہ حیدر علی لکھنوی کا مولدی خوش لہجہ شکرستان سخن اور بلبل رنگین نواے گلشن معنی تھا مضامین شوخ اوسکے الفاظ پاکیزہ مین متمکن جیسے آئینہ مین سیماب اور معانی رنگین اوسکی عبارت مین جاگزین جیسے مینا مین شراب نکتہ ہاے برجستہ اور اشارات دور اور زبان پاکیزہ اور عبارت شستہ اور رنگینی معنی اور شوخی مضمون اور غرابت تشبیہ اور تازگی طرز ایک بزم مین ہنگامہ آرا اور ایک منظر سے جہرہ کشا ہین باعتبار تخلص کے آتش تھا باعتبار تواضع کے خاک باعتبار تن کے سست تھا باعتبار فکر کے چالاک مشق سخن کو کہنہ کر دیا تھا اور طرز سخن کو جدید طبیعت کو گنجینہ کیا تھا اور قلم کو کلید دیوان فصاحت نبیان اوسکا انواع سخن سے مملو ہی اور ہر سخن جان نوازی مین باد مسیحا اور آبحیات سے ہم پہلو نقل اُون اشعار کے اہل مذاق کی ضیافت طبع کے واسطے مائدہ اور اق پر چُنے جاتے ہین

بل نہ نکلا تری زلفون کا صنم شانہ سے — واقعی زور نہین پنجۂ مشکل مین ہوتا
چھوڑتا میرے گریبان کو نہین دست جنون — کیا یہ اسکو کسی محبوب کا دامن سمجھا
خانۂ زنجیر سے مثل صدا اور نہ ہون اب — یاد آتا ہی کف پا مین کھٹکنا خار کا
خم ندامت سے کیا محراب مین کعبہ کے سر — گردن زاہد سے بوجھ اوٹھا نہ جب زنار کا
آہ و نالہ سے سوا چرچا خموشی کا ہوا — پاس رسوائی نے ہمکو اور رسوا کر دیا
سمجھتے تھے نہ ہم اتنا دراندازاے جنون تجکو — گریبان سے تعلق ہوگیا موقوف دامن کا
سبک وضعونکا احسان کھینچنا ہی داغ پیشانی — نشان مُنتا ہی روے زخم سے کب تار سوزن کا
مفسدے جو کہ ہون اوس چشم سیہ سے کم ہین — فتنہ پردازی جسے کہتے ہین فن ہی کسکا
درمان سے اور درد ہمارا ہوا دوچند — مرہم سے داغ سینے مین ناسور پڑ گیا
بڑا شور سنتے تھے پہلو مین دل کا — جو چیرا تو اک قطرۂ خون نہ نکلا
جال ہی مجھ ناتوان کی مرغ بسمل کی تڑپ — ہر قدم پر ہی یقین یان رہگیا واان رہگیا

نجانتا تھا غضب ہی نگہ کا تیرا ای دل
تجھی کو سامنے آفت رسیدہ ہونا تھا

آگے سینے سے لبون پر دم اٹکتا ہی عبث
ٹھہرنا اچھا نہین جب ہوا رادہ دور کا

کیا اثر ہو مری آہون سے بتون کے دل مین
صدمہ کھنچے نہ رگ سنگ کبھی نشتر کا

غرور عشق زیادہ غرور حسن سے ہی
ادھر تو آنکھ پھری دم ادھر روانہ ہو

سامنے ہوتی نہین اوس شمع رو کے اپنی آنکھ
ای صبا محفل سے پروانہ کی خاکستر اوٹھا

تشنہ دیدار مجھ سا دوسرا کوئی نہین
سب سے پہلے مجکو ای ہنگامہ محشر اوٹھا

حلاوت کچھ تو ہی جو دیکے اپنی جان شیرین کو
مزہ چکھتے ہین مردم جان کنی کی نزع کامی کا

بے حجابو لکا مگر شہر ہی اقلیم عدم
دیکھتا ہون جسے ہوتا ہی وہ عریان پیدا

فاتحہ پڑھنے کو آئے قبر آتش پر نہ یار
دو ہی دن مین پاس الفت اسقدر جاتا رہا

روان رکھتا ہی خون آنکھون سے ہجر اکہرتا ہی بکا
شفق آلودہ رہتا ہی ہلال اپنے گریبان کا

کون ہی جو تری دوری مین نہین مرتا ہی
ایک گھر رہنے نہ دیگی شب ہجران آباد

ای کمان کش ہی کشش سے دل کی امید قوی
تیر پہلو سے مرے نکلے تو پیکان چھوڑ کر

پوچھے سے یار کے نہ صبا دور پھینک اسے
مدت کے بعد آئی ہی خاک اپنی راہ پر

مشتاق اہل میکدہ ہین یان کرم کرے
ابر سیہ کا لطف نہین خانقاہ پر

کوچہ یار مین سایہ کی طرح رہتا ہون گر
در کے نزدیک کبھی ہون کبھی دیوار کے پاس

بہت خراب رہا میکدہ مین ای آتش
خدا پرست ہی چل خانہ خدا کی طرف

سپرد کسکے مرے بعد ہوا امانت عشق
اوٹھائے کون یہ بار گران نہین معلوم

پسے دل اوسکی چتون پر ہزار دن
سوئے بے ساختہ پن پر ہزار دن

آشنا معنی سے صورت آشنا ہوتا نہین
آئینہ دل کی طرح سے حق نما ہوتا نہین

ہر کہاتے ہین طلبگار شہادت قاتل
تھی آرزو کہ تجھے گل کے روبرو کرتے

ہم اور بلبل بیتاب گفتگو کرتے
پیا سب نہ میتد ہوا تو خوب ہوا
زبان غیر سے کیا شرح آرزو کرتے

آخر ملخص ذوالفقار علیخان ابن حیات علیخان ابن معتمد الدولہ احمد علیخان ابن نواب
قطب علیخان جو شاہ دلی خان وزیر احمد شاہ بادشاہ کے بھائی اور بادشاہ کی طرف
سے شاہجہان آباد کے قلعہ دار تھے ذوالفقار علیخان موصوف شعر کی اصلاح

مرزا اسد اللہ خان غالب سے لیتا ہی جو کہ نوجوان و شوخ طبع ہی بمقتضاے الاسما تتنزل من السما تخلص بھی مناسب مزاج کے واقع ہوا ہی یہ چند شعر اوسکے لکھے جاتے ہین

مرے ستانے نے کام اوس سے اک جہان کے لیے
جو مین نہون تو نہو گردش آسمان کے لیے

شکر پروان زبان کتنی ہی
شکوہ کرنے کی کیا مجال ہمین

ہوتے ناخوش تبان دیکھا جو مجکو
خندنگ غمزہ نے گویا خطا کی

آرزو تخلص میرزا اعلاء الدین عرف میرزا کالے خلف میرزا منور بخت ولد میرزا فیروز بخت ابن حضرت شاہ عالم بادشاہ غازی نور اللہ مرقدہ اگرچہ نوسشق و کم گو ہین لیکن خوش فکر و تیز فہم ہین فن سخن مین استفادہ راقم ہیچمدان سے ہی یہ چند شعر اونکے انتخاب ہوکر لکھے گئے

پھنکے ہو آگ سے ہم صبح آسمان کیسا
پڑھا ہی زور پہ اب نالہ و فغان کیسا

سنا تو کیا نفس صبح دم سے مجکو اڑا
ہوا ہون روز کے صدمون سے ناتوان کیسا

لگا نہین ہاتھ بھی ہو تو ان کے بلبل
کہ آج لوٹے ہی گلچین یہ گلستان کیسا

نہ اونکو سننے کی طاقت نہ مجکو کہنے کی
سنے ہی کون کہے کون اور بیان کیسا

کہے کے حال کی تجکو نہین خبر مطلق
تڑپ رہا ہی پڑا ایک نیم جان کیسا

کرے ہی پند ہمین پند گو خدا کی ہی شان
کہان کا آج ہمارا یہ غمگسار آیا

رو رو کے خون اوسنے بھی حسرت نکال لی
عاشق کا تو نے خون نہ بہایا تو کیا ہوا

یان ہیجو دی ہی مانع نظارہ ہم نفس
اوسنے جمال اپنا دکھایا تو کیا ہوا

آزادگان کو مانع وحشت نہین ہی قید
زلفون مین تم نے دل کو پھنسایا تو کیا ہوا

ہووے ہی غفلت اور وہی بے نیاز یان
اعوال دل گر اوسکو سنایا تو کیا ہوا

ہی ہی حاجت نہین کچھ جانے بجانے کی کہ اب
تجھ سے آگے مین وہان آپ سمجھا جاتا ہون

آرزو کی تجھے کیا ہی کہ ساقی ہر دم
اپنی نگاہون سے ہی سرشار ہوا جاتا ہون

نگاہون کے ملاتے ہی نہ تھا گویا کہ سینے مین
عجب ہی دل کے لینے کا ہی ڈھب اون شوخ پرفن کا

آخر اوس آہوے رم خوردہ کو لایا ہی نہ کھینچ
میری اس جذبہ الفت کے اثر کو دیکھو

رہتا ہی غم سدا ترے اس مبتلا کے ساتھ
گویا کہ آشنا کو ہی ربط آشنا کے ساتھ

زاہد نہ تو مزاحمت کو کہ اوسکا بھی ہی ظہور
کرتا ہی کیا معاملہ نادان خدا کے ساتھ

اسپر بھی بد دماغ وہ ہوتے ہین یا نصیب
ہر چند بات کہتے ہین ہم التجا کے ساتھ

وان بے نیازیون سے نہین کچھ خیال بھی
ہم لب کو کس امید پہ کھولین دعا کے ساتھ

اوسکو لڑائیون کا گمان ضعف سے دماغ
کیجے نہ جنگ آرزوے مبتلا کے ساتھ

محفل مین تو اعدا کو بلایا مرے آگے
اور باتین بنانے لگے کیا کیا مرے آگے

آئینہ ہی لے بیٹھے ہو یہ چھیڑ تو دیکھو
محفل مین جب آتا ہو خود آرا مرے آگے

احباب جو کچھ حال مرا کہوین تو کہوے
لے بیٹھے ہو تم ذکر کہان کا مرے آگے

ہو ایک بوسے پہ سودا ہمارے دل کا کہ ہم
لحاظ نفع و خیال ضرر نہین رکھتے

روز یون ہی وصل مین لازم ہو تکو گفتگو
شوق بڑھتا ہو زیادہ آپ کی تکرار سے

بعد مرنے کے بھی اوسکی ہو تمنا باقی
سر تو باقی نہین اور ہو وہی سودا باقی

فارغ البال ہوے تم مجھے دیکر بوسہ
ابھی سو طرح کا ہو آپ سے دعوا باقی

آرزو کو بھی افسوس قضا نے چھوڑا
عاشقون مین ترے ایک یہی رہا تھا باقی

آزاد

آزاد تخلص مرزا اعظم شاہ پسر مرزا عادل ابن مرزا سلیمان شکوہ بہادر مرحوم خوش فکر وذکی الطبع شوق علم تصوف نے ضمیر حقیقت تخمیر پہ استیلا پایا ہو جوان خوبصورت وجیہ رند مشرب بیباک مزاج آزاد وضع گویا کہ اسم با مسمے ہین یہ چند شعر بمرتبہ لمبعیت معرفت کوش اوسکے معرض تبیان مین آئے ؎

گھبرائیگا کیا جی مرا تنگیِ قفس سے
سو بار بھی کیا ہو کے گرفتار نہ آیا

وہ اور ہین جنکی شب ہجران کو سحر ہو
یان شام ہوئی حشر کی اور یار نہ آیا

ہم یہ سمجھے تھے چھپائیگا گنہگارون کو
پر بہت تنگ ہی محشر ترا دامان دیکھا

آزاد کو مت پوچھو کیا اوسکا ٹھکانا ہو
جس کوچے مین دن گذرا وان شب بھی رہا ہوگا

آزاد چپکا رہنا آہون پہر بُرا ہو
پھٹ جائیگا کلیجہ کچھ بات بھی کیا کر

عجب اعجاز ان انکھون نے دیکھا چشم قاتل مین
کہ اک تیر نگہ اور آکے بیٹھے لاکھ کے دل مین

تمھارا جذبۂ الفت جو بجا تے تو بجا تے
وگرنہ کام کیا ہم جیسے دونکا روز محشر مین

وہ سن سنور کے ترا بیٹھنا وہ شرمانا
وہ دیکھ آئینہ کہنا کہ دیکھنا مجکو

یہ تو کہیے کہ ٹلیگا مجھے مرقد مین تو چین
یا وہان بھی ہو کوئی فتنہ اوٹھانا باقی

یان آہ بھی لب تک آ نہ پہونچی
کیونکر کرتے ہین لوگ نالے

آزاد ترے پاس نہ زر ہی نہ زور ہی
تجھسے کوئی ملے تو کس امید پہ ملے

آشفتہ تخلص گلاب سنگھ متوطن شاہجہان آباد قوم کھتری عین آغاز شباب وعالم نوخاستگی مین شہید خنجر مژگان یار اور زخمی تیغ ابروے دلدار تھا سینہ سوزان داغ عشق سے لبریز اور دل صد چاک زخم محبت سے گل خیز وہ رخسار کہ موج نسیم کے لطمہ سے ارغوان زعفران ہو جاتا تھا یاسمن زرد ہو کر زخم ناخن کی سعی سے چاہتا تھا کہ عندلیب مزاجونکی نظر مین ہر گل احمر کے لباس مین جلوہ نما ہو اور وہ آنکھ کہ خواب مستی مین طلبگاران سینہ چاک کے حال سے غافل ہی معشوق سست پیمان کے انتظار مین دیدہ عشاق سے بیخواب تر ہو کر شکوہ گزاران تغافل کے سامنے حجاب سے نہوتی کہ شاید طرز نیم خوابی اسی حیلے سے پیدا ہو خار مژہ آب گریہ سے ایسا تر کہ نہ کسی سینہ کے پار گذرتا اور نہ کسی دل مین خلش پیدا کرتا نہ شانہ کو چین زلف تک رسائی اور نہ سرمہ کو منظر چشم سے خود نمائی ہر دم کے زلف سلجھانے مین کاہل کوشی اور ہر وقت کے سرمہ لگانے مین اغماض اور چشم پوشی خرام ناز صحرانوردی وحشت سے بدل گیا اور رنگ عشرت دل مین خون ہو کر یکبار چشمہ چشم سے ابل گیا خم ابرو ہم وضع تسلیم شوخی رفتار نقش قدم سے ہم صحبت ونديم طبیعت یا معشوق مین اشعار عاشقانہ سے لگنے لگی اور آنکھ تصور جمال مین ہر بہانہ سے لگنے لگی زلف وبال ہو گئی اور خواب خیال بعد اوس ستمگاری خنجر گذاری کی تطاول چرخ سے بیسا بے بس کر دیا کہ حبب اور پر بس نچلا خنجر آبدار سے آپ اپنا سر کاٹ کر راہ دلدار مین نثار کر دیا یہ ایک سانحہ غریب ہی کہ قلم کی زبان اسکے بیان سے چاک ہوتی ہی اور طبیعت ناقل کی اس حکایت سے دردناک ہر چند اس واقعہ کو پچیس ۲۵ برس کے قریب گذرے لیکن دلہاے اندوہگین پر وہ غم آج تک تازہ ہی اور طبائع دردمند مین وہ الم بے اندازہ شعر ریختہ مین گو کسی ماہر فن سے مشورہ نہ تھا لیکن جودت فکر اور سلامت طبع سے چاشنی کلام راست مزہ تھی اور وضع معاملہ بندی کی ایسی دلچسپ تھی کہ اگر اوسکے اشعار کی بیاض عاشق مزاجونکے سینے سے الگ نہو تو کچھ عجب نہین جن دنون مین غازی الدین خان کے مدرسہ مین کہ شہر کے دروازہ اجمیری سے باہر واقع ہی طالب علمان مدرسہ بزم مشاعرہ ترتیب دیتے تھے راقم تذکرہ نے اوس گلرخسار کو اوسی مشاعرہ مین دیکھا اور اوس عندلیب گفتار کو اون ہم نفسون مین بولتے سنا ان چند اشعار کی تحریر مین خامہ ہمنواے نوحہ ماتم اور ہم آواز نالہ غم ہی ؎

پوچھتے کیا ہو کہ شب آشفتہ کیونکر مرگیا
اوسمین کیا باقی رہا تھا بندہ پرور مرگیا

جان دی عاشق نے تیرے شب کو اک آہ کے ساتھ
آدمی تھا آخرش صدمہ اوٹھا کر مرگیا

ہر جدائی مین زبس آشفتہ جینے سے تنگ
سن ہی لوگے اک نہ اک دن پھوٹ کر سر مرگیا

بچتا نہین ہی جو کہ ہی بیمار عشق کا
یارب نہو کسیکو یہ آزار عشق کا

ترا شکوہ کبھو لب پر نہ آیا
پہ تجکو رحم اے کافر نہ آیا

نسوئے ہم شب وعدہ سحر تک
نہ آیا تو ہی ظالم پر نہ آیا

اسی غم نے رولایا ہم کو بھر عمر
کہ تجکو بولنا ہنکر نہ آیا

نہ کر آشفتہ اتنا شکوہ ہر دم
نہ آوے وہ جفا جو گر نہ آیا

گو دعا کے ہی لیے ہوے خدا کا تو خیال
کیا بنے گی گر کبھی وہ بد گمان پا جائیگا

ہاے یہ غیرون سے کہنا اوسکا رک رک کر کہ آپ
مجکو مت چھیڑو کہین آشفتہ یان آجائیگا

بالکل ہی اسنے کھول دیا سب پہ راز عشق
کم ظرف اپنے دیدۂ گریان کو کیا کہون

زلفون سے بھی زیادہ کیا رخ نے دل پہ جور
کافر جو تھے سو تھے پہ مسلمان کو کیا کہون

درد و دکھ جو جہان پہ آتے ہین
وہ مری ایک جان پہ آتے ہین

اک نہ آنے سے تیرے اے ظالم
شکوے سو سو زبان پہ آتے ہین

ایک اسکے دیکھنے نے کر دیا عالم کو قتل
یہ تری ابرو ہی یا عید الضحے کا چاند ہی

رکھا سر پانوٗن پر اوسکے تو بولا
کہ تو بھی بے سر و پا کس قدر ہی

دم کا مہمان ہی اور آشفتہ
بیخبر تجکو کچھ خبر بھی ہی

آشفتہ تخلص حکیم منور علی متوطن شاہجہان آباد فن طب مین حکیم غلام حیدر خان اور فن سخن مین مومن خان مومن تخلص سے تلمذ رکھتے ہین طبیعت کی رسائی اور فکر کی استقامت اور ذہن کی تیزی احاطہ بیان سے خارج ہی یہ چند شعر اونکے نتایج افکار سے ہین ؎

اصل تو نے کیا کیسا مجھے شرمندہ قاتل سے
تماشا تھا اوسے میرے تڑپنے کی اذیت کا

ہم وحشیونکا گھر ہی کہ لڑکون کا کھیل ہی
دن مین ہزار بار بنا اور بگڑ گیا

کانٹا سا ہو گیا تھا مرا سوکھکر بدن
لاشہ اوجھکے دامن قاتل مین رہگیا

بہت روئے تو اپنی جان کھوئی
کسی کا ہمنے بتلا دل لیا کیا

ایک بھی اوسنے نہ لکھا مرے نامہ کا جواب
آخر کار وہ مکتوب بنا کر بھیجا

غیر اچھا ہی یا برے ہین ہم — اپنے دل ہی سے پوچھیے صاحب
سر پہ اور آنکھون پہ ہی ناصح نصیحت آپکی — پر کرون کیا دلپہ میرا کچھ نہین ہی اختیار
نی قتل کا خیال اونھین اور نہ موت کو — قسمت مین کیا خدا مرے مرنا لکھا نہین
آبلہ پائی سے یہ رتبہ ہوا حاصل کہ بس — ہم زمین کیا آسمان پر بھی قدم رکھتے نہین
اللہ رے یاوری طالع — ٹھکرا کے چلے وہ میرے سر کو
غش ہونگے ہم آشفتہ تاب رخ جانان سے — پوچھے گا قیامت مین بیہوشون سے کیا کوئی
ابھی دلربائی کو کیا جانتا ہی — ستم کو وہ بدخو ادا جانتا ہی
سنا تھا جینے آشفتہ کو کوئی دم کا مہمان ہی — کئی دن ہو گئے اوسکو نہ مرتا ہی نہ جیتا ہی

آشفتہ تخلص مرزا تھے پنڈت نوجوان وجیہ خوش اخلاق خوش فکر اصلاح شعر کی تنویر سے لیتا ہی بیشتر مشاعرہ مین وارد ہو کر اپنے کلام سے مشتاقان سخن کو مسرور کیا ہی یہ چند شعر بطریق یادگار لکھے جاتے ہین

غیر ممکن ہی کہ چھوٹے اوس سے اے آشفتہ دل — حلقہ دام بلا حلقہ ہی زلف یار کا
نزع مین دیدار جانان کا میسر ہو گیا — اپنا مرنا مجکو جینے کے برابر ہو گیا
کون سے روزن سے روزن مری چشم پہ داماں نہوا — کون سے روز رہا یاد نہ غم یار نے ہاے
تن پہ جب پنجہ وحشت نے بکھیرا ایک تار — تو دیا دشت جنون نے مجھے داماں اپنا
اندنون تم جو ہو آشفتہ پریشان خاطر — کس پہ ہوش آپنے کھوئے ہین کہان دل آیا
بجلی مین بھری اوسکی ہنسی کی ہی شرارت — اور ابر نمونہ ہی مرے دیدہ تر کا
آشفتہ بزم یار مین ساقی بنا ہی غیر — کیونکر پیون کہ کرنی ہی مکرے جگر شراب
کی ہو گی اوسنے بادہ کشی بزم غیر مین — تلخی رہی جو میری زبان پر تمام رات
یاد آگئی وہ جنبش ابرو تو کیا کہون — رکھ لی گلے پہ رات کو بے اختیار تیغ نے
بھیجد و خاک پر شہیدون کے — پھینکتے کیون ہو فرش خواب کے پھول
درمان نہین مریض محبت کا اے طبیب — اچھے نہ حشر تک کبھی ہونگے دوا سے ہم
میرا بھی دل ہی زلف کو آہستہ کھولیے — زلفون کیطرح دل بھی نہ جائے بگڑ کہین
جنکی باعث سے کی نظرون سے گرے — اونکے کچھ بھی ہم نہ آتے دھیان مین
دیکھکر ہو گا اوس آفت جانکو کیا حال — جسکے بن دیکھے ہی بیتاب ہوا جاتا ہون

لگا بیٹھا خاد عدہ کی شب جانان کف پا کو — جلانی آتش غم ہی مرے دل کی تمنا کو
دل مین آشفتہ ہی تبون کا خیال — لب پہ باتین ہین پارسائی کی
مین تو شکوہ نہین کرتا ہون غم فرقت کا — تم ہی کرتے ہو گلے مجھسے مریجان اوٹھے
کوے جانان دو قدم ہی ناتوانی دل بچھوڑ — گو قدم اوٹھتا نہین پر کچھ تو ہمت چاہیے

آشوب تخلص میر امداد علی خاندان سیادت سے تھا لیکن عنایت سلطانی سے لقب خانی کا انکے آباد اجداد مین اب تک چلا آتا ہی خوش اخلاق نیک طینت دوست و دشمن کے ساتھ ایک وضع سے بسر کرنا ہنے سوائے اس صاف ضمیر کے اور مین نہین دیکھا ابتدا سے انتہا تک اپنے سخن کو میر نظام الدین ممنون کی نظر اصلاح سے گذرانا اور اوستاد کے طرز پر اسطرح سے چلا کہ اُسکے شعر یہ اوستاد کے سخن کا اشتباہ ہوتا تھا گویا دو منھ مین ایک زبان تھی واقع مین یہ ہی کہ مدد فکر بلند اور اعانت طبع رسا اور کمال استعداد علمی فراہم ہو کر اس سخن سنج کے کلام کو آسمان تک لیگئین یہ چند شعر اوسکے مرقوم ہوتے ہین

گنہ کے بوجھ سے محشر تلک پہونچ نہ سکے — اسی مین پردہ رہا ہم گناہگارون کا
دل کو سمجھے تھے کہ اوس بزم سے لے آئینگے — ہاے اپنا بھی ہوا وان سے پھر آنا مشکل
غدر جفا کے کب تلک تم کرو ہم گلہ کرین — وصل کی رات کم رہی آؤ معاملہ کرین
پاس آلودگی دامن قاتل نہ گیا — کسقدر ذوق طپیدن سے پشیمان ہونمین
دل کہین دیدہ کہین صبر کہین تاب کہین — ہاے کتنا شب ہجران مین پریشان ہونمین

اصف تخلص میرزا محمد باقر شیرازی مولد تجارت کے وسیلہ سے ہندوستان کی آمد و رفت کا ایسا اتفاق ہوتا ہی کہ جیسے کوئی گھر سے بازار جاتا ہو مرد صاحب اخلاق درنگین صحبت اتفاق ورد دبیشتر دار الخلافۃ اکبر آباد مین ہوتا ہی فارسی مین فکر شعر کرتا ہی یہ دو شعر اوسکے مسموع ہوے

صبح وصل ترا شب آمد نیست — شام ہجر ترا سحر چہ علاج
باہر کہ دل کشید ترا جام مرگبش — من مے کشم ز جام دل خویشتن صبوح

آغا تخلص آغا مرزا خلف مرزا ابو ابراہیم متوکت چالیس پینتالیس کا سن و سال اور مرد باقبال ہی سنا گیا کہ اصل مین باشندہ شاہجہان آباد ہی لیکن بالفعل سوداگری کا پیورا اوسکی اقامت سے بشست بہین ہندوان ہی یہ شعر اوسکا مسموع ہوا

کل اوس ملک پہونچ تو گیا تھا پہ ہمدمو | کچھ مجکو چپ سی لگ گئی ایسی کہ کیا کہون

ترقی

آفی تخلص نواب احمد یار خان خلف الصدق نواب فلک جناب زبدہ روسائے عالی تبار سلالہ خاندان عزو وقار نواب محمد امیر خان مرحوم و الی ٹونک کہ یہ ملک بالفعل نواب مستطاب وزیر الدولہ بہادر مہین فرزند نواب مرحوم و برادر حقیقی اس بلند مرتبت کے زیر نگین ہی سکہ جذبہ الٰہی عنان گیر اور لطف رؤف مطاق دستگیر ہو امحبت دنیائے دون سے کنارہ کرکے خاطر کو یاد حق مین مشغول اور طبیعت کو مرغیات ایزدی مین مصروف کیا آزادانہ بسر کرتے ہین اور بیشتر اوقات سیاحت و سفر خصوصاً زیارت اولیا مین گزارتے ہین گاہ گاہ موزونی طبیعت کے اقتضا سے شعر فارسی اونکی چشمۂ طبع سے تراوش کرتا ہی یہ دو چار شعر اونکی زبان فصاحت بیان سے مسموع ہوے

بعشق روی تو در باختم دل و جان را | بکار زلف تو کردم متاع ایمان را
حیات کشتۂ تیغ تو کرد و ہند بخضر | خورد ز چشمۂ فولاد آب حیوان را
گدائے کوچۂ جانبخش گلرخان آفی | بہ نیم جو نخرد قصر باغ رضوان را
بسے گذشت کہ از گل خبر نمے شنوم | دلے نماند مگر ملبس خوش الحان را

آگاہ

آگاہ تخلص سید محمد رضا معروف بہ احمد مرزا مرد خوش مزاج نیک نہاد فن ریختہ گوئی کو مرزا اسد اللہ خان غالب تخلص سے کسب کیا ہی یہ چند شعر اوسکے نتائج افکار سے ہین

ہجر کے ہاتھون کچھ ایسا زیست سے بیزار تھا | غیر کے بدلے بھی کل مرنے پہ مین طیار تھا
کیون نہ چلے من قیامت ہو ترے اس فتنہ جو | شور محشر سے زیادہ ہی تری رفتار کا
اوسکی یاد مین سب عمر ہمنے کاٹی ہے | جسے خیال ہمارا نہ ایک بار آیا ہے
گھر غیر کا ہو راہ مین یہ بھی مری قسمت | لایا تو اوسے جذبہ محبت کا نہین تھا
آوسکے دامن کو نہ دے جنبش تو اے باد صبا | مجھ غبار ناتوان کی مفت بربادی نکر
کھینچ لا یار کو مرے گھر تک | کچھ اگر جذبہ ای محبت ہی

آہی

آہی تخلص اشرف خاندان سیادت امجد دودمان خلافت کوکب سعد آسمان علا سرو بستان مجد و بہار و شنضیر صافی نہاد صادق الوداد راسخ الاتحاد از ہمہ برکنار و با ہمہ در میان جواد الدولہ سید احمد خان کہ اول تو اپنی استعداد و استحقاق

اور خلق کی دعاے نیم شبی و نالہ ہاے سحری کے ذریعہ سے مسند فصل خصومات مردم شاہجہان آباد
یعنی عہدہ منصفی پر حکام روزگار کی طرف سے متمکن ہوکر منتظمان عالم اور رستم رسیدگان
جہان کی داد دہی مین مصروف اور تحصیل مثوبات اخروی مین مشغوف تھے اور اب آبجوز
کے جذبہ اور ضعفاے دور دست کی دعاے تہ دلی کی کشش سے منصب صدر امینی سے
ممتاز ہوکر شہر بنبور مین کہ حضرت شاہجہان آباد سے چار روزہ مسافت رکھتا ہے آوازہ
عدل و داد کو گوش ملایک تک پہونچایا ہے خامہ دوزبان منیجر ہے کہ اوصاف متعدہ اور حامد
بیشمار کسطرح ظرف کوچک الفاظ مین گنجائش پاوے اور وہ گنج شائگان کیونکر
کتاب کے حوصلہ تنگ مین سماوے ایک طرف بزرگی نسب اور شرافت حسب دامنگیر
خیال ہے کہ اس گفتگو کے وسیلہ سے فرق سخن کو آسمان تک پہونچاوے اور ایک جانب
اصابت تدبیر اور رزانت راے اور طینت نیک اور خیر خواہی خلق اور رضاجوئی خالق
تقاضا کرتی ہے کہ ان سخنان راستی بنیان کو زبان گفتگو سے آشنا کرکے غافلان دور دست کو محکمہ
انصاف اور دیوان احقاق حق کی راہ پر ڈالدے کبھی تہذیب نفس اور حسن اخلاق اور خلوص
محبت اور رسوخ صداقت چشمہ داد کی صفائی مراسم اتحاد کی بیریائی کہتی ہے کہ سوا اس
حرف کے کچھ زبان پر نہ لاوے "نومشقان مکتب محبت کو رہنمائی اور نونیازان درس خانہ عشق
کو ہدایت ہو جاوے اور کبھی بے تکلفی کی طرز اور بے ساختگی کی وضع متقاضی ہے کہ اگر اس طرز
و طور کو طراز بیان نہ بخشے آئینہ اوصاف نگاری بے تمثال اور جلوہ یار فروشی بے دیدار رہیگا
ارباب تکلف کو لباس نفاق سے معرا اور اہل تصلف کو عطر وفاق سے نافہ کشا کرنا اس
تدبیر کے سوا ممکن نہین اور خامہ بیچارہ کس کس کا بار اپنی گردن پر لے اور اس زبان بریدہ
سے کیا کیا کہے ان اوصاف سے قطع نظر جو کہ کمال مجسم اور فضل متشکل ہو کیونکر کوئی اوسکے
بیان محاسن سے عہدہ برا ہو مین اس مجمع مفاخر کے ذکر نسب اور بیان حسب پر قناعت کرتا ہون
تاکہ بمقتضاے ماقل دل اصل کا حسن خوبی فرع پر دلالت کرے ہوشیار خرامان عرصہ
روزگار پر ظاہر ہے کہ آبا و اجداد اس جلیل الشان کے عہد دولت مہد اکبری مین ہرات سے
وارد ہندوستان ہوے اور اس اقلیم کے ملوک دادپیشہ اور خسروان انصاف اندیشہ
کی قدردانی اور آدم شناسی سے مناصب جلیلہ سے سرفراز رہے بعض کو انتظام صوبہ کشمیر
اور بعض کو کارسیاسات صوبہ بذر کا مفوض ہوا عالمگیر ثانی کی پنشگاہ سلطنت سے منصب

ہزاری ذات و پانسو سوار اور خطاب جواد الدولہ جواد علیخان انکے جد امجد میر ہادی کو مرحمت ہوا پھر انکے والد ماجد سید محمد تقی خان بہادر پر یہی منصب اور یہی خطاب مسلم رہا جب اوس سید عالی نسب نے اس دار فانی سے رحلت کی تو خطاب موروثی نے اس مجمع محاسن کی طرف بازگشت کی انکے جد مادری نواب دبیر الدولہ امین الملک خواجہ فرید الدین احمد خان بہادر مصلح جنگ پہلے سرکار انگریزی سے توسل شایستہ رکھتے تھے اور پیشگاہ گورنمنٹ ہند سے سفارت شاہ ایران پر مامور ہوے اور اپنی حسن تدبیر سے انگریز اور بادشاہ ایران مین عہود اور مواثیق کو دلخواہ استحکام دیا انگریز کی طرف سے اس امر خطیر کے صلہ مین ایک عہدۂ جلیلہ کے ساتھہ نامزد ہوے یعنی مملکت اودھ مین پولیٹکل ایجنٹ ہوگئے بعد مدت کے حضرت شاہجہان آباد مین آئے اور بادشاہ جم جاہ اکبر شاہ ثانی کی نظر عنایت سے سرفراز ہوکر عہدۂ وزارت سے مشرف ہوے اس رفعت مکان علی الشان کے حق مین حکام زمانہ حال کی قدرشناسی اوس پہلے اعتبار کا علاوہ اور اوس افتخار پر مزید ہی بعد اسکے خامۂ مقطوع اللسان لکھتا ہی کہ بعد سرانجام مہام خلائق کے اگر اتفاقات فرصت مین کچھ شغل ہی تو علوم شرائفیہ اور فنون لطیفہ کی طرف میل کرنا اور غوامض و دقائق کی طرف توجہ فرمانی ایک رسالۂ ابطال حرکت زمین مین ایسا خوب لکھا ہی کہ اگر زمین موافق زعم اہل فرنگ کے متحرک بھی ہو تو اوسکی متانت براہین اور استحکام دلایل سے متحیر ہوکر نقش پا کی طرح حرکت سے باز رہیگی اور زمانۂ سابق مین ایک کتاب زبان اردو مین شاہجہان آباد اور یہان کے نواحی کی عمارتون کے حال مین لکھی ہی مسمے بآثار الصنادید اور مکانات عجیبہ اور عمارات غریبہ کے نقشے مصور مانی کار کے قلم سے اوسکے ہر صفحہ پر منقوش ہین اب پھر ہمت عالی کی تحریک سے اطراف سواد جہان آباد کو از سر نو پی سپر کیا اور تحقیقات سابقہ پر ایسا کچھ زیادہ کر دیا کہ غالبًا اب اوس پر زیادتی متصور نہین بسبب ان اشغال جلیلہ اور امور بنیلہ کے مضامین خیالی اور وہمی کی طرف کم ملتفت ہوتے ہین لیکن جو کہ موزونی طبع ذاتی ہی گاہ گاہ کسی تقریب حسن سے شعر گوئی کا اتفاق ہوتا ہی یہ چند شعر زیب ترقیم کرکے گوش سامعین کو ممنون کرتا ہی

شاہد رعنائے دہر زینت دیگر گرفت	دلبر زیبائے باغ چہرۂ زیور گرفت
تاک ز بالیدگی میکدہ بنیاد کرد	ساقی ما از نشاط جام بکف در گرفت

ہم ز پئے شاہدان جملہ بر آراست باغ — ہم پئے سودائے می غنچہ بکف زر گرفت
شب بفرد زندگی طعنہ بہ نوروز زد — شام بہ تابندگی خردہ بخاور گرفت
آہی خستہ جگر گشت چو مداح شاہ — جائزہ را خامہ اش تاج ز عبہر گرفت
اختر بختم نگر چون ز نحوست رہد — گر ز یکے عقدہ رست عقدۂ دیگر گرفت
جود تو وقف سخن بذل تو حرف ہنر — ہر چہ گفت بر فشاند جملہ سخنور گرفت
دل در خم گیسوے پریشان تو یابند — جانہای دو عالم ہمہ خواہان تو یابند
گر رازبجویند ز سر رشتہ جانہا — موے ز سر طرہ پیچان تو یابند
طومار شفاعت چو دم حشر کشایند — حرفے ست کہ از دفتر دیوان تو یابند
باشند بجمعیت خاطر بدم حشر — آنانکہ سر زلف پریشان تو یابند
خاکم چو بجویند بمیدان قیامت — افتادہ بہر گوشۂ دامان تو یابند
سحرے کہ بود غیرت اعجاز مسیحا — رمزیست کہ در نرگس فتان تو یابند

آہی تخلص میر عبدالرحمن پسر میر حسین مسکین جوان متین صاحب اخلاق حمیدہ و اطوار پسندیدہ و جامعیت ظاہری کا بیان کروں یا خوبیہاے معنوی کا ذکر زبان پر لاؤں کمال ذہانت سے ہر فن کے ساتھ ایک مناسبت تام ہی کتب درسیہ جناب اوستادی مولانا و مخدومنا مولوی امام بخش صہبائی سلمہ اللہ تعالے سے تمام و کمال پڑھی ہین اور فن معما کو نہایت تحقیق و تدقیق کے ساتھ جناب موصوف سے حاصل کیا فہم اس فن کا جیسا اس صاحب ذکا کو دیکھا گیا کم کسی کو ہوگا گاہ گاہ فکر شعر بھی کرتا ہی یہ چند شعر اوسکے نتایج افکار سے ہین

ہی غلط دھوم کہ نکلا تھا وہ گھر سے باہر — شہر مین چاک کسیکا تو گریبان ہوتا
دیکھا تھا اگر اوسکو ہم بزم رقیبون سے — تو چاہیے تھا قاصد جیتا نہ پھرا ہوتا
تمھارے حسن مین گرمی نہین ہی — اگر ہووے تو وا بند قبا ہو
دل لیے جاتی ہین حورین نزع مین ہی ہمدم — سامنے رکھنی مرے تصویر جانان چاہیے
کھل گیا دروازۂ جنت بھی اپنی گور مین — پر دل وحشی یہ کہتا ہی بیابان چاہیے
مژدہ اے شوق پلیدان خلق مین ہی آج دھوم — زہر مین خنجر کو وہ اپنے بجھا کر رکھیے
اوٹھ کہین ہی آمد آمد اوس ستمگر کی وہان — اہل محشر مجکو یہ مژدہ سنا کر رکھیے

واعظا خلد سے لا خانۂ خمار مین رکھ | قدر رندان مے کی ہی جسجا کوئی میخوار رہے
کچھ تمھین بھی خبر ہی آہی کی | لوگ کہتے ہین مر گئے کب کے
سب کو خبر ہوئی مرے حال تباہ کی | اوٹھ جائیگی جہان سے اب رسم جاہ کی
شکوہ کہان کا کیسا گلہ جی نکل گیا | شہ ما کے یار نے جو ہین نیچی نگاہ کی

الف مقصورہ

اثر تخلص عبد الرزاق فرزند عبد الرحمن متخلص نوجوان ذہین خوش اخلاق شاہجہان آباد مین بہت مدت تک اوستادی مولوی امام بخش صہبائی سلمہ اللہ تعالے کی خدمت مین حاضر رہکر فن فارسی اور مدرسہ سرکار انگریزی مین علوم ریاضی کو تحصیل کیا جو کہ نہایت موزون طبع ہی شعار اردو بہت لطف و پاکیزگی کے ساتھ کہتا ہی یہ چند شعر اوسکے اشعار سے انتخاب ہوے

پہلو مین درد سینہ مین چاک اشک آنکھ مین | مجھ سے تو کہ اثر کہ ترا دل لگا کہین
ترا ہر ایک سے مذابت و فا دشمن | کریگا دیکھیے کس کس سے آشنا مجکو
مجھے تو جلنے پہ بھی زندگی غنیمت تھی | فلک نے مثل چراغ اب بجھا دیا مجکو
ہوئی بدولت ضعف آہ سے بھی خاطر جمع | اثر پہ جسکے کچھ ایک اعتبار تھا مجکو
گر چال کا نام آتے ہی آتی ہی قیامت | مضمون ترے رفتار کا باندھا نکرینگے
خواہش ہی میرے دست جنون کو بہار کی | اور آرزو ہی آبلۂ پا کو خار کی
کیا جانتا تھا وہ کہ ستم کیا ہی جو رکیا | باتین یہ سب ہین اس دل الفت شعار کی
وحشت تو دیکھیو کہ پس مرگ بھی مرے | خنگل مین اوڑتی پھرتی ہی مٹی مزار کی
ہون کامیاب لعل لب یار سے عدو | حسرت نہ نکلی آہ دل سوگوار کی
تم اور عیش و بادہ و اغیار ہمنشین | ہم اور مصیبت آہ یہ شبہاے تار کی
اے حضرت اثر کہین عاشق ہین آپ جو | یون خاک اوڑاتے پھرتے ہین ہر کو ہسار کی
ہین اور یار اور شب ماہتاب ہی | یارب مجھے خیال ہی یا یہ کہ خواب ہی
اے چشم اوسکے سامنے رو کر نہو سبک | انسان کی آبرو جو ہی موتی کی آب ہی
پامال غیر ہی مری نعش اوس گلی مین آج | مر کر بھی خاک پر مرے کیا کیا عذاب ہی
سوزش سے حشر تک وہ زمین ہو کبھی نہ سبز | جس جا ہمارے آبلۂ پا کا آب ہی

عشق بتان مین خاک بسر ہی تو اب اثر	دنیا خراب اور ترا دین بھی خراب ہی
ایک دن فاتحہ پڑھتا تھا کسی قبر پہ وہ	حیلہ اک اور بھی باقی ہی سو مر دیکھینگے

احسان

احسان تخلص زبدہ کملاے روزگار اسوہ نتایج قرون وادوار بانی بناے سخنوری گلشن پیراے حدیقہ معنی پروری طراز وسادہ کمال زیب مسند جلال وجمال مسند الیہ فضل وافضال جامع مراتب تکمیل واکمال مصدر علم ومعدن حلم حامی افاضل زمان معاذ پناہندگان جہان مرجع مآرب طلاب ہر فن آب کشور خدایان سخن عیار افراے نقد ہنر عیار گیر معنی پروران سخن گستر اوستاد وسلاطین زمان شاگرد حضرت رحمان حافظ عبدالرحمن خان خلف مقبول انام قدوہ عظام استاد ومختار سرکار مرشد زادہ آفاق صاحب عالم مرزا فرخندہ بخت بہادر مرحوم ابن حضرت شاہ عالم بادشاہ مبرور حافظ غلام رسول مغفور اس جناب فیض مآب کے اخلاق پسندیدہ احاطہ تقریر سے بیرون اور اوصاف حمیدہ حوصلہ تحریر سے افزون ہین اگر علم وفضل کی توصیف زبان پر آوے اس آفتاب سے ایک ذرہ اور اس کتاب سے ایک حرف حوصلہ گفتگو مین نہ سماوے ہر چند کلام قدما کی مزاولت سے صنایع لفظی کی طرف اکثر عنان توجہ معطوف اور طبیعت فیض طوبت ایسے امور غرابت دستور کی جانب نہایت مالوف تھی اور ارباب ذوق جانتے ہین کہ اس طرح کے قیود صفاے کلام اور آمد سخن سے مانع اور ایانی سیاق اور روانی عبارت سے عائق ہوتے ہین لیکن اہل انصاف کہ طبیعت کو جون آئینہ صاف اور ضمیر آفتاب تنویر کو بے اعتساف رکھتے ہین بے شایبہ تکلف فرماوینگے کہ اتنے تکلف پر سخن کتنا بے تکلف تھا اور باہمہ بلندی الفاظ معنی کی تلاش ایسی تھی کہ گلشن قدس کا چمن انکی فکر کی دست درازی سے گل وبار سے ایسا خالی ہوگیا تھا کہ عالم کے گلچینان سخن کو سواے چند برگ سبز کے کہ اس سیار چمن زار معنی کے قابل التفات نہ تھے کچھ ہاتھ نہ لگتا تھا اور بلندی کلام کا یہ حال تھا کہ اگر سقف آسمان اسیقدر اور مرتفع ہوتی اس والی اقلیم ہنر کے بام سخن کا طرہ خوف مزاحمت سے خاطر خواہ بلند نہو سکتا انواع سخن مین ایسی قدرت کہ جس صنف کلام پر نظر پڑتی ہی یہی خیال مین آتا ہی کہ یہ صاحب کمال اپنے فن مین یگانہ اور اسی طرز مین یکتاے زمانہ تھا غزل مین اگر اشعار عاشقانہ ہین گویا عشاق جگر فگار کی آہ کا دخان ہین کہ بے اختیار دیدہ بے درد کو بھی نمناک کر دیتے ہین اور اگر ابیات عارفانہ ہین یون معلوم ہوتا ہی کہ روشن ضمیران صاف

طینت کے دل کا سویدا ہین کہ اسرار خفی اور انوار جلی رازدانان معنی کی نگاہ مین اونسے جلوہ گر
ہوتے ہین قصیدہ مین اگر تشبیب ہی طرز توطیہ اور انداز تخلیص اعجاز گوینده پر دلالت
کرتی ہی اور اگر مدح ہی شوکت الفاظ اور طمطراق معنی سے رتبہ ممدوح کو آسمان سے ہم رفعت
کرتی ہی طرز سخن بے نظیر اور انداز کلام دلپذیر بیت بیت ابرو سے جان فزا تر مصرع مصرع زلف سے
دلربا تر کمال مہارت عروض سے دریافت کیا کہ مصرع زلف خوبان بحر طویل مین موزون ہو
اور نہایت روشن سوادی سے معلوم فرمایا کہ بیاض گردن محبوبان اشعار باریک سے
مشحون ہی تعمق فکر سے صفحہ سادۂ رخسار پر خط نانوشتہ کا مضمون ظاہر اور تیزی ذہن سے
لوح پیشانی پر بیت ابرو کے معنی باہر مذاق سخن فہمی لذائذ معنوی سے محظوظ اور صندوق
سینۂ جامعیت علوم سے لوح محفوظ اجتماع بلندی مدارج معنوی اور ارتفاع معارج
صوری یعنی والا سے بالا اور علو مراتب کمال اور فخر اوستادی سلاطین صاحبقران
اس سرگروہ ارباب ہنر کی ذات مین منحصر ہی حضرت شاہ عالم بادشاہ اور حضرت معین الدین
اکبر شاہ بادشاہ نور اللہ مضجعہما سے لیکر حضرت خلافت پناہ سلطنت دستگاہ محمد سراج الدین
بہادر شاہ خلد اللہ ملکہ وسلطانہ تک ادب اوستادی سے روز وشب انکی تعظیم و توقیر کے سررشتہ
کو ہاتھ سے نہ دیتے تھے اور مراعات حفظ مراتب مین فروگذاشت نکرتے تھے شاہزادگان والا تبار
اگر مرتبۂ ظاہری اپنے آبا کے بدولت پاتے تھے مرتبۂ معنوی انکے طفیل سے بہم پہونچاتے تھے
اور اگر ربع مسکون مین ناموری اپنے اجداد کی امانت سے پیدا کرتے تھے زمین سخن مین کوشش
نیکنامی انکی امداد سے بلند صدا کرتے تھے ہر چند بمقتضاے شاگرد پروری اور تلمیذ نوازی
کے نگاہ تربیت ی سے دریغ نہ فرماتے لیکن اس نحو اکے موافق القلب یہدی الی القلب
ازبسکہ آئینہ ت گرد کدورت سے پاک تھا جسقدر نظر انعطاف صابر سینہ صاف پر
مصروف رتبنی عنان اشفاق راقم اوراق کیطرف معطوف تھی کم کسیکی جانب
گمان مین ہی اور لطف اس سے زیادہ کیا ہوگا کہ ذرہ کو آفتاب بنا دیا اور
سرخاک کو آ پہونچا دیا کور سواد کو روشن سواد کیا اور مغموم یاس کو حصول مقاصد
سے شاد کم بضاعت کا سرمایہ استعداد ہی اوسی صاحب نصاب تونگر دل کی
زکوۃ فیض دولت سے ہی اور جو اس ذرہ بے تاب کو موجب نازش اور منشاء افتخار ہی
اوسی آفتاب ہمیر کی وساطت سے ہی سرو ہر چند موزونی ذاتی رکھتا ہو باغبان کے شکر

تربیت سے کیونکر سر اوٹھا سکتا ہی اور غنچہ اگرچہ طیب النفاس سے خود بہرہ رکھتا ہو بادصبا
کی توجہ کا سپاس کیونکر بجالا سکتا ہی ہر چند عرصہ کئی سال کا ہوا کہ وجود فیض آمود اوس سرگروہ
اہل سخن کا صفحۂ روزگار سے معنی نایاب ہو گیا لیکن اوس حلال مشکلات کا سخن اس ہیچمدان
کی طبیعت سے ویسا ہی عقدہ کشا ہی جب وہ واقعہ جانگزا اور نائبہ حسرت افزا یعنی سفر ناگزیر
اوس سیاح فیافی تقدس کا طالبان صداقت منش کی محرومی کا سبب اور مستفیدان عقیدت
نہاد کی ناکامی کا باعث ہوا توجہ باطنی کہ کمترین تلامذہ کے باب مین اختصاص رکھتی تھی پردہ
غیب مین جوش زن اور وفور افاضات اور کثرت افادات کا بدرقہ لیکر اس ننگ دودمان
کمال کی اعانت کی طرف متوجہ ہوئی یعنی وہ فیض حسب اقتضاے مقام اس طرح سے گنجینہ کشا
ہوا کہ نقد ہنر سکۂ خانۂ استعداد مین تاریخ وفات حضرت افادت مرتبت مرحوم کے نقوش سے
چہرہ آرا ہوا اس تاریخ کی نقاب سے بارہ سو سر سٹھ سال ہجرت جلوہ گر اور بصیرت افزا ہی ہنر ہی

ننگ ہے دہر فانی سے ہون دل برداشتہ ہی جنون انگیز و حسرت خیز یہ وحشت سرا
رفتہ رفتہ ساکنان خاک ہین گرم سفر راہ چلنے مین نہ دن کا فکر نہ رات کا
دانہ ہاے سبحہ کے مانند اجل کے ہاتھ سے متصل ہی ایک کے پیچھے روانہ دوسرا
حضرت احسان کہ وہ تھے گلستان دہر مین لولی شکر مقال و عندلیب خوش نوا
قدوہ ارباب فضل و اسوہ اہل کمال قبلہ اصحاب علم و کعبہ اہل صفا
معدن فرزانگی اُستاد شاہنشاہ عصر عمدۂ ارکان دولت پیشوا اے اصفیا
نسخہ ارشاد و عرفان آیت لطف و کرم معنی تلمیذ رحمن صدقت جود و سخا
ہاے اوس مصباح ظلمت سوز بزم دہر کو صرصر جور اجل نے ... ح گل کر دیا
اوسکے مرنے سے جدھر دیکھو اودھر کس طرح حسرت واندوہ کا بقید ... با ہو گیا
عین ہنگام الم مین صابر دلگیر نے اپنے دل کو تھام اور ... با صد بکا
کی رقم اوس معدن احسان کی تاریخ وفات دل گیا بیٹھ آہ جا سکتی ... ان اوٹھ گیا

جو کہ استفادۂ صحبت اوس زبدۂ اہل سخن کا جور فلک سے مفقود ہمان ... رلماس
فیض اقتباس کو اوسکے کلام تقدس انجام سے مزین کرتا ہی تاکہ اہل ... سوائد فوائد
اور فرائد عوائد سے کام ستان اور زینت پذیر ہوین اور انصاف پیشہ کی ... استی گزین
اور ارباب بصیرت پر ہویدا ہو جاوے کہ پاکی زبان اور تلاش معنی ... رشاقت اسلوب

اور بلند ہی کلام اور غرابت تشبیہ اور خوبی استعارہ اور دل چسپی عبارات اور دلربائی اشارات
یہی ہر جو اس سخن سے جلوہ گر اور اس نظم مین پیش نظر ہی

دل مین تیرا تھا تصور کہ وہین آئے رقیب
لٹ گیا ہاتھ سے دیوون کے پرستان میرا

موے پہ کون ہی اپنا مگر یہ سنگ مزار
برائے نام فقط اب ہی سنگ مزار رہا

مین اپنے شیشۂ دل پر ہون عش کہ جسمین مدام
ترے خیال سے پریون کا ہی گزار رہا

کبھی شادی کبھی غم ہی یہی عالم ہی عالم کا
مہ عید الضحے گذرا تو چاند آیا محرم کا

کلیجا مجھسے کانپے ہی سدا نار جہنم کا
کہ لوفان نیم قطرہ ہی سرشک چشم پرنم کا

اگر ہو اتفاق آپسمین تنگی بھی گذر جائے
گزارا ایک پیراہن مین ہی با وام تو ام کا

ہمکو کعبہ اوسیکا لازم ہی ما ہر و یان
الفت کا پر تو اسا ہنے کتان مین دیکھا

تمھارے قد سے ہین قایم قیامتین کیا کیا
اوٹھین ہین بیٹھے بٹھائے یہ آفتین کیا کیا

پھر اعدم سے کوئی اب تلک نہ اوکتا کر
خدا ہی جانے وہان ہین فرافتین کیا کیا

گلے سے لگتے ہی جتنے گلے تھے بھول گئے
وگرنہ یاد تھین ہمکو شکایتین کیا کیا

جو ذکر کل کا کیا مین نے منھ چھپاکے کہا
تجھے بھی یاد ہین احسان حکایتین کیا کیا

تجھی جو شمع تو پروانون پر ہو ار وشن
کہ بعد مرگ کوئی آشنا نہین رہتا

جو مجکو کہیے مین آنکھون سے ضبط گریہ کرون
مرا قصور نہین دل مرا نہین رہتا

ہماری جان پہ گرتی ہی برق غم ظالم
تجھے تو سہل سا ہی شغل مسکرانے کا

ہماری چھاتی پہ پھرتا ہی سانپ سا احسان
وہان ہی شغل اوسے زلف کے بنانے کا

نام تیرا ہی ورنہ اے عنقا
ہی نشان ہمسے بے نشانی کا

کل تک تو ترے کوچہ مین احسان تھا بیخبر
پر آج جو ڈھونڈا تو وہ بیمار نہ پایا

سخت نادانی کی احسان جو کہا عاشق ہون
بھید کہتا ہی کسو سے کوئی دانا دل کا

آثار گریہ ہین ترے ظلم کے تو مین
سر کو پٹک پٹک پس دیوار جی چکا

احسان وہی ہوے کہ تیری گلی سے آہ
اک شخص خاک و خون مین لپٹتا ابھی گیا

مرتے مرتے بھی نہ اکبار تجھے دیکھ لیا
اسقدر بھی نہ مری جان قضا نے چاہا

ہمکو نہ مدرسہ ہی مین تجھ بن ملال تھا
جب میکدہ مین آئے تو وان بھی کلال تھا

کل اپنے دوستدار سے تم تھے رکے ہوئے
کیا دل پہ دشمنون کے تمھارے ملال تھا

مری برباد احسان آبرو کی — لگے آگ اسکو دل ہو خاک اپنا
پہونچ اے اجل کہ لب پر آ ٹکا ہی کام اٹکا ہی — حامی ہو کون تجھ بن آفت رسید گانکا
یہ شام ہجر آئی شامت زدہ کہان سے — ہو روسیاہ ایسے نا خواندہ مہمان کا
پیک اجل ٹھہر جا چلتا ہون مین بھی یعنے — پیغام خود سنونگا یاران رفتگان کا
دل بھر کے کھبو تمکو ٹھہرا نہ دکھا جانا — گر خواب مین بھی آنا ٹھوکر سے جگا جانا
سروسے قمری پھرے ہر بگری بگری باغ مین — کیا شگوفہ تو گیا سرو خرامان چھوڑ کر
نہ چھوڑ رو جہ شیخ ابو شیخ کا اخلاص — اگرچہ پیر ہو پر ہو مرید با اخلاص
گو مر چکا ہون پر دل مضطر کے ہاتھ سے — میرے نصیب مین نہین آرام ابتلک
احسان مین جسکے نام پہ دیتا ہون اپنی جان — وہ جانتا نہین ہو مرا نام ابتلک
مین تڑپتا ہون غم عشق بتان مین احسان — حکما فضل الٰہی خفقان کہتے ہین
وہ ہی دن کے عشق مین احسان یہ صورت بنگئی — منھ پہ وہ رونق نہین چہرے پہ وہ لالی نہین
کھیلے کیا کیون ململ اٹکا اپنے گلے کے ہار مین — اس زمانے کے تو کچھ لڑکے بھی نا ہموار ہین
پیشہ اور یہ گولی ہو آج اے ساقی — لڑھا دے تو بھی اوسنین خم کو جو لڑھاتے ہین
خفا مت ہو مجھکو ٹھکانے بہت ہین — مرا سر رہے آستانے بہت ہین
بہت دور ہو اپنے نزدیک تو بھی — تجھے یاد کا فر بہانے بہت ہین
کشاکش دل کی ہی کام آتی ہو ورنہ — فسون سیکڑون ہین فسانے بہت ہین
بلائی مے رمضان مین نہ مجکو اے ساقی — بڑے عذاب سے کٹتے ہین یہ ثواب کے دن
کہتے ہین پلٹ گیا وہ رہ سے — تقدیر اولٹ گئی ہماری
کیا کام کسی سے ہمکو احسان — ہم اور یہ بیکسی ہماری
بیٹھے اے آہ بس خدا نکرے — تجکو فرصت ہو سر اوٹھانے کی

احمد تخلص مولوی احمد علی نام مدرس مدرسۂ فارسی شاہجہان آباد ہر چند جمیع علوم مین دستگاہ تام ہو لیکن فن طبابت مین یدطولی اور تشخیص امراض مین حدس صائب ایسے کہ بیماری نرگس کی علت اور سوسن کی گنگی زبان کا سبب دریافت کرنا ایک کار سہل ہو سوائے تکمیل مدارج علمی کے اخلاق پسندیدہ اور اوصاف حمیدہ اوس طرح اوس مجمع کمالات کی ذات مین فراہم ہین کہ کتب اخلاق اگر تمام عالم سے محو ہو جاوین

اوسکی گفتار و کردار سے ہر کتاب کے بدلے ایک اور کتب خانہ متن و شرح کا بہم ہو سکتا ہی گاہ گاہ فکر شعر بھی دامنگیر ہی یہ چند شعر لکھکر نظر احباب سے گذرانتا ہی :

ساقی بیا با جام مے این لطف در جنت کجا
آنجا بہار دیگر و اینجا بہار دیگر ست

اختر امید از برج جلال آمد پدید
نیر اقبال بر اوج کمال آمد پدید

شکر ایزد را کہ نخل آرزو شد بر ثمر
کوکب تابندہ با جاہ و جلال آمد پدید

احمد تخلص مرزا احمد بیگ عمزادہ مرزا فاضل بیگ مرد خوش خلق نیک اطوار عزائم خوانی و تسخیر جن مین مشہور اور زود اثری اعمال مین السنہ خلایق پر مذکور ہی اشعار ریختہ بھی کہتا ہی یہ چند شعر اوسکی بیاض سے مرقوم ہوے ۔

اپنی اپنی گور سے سب دیکھتے ہین سر اوٹھا
اوس خرام ناز سے کیا فتنہ محشر اوٹھا

پانون پھیلاتا ہی ہر محفل مین کیسا بیدرک
طفل اشک ہی اہل الفت بیطرح اتبر اوٹھا

کسکی مژگان کا الٰہی ہی مرے دل مین خیال
کہ کھٹکتا ہی مرے سینہ مین اک خار نیا

ہوے جو خاک اوس کوچہ مین تو یہ ابر دہائی
لگے سو بارہ مون سے لگے سو بار دامن سے

ہنگام تمتع مین بھی ہمین انتظار تھا
آتا ہی یا نہین وہ ستمگار دیکھنے

احمد تخلص مرزا احمد شاہ کہین برادر مرزا جمیعت شاہ ماہر سعادت و اہلیت مین یگانہ اور مروت و دوست نوازی مین یکتاے زمانہ یہ دو تین شعر اوس نیک نہاد کے نتایج افکار سے ہین ۔

بہاے بلبل بیدل کا جب لہو صیاد
تو کیون نہ سامنے گل کے ہو سرخرو صیاد

کہو کہ کیونکہ ہو اوس سے نباہ کی صورت
کہ بدمزاج ہین ہم اور تند خو صیاد

بچاے جان کدھر عندلیب زار ای گل
پھرین تلاش مین جب اوسکے چار سو صیاد

احقر تخلص قدوہ ارباب سخن زبدہ کملاے فن قادر الکلام بلند مقام ممدوح جوان و صبی سید غلام نبی والد ماجد سید آل نبی لاغر تخلص علوم متداولہ مین مہارت تام اور دستگاہ تمام حاصل ہی تحقیق فن فارسی اوس صاحب کمال سے سر آسمان ہی اور کمالات کسبی و وہبی مین زبان زد اہل جہان ہر چند قصدًا اور بالذات شعر فارسی کی طرف توجہ اور التفات نہی لیکن گاہ گاہ اجباے صداقت کیش کی تکلیف اور تلامذہ عقیدت اندیش کے اصرار سے اشعار ریختہ بھی کمال دل ریبی کے ساتھ اوسکی طبع سے جلوہ گر اور ارباب مذاق کی ضیافت طبع کے

واسطے مائدہ گستر ہوتے ہین یہ دونین شعر یاد تھے

نقاش نے قاتل کی جو تصویر کو کھینچا
ابرو کی جگہ پر دم شمشیر کو کھینچا

حسبوقت فاتحہ کو اوٹھے دلربا کے ہاتھ
ماتم سے شل ہوے مرے اہل عزا کے ہاتھ

روز بازار جنون ہی پوچھتے ہو حال کیا
کر دیا شہری غزالون نے بیابانی مجھے

آخر تخلص زبدۂ رؤساے جہان محمد صادق خان وطن بانی اس بلند مرتبت کا خاک مرتبت سرشت ہکلی ہی اور چندے حسن اتفاق سے سواد مینو بنیا و لکھنؤ مین تشریف رکھی اب کہ عرصۂ دراز سے حکام وقت کی طرف سے عہدۂ تحصیلداری پر مامور ہین کسی نواح مین فراغ دل اور طیب عیش کے ساتھ بسر کرتے ہین زبان قلم دشواری اوصاف سے شق اور رنگ کاغذ بے شماری مدایح سے فق ہی نہ ارتفاع مدایح کا بیان صورت پذیر ہی اور نہ گزیدگی الوار اور پسندیدگی کردار کا حال قابل تحریر تخلقوا باخلاق اللہ انکے مصحف حال سے ایک آیت اور اہلیت ذاتی اور مروت جبلی انکی کتاب اخلاق سے ایک حکایت ہر چند علوم درسی سے و لخواہ بہرہ مند اور کامیاب ہین لیکن فن سخن اور دقایق شعر سے ایسے ماہر ہین کہ گویا شخص کمال کی تشریح مین جالینوس روزگار اور رمز شناسی و نکتہ دانی ہنر مین افلاطون وقت زبان کس کس چیز کا بیان کرے نہ برجستگی نکات اور شوخی اشارات اور خوبی عبارات اور حسن تشبیہ و استعارات کا حال بیان مین آسکتا ہی اور نہ متانت تراکیب اور رشاقت اسالیب اور سلاست الفاظ اور ایانی سیاق اور ندرت معنی کا وصف تقریر مین سما سکتا ہی راقم تذکرہ کو تالیف کے وقت یہی چند شعر دستیاب ہوے ورنہ دفتر دفتر درج کتاب کرکے ارباب شوق و اجناب صاحب ذوق کی ضیافت طبع اور مہمانی خاطر سے دست کش نہوتا جو کہ مشتی نمونہ از خروارے قول مشہور اور دقیقہ سنجان روزگار کی زبان پر مذکور رہی آرباب فہم کے نزدیک ایک ذرہ دلیل آفتاب اور ایک نکتہ حجت کتاب ہوسکتا ہی

کل بنکے شیخ مجتہد عصر ساقیا
دکھلا کے ایک باغ عذاب و ثواب کا

کہنے لگا زراہ تبختر مجھے بہشت
معلوم ہوگا حشر مین پینا شراب کا

ہمنے مانا یہ تو ہین ہم خوب جانتے
پوچھا کہین کو ہی ابھی عالم شباب کا

استاد ہو معاف تو عرض مین کرون
سمجھے نہ آپ مجکو سر و حساب کا

تقوے ہمارے آگے ہو جب آپکا درست
اور ہو یقین آپ کے اس اجتناب کا

مے ہو وے کنج باغ ہو ساقی ہو ماہ وش
اور وان کوئی مخل نہو باعث حجاب کا

گردن مین ہاتھ ڈال کے وہ شوخ بے حیا
دے ڈالے نہ زبان سے دہن کے لعاب کا

کھینچے ہنسی سے اپنا وہ منہ سے ملا کے منہ
یہ ریش جب پہ جلوہ ہو رنگ خضاب کا

منت سے یون کہے کہ ہمارا لہو پیے
گر پی نہ جاے جلد پیالہ شراب کا

اوسوقت ہم سلام کرین قبلہ آپ کو
اگر آپ خوف کیجیے روز حساب کا

اور امتحان بغیر تو یہ آپ کا غلام
قائل نہین ہو قبلہ کسی شیخ و شاب کا

نظر مین جلوہ گر عارض ہو کس خورشید تابان کا
کہ ہو تا رشعاع مہر ہر مو اپنے مژگان کا

اگر ہو نام کی خواہش تو عنقا کیطرح رہیے
کہ ڈھونڈھے لاکھ کوئی پہ نہ ظاہر ہو نشان اپنا

سبکبار اسقدر رہیے جہان مین بار ہستی سے
کہ دوش بوے گل پر بھی نہووے تن گران اپنا

خمیازہ کش نہو لب جانان شراب کا
محتاج کب ہو آب بقا آفتاب کا

دھیان ہو دل کی طرف اوسکی نگاہ ناز کا
شور ہے صید حرم تک حبس شکار انداز کا

دل مجکو ہاے بیکس و بیچارہ کر گیا
اپنی تلاش مین مجھے آوارہ کر گیا

بن تیرے ہر لب کبھی گویا نہین ہوتا
بے موسم گل غنچہ کبھی وا نہین ہوتا

مر کر فراق یار مین دل نام کر گیا
ناکام گو جہان سے گیا کام کر گیا

کہین اوس عربدہ جو سے تو نہ بگڑی اختر
سر جھکاے ہوے کیون بیٹھے ہو مغموم سے آج

حباب آبجو مین عکس گل ہو یا مجھے ساقی
بلورین جام مین دی ہو شراب ارغوانی بھر

نکیا دل کو ترے ناوک مژگان سے عزیز
آگے ہمت کے مرے کچھ نہین مہمان سے عزیز

ہماری خاک کو پہونچاے یار کے در تک
اجل کے بعد ہو اتنی ہمین صبا سے غرض

کبھی بھولے سے ادھر اوسنے نکی راہ غلط
جذبہ دل ہی دروغ اور اثر آہ غلط

جس گل کو آب چشم سے پالا سو اوسکے اب
آنکھون مین ہم کھٹکنے لگے مثل خار خیف

نمود شام خط روے یار ہی نزدیک
طلوع صبح وداع بہار ہی نزدیک

جام و صہبا کے تکلف سے مجھے رکھیے معاف
مین ازل سے کیفی چشم تبان سادہ ہون

سبزہ بیگانہ نہون مین گرچہ طرف باغ مین
لیکن اے باد صبا تیرا ہی مین آوردہ ہون

ملنا تو ایکبار نہ موقوف ہے سے کر
تا رفتہ رفتہ ہم ترے ہجران سے خو کرین

کشور عشق مین بیکار ہی اعجاز مسیح ؑ
لوگ یان مرگ سے امید شفا رکھتے ہین

جان دی ہمنے ہوئی تب غم ہجران سے نجات
عقلا اس لیے کچھ چیز لگا رکھتے ہین

لوگ جب سنتے ہین قصے ترے دیوانون کے
قیس و فرہاد کے افسانے اوٹھا رکھتے ہین

دیا بوسہ دہن کا اوسنے ہمت اسکو کہتے ہین
یہ تنگی اور یہ بخشش سخاوت اسکو کہتے ہین

خرام ناز سے آسودگان خاک اوٹھ بیٹھے
یہ چلنا کیا ہی آشوب قیامت اسکو کہتے ہین

جگر سینہ و دل ٹھکانے بہت ہین
ترے تیر کے یان نشانے بہت ہین

پس از قتل باقی ہی تشہیر ہونا
رہے جور ہمکو اوٹھانے بہت ہین

کسی نے کہا تمپہ مرتا ہی اختر
کہا اوسنے ایسے دوانے بہت ہین

سیر کیا یان خاک ہی گل کی پریشانی کو دیکھو
بیٹھکر ہم بھی کوئی دم مثل شبنم روگئے

کیا ماسفے تڑپتے ہین اسیران چمن
کچھ جو اوڑتی سی سنی ہی کہ بہار آئی ہی

اختر تخلص مرزا وجیہ الدین نبیرہ مرزا سلیمان شکوہ بہادر مرحوم سے ہی آٹھ نو برس کی عمر مین حدت ذہن اور تیزی طبع کے آثار ناصیہ حال سے عیان ہی حداثت سن اور کمی عمر کے سبب حرکات اوسکے دلربا اور طرز گفتگو شیرین سامعین اوسکی طوطی کلامی اور بلبل گفتاری سے نہین چاہتے کہ وہ نونہال ایک دم سخن سے خاموش رہے یک چند مرزا بیباک کے نام رفعت تخلص اور مرزا ابلاقی بدر تخلص اوس نوباوہ گلشن عمر کے عمر حقیقی کے اہتمام سے اسی یک اختر کے والد ماجد کے دیوانخانہ مین بزم مشاعرہ مرتب ہوتی تھی کمال ذہانت اور تیزی طبع اور رسائی فکر سے اکثر اوقات دو چار شعر موزون کرکے حاضران بزم کے سامنے اس لطافت سے پڑھے تھے کہ اوسکے لطف نے ہر وضیع و شریف کو محو کر دیا تھا یہ دو شعر مجکو یاد رہگئے تھے ناظرین کتاب کی ضیافت طبع کے واسطے مرقوم ہوتے ہین

یہ عمر اور عشق کا آزار دیکھنا
اور دلپہ پھر یہ صدمہ شب انتظار کا

وان اوسنے بلایا ہی کہ تو رات کو آنا
یان دن کو نکلنا بھی میسر نہین ہوتا

ارشاد تخلص درویش صاف طینت پاک نہاد مولوی محمد ارشاد حضرت شاہ سلیمان علیہ الرحمۃ والرضوان کے مریدان با اخلاص اور طالبان با اختصاص سے تھے اوائل حال مین بعد شرف بیعت کے ایسا جذبہ الٰہی دامنگیر ہوا کہ بیشتر اپنی زبان کرامت بیان سے بیان کیا کہ مین دیکھتا ہون دل کا قدیار کی طرح سے اوڑا جاتا ہی اور یہ تو اکثر معتبرین کی زبانی مسموع ہوا کہ جو

لوگ روز و شب خدمت مین حاضر رہتے تھے بعض وقت اونکو ہرگز نہین پہچانا اور مدت تک یہ حال رہا کہ اصطلاحات علوم سے اگر کوئی لفظ کسیکی زبان پر آجاتا وہ صاحب معنی مطلقاً نہ سمجھتا باوجود اسکے کہ کتب درسی کے مطالب بہت تحقیق اور تدقیق کے ساتھ حاضر تھے اوسی حال مین حضرت مغفرت مآب سے اجازت لیکر مکہ معظمہ کو تشریف لیگئے اور حج کرنے کے بعد مصداق لولاک لما خلقت افلاک سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم کے روضۂ مطہرہ کے روز و شب ملازم رہے اوسی اثنا مین ایک روز ہوش رفتہ پھر آگیا اور علم سب حاضر ہوگیا اکثرون نے علم حدیث اونکی خدمت مین پڑھا اور اوسی خاک پاک مین بعد وفات کے مدفون ہوے مرزا کریم اللہ نے کہ مرد باخدا تھے جب سفر حجاز سے معاودت کرکے وارد شاہجہان آباد ہوے راقم سے یہ قصہ مفصل بیان کیا اشعار فارسی و عربی وریختہ تینون کہتے تھے اشعار عربی تو ہم نہ پہونچے اور ریختہ اس قابل نہ تھا کہ درج تذکرہ کیا جاوے ایک دو شعر فارسی مرقوم ہوتے ہین کہ ان بزرگون کا کلام اگرچہ لفظ پرستان معنی ناشناس کی نظر مین قابل التفات نہوگا لیکن ارباب معنی کے واسطے ایک تحفہ ہی عجیب اور ارمغانی ہی غریب

دامن آلودہ میروی زنہار	پاک کن دل زگرد ہستیہا
نگذر از راہ اینچنان غافل	ہوشیاری ست بہ زمستیہا

اسرار تخلص حقیقت اندیش معرفت کیش مرزا سپہر شکوہ ابن مرزا لہراسپ ابن مرزا سلیمان شکوہ مرحوم ساری عمر تلاش فقراے باب اللہ مین صرف کی اور زندگی اپنی اولیاے کبار کی صحبت مین بسر کی راقم اثم کے خسر تھے اب چند روز ہوے کہ پردہ دوی کا اوٹھاکر شاہد وحدت سے ہم آغوش ہوے مزار پر انوار اوس حق پژوہ کا آنسوے دریاے جمن شاہ بڑی کے تکیہ مین واقع ہی یہ دو شعر اوس کاشف اسرار کے ریب تذکرہ ہوتے ہین

وہ جب ہنستے ہین مین کہتا ہون یارب	یہ بجلی دیکھیے گرتی کہان ہی
پھر محو خیال رخ جانانہ ہوا ہی	پھر شیشۂ دل اتو پریخانہ ہوا ہی

اسیر تخلص سرگروہ نوجوانان یوسف لقا میر کرم علی ابن میر کرم علی ساکن پرگنہ عرصۂ دراز ہوا کہ خاک شاہجہان آباد اوسکے پدر بزرگوار کے یمن قدم سے وادی قدس کا

حکم رکھتی ہی گاہ گاہ شعر خوش ترکیب اوسکی طبع موزون سے سرمایہ نشاط سامعین ہوتا ہی
یہ شعر اتفاقاً اوسکی زبان سے مسموع ہوا

یہ بھی کوئی ادا ہی کہ ہو شوخیون کے ساتھ | باتین ہین ہمسے اور نظر اغیار کی طرف

اسیر تخلص سید نہال نبی برادر خرد سید آل نبی لاغر تحصیل فن فارسی اور شوق سخن اپنے برادر حقیقی سے کی ہی طبیعت شوخ اور ذہن رسا اور سخن متانت آگین ہی کئی بار مشاعرہ مین آکر سخن سرا ہوا ہی یہ چند شعر اوسکے نتایج افکار سے مرقوم ہوے

نہ ملیگا جو کوئی ڈھونڈھے گا | بیوفا تم سا باوفا ہمسا
گر مرے خونکا پیاسا وہ نہ تھا | خار صحرا مرے دامن سے اوجھتا کیون تھا
ہچکیان بیوقت آتی ہین اسیر | وقت مرون مین کسے یاد آگیا
گو بہار آئی چمن مین پہ مجھے کیا اسیر | مین ہون اور نظارہ اوسکے روزن دیوار کا
جواب نامہ نہ لکھنے سے یہ ہوا ثابت | ارادہ رکھتے ہین شاید وہ آپ آنے کا
خون اسی ہاتھون سے کتنونکا ہوا میرے بعد | رنگ لائی ترے ہاتھون کی حنا میرے بعد
روز کے وعدون مین مرجائینگے ہم | یون ہی گذری تو گذر جائینگے ہم
آج جامہ سے جو باہر ہی اسیر | اوسکے ملنے کی سنائی کس نے
خط غیر کا اوس شوخ کو آیا مرے آگے | آیا مری تقدیر کا لکھا مرے آگے
بہتر نہین کسی سے یہ ہمدم کی چھیڑ چھاڑ | کہتے نہ تھے اسیر وہ آخر بگڑ گئے
قاصد ڈرتا ہی مانگتے خط | ایسا نہو وہ جواب دیدے

اسیر تخلص گلزار علی پسر نظیر اکبرآبادی موزونی کو موروثی جانکر فکر سخن کی طرف بہت متوجہ ہی لیکن باپ کے مرتبے کو ابتک نہین پہونچا یہ چند شعر اوسکے مرقوم ہوتے ہین

بزم مین سوز و گداز اپنے سے فرصت نہ ملی | شمع کو روتے نہ پروانہ کو جلتے دیکھا
خط کبوتر کو دیا لاکھ طرح کے ہین خیال | خاطر وسوسہ پرواز کا دیوانہ ہون
طائر رنگ حنا ہاتھ سے اوڑ جاتا ہی | مرغ بے پر کے بھی پرواز کا دیوانہ ہون
ایک مین ہی نہین زخمی ابرو ے ستمگار | خورشید بھی ترخون مین نکلا ہی سحر کو
بے درد کے جلے سوز سخن مین نہین ہوتا | خوشبو کے لیے آگ پہ رکھتے ہین اگر کو

ہو تن سے جدا منزل مقصود کو پہونچے
بے منت پا منزل مقصود کو پہونچے

خدا کو یاد کر اور جام بھر کے لا ساقی
غم زمانہ فراموش ہو تو اچھا ہی

کیون قناعت نکرون چشم گہربار پہ مین
کشتی دُر مجھے لبریز خدا نے دی ہی

کڑوے ہونے مین بھی شیرین ہنون کے ہی مزا
انکو تلخی شکر آمیز خدا نے دی ہی

کیا رکھکے اپنی آنکھون پہ ردون مین او جنون
دامن مین اپنے دھجی نہ تار آستین مین ہی

لاکھون ہین زخم پر لب ہر زخم ہی خموش
اتنے دہن پہ بے سخنی ہو تو سیر ہی

اشکی تخلص جگت نرائن کشمیری نزہت ظاہری اور دستگاہ معنوی سے کامیاب تھا تیس برس تک حکام وقت کی قدر دانی سے عہدہ تحصیلداری پر مامور اور ہوشیاری اور کارگزاری مین مشہور رہا امانت کے ساتھ موصوف اور دیانت مین معروف تھا اشعار فارسی متانت اور فصاحت کے ساتھ کہتا تھا قریب پانچ سال کے ہوے کہ جہان فانی سے رحلت کی یہ چند شعر بطریق یادگار مرقوم ہوے

بلبل نکند میل بگل گر بدن انیست
خون جگر غنچہ فتد گر دہن انیست

آمد بسر نعشم و از روے تجاہل
پرسید ز کس اشکی خونین کفن انیست

روز محشر ہمہ نالند بپیش حق و من
دامنت گیرم و ہم پیش تو فریاد کنم

وعدہ کردی و نرفتی سوے اشکی اکنون
باز فردا چہ بگویم کہ دلش شاد کنم

دلم بردا ز کف بت کج ادائے
بیک گردش نرگس سرمہ سائے

اشکی تخلص مرزا غلام محی الدین نام عرف مرزا من خلف مرزا غلام حیدر مغفور نواسہ شاہ عالم بادشاہ اوائل مین فخر الشعرا میر نظام الدین ممنون غفر اللہ لہ سے مشورہ کرتے تھے اور اب مفتی محمد صدر الدین خان بہادر صدر الصدور دار الخلافۃ شاہجہان آباد سے استفادہ کرتے ہین فکر خوش لمع رسا ذہن سلیم الموار حمیدہ عادات پسندیدہ ایک ذات مین جمع ہین یہ اشعار اتفاقاً دستیاب ہوے تھے کہ مرقوم ہوتے ہین

کب دل سے چھٹے عشق تری زلف دوتا کا
دام ازلی وہ ہی گرفتار رسا کا

کیا پاس کیسا ہی کہ مرتا ہون ولیکن
شکوہ نہین کرتا شب ہجران کی جفا کا

قسمت کو تو دیکھو کہ پھرا نامہ بر اوسدم
جسوقت مرے سر پہ تقاضا ہی قضا کا

آکے تو ہ دشمن کے خطر سے مرے آگے
اور منت مین بدنام کیا نام خدا کا

کچھ وجد نہین نغمۂ مطرب ہی پہ موقوف	کافی ہی یہان نالۂ بے ربط و زرا کا
سجدہ مین اگر ہے دیکھ کے تصویر تیری	معلوم ہوا آپکا خط قہ تھا ریا کا

اشرف تخلص نواب اشرف حسین خان نواب زادۂ شہر الہ آباد بالفعل انقلاب روزگار سے محکمہ عدالت دیوانی بنارس مین عہدۂ نظارت پر مامور ہی عزو توقیر اوس والا تبار کی اب کے دہر مین ایسی ہی جیسے آفتاب کی شان خیل کواکب مین مشورہ سخن کا مہدی حسین خان تصدیق تخلص سے کرتا ہر لیکن طرز سخن سے ہنوز نو مشقی نمایان ہی یہ دو شعر ریختہ اور نین شعر فارسی اوسکے سخن سے منتخب ہوے

تھمتا نہین ہی اشک مری چشم زار کا	مشکل ہی ٹوٹنا مرے اشکون کے تار کا
ہی چیخ پہ کبھی تو کبھی کوہ و دشت مین	ایک جا نہین مقام ہمارے غبار کا
بر امید وصل مہر ویان عالم تا سحر	داغ دل شمعی ہست اشرف در شب ہجران ما
تا دست من بدامن جانان نمے رسد	در دشت فراق بدرمان نمے رسد
پا سخ نمے رسد چو زیاران رفتہ باز	افغان ما بشہر خموشان نمیرسد

افضل تخلص بخشی فیض علیخان پدر عالیمقام اوسکا حکیم وارث علیخان رو سائے شہر اکبر آباد سے تھا اور اخلاق اس ستودہ کردار کے حد بیان سے خارج ہین اوائل حال مین کسی سرکار مین عہدۂ بخشی گری پر مامور تھا مگر اب عدالت دیوانی حکام آگرہ مین عہدۂ وکالت رکھتا ہی یہ شعر اوسکا مسموع ہوا

تا نرگس جادوی تو د نبالہ کشید است	در دیدۂ ما ہوے حرم تیر خلید است

اکرام تخلص حکیم اکرام اللہ خان خلف الصدق حکیم ہدایت اللہ خان قدیم سے شاہجہان آباد مین متوطن اور مسجد جامع کے جوار مین ساکن ہی تحصیل علم طب وغیرہ مولوی سعادت اللہ اپنے عم حقیقی سے کی ہی یہ دو شعر اوس صاحب طبع کے درج تذکرہ ہوے

مرے رنج و الم کو تم ہرگز نہ پوچھو دیکھ لو	جاے آنسو کے روان خون جگر ہونے لگا
آرزو وصل کی مٹانی تھی	کیا ہوا اگر مٹا دیا دل کو

امانت تخلص میر امانت علی خلف میر کرامت علی ناگوری اوائل مین سواران رسالہ سکندر صاحب مین منسلک تھا جب اوس انگریز کے وفات پائی وہ بھی ترک روزگار کر کے خانہ نشین ہوا بعد چند روز کے کسی اور انگریز کی رفاقت مین اجمیر کی طرف راہی

اور پھر کسی تقریب سے راجہ بھیپور کی سرکار مین روزگار معقول کے حصول مین کامیاب ہوا اور وہین نقد زندگانی کو محصلان قضا و قدر کے سپرد کیا یہ چند شعر اوسکے سننے گئے تھے کہ مرقوم ہوے

دیکھا نہ حور کو بھی امانت نے آنکھ اوٹھا ... مارا ہے اتھا کسکی خدنگ نگاہ کا
بہار بھی نہین آئی کہ جوش وحشت سے ... ہمارے پاؤن کو ہے ربط خار صحرا سے
اللہ ری رسائی دست جنون کہ اب ... دامن کی راہ لی ہے گریبان کے چاک نے
نہ مرتے ہین تشنگی سے ساقی کب سے ... ظالم لب جام کو بھڑا دے لب سے

امانت تخلص آغا حسین امراے نامی لکھنؤ سے ہے ہر چند سخن اوس سخن سنج کا دفتر دفتر سماعت مین پہونچا لیکن ناخن بدل زن کہ مشاہدہ ہوا یہ ایک شعر پسند آیا تھا سو لکھا گیا

ذی کرم ذی مہر ذی دین ذی مروت ذی وفا ... اے امانت دل دیا تھا تو سے کیا دیکھا تھا

امین تخلص مولوی امین الدین شاگرد جناب جنت مآب کمالات انتساب مولانا مغفرت نشان مولوی عبد اللہ نعمان علوی تخلص فنون متداولہ اور علوم متعارفہ کو نہایت تدقیق کے ساتھ خدمت فیضدرجت حضرت مرحوم مین تحصیل کیا اور پایہ تحقیق کو عرش افتخار تک پہونچایا فن فارسی کو بالفعل انکی استعداد کامل سے فیام ہے اشعار فارسی نہایت متانت اور کمال رزانت کے ساتھ کہتے ہین اور اصناف سخن پر قادر ہین باوجود ان کمالات کے جملہ شیم اور ہمہ تن اخلاق اونکے لب کو برگ گل کیطرح سے کبھی تبسم سے اور اونکی پیشانی کو شگوفہ کے مانند شگفتگی سے خالی نہین پایا یہ اشعار اونکے نتایج افکار گوہر نثار سے لکھے جاتے ہین

بدست غیر دیدم شب بخوابان زلف پیچانش ... نمیدانم چہ تعبیر ست این خواب پریشان را
غیر در بزمت می و جام و رباب و چنگ و نے داشت ... دل نمیدانم ترا ہم جوش صد آہنگ داشت
در شکستن ہا نشد منت کش سنگین دلان ... شیشہ ما در بغل از جنبش خود سنگ داشت
راہ آہ شد فرو بست ست بر تار نفس ... کثرت داغ تو جا در سینہ ما تنگ داشت
ہر چہ میخواہی بکن ہشیار یا دیوانہ باش ... لیک با حق آشنا با خویشتن بیگانہ باش
از خودی خود گذر محو رخ یار باش ... صورت تصویر شو پشت بدیوار باش
خرقہ سالوس را ترک بگو زاہدا ... بیعت خمار کن رند قدح خوار باش
نقد صد داغ جگر سوز مہیا کردیم ... با سر زلف تو امروز چہ سودا کردیم

مور و خشم و عتابم صد افسوس این
عقدهٔ راز دل خویش چرا وا کردم
تو بر جولان خود ای پیر گردون نازشی داری
ندیدستی مگر جولان طفل نی سوارم من

امراؤ علی تخلص امراؤ علیخان ساکن کول اکثر آبادمین بود و باش رکھتا اور آزادانہ بسر کرتا قوت حافظہ مین کسیکو اوسکے ساتھ مساہمت نہ تھی با وصفیکہ ناخواندہ محض تھا چرب زبانی اور قوت لسانی سے حریفان زبردست کا سخن اوسکے سامنے سبز نہوتا تھا کل چالاکی طبع سے صدہا لغت وضع کرتا اور ترکی و انگریزی و پرتگالی و فرانسیسی کے نام سے ظاہر کرکے یاران ہمنشین مین علم ہمہ دانی بلند کرتا طرفہ تر یہ ہو کہ اگر کوئی اُون لغات کو ایک عمر کے بعد اوس سے پوچھتا اوسی طرح بیان کر دیتا سفر بمبئی کی عمر مین عالم فانی سے سفر کیا یہ دو شعر اوسکے نتایج طبع سے ہین

تنگ مین دیکھا تو بولے ضعف آیا ہر اسے
مرگ تک ہمسے رہین کافر کی ٹھٹھے بازیان
دو پھول گر کسی نے چڑھائے اوڑا دیئے
باد صبا کو گور غریبان سے لاگ ہو

امی تخلص روشن بیگ خاندان شرافت سے تھا نفس اوسکا نہایت مہذب اور طبع اوسکی حلیہ آزادی سے آراستہ تھی ہر چند بسبب اسکے کہ نگاہ اوسکے حرف سے آشنا نہ تھی اسم با مسمے تھا لیکن طبع روشن اور دل بینا ہاتھ لگا تھا شعر عاشقانہ کہتا اور گاہ گاہ تلاش معنی کی طرف بھی متوجہ ہوتا اپنے اشعار شاہ نصیر کی نظر سے گذرانتا تھا یہ شعر اوسکا یاد تھا سو مرقوم ہوا

گرمی مے سے زبان پہ آبلہ پڑتے ہین کیا
امی مغان آمین میگلان کی بھی پڑتی چھالی

امیر تخلص مرزا امیر بیگ ساکن قدیم شاہجہان آباد صاحب طبع سلیم اور بالفعل گوالیار مین مقیم ہر یہ دو شعر اوسکے نتایج افکار سے سامعہ افروز ہوے

آنکھ وہ کافر کہ قتل عام جسکی ایک ادا
لب وہ روح افزا جسے مردے جلانا بات ہی
کب تلک روکے کہو کوئی کہ تمکو تو امیر
مار مرنا سہل ہو اور زہر کھانا بات ہی

امیر تخلص میر امیر علی خلف میر مومن علی متوطن قدیم شاہجہان آباد شاگرد حکیم عزت اللہ خان عشق اگرچہ استعداد علمی کچھ نرکھتا تھا لیکن فیض صحبت اہل علم سے تقریر شستہ اور گفتگو شایستہ اور روزمرہ صاف پر قادر تھا یہ ایک شعر اوسکے فرزند ارجمند محمد علی نام کی زبان سے مسموع ہوا

ہمکو حاصل کیونکے ہو تیرے قدِ بالا کی سیر | کب یہ سیر ہو سکے ہر عالم بالا کی سیر

انداز تخلص شاہزادہ بلند اقبال مرزا غلام حسین پسر مرزا ہدایت علی مغفور علم موسیقی اور مرثیہ خوانی کی مشق کمال کو پہونچائی ہی گاہ گاہ فکر ریختہ کرتے ہین اور شیخ ابراہیم ذوق تخلص علیہ الرحمۃ سے اصلاح کا اتفاق ہوا ہی یہ چند شعر اونکی نتایج طبع سے مرقوم ہوے

حاصل محنت نہ پایا کوہکن نے عشق مین | قطرہ قطرہ بنگیا زہر آب جوے شیر کا
دیکھیے آگے آگے کیا ہووے | دل لگی مین تو ہی ابھی سے رنج ہا
بے تکلف کسی سے ست ہنسیے | اکثر آجاے ہی ہنسی سے رنج
جور و جفا کی اوسکی شکایت کرین تو کیا | سو شوخیان نکالتی ہون جسکے حجاب مین
انداز یاد عارض جانان مین روز و شب | سُلگے ہی آگ سی دلِ خانہ خراب مین
نیم بسمل مجھے رکھنے سے تمھین کیا حاصل | ایک ہاتھ اور بھی خنجر کا لگاتے جاتے
تیور آج اور نظر آتے ہین اونکے ہمدم | غیر کچھ چپکے ہی چپکے ہین پڑھاتے جاتے
نہ بھکاتے اگر انیار اونکو | تو کیا کیا عیش پھر مل جل کے ہوتے
خزان ہوتی نہ دامنگیر گل کی | نہ دن برگشتہ گر بلبل کے ہوتے

انصاف تخلص عبد الرحمن خان ساکن اکبر آباد راجہ بنارس کی سرکار مین جو بالفعل اکبر آباد مین قیام پذیر ہی نوکر اور اوصاف حمیدہ اوسکے وضیع و شریف کی زبان پر ہین یہ شعر اوسکا مسموع ہوا

حسد کی آگ سے غیرون کا دل کباب ہوا | ہمارے ساتھ جو کی ہووے بادہ خواری نے

انیس تخلص میر ببر علی پسر میر مستحسن پسر میر حسن صاحب مثنوی بدر منیر ساکن لکھنو خوش فکر و تیز طبع ہی ہر چند غزل گوئی مین دستگاہ تمام اور قدرت مالا کلام ہی لیکن علو اعتقاد ایمۂ عظام سے اوقات عمر کو مرثیہ گوئی مین صرف کیا اور حق یہ ہی کہ اس نظم مین فصاحت و بلاغت کی داد دی ہی تحت لفظ یعنی مرثیہ بغیر آہنگ موسیقی کے ایسے طرز سے پڑھتا ہی گویا عنان اثر اوسکی صداے دلسوز کے ہاتھ مین ہی یہ شعر اوسکے افکار سے مرقوم ہوا

ہوا ہی ابر ہی ساقی ہی مے ہی | پر اک تو ہی نہین افسوس ہی ہی

اوج تخلص عبد اللہ خان ساکن سرونج نوشت و خواند سے اسقدر بہرہ رکھتا تھا کہ اپنے اشعار کو لکھ لیتا اور اپنے لکھے کو پڑھ لیتا لیکن جو کہ اصل طینت مین فکر بلند اور طبیعت

واقع ہوئی تھی صید مضامین کے واسطے دشت ناپیدا کنار خیال مین جاتا اور تیزی پا سے سعی سے اوسکا سراغ پاتا لیکن اوسکی شوخی اور اپنی ناتوانی سے باندھ نہ سکتا رفتہ رفتہ طبیعت کجی کی طرف مائل کی بلکہ اپنے اعوجاج پر راسخ ہوگئی اور یکتائی کا مضمون ذہن مین جمگیا اکثر اوقات کملاے فن سخن کی خدمت مین جاتا اور اون مضامین دور دست کو جو اس بید رد کی تعدی سے شکنجہ الفاظ مین معذب ہوتے تھے اونکی خدمت مین پیش کرتا اگر مخاطب اتمام مجلس تک لب تحسین کو وا آور فغان آفرین کو بلند نرکھتا وہ دم اخیر تک شاکی رہتا مرزا سنگو مخزون تخلص نے کہ شاہزادہ صاحب اعتبار ہین اوسکو نوکر رکھا اور اپنے کلام کو اوسکی نظر اصلاح مین پہونچایا سبحان السبع وزیر سے پنین شہریارے چنان ہا مشاعرہ مین شعر کو ایسے لہجہ سے پڑھتا کہ اوسکے خلل دماغ پر دلالت کرتا بیشتر کاملان سخن بطریق ظرافت اوسکو اُستاد کہتے اور وہ اس سخن کو واقعی جانکر علم مباہات بلند کرتا ہمیشہ زمینہاے سنگلاخ کی تلاش مین رہتا اور مضامین بلند کی فکر مین آسمان پر چڑھتا لیکن اوس بلندی سے ایسا پستی پہ گرتا کہ اوسکا نالہ بیلاقتی غالبًا گوش فلاروں سے ہمراز ہوتا اگر ایسا ذہین استعداد علمی کا بدرقہ رکھتا یا کسی خضر راہ سے ملتا البتہ شاعری کی راہ و رسم سے آگاہ ہوکر منزل مقصود کو پہونچ جاتا عرصہ ایک سال کا ہوا کہ خلوت خاک کو اپنا گوشہ عافیت بنایا بہرکیف یہ دو تین شعر اوسکے مرقوم ہوتے ہین

بہاتا ہی جوش عشق شیرین دمنون مین رونا	ہی آب شور گریہ آب زلال اپنا
نہیں جنس اک جگہ رہ کے جو ہوتا ہم جنس	شعلہ آتش کا پر وبال سمندر ہوتا
سخن اپنا نہین یہ اوج کچھ الہام غیبی ہی	لکھی ہی کاتب قدرت نے موزونی مقدر مین

اوج تخلص لالہ جگل کشور قوم کایستھ سری باستب ساکن شاہجہان آباد شاگرد خباب اوستادی مولوی امام بخش صہبائی مرد نیک نہاد صاف طینت سینہ محبت کا گنجینہ دل وفاق وا اسطے منزل شعر فارسی کا فکر کرتا ہی یہ چند شعر اوسکے افکار سے انتخاب ہوے

اوج

بیا تا ارزش خود روم ران متاع طاعت خود را	کہ مے بینم گران آنجا بہاے جنس عصیان را
بخون نم نیچہ زد رعنا سواری کز جفا ہر دم	حناے پاے گلگون میکند خون شہیدان را
گل زخمی بفرق اوج ز دشمشیر گلروئے	کہ پر گل میکند رنگ رخش جیب گلستان را
آن کیست کہ بازت کشد از راحت عاشق	تو خود نہ پسندیدہ آرام دل ما

شد عمر و ہمان تیرگی بخت فزون است | باز لف تو ہمدوش بود شام دل ما
یک آہ تواند ز فلک دود بر آرد | ایمن مشو از تیزی صمصام دل ما
در منزل خم شکستن محتسب را سر شکن | گر بیاد اش گناہے دسترس باشد ترا

ایجاد تخلص شاہزادہ بلند مرتبہ عالی درجہ صاحب ذہن متین مرزا رحیم الدین پسر مرزا حسین بخش سلمہ اللہ بطبیعت مضمون خیز چاشنی سخن انگبین ریزہ بنائے کلام استوار گوہر الفاظ آبدار خاطر رافت پسند زبان بذلہ گو دل الفت پیوند قدم براہ صدق و صفا مین سرگرم تلکا پور راقم کے ساتھ باوجود قرابت کے محبت صمیمی و اتحاد قلبی ہر فن سخن مین مجھ سے استفادہ ہوا اور جو کہ اوستادی حضرت صہبائی کی انتفات انکی طرف بہت ہے اکثر اوقات انکی غزل اوسی حضرت کی نظر سے بھی مزین ہوتی ہے یہ چند شعر اس وادکیش کے تحریر ہوئے مین

بتخانہ مین تھا یا کہ مین کعبہ کے قرین تھا | اے زاہد نادان تجھے کیا ہی مین تھا
ہر چند کہ مین دوست کے ہمراہ نہین تھا | پر دل وہ بلا ہے کہ جہان خفا یہ وہین تھا
ہے ہے غلط اندازی عیار ستمگر | جس جا پہ مرا دھیان گیا واں وہ نہین تھا
اللہ رے تری شرم کہ آیا نہ نظر اور | مدت سے مرے پاس تو اے پردہ نشین تھا
توڑا ہے یہ کچھ آپ کو مین نے کہ جہان مین | ثابت نہ رہا نام کا جو میرے نگین تھا
دیکھو تو مری صنعت کہ کسی شب وہ ستمگر | آیا بھی تصور مین تو دشمن کے قرین تھا
اب آتے وہ اب جان کو ہوتی میری تسلی | تھا دھیان یہ اور لب پہ دم بازپسین تھا
دو دن مین ہوا حال یہ اوسکا کہ مری جان | دیکھا تو وہ ایجاد ہی گویا کہ نہین تھا
شب جا کے وہان اپنا تو کچھ دل سا بھر آیا | سب تھے تری محفلین پہ ایجاد نہین تھا
ملے دلے ہوے آتے تھے اسطرف کہ نہ تھی | تمہارے اگلی سی زیور مین آبداری رات
یہ کس خلش کا تقاضا رہا کہ تا دم صبح | کچھ آپ ہی آپ رہی دلکو بیقراری رات
لب اوسکے زخمون پہ چھڑکا کیے نمک جون جون | لگاہ دلپہ کیا کی سنان گزاری رات
لے اب جنازہ پہ ایجاد کے تو چل ظالم | ترے ہی یاد مین تھا وقت دم شماری رات
تیرے خنجر کے ستمگر نے قاتل | کی ہے زخمون سے سوزبان ایجاد
اس فصل مین کھولینگے جو زندان کے در کو | مر جائینگے دیوانے ترے چھوٹ کے سر کو
یہ باتون مین بہلائے وہ دل چھین کے ایجاد | کیا یاد نہین ڈھب لب کوتہ اور نظر کو

کیا کیا نمکین لب کا تبسم ہی نمک ریز — ہنس ہنس کے جو وہ دیکھتے ہین زخم جگر کو
ہمکو نہ اوٹھا بزم سے اپنے کہ مری جان — ہم آپ ہی بجھ جائینگے جون شمع سحر کو
سب یار ہوے منزل مقصود کو راہی — اب ہم بھی کچھ آمادہ کرین ساز سفر کو
لخت دل سوزان بھی ہین کچھ آنسوؤنکے ساتھ — دامن سے نہ تو پونچھیو اس دیدۂ تر کو
ظالم ہین سزاوار تو کچھ لطف کے ہم بھی — دیکھو کبھی تم ایک نگہ سے ہی ادھر کو
لگے ہمسے نظر اپنی چرانے — وہ سمجھے جس گھڑی لطف نظر کو
سبب سمجھا جو بیمار ی کا وہ شوخ — نہ آیا پھر کبھی میری خبر کو
نظر کی برق مجھ پر ہی گرے گی — وہ دیکھے گو ادھر کو یا ادھر کو
سکھایا دخت زر کو منھ چھپانا — کوئی کیا روے جان شیشہ گر کو
جتنی ہو پلا دے کہ پیاسا ہون مین ساقی — ظالم مین سمجھتا نہین کم اور زیادہ
جتنے ترے پیش آتے ہین ہم عجز سے اودی — بڑھتی ہی تری مشق ستم اور زیادہ
اتنے سے ترے تھمنے مین نکلی ہی یہ حسرت — ای اشک ذرا لطف سے تھم اور زیادہ
کتنا ہی کرون خشک پہ یہ دامن تر ہاے — خجلت سے ہوا جاے ہی نم اور زیادہ
کرتے ہین مرا چارۂ غم جسقدر ایجاد — اوتنا ہی یہ ہوتا ہی الم اور زیادہ

باب الباء الموحدہ

باقر تخلص میر باقر علی ابن میر علی حسن ساکن نواح جونپور مدت مدید سے لاہور اور اطراف پنجاب مین تلاش معاش کی تقریب سے ساکن ہی طرز سخن سے معلوم ہوتا ہی کہ موزونی اشعار صرف حدت ذہن اور تیزی طبع کا نتیجہ ہی جو کہ وہ کلام فی الجملہ راہ پر ہی اگر حلیہ اصلاح سے آراستہ ہوتا تو تہذیب معقول پاجاتا یہ دو چار شعر اوسکے نتایج طبع سے ہین

اگر وہ شب کو نہ آتے تو کیا کیا ہمنے — یہی نہ اونکے نہ وعدہ کا اعتبار رہا
چکھائینگے تجھے نازک مزاجیون کا مزا — اگر ذرا ہمین دل پہ کچھ اختیار رہا
تلاش مین ترے دامن کی ای رمیدہ مزاج — صبا کے ساتھ ہی پھرتا مرا غبار رہا
تجھے تو مشغلہ اغیار سے رہا تا صبح — تری بلا سے کسیکو گر انتظار رہا

بحر تخلص میر امداد علی نام صاحب استعداد ہی اور ایجاد معانی اور ابداع مضامین

مین قدرت ذاتی دیکھا ہی وضع کلام سے دریافت ہوتا ہی کہ فکر تیز گرد اوسکی جادہ طرز شوکتاے بخاری مین گامزن ہی شاگردان اسنج سے گوے سبقتا و رخوش فکران لکھنو سے قصب السبق لیگیا ہی یہ شعر اوسکا یاد تھا سو لکھا گیا

بعد مدت مقدر وعدہ خلافی وہ ہوا | کھلگیا فضل دہن یار کا جھوٹا ہو کر

بدر تخلص میر بدر الدین ساکن قدیم کرنال سُنا گیا کہ پدر بزرگوار اس نیک نہاد کا ایام شباب مین نہایت زور آور رستم توان تھا بمقتضاے الولد سر لابیہ یہ مرد میدان شجاعت بھی توانائی جسمانی مین یگانہ عصر تھا بہت مدت ہوئی کہ زور آزمائی اجل نے اوسکی پشت کو خاک گور سے آشنا کیا باوجودیکہ اقتضاے سپاہگری طبیعت پر غالب تھا لیکن چونکہ موزونی طبع خداداد تھی گاہ گاہ فکر سخن بھی دامنگیر ہوتی تھی ایک دو شعر جو مسموع ہوے شایقین کی نذر ہوے

کس مرد کی یاد تھی ہمدم کہ شب تا صبح یاران | ہر نفس کے ساتھ دل مین خار سا کھٹکا کیا
کسکا خواہان ہی کہ دل قافلہ اشک کے ساتھ | دمبدم سینے سے آنکھون مین چلا آتا ہی

بدر تخلص مرزا بلاقی ابن شاہزادہ کامگار میرزا نصیر الدین ہمادر جوان وجیہ خوش اخلاق شعر گوئی مین مشورہ میرزا پیارے رفعت تخلص سے ہی یہ چند شعر اوسکے تحریر ہوے

سن لینا ایک دن کہ اوسے غم نے کھالیا | غم کھائیگا یون ہی جو یہ غمخوار آپکا
لب تک ابھی میرے وا نہین ہوتے کہ کچھ کہون | منھ دیکھتا ہون مین دم گفتار آپکا
اے بدر رگاہ گاہ ہی اتنا تو درد دل | بگڑے کہین نہ طول یہ آزار آپکا
اپنی ہی پرسش مین ہوگا ختم وہ ہنگامہ شیب | گر قیامت مین ہمارے حال کا دفتر کھلا
اک کشتی طوفان زدہ کر دون کو بنایا | اللہ رے گریہ مرے اس دیدہ تر کا
تو نہ آتا تری آواز تو آیا کرتی | گھر بھی قسمت سے ترے گھر کے برابر نہوا
گھٹا نہ خاک موے پر بھی کچھ وقار اپنا | ہمیشہ دوش صبا پر رہا غبار اپنا
کہتا وہی ہو اور محبت بتون سے کر | کہتا ہون جس سے حال دل بیقرار کا
در بدر مجکو لیے پھرتی ہی دل کی وحشت | گاہے گاہے ترے کوچہ مین بھی آجاتا ہون
وہ لب اور اونسے مجکو جلانے کی آرزو | جنکو دعا بھی دون تو کہین یون کہ مر رہین
مین اگر جاون تو نکلے مطلب دل کچھ نہ کچھ | میرا جانا اور ہی قاصد کا جانا اور ہی
کیا ڈر ہی جو چیرخ ستم ایجاد غضب ہی | اپنی بھی یہ آہ دل ناشاد غضب ہی
جادو ہی نگہ غمزہ ستم حال قیامت | انداز ترا قہر ہی بیداد غضب ہی

چارہ گر کھینچ لے اس دلکو بھی پیکان کے ساتھ | گر یہی دل ہے تو دل بھی نہین درکار مجھے

برق تخلص تجم الدین قاضی زادہ ساکن سکندرآباد کہ شاہجہان آباد سے پچیس کوس کے فاصلے پر واقع ہے نوجوان خوش مزاج شوخ طبع سخن کے ساتھ اوسکو مناسبت تام اور شعر کی طرف توجہ مالا کلام شعر ریختہ گاہ گاہ کہتا ہے اور اچھا کہتا ہے اب صدر دیوانی آگرہ مین عہدۂ جلیل پر مامور ہے شعر اوسکے مرقوم ہوے

کیا کیا اڑی ہین جیب و گریبان کی دھجیان | ہاتھون سے جبکہ یار کا دامان نکلگیا
آج ارمان مرے دیدۂ تر کا نکلا | کہ ہر اک اشک لیے لخت جگر کا نکلا
ہم سمجھتے تھے کہ جنت مین لگے گا کیا جی | یار سے کچھ او سیمین تو نقشہ ترے گھر کا نکلا
گر کوئی محشر مین پرسان ہو تو فریاد ہی ترے | ہر دہان زخم سے لین کام نفخ صور کا
گر یہی ہے شوق یار بوسی تو بعد مرگ بھی | ٹھوکرین کھاتا پھرے لگا لاشہ اس رنجور کا
میری خاطر پھر دکھا عالم رخ پر نور کا | غش سے موسیٰ نے نہین دیکھا ہے جلوہ طور کا
کیا گلی پھرتی ہے اوس پا نے لگا رین سے بہار | جس جگہ اوسنے قدم رکھا گلستان ہوگیا
صورت گل چاک چاک اپنا گریبان برق یان | چارہ گر کو فکر ہے ٹکڑے گریبان ہوگیا
وہ اشک کیا جو جیمین کہ لخت جگر نہین | کیا ہے وہ آستین کہ لوہو مین تر نہین
رشک عدو حسرت وصل آرزو ہے مرگ | صدمہ ہے کونسا جو مری جان پہ نہین

بسمل تخلص گوہر تاج ارجمند ہی ملازمہ وسادات بخجمندی محمد عبد الحکیم فرزند دلبند جانینوس الزمان لقمان دوران حکیم پیر بخش سلمہ اللہ تعالے اور برادر زادہ حقیقی اوستادی حضرت صاحبی مدظلہ العالی فن فارسی مین سلیقہ معقول حاصل اور تحصیل علم طب مین بجان وجنان مائل جوان وجیہہ خوش قیافہ فصیح زبان صاف دل پاک طینت ثمرہ جوانی سے متمتع اور حلاوت کامرانی سے لذت چش آئینہ خاطر کی صفائی سے پردگیان ضمایر بے نقابی مین ناچار ہین اور فکر رسا کی دور گردی سے وحشی تراوان اسرار صید ہوتے ہین بے اختیار اہلیت اور صلاحیت استدر کہ گویا مجموعہ اخلاق اور فرق تا قدم نسخہ وفاق ہے اور استعداد خداداد کا یہ حال کہ اوسکے کلام جواہر نظام مین خوبی معنی اور خوش اسلوبی تراکیب اور تنگ رزی کلمات اور رشاقت تشبیہ اور حسن استعارہ حد طاقت بشری سے باہر ہے اللہ تعالی یوما فیوما جودت ذہن اور قوت طبع مین افزایش کرے یہ اشعار اوس مجمع محاسن کے نتایج افکار سے لکھے جاتے ہین

ترے بلبل و بوے چمن تو آجاتی | قفس کے گر مرے نزدیک گلستان ہوتا

اگر نہ تیغ نگہ سے اُسے بچا تا مین — تو ہر ہدف کے لیے آج دل کہان ہوتا
نہ اتنا بد گمان ہو تو نہ تڑپینگے نہ تڑپینگے — خدا کے واسطے مُنھ کھول زخمون پر نمکدان کا
مرے بالین پہ وقت نزع لاؤ ایکدم اوسکو — رہیگا حشر تک سینہ مین در نہ داغ ارمان کا
تعجب ہی تمھاری شان سے کچھ حال تو کہیے — کہان تم حضرت بسمل کہان رستہ بیابان کا
قصہ سنے ہی کون عذاب و ثواب کا — ساقی شتاب دے مجھے ساغر شراب کا
مین اور روز و شب کی اوٹھانی مذلتین — یارب بُرا ہوا اس دل خانہ خراب کا
لائیگا سر پہ دیکھیے کیا کیا قیامتین — کُرخ سے یکایک اوسکا اوٹھنا نقاب کا
ہی آج کون بام پہ جلوہ نما جو یون — اودتا ہی رنگ میری طرح ماہتاب کا
دیر و حرم مین جا کے جو دیکھا بچشم غور — پایا کچھ ایک رنگ عذاب و ثواب کا
کر دینگے ہم زمانہ پیری کو صرف زہد — اب کیون شراب چھین کہ ہی عالم شباب کا
ساقی ہی اور شراب ہی اور یار ماہ وش — اور اوسپہ لطف دے ہی ترشح سحاب کا
انداز گریہی رہے ظالم ترے تو گھر — اوجڑ یگا آج کل کسی خانہ خراب کا
کعبہ اگر بنا ہی اسی سنگ سے تو کیا — زاہد کو تبکدہ سے سبب اجتناب کا
عہد شباب حضرت بسمل ہی مے پیو — جھگڑا اُٹھا کرو نہ کسی شیخ و شاب کا
چین دیتا ہی نہین آٹھ پہر مین اکدم — آفت جان ہوا یہ دل مضطر بہوا
دیکھ دینا نہ تبون کو تو دل اپنا بسمل — یہ وہ ہین جنکے کوئی ہاتھ سے جان بر نہوا
ہزار حیف کہ تجھے نہ تم ہمین اور ہم — ہمیشہ کرتے رہے دل تلک نثار اپنا
شب فراق مین آوے اجل شتاب کہین — کہ کر رہے ہین عدم والے انتظار اپنا
ہم ایسے کیا تھے کہ یون سہتے طعنہ اغیار — یہ کیا کرین کہ نہین اسمین اختیار اپنا
بتون سے دل کے لگانے کا ہی ثمر بسمل — کہ ہاتھ سے ہی دیا مفت اعتبار اپنا
کس شوق سے پہونچے ہم اے پیر مغان تجھ تک — پر خوبی طالع سے ماہ رمضان آیا
مین کیا کہ عبث اوسکو اپنی بھی نہین ہمدم — کمبخت یہ دل اپنا آیا تو کہان آیا
کیا بنتی ہی اب دیکھیے بلبل کے دل و جان پر — پھر خار نظر آتے پھر وقت خزان آیا
وحشت سی برسنی ہی آوارہ سے پھرتے ہو — دل آپ کا اے بسمل سچ کہیے کہان آیا
دیر و مسجد مین خرابی پڑ گئی دل کی طرح — حسبطرف سے اوہت کا فر گذر تیرا ہوا

حضرت بسمل کی حالت دیکھکر بولا یہ قیس — پیر و مرشد خیر تو ہی آپ کو یہ کیا ہوا

ستم کے کرنے سے تمکو نہ کچھ حیا آئی — ستم اوٹھانے سے ہمکو نہ ننگ و عار آیا

یقین نہ تھا مجھے کچھ فتنۂ قیامت کا — پہ تیرے قد کو جو دیکھا تو اعتبار آیا

عاشقون پہ ترے کب حشر سا برپا نہوا — اک قیامت ہوئی ظالم ترا چلنا نہوا

ساقی ہر آرزو کہ ترے لطف سے کبھی — بیٹھین جو شام سے تو ہین تا سحر شراب

صبر و قرار و تاب و توان سب چھٹے رفیق — اک دل یہ رہگیا ہی سو کیا کیا اوٹھائے دل

وز دیدہ اون نگاہون نے شاید چرا لیا — آتی نہین ہی پہلو سے میرے صدائے دل

دل نام کو تھا اپنے سو وہ بھی نہین ہی اب — مدت ہوئی کہ داغ ہی بر ہین جائے دل

شیخ مے کو برا بتاتے ہو — اسکا تمکو مزہ چکھائینگے ہم

ناصحا تو بہ لے خدا کا نام — دل لگانے سے باز آئینگے ہم

جنون نے کچھ نہین باقی رکھا اب جیب و دامن مین — کہ ہین کچھ اندنون اسطرحسے بیکار پھرتا ہون

مرے شوق شہادت کو تو دیکھو اوسکے کوچے مین — خود اپنے قتل کی خاطر لیے تلوار پھرتا ہون

مجھے ڈر ہی کہین عالم نہ ڈوبے جوش طوفان سے — لیے جون ابر ساتھ اب دیدۂ خونبار پھرتا ہون

نہ جی چاہے کعبہ کو نہ بتخانہ کو اے بسمل — کرون کیا اضطراب دل سے مین ناچار پھرتا ہون

اسی ہمکیسی مین آبلہ پا تھا ایک رفیق — دولت سے خار راہ کے وہ بھی رہا نہین

بسمل کی طرح سے ہی مرا برق خانمان — وہ گلعذار جس مین کہ بوے وفا نہین

سو بار آسمان کو جلایا یہ ہمنشین — کچھ اندنون مین ضعف سے نالہ رسا نہین

بسمل تم اوسپہ دل دیے بیٹھے ہو کیا کیے — وہ بت کبھی کسیکا ہوا آشنا نہین

کیا عشق کا بھی حوصلہ اب ہو چلا ہی تنگ — کچھ اندنون وہ سوز نہین چشم تر نہین

ہر ہر نگہ مین ناز فروشی ہی کس لیے — اپنا تو اب وہ دل ہی نہین وہ جگر نہین

تا صد بہر ہو یون کہ خدا خیر ہی کرے — میری طرح سے کچھ اوسے اپنی خبر نہین

تاثیر شوق کی مرے حق مین ہوئی ہی زہر — ٹکتا زمین پر قدم نامہ بر نہین

سنکر مرے فسانۂ ہجران کو دیر تک — چپ تھا وہ اسطرح سے کہ گویا خبر نہین

تیرے خدنگ کو نہین پرواز ہم تلک — گویا کہ اس عقاب کے بازو پہ پر نہین

ہر ہر جگہ ہی بسمل شوریدہ سر کی دھوم — تیرے جگر فگار کے چرچے کدھر نہین

گریہ سے میرے کچھ تو بجھی آتش جگر — جاری رہی رکھے خدا مری چشم پر آب کو
اللہ ری غفلتین کہ ہوے ہم تو مر کے خاک — اور رہتے ہین اب تلک نہین اوٹھتا نقاب کو
بہاے خون عاشق کیا اور سکا خون کیا حساب — مجھے تم قتل کر کے کس لیے ہو اب پشیمان سے
کسی دن حضرت دل تیرہ بختی گل کھلاوینگی — اوبھنا روز کا اچھا نہین ہے زلف پیچان سے
کھلیگا جس جگہ حق ہم وہین سر کو جھکاوینگے — نہ ہمکو ربط کچھ کافر سے نے نفرت مسلمان سے
تبون کا گھر ہے کعبہ سجدہ سے زنار کو رشتہ — کھلا یہ ماجرا زاہد نہین تحصیل ایمان سے
گلی کوچہ مین پھرنا روز کا اچھا نہین حضرت — ہوا کیا تمکو اے بسمل جو ہو ایسے پریشان سے
اے بلبلان باغ رہائی سے فائدہ — سر پر خزان ہی آگئی جب ہم رہا ہوے
اوسکی گرہ بھی کیا مرے دل کی ہے اک گرہ — بند قبا جو ہمسے نہ اک روز وا ہوے
بسمل اوتھین کی یاد مین سب کچھ بھلادیا — نادان یہ صنم نہوے کچھ خدا ہوے

بسمل تخلص حافظ محمد حسین نام ولد حافظ محمد بخش عرف حافظ نمو ساکن حویلی خان دوران خان مرحوم صاحب طبع سلیم و ذہن قویم ہے وجاہت صوری اور حسن معنوری سے بہرہ ور جمال ظاہری اور کمال باطنی سے کامیاب علوم رسمی سے بقدر ضرورت متمتع دلنشینی سخن سے گوش شوق کی سیری محال اور دل جسپی کلام سے بے التفاتی مخاطب کی وہم وخیال اصلاح شعر راقم کے مشورہ سے صورت پذیر ہے یہ چند شعر بطور انتخاب کے قالب تحریر مین آئے

نہ آویگا یہان تک اور نہ مطلب دل کے ہوینگے — نہ ہوگا قیامت تک کبھی دامن تمنا کا
دل تونے ہمسے اوبت کافر اوٹھا لیا — اس نازکی مین بوجھ یہ کیونکر اوٹھا لیا
بار گران عشق فلک سے نہ اوٹھ سکا — کیا جانے میرے دل نے یہ کیونکر اوٹھا لیا
کیا کام ہے بلا سے جو تو ہوا اسیر زلف — جب تجھ سے ہاتھ اے دل مضطر اوٹھا لیا
پیر مغان نے بسمل میکش کو دیکھکر — شیشہ بغل مین ہاتھ مین ساغر اوٹھا لیا
نیم بسمل کیون نہ مجکو چھوڑتا ہنگام فوج — یار کو میرے تڑپنے کا تماشا ہوگیا
شکوہ مت کر حال جو بسمل ترے دل کا ہوا — شکر ہے ہر حال مین جو کچھ ہوا اچھا ہوا
گر پڑیگا تو زمین پر کانپ کر اے چرخ پیر — نیم نالہ بھی کوئی ہمسے اگر برپا ہوا
مین نہ کہتا تھا نہ رو کش تو اوسکی زلف سے — اس خطا سے منہ ترا مشک ختن کالا ہوا
ہم گئے تھے دل کو لینے وہ طلب کرتے ہین جان — دل کو کیا روتے تھے ہم اب جان کا رونا ہوا

تم سے دل کی نازبرداری نہوگی دل نہ لو — جان مین یہ دل بڑے نازون کا ہی پالا ہوا
دل بری کی بات گو اونمین نہین ہی دل مگر — عمر بھر اُنسا نہ ظالم بھی مجھے پیدا ہوا
یہ کس سیاہ بخت کے گوندھی ہی خون مین — کالا جو تیرے ہاتھ مین رنگ حنا ہوا

بسمل تخلص نواب امیر حسن خان ساکن دارالامارۃ کلکتہ ہرچند دولت دنیا سے اسقدر بہرہ حاصل تھا کہ گدلے محلہ اوسکی زکوۃ سے صاحب نصاب ہوکر اپنی بضاعت سے اتنی زکوۃ نکالتا کہ اگر اوسکا عشر عشیر خسرو پرویز کو ہاتھ لگتا آٹھوان خزانہ اور معمور ہوجاتا لیکن مزاج مین مسکینی و تواضع اس درجہ پر تھی کہ مثل خم ابر و تسلیم اور مثل سایہ افتادگی گویا ایک امر سرشتی تھا دقایق سخن سے کماہی آگاہ اور صنائع و بدائع مین کامل دستگاہ نظم و نثر مین باوجود صفائی الفاظ اور شستگی عبارت کے تلاش معنی کا مرتبہ نہایت کو پہونچ گیا تھا جناب اوستادی حضرت صہبائی سلمہ اللہ تعالے کے حمائد اوصاف سنکر اخلاص غائبانہ بہم پہونچایا اور خط و کتابت کے وسیلے سے رابطۂ خلت کو بڑھایا ایک رقعہ الفاظ بے نقط مین اونکی خدمت مین بھیجا تھا باوجود اس قید کے بے تکلف دامدنی تھا نہ ساختہ و پرداختہ چند سال ہوے ہین کہ دنیاے دون سے دل اوٹھاکر عالم آخرت کو راہی ہوا یہ چند شعر بطریق یادگار مرقوم ہوے

سرمہ خود بچشم کم منگر — دیدہا زین غبار روشن گشت
شہد ریزد کلام شیرینیم — بر لب او مگر لب من گشت
نہ شود اگر بسینہ رہ قاصد نفس گم — دو سہ حرف خون چکانی بلب رمغان فرستم
آنقدر از دل صد پارہ نماند ست بجاے — کہ باجباب توان رقعہ انشا کردن
خال عارض کہ تہ کاکل یار افتادہ — مہرہ زہر بود از لب مار افتادہ
دہ چہ تیر مژہ تیز تو صید انداز ست — ہمچنان بود بہ ترکش کہ شکار او فتادہ
لالہ را خلعت گلگون صلہ یک داغ ست — بہر من چیست کہ داغم ز شمار او فتادہ

بسمل تخلص رام کشن پنڈت مدرس زبان انگریزی و دقایق فارسی سے بخوبی واقف اور نعوامض سخن سے دلخواہ آگاہ مقامات کتابی کو کمال تدقیق کے ساتھ حل کیا ہی تہذیب اخلاق مین بے مثل اور ستودگی کردار اور درستی گفتار مین بے نظیر شعر فارسی خخانہ شیراز کا سرجوش اور سواد رقم سرمہ اصفہانی سے ہمدوش یہ چند شعر اوسکے نتایج طبع سے ہین

سرشک دیدهٔ غمناک کشف رازم کرد | فغان که پرده زروی غم نهان برداشت
سنبل مشکین بود یا دلف عنبر بوی دوست | نافهٔ چین ست یا خال رخ نیکوی دوست
ماه نو یا سجده گاه عاشقان یا تیغ تیز | یا کمان یا نون قوسی یا بود ابروی دوست
لالهٔ گلزار خوبی یا مه اوج جمال | یا بود مهر سپهر دلبری یار وی دوست
آنکه بسمل مردگان را میدهد جانی دگر | یا بود باد مسیحا یا نسیم کوی دوست
اگر نه باده زانگور باغ بخت من ست | همیشه چشم تو زین گونه مست خواب از چیست
دل را ز چشم آن بت پرفن نگاه دار | جنس گران بهاست ز رهزن نگاه دار
چون غنچه خون دل خورد و در حفظ راز کوش | هر دم زبان لگام چو سوسن نگاه دار
از لطف چرخ دم مخور از دولتت رسد | خود را ز رد به بازی دشمن نگاه دار
بر چاکهای سینهٔ سوزان رفو مزن | از بهر آه این دو سه روزن نگاه دار
سر رشتهٔ خرد مدہ از دست و گم مشو | خود را طفیل رشته چو سوزن نگاه دار
نگاه بر رخ جانان نمے توان کردن | نظر بمهر درخشان نمے توان کردن

بشیر تخلص میر بشارت علی شاگرد میر نظام الدین ممنون یہ شعر اوسکے افکار سے ہی ؎

شاید دل بیتاب کو تسکین ہو اپنے | کھینچوا کے رکھون سینے پہ تصویر کسیکی

بلند تخلص صفدر علی بیگ نام ابن مرزا فضل علی بیگ قوم مغل ساکن محلہ کھاری باولی مرد قابل خوش اخلاق پسندیدہ اطوار نیک نہادی وصاف دلی مین یگانہ طرز وفاق اور سیاق آشنا پرستی مین یکہ زمانہ حلم ووقار کو اوسکے گوشۂ طبیعت مین منزل آسایش اور نجابت وشرافت کو اوسکی نسبت سے زیب وآرایش علم حساب مین مہارت تام اور انشا نگاری مین دستگاہ تمام خط نستعلیق کی شان خط گلزار خان سے جان فزا تر اور خط شکستہ کی طرز زلف خوبان سے دلربا تر والد اس نیک نہاد کا راجہ الور کی سرکار مین علاقہ مدرسی مدرسے سے ممتاز ہی اور یہ ہوشیار خرام گاہ گاہ قدر دانی حکام وقت سے علاقہ تعلقہ داری سے سرفراز رہتا ہی شعر گوئی کی طرف توجہ تمام مصروف اور طبع اوسکی اس فن مین کمال مالوف ہی اصلاح شعر راقم اثم سے لیتا ہی یہ چند شعر اوسکے نتایج طبع سے منتخب ہوے

یہی مبدا ہی رنج و محنت کا — ذکر مت کیجیے محبت کا
تجھسے ملکر بنا نشا نہ بلند — درد کا رنج کا مصیبت کا
تیرے ہر جائی پن نے اے بے مہر — مجھکو عالم سے شد مسار کیا
وہ ہی بیگانہ وش رہا ہمسے — ہمنے اک عمر جسکو پیار کیا
بیوفا پیمان گسل دیرہ آشنا و زود رنج — جو تجھے ہمنے کہا اے یار زیبا ہوگیا
کچھ وصل کا سا حسرت پنہان ہین ملا لطف — شب میرے تصور مین جو اک پردہ نشین تھا
روز ہی او سکو میرے قتل کی فکر — غیر سے دھیان ہی سوا اپنا
کچھ نہ کچھ ایذا رہی ہی سوز غم کے ہاتھ سے — مٹ گیا گر آبلہ اک داغ پیدا ہوگیا
رنج و راحت ہی انتہا مین ایک — ہجر مین ہوگیا وصال اپنا
جان و غم مین ہی اک کشاکش سی — آج جھگڑا ہی انفصال اپنا
جسقدر ہمکو تجھسے تھی امید — اوسقدر ہی ترا عتاب رہا
لیلی و فرہاد و وامق اور بلند — عشق مین جو رہا خراب رہا
سنیے کیا ناصحون کی باتون کو — اب وہ اپنا نہین دماغ رہا
جان ہی یہ کچھ کشاکش آزار مین کہ آج — رویا کیا سرہانے مسیحا تمام شب
توبہ تو مدت سے کی تھی ہمنے پر اے محتسب — ہوگئی مے کی ہوس کچھ ابر و باران دیکھکر
اشارے ہین اُنسے جو ہین کور چشم — ہین آنکھین تو اچھی نظر کچھ نہین
تمھارا جو بیمار تھا مر گیا — تمھین اے ستمگر خبر کچھ نہین
جو ہم دل کہین دین ندرو کو بلند — تمھارا تو اسمین ضرر کچھ نہین
ایک بوسے پہ یہ لڑائی حیف — دس نہین سو نہین ہزار نہین
میرے پہلو مین دل ہی یا بجلی — کہ کسی دم اسے قرار نہین
سیکڑون بندہ خدا مارے — کیا بتون کے بھی گھر خدائی ہی
اوکھڑا اوکھڑا ہی مجھسے دل شاید — اسنے اپنی وہان جمائی ہی
اورے پھرتے ہین اپنی سانس کے ساتھ — ہمارا ضعف سے لاغر یہ تن ہی
کہان وہ اور کہان دشمن مگر یہ — ہمارا ہی فقط دیوانہ پن ہی
بے مرضی اوسکے ہاتھ لگاؤن دے بلند — پہ تاب یہ مجال یہ قدرت کہان مجھے

بلبل تخلص پنڈت گوری شنکر متوطن دار السلطنت لاہور نوجوان خوش مزاج پسندیدہ اخلاق زبان دانی مین اقران و امثال سے ممتاز ہر صفائی سینہ اور پاکی کلام مین متاخرین سے سرفراز اتفاقاً وارد شاہجہان آباد ہوکر اوستادی مخدومی مولوی امام بخش صہبائی سلمہ اللہ تعالے کی خدمت مین مستفید اور اوسی جگہ راقم آثم سے ملاقی ہوا یہ چند شعر اوسکی زبان سے مسموع ہوئے

اگر بچشم جہان نیست غزنے غم را
چہ اکنند سر سالہا محرم را

با وصل خو ذرا شک چہ پرسی سبب مرا
چون شیشہ گریہ رسم بود در طرب مرا

محو صفاے سینہ او بود دوش دل
گویا گذر فتاد بشہر حلب مرا

از آمدن خطت ز سبزہ
مو بر تن لوہا ر بر خاست

یارا تپ استخوانے عشق
ای وا اے کہ در شباب داند

گشت ویران خانۂ دیوانہ
ہر کجا ویرانہ آباد شد

بہ پیری ہست مرا زینت دگر حاصل
کہ جامۂ تن من از شکن اتو دارد

زاہد از محفل صہبا بگریز
ساحل خشک ز دریا بگریز

مردم و باقی ہست شوق آمنیان
استخوانم دستہ شد بر خنجرش

من ز لشکر کس نہ دزدم معینے
لیک از گفتن نفس دزدیدہ ام

ندیدہ کسے غیر خال لب او
ز نیلم نگین و ز یاقوت خاتم

گردش چشم ترا دیدم و از کار شدم
بیخود از گردش این ساغر سرشار شدم

دود شمعے بے پروانہ نگردد زنجیر
من چسان در خم آن زلف گرفتار شدم

خامشی ماتم لعل ہست زبان آور را
کند این نکتہ سیہ پوشی سوسن روشن

سرم گردد اگر اشکے ز چشم تر فرو ریزم
شود ورگردش از یک قطرہ آبی آسیاب من

بلبل بفکر جمع زر و مال دل مدہ
باید کہ از جہان دل جمعی بہم کنے

مبتدا اول مفتوح دوم مشدد مضموم اور آخر مجہول تخلص اور نام ایک زن خانگی کا ہی کہ خطۂ حسن خیز شاہجہان آباد مین اس جمال کے ساتھ خوبان دلربا سے کم کسیکو نشان دیتے ہین حسن کی صباحت اور کلام کی ملاحت ایک خرمن جان پر برق افگن دوسری زخم جگر پہ نمک زن غمزۂ زاویہ چشم مین دلہاے آشفتہ کے تاراج کے واسطے کمین ساز اور اشارہ گوشۂ ابرو مین

جانہاے مجروح کی غارتگری کے لیے خدنگ انداز کو چہ زلف مین دل عشاق کی کثرت سے نشانہ کی راہ آہو شد گم اور مستی چشم کے دور مین زاہد کو محراب نماز پاے خم نشہ حسن مین انکھیلیون سے رستہ چلنا اور ہر ہر قدم مین دل خلق کو پانون کے نیچے مسلنا ایک عالم رکھتا تھا اللہ اللہ کسند نماز کا جذبہ کہ گھر سے ایک قدم باہر نہ جانا اور عید دل کو کوسون سے کھینچ لانا اس خاک دلفات نبیاد مین ایک جوان خوبرو سنبل موسمرو قامت قدقیامت گلاب سنگھ نام آشفتہ تخلص تھا کہ طرفین کی کشش سے وہ اوسکے دام زلف مین گرفتار اور یہ اوسکے شوق لب مین جگر خوار بسکہ طبیعت خداداد اور فکر رسا رکھتی تھی اس جوان شنگول کی اثر صحبت سے فکر شعر دامن گیر ہوا چند روز مین موزونی طبع کو ایک حسن اور پیدا ہوا اور حسن صورت جمال معنی سے دوبالا جو کہ یہ بات مسلم ہی کہ معشوق اگر سراپا شوق ہو کر عاشق سے ملے عاشق کی ناشکیبائی اوسل التفات کو تغافل ہی جانتی ہی نیرنگی عشق سے ایک روز آشفتہ آشفتہ خرد نے عالم بے اختیاری مین ایک خنجر سے مژہ دشنہ گذار کی تشبیہ کے خیال مین اپنا گلا کاٹ لیا چنانچہ یہ حال اوسکے ترجمہ مین مفصل مرقوم ہو چکا ہی جب یہ خبر معشوق وفادار نے سنی رخسار کو طپانچہ سے نیلی کیا اور بآواز بلند یہ شعر آشفتہ جانباز کا پڑھا

بچتا نہین ہی جو کہ ہی بیمار عشق کا	یارب نہو کسیکو یہ آزار عشق کا

اور کچھ دیر تک ان واردات عشقی سے سکتہ کا عالم ہو گیا بارے جب ہوش آیا ارادہ کیا کہ عاشق کی لاش پہ حاضر ہو لیکن بعض اقارب مانع ہوے اس سانحہ کے بعد نہ کسی سے آشنا ہوئی اور نہ کسی کے سامنے نقاب کشا اسد اللہ خان غالب کا شعر کیا مناسب حال ہی

کی مرے قتل کے بعد اوسنے جفا سے توبہ	ہاے اوس زود پشیمان کا پشیمان ہونا

تپ غم کا اثر تھا یا کیا تھا چھ سات مہینے کے بعد اوس سوختہ جان کو تپ دق عارض ہو گئی اور کچھ علاج سود مند نہوا ایک روز شدت مرض مین یہ شعر کہا ؎ مین تپ غم سے جلون او یہ کہین دق کا علاج ؎ ہو سمجھ اولٹی طبیبون کی تو اسکا کیا علاج ؎ کہتے ہین کہ بعد چند روز کے عالم فانی سے ملک باقی کیطرف راہی ہوئی درد مفارقت سے اکثر اشعار شوقیہ اور مضامین ہجر کے ایسے کہے ہین کہ اونکے سننے سے دردمندان محبت کے دل کو چوٹ لگتی ہی جو جو راقم تذکرہ کے ہاتھ آئے مرقوم ہوے

چھوڑ کر مجکو کہان اے محبت گمراہ چلا	تو چلا کیا کہ یہ دل بھی ترے ہمراہ چلا

چھٹ گیا غم سے مرا کشتۂ ابرو مر کر
اک چھری میرے گلے پر بھی ہری آہ چلا

نہ تو موت آتی ہے نہ زیست کا یارا مجکو
ہائے آشفتہ تیرے مرنے نے مارا مجکو

موت پر بس نہین چلتا ہے کرون کیا ورنہ
تو نہین ہے تو نہین زیست گوارا مجکو

اب کسے چین کہان عیش کدھر بستر خواب
نہین مخمل بھی کم از بستر خارا مجکو

کیا ہوئی ہائے فغان کی تری شور انگیزی
لیچلے تجکو تو تونے نہ پکارا مجکو

ہے غضب وہ تو مرے اور جیون مین بتو
موت آجائے تو ہو عمر دوبارا مجکو

لاش آشفتہ کو بیرحمون نے پھونکا آگ سے
آتش غم بھی جوانا مرگ کی کچھ نہ کم نہ تھی

بیتاب تخلص سرو حدیقۂ دولت و اقبال نواب عباس علیخان خلف نواب مستطاب معلے القاب نواب عبدالعلی خان کہین برادر نواب محمد سعید خان بہادر رئیس رام پور رفعت شان کو بیستی تواضع کے ساتھ جمع اور سربلندی مرتبت کو افتادگی اخلاق کے ساتھ فراہم کیا ہے قلم حیران ہے کہ کس کس خوبی کا بیان کرے حسن خلق کو لکھے یا جمال صورت کا ذکر کرے خلق تو محمدی ہے اور جمال یوسفی رسائی فکر سے کنگرۂ عرش فرسودہ اور بلندی طبع سے رفعت چرخ پست مضامین شوقیہ سے بلبل نالہ آموز اور کیفیت سخن سے ہوشیار مغزان پارسائیت سرمست جانبک شہر کرامت بہر شیا ہمان آباد کی زمین اوس بلند مرتبت کے نقش قدم سے رشک گلشن تھی مومن خان مرحوم مومن تخلص سے مشورہ کا اتفاق ہوتا تھا جب ریاست رام پور مسند نشینی نواب محمد سعید خان بہادر سے نامی اور وہ حکومت اوس سرور اقبال مند کی ذات سے گرامی ہوئی اس نونہال گلشن اقبال نے اوس گل زمین کو اپنے قدم بہار توام سے سرسبز و شاداب کیا اوسوقت سے اس زمانہ تک سخن گوئی کی بنا کو اپنی ہی زور طبیعت کی اساس پر بلند کیا ہے جو کہ اشعار اوس خوش فکر کے راقم تذکرہ کو کچھ بہم نہ پہونچے ناچار گلشن بیخار سے کہ ایک تذکرہ ہے مصنفات نواب مصطفےٰ خان بہادر شیفتہ تخلص سے یہ شعر ان اوراق مین نقل کیا

آخر فریب کھاکے کیا اوسنے مجکو قتل
مین نے کہا تھا تم سے اوٹھائینگے مرکے ہاتھ

بیتاب تخلص گلشن نراین قوم کھتری ساکن بنارس راجہ شہر نیپال کے اغرہ مین سے ایک دو شخص شہر بنارس مین بود و باش اور عزت و اعتبار کے ساتھ عمر بسر کرتے ہین یہ موزون طبع ان دونون بلند مرتبت کی سرکار مین ملازم اور صاحب اعتبار ہے یہ دو شعر اسکے

اشعار سے منتخب ہو کر درج تذکرہ ہوے

بکھرے بالون مین ہی یون ماتھے پہ افشان کی چمک
جیسے بدلی مین ہو لقشہ کہ ک شب تاب کا

تپلیان آنکھون کی کب خالف ہون بحر اشک سے
مردم آبی کو کچھ خطرہ نہین سیلاب کا

بیتاب تخلص محمد جعفر علی ساکنان قدیم اکبرآباد سے ہی تحصیل علوم مدرسۂ اکبرآباد مین کی ہی اور بعد امتحان استعداد کے رجمنٹ دل کنمنٹ گوالیار مین عہدۂ منشی گری پہ مامور ہوا اوسکے افکار سے یہ شعر ناخن بدل زبان پایا گیا کہ مرقوم ہوا

حضرت بیتاب اور فکر سخن
دل ٹھکانے ہو تو سب کچھ ہو سکے

بیخود تخلص محمد نظام الدین خان خلف الصدق محمد حیات خان کہ بافضل حکام وقت کی طرف سے عہدۂ اسسٹنٹی پہ مامور اور شیوۂ راست معاملگی و نیک نہادی مین مشہور ہی اصلاح شعر رہختہ اپنے والد ماجد سے لیتا ہی یہ دو شعر اوسکے نتایج افکار سے ہین

رہگیا پیکان جو پہلو مین ترا اچھا ہوا
دل لگی کو اور دل پیدا ہوا اچھا ہوا

تھی ہمین مدت سے اے بیخود اسیری کی ہوس
ہوگیا دل مایل زلف دوتا اچھا ہوا

بیدل تخلص غلام حسین حکیم زادہ فن طب سے مناسبت طبعی ہی شعر مین حافظ عبد الرحمن خان احسان غفر اللہ لہ سے تلمذ رکھتا ہی یہ چند شعر اوسکے نتایج افکار سے ہین

یار کو بھیجہ دم ناوک فگنی
گاہ دل گاہ جگر یاد آیا

ماہ سے نسبت کا دینا تجکو ہی نا منصفی
مہروش تجھ مین اور اوسمین فرق ہی ذرات کا

دل کر چکے پہلے ہی نیاز عشم وقت
اب کیا ہی ادھر قصد جو ہی ناز و ادا کا

پانون نہ رکتا ہی کوچہ جانان سے مرا
دل کے ہاتھون نہ گیا آج تو کل جاونگا

ہونگے مدہوش مے عشق بتان اے بیدل
نہین ممکن کہ سنبھالے سے سنبھل جاونگا

نگہ کی چشم کی زلف دوتا کی
ہے اک دل جفا کس کس بلا کی

کب اوس گل کی گلی تک جا سکے ہی
ہوا باندھی ہی یارون نے صبا کی

بتون سے ملتے ہو راتون کو بیدل
تمھین یہ دن لگے قدرت خدا کی

بیمار تخلص ہی شیخ علی بخش ساکن سنبھل کا فارسی مین استعداد کامل ہی اور ریختہ گوئی مین مہارت تام الفاظ کی شستگی اور زبان کی پاکی احاطۂ بیان سے خارج ہی سرکار محمد سعید خان والی رام پور مین فی الجملہ ناخن بندی وسیلۂ تحصیل معاش ہی اور رئیس مذکور

فرمایش سے کوئی جلد بوستان خیال کی کہ افسانہ ہی عجیب اور داستان ہی غریب اردو مین نظم کرتا معلوم نہین اختتام کو پہونچا یا نہین یہ اشعار اوسکے نتائج فہن وقاد سے ہین

کون پرسان ہی حال بسمل کا — خلق منھ دیکھتی ہی قاتل کا
لب جو کون سیر کو آیا — موج منھ چومتی ہی ساحل کا
سانس آہستہ لیجیو بیمار — ٹوٹ جائے نہ آبلہ دل کا
بیمار لے چکے ہین ابھی تو وہ امتحان — کمبخت پھر وفا کا تجھے حوصلہ ہوا
جس کسینے دل دیا اونکو چھپے چوری یا — ایک مین کمبخت نادان تھا کہ رسوا ہوگیا
تیر قاتل سے سر نشکوہ کہان رکھتے ہین — بیزبان صورت سوفار دہان رکھتے ہین
کیا سفر کا ارادہ جو بزم جانان سے — کوئی گلے نہ ملا موت کے سوا مجھسے
کہین سُنی ہین یہ نازک مزاجیان بیمار — کہ اوٹھ سکی نہ حسینون کی التجا مجھسے
موت سے بھاگنے لگے بیمار — کیا اوسے تم شکستہ پا سمجھے
نرہنے دیگی وحشت تبکدہ مین — اوٹھو بیمار جو مرضی خدا کی
ہر روز وہ پھر جاتے ہین در تک مرآکر — کچھ جذب محبت کو لگی ہی نظر اسکی
بیمار کو غفلت ہی بہت خیر نہین آج — ہر چند کہ تھی حالت غش کل بھی یہ ایسی
گیا نہ بزم جہان مین نہ آپ مین آیا — کہین نہونگے زمانے مین نارسا مجھسے
اور مطلب آہ سوزان سے نہین — خاک ہونے کی تمنا ہی مجھے
حال دل بیمار نہین ضبط کے قابل — لیکن وہ زبان مجکو ہلانے نہین دیتے

باب التاء الفارسی

پارسا تخلص منشی فیض پارسا مرد خوش خلق نیکو نہاد حافظ کلام اللہ تھا سعادت ذاتی اور اہلیت صفاتی کا بیان خامہ خام رقم کی مجال سے باہر ہی کثرت زہد و تقوی سے اسم با مسمی ہوگیا تھا حضرت بابرکت زبدہ اولیا کرام اسوہ کملاے عظام مورد رحمت ربانی مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی رحمۃ اللہ علیہ کی اولاد امجاد سے تھا مدرسہ شاہجہان آباد مین جو حکام وقت کی طرف سے طالبان کمال کی تربیت کے واسطے معین ہی تعلیم فن حساب پر مامور اور اس فن کی مہارت مین مشہور تھا گاہ گاہ شعر بھی کہتا مدرسہ غازی الدین خان مین جو شہر شاہجہان آباد کے دروازے اجمیری کے باہر واقع ہی اس بزرگ نہاد کی تکلیف سے

بزم مشاعرہ منعقد ہوتی تھی اور چند مدت تک وہ ہنگامہ گرم رہا مشاہیر شعرائے شیرین سخن شاہ نصیر غفرانمآب اور مومن خان مرحوم اور شیخ ابراہیم ذوق مغفور اور ان کملائے قادر سخن کے تلامیذ اور موزون طبعان شہر جمع ہو کر شیرینی سخن سے سامعان فہم کے کام طبیعت کو لذت ستان اور رنگینی کلام سے مستعان سخن فہم کے پردہ گوش کو رشک گلستان کرتے تھے تقریباً ایک حکایت یاد آتی ہے مشتاقان حقایق و سوانح کی خیافت طبع کے واسطے مذکور ہوتی ہے شاہ نصیر اوسی ایام میں سفر لکھنؤ سے معاودت کرکے وارد شاہجہان آباد ہوئے تھے اور پارسائے پارسالمنش کی تکلیف سے شریک مشاعرہ ہوکر دو غزلین تازہ زمین کہ شعرائے لکھنؤ کی تکلیف سے کہی تھین اس مشاعرہ مین بطریق تکرار کے پڑھین ایک مطلع اور دوسرے پر ایک شعر اس مقام مین لکھتا ہون

ہم چھڑک کر تو رنے سارے قفس کی تیلیان	پر نہ تھین اسیر صفیر و اپنے بس کی تیلیان
ہر ہمن اپنے بتون کو بجز اسجدہ نکر	آدم مردہ ہین بے گور و کفن پتھر کے

بعض احباب نے اس نظم کی اثر الحسین اور کثرت ستایش سے حسد کو کام فرمایا اور اپنے بعض شاگردون کو ان دونون زمینون مین غزل کہنے کی تکلیف کی شیر الدین یاس تخلص نے دوسری زمین مین ایک شعر خوب کہا تھا

مرہم سنگ جراحت نے بھرے اپنے گھاؤ	کب کسی کے مشتاق تھے زخمون کے دہن پتھر کے

یہ بات شاہ نصیر کو ناگوار ہوئی اور پہلی زمین مین قریب پچاس غزل کے کہہ کر اپنے شاگردون کے نام سے مشاعرۂ آیندہ مین پڑھوائین اس حرکت سے حسد کا بازار گرم ہوا اور اس جلسہ کے بعد شعرا نے یہ التزام کیا کہ ہر مشاعرہ مین اسی زمین مین غزل طرح ہوا الحاصل کئی مہینے تک تیلیون کی ردیف کی غزلون کے سوا اور کچھ نہ کہا اور ان عاشقان سخن کو ایسا سودا ہوا کہ زمین سخن مین مدت تک تنکے چننے کے سوا کچھ کام نہ تھا اور کثرت خس و خاشاک سے کاغذ مسودہ نے کوڑے کا حکم پیدا کیا غالب ہے کہ اس طرح تازہ کے طفیل سے کسی شاعر کے گھر جاروب مین بھی کوئی تیلی باقی نہ رہی ہوگی اور لوگ آٹھ نو شعر کے سوا مشاعرہ مین نہ پڑھتے تھے شاہ نصیر کی تلاش پہ ہزار آفرین ہے کہ ہر بار دو غزلہ ساٹھ ستر بیت کا پڑھتا تھا اور ہر شاگرد کی غزل اوسمین بیت سے کم ہوتی تھی طرفہ یہ ہے کہ وہ سب غزلین بھی اسی یکہ تاز عرصہ سخن کی طبعزاد ہوئی تھین والا اکثر استعدادون کی مجال سے اسقدر گرم جولانی جملہ محالات سے ہے

آخر الامر شیخ ابراہیم ذوق نے ایک قصیدہ اوسی زمین مین حضرت ظل سبحانی سایہ رحمت ربانی محمد سراج الدین بہادر شاہ خلد اللہ ملکہ کی مدح مین لکھا اور وہ دن وہ تھے کہ حضرت بادشاہ ہنوز مسند ولیعہدی پر متمکن تھے کہتے ہین کہ اوس قصیدہ مین نہایت شوکت الفاظ اور جودت معانی صرف کی تھی لیکن جسوقت وہ قصیدہ پڑھا گیا تھا بزم مشاعرہ برہم ہوگئی تھی اور سوائے شاہ نصیر اور دو چار اور شاعر کے کوئی اوس مجلس مین موجود نہ تھا اس واسطے اوسکا لطف زبان زد ارباب شہر نہوا اور بعد چند روز کے وہ جلسہ برہم ہوگیا قصہ مختصر عرصہ چند سال کا ہوا کہ منشی فیض بارسا تخلص نے دامن روح مقدس کو آلایش خاک سے پاک کیا یہ دو شعر اونکے مسموع ہوے

نت ہی فریاد و فغان گریہ و زاری ہی مدام	کاتل انسان نہ ہمین خلق نے بنایا ہوتا
کوے الفت کے خاکسار رہی دل	مثل آئینہ صاف طینت ہین

بارسا تخلص ہوا ایک سرور زندہ وضع اوباش طور بیباک طرز غلام علی نام کایہ مثل اس جگہ راست آگئی برعکس نہند نام زنگی کافور اتبک تقاضاے شباب جوش و خروش پر ہو رفتہ رفتہ کچھ عجب نہین کہ راہ مستقیم ہدایت پر گامزن ہوکر اہم باسمی ہوجاوے گاہ گاہ ہم صحبتان لاابالی سے فرصت پاکر راقم کے پاس آجاتا ہی اور ایک دو غزل رنجتہ کہہ کر لاتا ہی طرز گفتگو اور صفاے روزمرہ سے پایا جاتا ہی کہ کسی کی اعانت کے بغیر نہوگا لیکن جو کہ آدمی ذہین و تیز فہم ہی کیا عجب ہی کہ وہ کلام صرف اوسی کا نتیجہ فکر ہوان دنون مین ایک فقیر قلندر مشرب کے ہمراہ کسی طرف راہی ہوگیا ہی اسواسطے صرف دو تین شعر کہ جزو ان حافظہ مین محفوظ تھے درج اوراق ہوے

جو دو انے ہین اوس پری رو کے	اونکو کیا کام ہوشیاری سے
آب مین رشک سے ہی غرق گہر	اوسکے دندان کی شرمساری سے
نام کو پارسا ہون مین لیکن	مست ہون نرگس خماری سے

پذیر تخلص خلف گلزار علی اسیر اکبر آبادی اوسکے نام سے اطلاع نہین سنا گیا کہ باوجود حداثت سن اور نوزادگی کے طبع روان اور فکر رسا رکھتا ہی یہ شعر اوسکی تتابع افکار سے ہی

دیوانے اپنے جامہ سے باہر ہین سب پذیر	اب فصل گل ہی چاک گریبان ضرور ہی

پریشان

پریشان تخلص شخص فہیم عبدالرحیم مشہور پیرجی ازبسکہ صاف طینت ہی حرفہاے متعارفہ سے آئینہ سازی کو اختیار کیا ہی شعر کی اصلاح احقرالعباد سے لیتا ہی دو شعر اوسکے تحریر ہوتے ہین

کیا ہوئی ایسی خطا مجھسے جو تونے صیاد
کرکے آزاد کیا پھر کے گرفتار مجھے

دیتے ہو بوسہ دو نہین دیتے ندو مگر
اتنی نہین پسند جنین اور جان مجھے

پریشان

پریشان تخلص منولال برہمن شاگرد شاہ نصیر زیادہ اس سے حال اوسکا گوش زد نہین ہوا یہ دو شعر اوسکے افکار سے ہین

خوبان کی ادا کوئی کب ناز سے خالی ہی
ہر بات پہ جھڑکی ہی ہر حرف پہ گالی ہی

ہم آئین تو اٹھ جاؤ غیر آئے تو آ بیٹھو
یہ وضع نئی جانان کیا تمنے نکالی ہی

پریمی

پریمی تخلص ایک نوجوان جھبن نام کا ہی شاگردان مرزا رحیم الدین حیا سے ریختی کی فکر کرتا ہی سخن کا ربط و ضبط مزہ سے خالی نہین یہ چند شعر اوسکی ریختی کے مرقوم ہوے ہین

دنیا کے مرد ہوے مرے اوپر فدا ہوے
مجھ آشنا مزاج کے سب آشنا ہوے

ایکے تو مرد ہوے ہین دغا باز بیوفا
اگلے تماش بین خدا جانے کیا ہوے

دن کو ہی آنا تھا مجھے ماہ صیام مین
در گور مرد ہوے مرے روزے قضا ہوے

پناہ

پناہ تخلص محمد پناہ نوربافہ مرید با اخلاص شاہ آفاق غفراللہ لہما معتبرین کی زبانی سنا گیا کہ بعض اوقات استقبال کی خبر ایسی درست اوسکی زبان سے معلوم ہوتی کہ بعد وقوع کے سرمو تجاوز نہوا گاہ گاہ شعر منصوفانہ کہتا تھا دس بارہ برس کا عرصہ ہوا کہ قصور فردوس مین خرامش کی یہ ایک شعر اوسکا مسموع ہوا

موسے کو نظر طور پہ آیا تھا وگرنہ
دیکھا تو ہر اک سنگ مین وہ ایک شرر تھا

پورن

پورن تخلص پوران سنگھ کایتھ ساکن قدیم شاہجہان آباد شاگرد سعادت یار خان رنگین علم سنسکرت مین استعداد کامل اور طبابت ہندی مین مہارت تام رکھتا تھا مگر بسبب بدمزاجی کے مردم بیمار کی طرف کم ملتفت ہوتا ہدیہ و تحائف کو قبول نکرتا اور باوجود اسکے کہ قوم کایتھ سے تھا صحبت شراب سے مجتنب رہتا فارسی مین بھی بقدر ضرورت روشن سواد تھا زبان ریختہ اگرچہ بہت شستہ نہ تھی لیکن بعض شعر سے طرز معنی بندی کی نمایان ہی آخر دس برس کا عرصہ ہوا کہ جہان فانی سے رحلت کی راقم نے اوسکے بیاض سے یہ چند

شعرا انتخاب کیے

ہم نام رہائی سے بیزار ہین اے ہمدم — دل چاہ زنخدان مین ہی جب سے اسیر اپنا
شمشیر تو وہ ابرو اس دلپہ چلا بیٹھے — چھوڑا ہی نگہ ظالم تو بھی کبھی تیر اپنا
اس رہ مین روا رو ہی لازم ہی سدا پورن — سامان سفر رکھیے طیار فقیر اپنا
پیچ وخم کاکل مین مت جائیو دل شب کو — اس راہ مین تو چلکر ہووے نہ مجل شب کو

پیام تخلص مولوی امین اللہ کہ سابق فرضیت جہاد مین ایک رسالہ زبان عربی مین تصنیف اور پھر زبان اردو مین اوسکا ترجمہ کیا تھا اور مدت تک غازیان لشکر امام المسلمین امیر المومنین سید احمد مغفور کے ساتھ شریک حال رہے اب اونکا حال دریافت نہین کہ قید حیات مین ہین یا انتقال کیا یہ دو شعر اونکے یاد تھے مرقوم ہوے

جبکہ اپنی خبر نہووے اوسکو — اوسکو اورون کی کیا خبر ہووے
پھونکتا ہی مجھی کو نالہ دل — یار مین بھی تو کچھ اثر ہووے

پیام تخلص مرزا حیدر بیگ مولد ومنشا اوسکا مغل پورہ ہی کہ ایک معمورہ ہی شاہجہانی آباد سے ایک میل کے فاصلہ پر لیکن اب ایک مدت سے اسی خاک پاک مین ساکن اور نخذائی کی تقریب سے یہین متوطن ہی گاہ گاہ شعر ریختہ کہتا ہی اور باوجود کم مشقی کے طبیعت خداداد کی اعانت سے چاشنی سخن مزہ سے اور بادہ کلام لطف سے خالی نہین یہ دو چار شعر اوسکے نتایج افکار سے ہین

مرجاے بھی کوئی تو تاسف نہووے — پالا پڑا ہی آن کے کس سنگدل کے ساتھ
اس آہ بے اثر نے کیا کچھ نکچھ اثر — کل پوچھتا تھا میری گلی کا نشان وہ شوخ
دیگا تو کیا جواب نزاکت کہ کل پیام — بیتاب ہوگیا ترا اسکندر فغان وہ شوخ
مرے نالون سے ہوا سینہ گردون افگار — کہ پڑا شام وسحر خون شفق ٹپکے ہی

پیر تخلص حال مہاراج سنگھ برہمن ساکن قدیم متھرا کہ اوائل مین جوان تخلص کرتا تھا چوبون کی قوم مین اسقدر کم خوراک شگفت ہی شبانہ روز مین ایک وقت تناول طعام کا اتفاق ہوتا ہی اور وہ بھی نوالہ چند کے سوا طبع کو ناسازا ور اشیا رنگین کے سوا سب اطعمہ سے احتراز ہی خط شکستہ کا طرز بہت درست اور جلد نویسی مین چابک اور بہت اختلاط اوسکا اہل اسلام سے نہایت چسپان اور شکم بندگان حریص کی صحبت سے گریزان ہی

وطن مین گاہ گاہ اور شاہجہان آباد مین غالب اوقات بود و باش کرتا ہی اور احیانًا شعر بھی کہتا ہی اوسکے دو مین شعر ایک دوست نے میرے سامنے پڑھے تھے تحریر تذکرہ کے وقت یاد آگئے

رات دن کا ہی ترا اشغال آرائش زلف	اس سے کیا تجکو کہ ہی حال پریشان میرا
مین وہ خاکستر افسردہ ہون جون صبح کہ پیر	داغ خورشید ہی اک اخگر سوزان میرا
قبر پہ فریادیون کی اپنے تو ہرگز نجا	تیر اپنیچھا کب چھٹا اس خاک دامنگیر سے

پیر تخلص اور نام ہی ایک مقدمہ کا کہ اکثر بازار چاندنی چوک مین اور کبھی اور کہین متردد دین بازار کو سہل قیمت پر بانی پلاتا ہی اپنے آپکو مجرم کا شاگرد بتاتا ہی یہ شعر اوسکا سنا گیا

شوق گریہ کو کہو رویے کس پاس کہ آب	نام کو بھی نرہا آنکھ مین قطرہ باقی

پیک کریم اللہ نام پہلے زمرہ چوبداران شاہی مین ملازم تھا اب بسبب اوقات نامہ برقی اور قاصدی پر ہی طبیعت فی الجملہ موزون رکھتا ہی یہ شعر اوسکی زبان سے سنا گیا

شوق سے جبکہ مین آتا ہون ترے کوچہ مین	مجھے لیتی ہی صبا تیزی رفتار کو وام

باب التاء

تاب تخلص نمک پاش زخم جگر میر حیدر خلف زبدۂ خاندان سیادت میر محبت علی ساکن قدیم پانی پت لیکن اب عرصۂ دراز سے یہی خاک پاک اوسکا مسکن اور یہی حصار عافیت اوسکے واسطے نشیمن ہی علم موسیقی کو دھرم داس نام درویش دلریش سے اکتساب کیا ہی اور جو کہ ایام جوانی مین ایسے امور کی قابلیت زیادہ ہوتی ہی اوسکی صحبت کے اثر سے آزادی نے کچھ کچھ طبیعت بے پروا مین راہ پیدا کی ہی اگر اسیطرح چند روز بسر ہوئے ترک تعلق اور اختیار تجرید کچھ بعید نہین معلوم ہو حسن صورت اور حسن صوت دونون اس مجمع محاسن مین جمع ہین گاہ گاہ فکر شعر بھی کرتا ہی ایک روز اپنی غزل کے دو چار شعر راقم ہیچمدان کے روبرو آہنگ موسیقی مین ایسی خوش الحانی سے گائے تھے کہ آب کی روانی اور ہوا کی وزش موقوف ہوگئی مشتاقان دلفگار کی گریہ و آہ سے تعجب ہی کہ وہ اوسوقت کیونکر دریا سے زیادہ جاری تھا اور یہ کسطرح صرصر سے زیادہ روان تھی اوس غزل کے دو شعر یاد آگئے تھے بطریق یادگاران اوراق مین مرقوم ہوے

مین تو تھا غافل زمانہ کا پہ الفت نے مجھے	کوئی سودائی کہے ہی کوئی دیوانہ مجھے

کثرت دل ہر شکن مین دیکھ غیرت سے موا | آفت جان ہوگیا زلفون کا سلجھانا مجھے

تاب تخلص مرزا الطاف اشرف خلف شاہزادہ والا تبار مرزا امداد بخت بہادر یہ شعر اوس صاحب طبع کا سنا گیا

دیا ہر ہمنے دل ای تاب کس ہمبر کو دیکھو | کہ پیدا ہو نہ اوسکو اور اوسپر اپنا دم نکلے

تالبش تخلص محمد جعفر الہ آبادی مولد و مسکن دہلی مسکن حکام وقت کی قدر دانی سے بیشتر اوقات علاقہ ہاے معقول سے سرافراز رہا اب ترک علائق اور اختیار گوشہ نشینی کی سعادت سے کامیاب ہر گاہ گاہ شعر ریختہ کا مشق کرتا ہے یہ دو شعر اوسکے ایک دوست کی زبان سے مسموع ہوے

کبھی بن بادہ رہ نہین سکتے | تو جو کچھ ہمکو سازگار نہین
دل مین خوش ہین عدو پر ای تالبش | وہ ستمگر کسی کا یار نہین

تاثیر تخلص حافظ محمد حسین ساکن دہلی تلمیذ خدا بخش خان تنویر موزون طبع اور خوش فکر ہے یہ دو تین شعر اوسکے مرقوم ہوے

وہ ہوا پاس تو قابو مین دل اپنا نہوا | ہاے مطلب تو ہوا حسب تمنا نہوا
بیمار کیا اور بھی اس کم نظری نے | ظالم ہمین مارا تری بیدادگری نے
تیغ نہ کے خیال نے کعبہ جھکا دیا | الفت بتون کی لائی کہان سے کہان مجھے

تارک تخلص تارک ماسوے اللہ میر لقا اللہ تین بار سفر حجاز کی سعادت سے مستعد ہوکر دفعہ چہارم پھر تحصیل ثواب حج کے ارادہ سے جہاز پر سوار ہوا نہاکہ ناسازی آب وہوا سے تپ ولرزہ عارض ہوا اور عین اشتداد مرض مین نماز عشا کے تہیہ مین نہلکہ ندائے ارجعی اوسکے نفس مطمئنہ کے گوش مین پہونچی اور راضی برضا کعبہ جان کا احرام باندھکر شاد و پشیمان حرم قدس کی طرف راہی ہوا انا للہ وانا الیہ راجعون یہ شعر اوسکی نہاد پاک سرشت کا ایک آشنا کی زبان سے سنا گیا

مین وہ وحشی ہون کہ جون نکہت گل ای تارک | جب نکلتا ہون تو کوسون ہی چلا جاتا ہون

تائب تخلص شیخ محمد اکرم متوطن پنجاب مدت ہوئی کہ لباس درویشی بدن پر راست کرکے خاک سر کوچہ فقیر کو خلعت سلطانی سے بہتر سمجھا دو بار دہلی شاہجہان آباد ہوکر راقم تذکرہ کے کلبۂ احزان کو اپنے قدم بہار نوام سے رشک ارم کیا تقدس ذات کو بیان کرون یا

محاسن صفات کو لکھون مضامین عارفانہ ہر سخن کے پیرایہ مین زبان سے آشنا اور معانی متصوفانہ ہر حرف کے لباس مین لب پر جلوہ فرما تیمناً تین چار شعراء اوسکے افکار سے درج تذکرہ ہوتے ہین

پردہ بر خسار خویش بستہ چہ آئی مگر — طاقت دیدار نیست تاب دلخستہ را
دیدہ میز ندابت تا ز خواب بر خیزی — میکند نفس فریاد تا شتاب بر خیزی
سحر گہ چون دل زارم شکستے — شب آن عہدے کہ با من بستہ بودی
باین زودی چہ جستی از بر من — مگر عہدے بدشمن بستہ بودے

تپش — تپش تخلص نوجوان خوش مزاج پسندیدہ اطوار یوسف علی نام کا ذہن کی رسائی اور فکر کی کاوش اور معنی کی تلاش اور طبیعت کی مناسبت مین اقران و امثال سے ممتاز ہی اور ظرافت و بذلہ سنجی و خوش روئی و نازک اندامی مین حریفان ہمنفس سے سرفراز اصلاح شعر راقم آثم ان صابر عجز طراز سے لیتا ہی یہ چند شعر اوسکے نتائج افکار سے ہین

ہی رشک کی خوبی کہ ترے کوچے کی جانب — گر خضر کو بھی کہیے تو ہرگز نہین ہوتا
غصہ او ٹھا او ٹھا کے یوہین بار بار کا — اے دل مزاج تو نے بگاڑا ہی یار کا
اک روز ای تپش کوئی آفت او ٹھائیگا — حسرت سے دیکھنا یہ او دھر بار بار کا
اضطراب دل سے کہتے ہین تپش نے جان دی — روز کے جھگڑون سے چھوٹا مر گیا اچھا ہوا
بے طرح پھنسگیا ہی مصیبت مین ہمدمو — آتا ہی رحم اس دل ناکردہ کار پہ
دل کھینچتی ہین اور کسیکو خبر نہین — کرتی ہین کام تیری نگاہین نقاب مین
اظہار عشق غیر کے آگے کیا تپش — رہتی نہین تمیز مجھے اضطراب مین
کوئی مرجاے یا کوئی تڑپے — وہ تو خنجر کو آزما بیٹھے

تحیر — تحیر تخلص مولوی غلام مصطفے مہین خلف جناب کمالات مآب عالم تحریر فاضل بیمثل ونظیر جامع علم و عمل معدوم العوض مفقود البدل گوہر شناس علم الیقین مولانا مخدومنا مولوی محمد رفیع الدین غفر اللہ لہ ہر چند خلاف رسم خاندان علم رسمی سے بہرہ ور نہ تھا لیکن بسبب بزرگی آبا و اجداد کے علماء روزگار اوسکی خاک قدم کو سرمۂ چشم اور اوسکے خاشاک رہگزار کو تاج سر کرتے تھے ایک عرصہ ہوا کہ سفر آخرت اختیار اور حوران خلد کو

اپنے جمال کا محو دیدار کیا کبھی کبھی اشعار اُردو بھی اوسکی زبان فیض ترجمان سے سامعہ نواز اہل علم وہنر ہوتے تھے ازانجملہ ایک شعر درج تذکرہ ہوتا ہی

فکر الفال کو ہی سنگ اوٹھا لانے کی | آمد آمد ہوئی شاید ترے دیوانے کی

تحسین

تحسین تخلص محمد حسین خان ساکن شاہجہان آباد جوان سعادتمند کان حیا معدن حلم چند سال سے کتابین چھاپنے کا کارخانہ اپنے کاشانہ دولت مین مقرر کیا اور اوس مطبع کا نام مصطفائی رکھا ہی ہرچند اس شہر مین کثرت مطبع اتنی ہی کہ حوصلہ شمار کا اونکی تعداد سے تنگ ہی لیکن اس ہوشیار لمبع کے سلیقے سے سخنہاے مطبوعہ کی صحت اور درستی خط مشہور آفاق ہی پریس اس مطبع کا چرخ فلک ہی کہ ہر جنبش مین آثار عجیبہ اوس سے صادر ہوتے ہین اور سنگ اوس پریس کا لوح محفوظ ہی کہ نظر دقائق نگر بہ اسرار غریبہ اوس سے ظاہر ہوتے ہین گاہ گاہ شعر ریختہ اس صاحب طبع کے صافی طبع سے حکم آئینہ مجلا کا پیدا کرکے مشتاقان معنی غریب کے سامنے چہرہ مقصود سے نقاب کشا ہوتا ہی یہ چند شعر اوسکے افکار گوہر نثار کا نمونہ ہین

آزار ہوا اسکو مگر عشق بتان کا | یہ طور ہی نقشہ دل بیتاب و توان کا
جب بت سے نہ راضی ہون تو بتخانہ سے کیا کام | تحسین چلو کعبہ کو جھگڑا ہی کہان کا
اے دل تو عشق کیجو مگر دیکھ بھال کر | عاقل کو چاہیے کہ کرے فکر دور کا
لب کی خوبی مین کیا سخن ہی پُر | فتنہ روزگار ہی آنکھین
کوئی کیونکر بچاے جان ہمدم | ایک خنجر گذار ہی آنکھین
صیاد اسطرح جو نہ گرم عتاب ہو | کیون آشیان چمن مین ہمارا خراب ہو
تحسین اونکو دیکھنے جاتے تو ہو مگر | ایسا نہو کہ جان کو وہی پھر عذاب ہو
خیال تبان دل مین رکھتے ہو تحسین | مگر تم بھی رسوا ہو اچھا بنتے ہو
ہوے ذلیل تو عزت کی جستجو کیا ہی | کیا جو عشق تو پھر پاس آبرو کیا ہی
اگر نہین ہی تجھے ذوق میکشی تحسین | تو تیرے ہاتھ مین یہ ساغر و سبو کیا ہی
یار کہوے کہ اوٹھ مرے در سے | دل یہ کہوے یہین رہا کیجے

تحسین

تحسین تخلص علی مولا خان ساکن شاہجہان پور نوجوان ظریف مزاج خوش طبع ہی یاران جلیس سے سر رشتہ اختلاط اور دوستان موافق سے گرم ارتباط حسن وجمال کا یہ عالم ہی کہ اگر اقتضاے جوانی سے خوبان دلربا پر دل آجاوے عاشقی سے معشوقی کی

نوبت پہونچ جاوے سخن کی رنگینی گل پر ناز اور کلام کی لطافت گوہر پر زبان دراز کرتی ہو
ہرچند اشعار نازک اس نازک ملبع کے بہت مسموع ہوے لیکن بالفعل سوا اس شعر کے
ذخیرہ حافظہ نہ تھا ناچار مندرج تذکرہ ہوا

کیا لکھین اور ذرا غور کرین آپ اسے	ڈرتے ڈرتے یہ لکھا ہو کہ پڑھین آپ اسے

تدبیر تخلص شیخ محب اللہ ساکن جونپور مرد خلیق خوش وضع تھا کسی تقریب سے وارد شاہجہان آباد
اور ایک محفل مین راقم سے ملاقی ہوا ہر چند دو چار شعر اوسکی زبان گوہر نثار سے مسموع ہوے تھے
لیکن یہ شعر ناخن بدل زن تھا

اور ہی کچھ ڈھنگ ہو اپنی گرفتاری کا	یون تو زلفون مین تری کس کس کا دل الجھا نہین

تسکین تخلص زبدۂ خاندان سیادت اسوۂ دودمان سعادت میر حسین نسب اس زبدۂ سادات
کرام کا میر حیدر رفاعی وزیر فرخ سیر تک پہونچتا ہو کتب فارسی کو جناب اوستادی مولوی
امام بخش صہبائی سے پڑھا ہو اور جو کہ ملبع نہایت موزون تھی شوق شعر گوئی نے غلبہ کیا
اول اپنے کلام کو شاہ نصیر مرحوم کی نظر اصلاح مین گذرانا جب کچھ سلیقہ اس فن مین بڑھگیا
سررشتہ اصلاح کا چندے منقطع رکھا لیکن پھر اپنے سخن کی تکمیل کے واسطے مومن خان سے
اصلاح لینی شروع کی رفتہ رفتہ مشق سخن کمال کو پہونچی اور طرۂ ایوان سخن کنگرہ عرش تک
جو کجرفتاری فلک اہل ہنر کی دشمن اور کملاے فن کی عدو ہو تلاش معاش کے ذریعے سے سفر رامپور
کا اتفاق ہوا وہان یا تو یہ آسمان نہین یا اوسوقت یہ محل سرشت کسی اور امر خطیر کی طرف متوجہ
تھا رئیس رامپور کی قدرشناسی سے سلسلہ نوکری کا بقدر رفاہ حال منتظم ہوگیا اوس گلشن مین کے
شعرانے پاکی زبان اور خوش فکری کو مقبول رکھا بارہ سو اسی ہجری مین عالم شباب مین بیزار
دنیا کی صحبت سے بیزار ہوکر حوران بہشتی کی طلب مین روضۂ خلد کی طرف راہی ہوا اوسی سال
مین چند روز پہلے مومن و عارف کے سانحہ ناگزیر سے قدردانان سخن کا سینہ داغدار اور ہنر
شناسون کا دل افگار ہوچکا تھا کہ یہ واقعہ جانکاہ علاوہ رنج و ملال اور مزید اندوہ و کلال ہوا
قربان علی سالک نے تاریخ وفات اسطرح سے پائی کہ بطریق معما کے اون دونون سانحہ جانگداز
پر بھی اشتمال رکھتی ہو مصرع ارم مین مومن و تسکین و عارف ہا یعنے ان تینون نام کے
اعداد ارم کے اعداد مین شامل ہین یہ چند شعر اوس صاحب ملبع کے کلام سے انتخاب ہوکر
مرقوم کیے گئے

دیکھین کیا میری طرف یا دہین اونکو اپنی
تشفی کین غیر سے کرنی مجھے دکھلا دکھلا

بات کرنے مین جو ہر دم ہی حجاب آئینہ
دیکھتا کیا ہی مجھے بھی تو خود آرا دکھلا

جان دیتا ہی ہر اک بات کو تسکین کر یار
تمنے کیا اوسکو دیا اپنا سراپا دکھلا

رہنے والون کو ترے کوچے کے یہ کیا ہو گیا
مرے آتے ہی یہان ہنگامہ برپا ہو گیا

قسمت تو دیکھ جتنے کیے شکوے ہجر کے
اونکو گمان رہا گلۂ روزگار کا

کہتے ہین رنجش ظاہر مین مزا آتا ہی
یوہین تم مجھسے ذرا ہو کے خفا ملجانا

تمھین بھی کھولنی زلفین پڑینگی
دل گم گشتہ گر اپنا نہ پایا

ہزارون مر گئے دیکھا جو عالم سوگ مین اوسکا
لباس آیا تھا وہ کافر پہن کر میرے ماتم کا

تھا میری طرح غیر کو بھی دعوی الفت
ناصح تو اوسے دینے کو الزام نہ آیا

بے بال و پری کھوتی ہی تو قیر اسیری
صیاد یہان لیکے کبھی دام نہ آیا

زندگی ہو دیگی کس طور سے یارب اپنی
دم مین سو بار اگر یون وہ خفا ہو ویگا

گھر مین برہم ہی جو وہ فتنہ دوران ہمدم
مجھپہ طوفان کوئی تازہ اوٹھا ہو ویگا

آج جو عرش پہ ہی اپنا دماغ اے ظالم
کوئی دشمن تری نظرون سے گرا ہو ویگا

اتنی سرخی شفق چرخ مین کسدن تھی مگر
عاشق زار کا کچھ رنگ اوڑا ہو ویگا

حق کے کہنے سے نہین ملتی ہی سئولی منصور
تونے دعوے کہین الفت کا کیا ہو ویگا

جنس دل کی مری کچھ قدر نہو گی افسوس
تم وہ لیتے ہو کہ کر دین جسے اغیار پسند

گر مرکے چھٹے دل کی تپش سے تو عزیزو
تا حشر نہ نکلین گے کبھی گور سے باہر

کبھی کہتا ہون وصل مشکل ہی
کبھی کہتا ہون کچھ محال نہین

یان انتظار ہی مین کٹی مجکو ساری رات
واں وعدہ کیا کیا تھا اونھین یاد بھی نہین

دہم آتا ہی مٹا کر خط پیشانی ہاے
اسمین لکھا نہو اوس در کی جبین سائی کو

تجھے جنسے گمان دوستی کے
دشمن وہ ہوے ہمارے جی کے

اک خلق ہی تلخ کام سنکر
کیا شور ہین اپنی بیکسی کے

دل دینے کو قتل ہی سزا ہو
قاتل ہین تمھاری منصفی کے

ہزار طرح سے کرنی پڑی تسلی دل
کسیکے جانے سے گو خود نہین قرار مجھے

شب وصال مین سنتا پڑا فسانۂ غیر
سمجھے کاش وہ اپنا نہ رازدار مجھے

وہ اپنے وعدہ پہ محشر مین جلوہ فرما ہین — نہین ہی ضعف سے اب وہ مین گذار مجھے
مرے قصور سے دیدار مین ہوئی تاخیر — نہ دیکھنا تھا تماشاے روزگار مجھے
یہ کہکے شب ہجر مین کرتا ہون تسلی — جو رنج و مصیبت ہی سو انسان کے لیے ہی
تیغ نگاہ یار اوچٹتی لگی تھی پر — برسون گذر گئے مجھے آزار کھینچتے

تسلی تخلص میر شجاعت علی شاگرد شاہ نصیر مرحوم اوائل حال مین ولولہ شباب و اقتضاے جوانی سے معاملہ بندی کی طرف متوجہ اور تلامذہ شاہ مرحوم مین جرأت عصر مشہور تھا شعر خوانی کے طرز عاشق پیشگی اور وارستہ مزاجی پر دلالت کرتے تھے اور شعر پڑھنے کے انداز سے ظاہر ہوتا تھا کہ اپنے حال کا افسانہ کہتا ہی اب مدت سے ترک ماسوا کرکے اکثر قدم پاک مور دلولاک صلعم کی زیارت کو غنیمت کبرے جانکر اوسی مکان برکت نشان کے گوشہ مین نقش پا کی طرح پڑا رہتا ہی عجب خوش طالعی اوس مرد پاک سرشت کی ہی کہ اوسکو ایسی درگاہ ملائک سجدہ گاہ کی خاک پاک کا صندل دنیا کے دردسر سے نجات دیوے
یہ دو شعر اوسکے یاد تھے جو لکھے جاتے ہین ؎

مجھسے بدنام اوسے لوگ صبث کرتے ہین — ہمنشین وہ تو مرے پاس نہ آیا نہ گیا
اسطرح میلے کچیلے تو یہ آفت ہو تم — گر تکلف کرو کچھ پھر تو غضب لاؤ اجی

تسلیم تخلص حاتم خان قوم افغان سے اور روساے رامپور اور شاگردان علی بخش بیمار سے ہی ذہن سلیم اور طبع مستقیم رکھتا ہی یہ چند شعر اوسکے اشعار سے منتخب ہوے

شباب گیسوے مشکین کے عشق مین گذری — پھر اکیا مین خطا مین تمام شب بہکا
کچھ اوسکے حق مین بھلے ہونگے وہ لب مے گون — یہ بات کیا ہی کہ تسلیم بے سبب بہکا
پہلے اے غنچہ گل منہ تو ذرا نبوا لے — کیجیو پھر دہن یار سے نسبت پیدا
کہربا کا ہیکو اسطرح سے تنکے چنتا — ترے دیوانے کی کرتا جو نہ رنگت پیدا

تشنہ تخلص محمد علی نوجوان وارستہ مزاج درویش وضع گاہ عریانی کو اپنا لباس بے تکلف مقرر کرتا ہی اور کبھی لباس کو زیب بدن کرکے اہل روزگار کی تقلید کی راہ مین چلتا ہی اصلاح شعر کبھی حکیم آغا جان عیش اور کبھی شیخ ابراہیم ذوق مرحوم سے لی ہی یہ دو مین شعر اوسکے مرقوم ہوے

نہون وہ لب جو کھلین شکوۂ جفا کے لیے — وہ ٹوئین ہاتھ جو اوٹھین کبھی دعا کے لیے
ہوئی تھی ایسی کہان کی صفائی اوس بت سے — کہ آسمان نے عوض خاک مین ملا کے لیے
تمھاری ہمکو خبر کیا کہ ایک مدت سے — یہ بیخبر ہین کہ اپنی خبر نہین رکھتے

تشہیر تخلص مرزا مغل بیگ ساکن شاہجہان آباد شاگرد غلام مولی عرف مولائی بخش خلق جوان بیگ تنہا دو خاندان شرافت اور دودمان نجابت سے ہی طبیعت رسا اور فکر بلند رکھتا ہی یہ دو تین شعر اوسکے مرقوم ہوے

مرے سینے کی آہ آتشین بھی برق ہی گویا — کہ اکدم مین یہان پھونکا تو اک پل مین وہان پھونکا
کیا خاک نشیمن کوئی گلشن مین بنادے — گل خوش ہین اگر ہمسے تو صیاد غضب ہی
خوبان جہان یاد رکھو تمکو بھی یہ بات — تشہیر بھی کمبخت اک آزاد غضب ہی

تصدیق تخلص نواب مہدی حسین خان رئیس جونپور کہ بالفعل بنارس مین عہدۂ تحصیلداری پر مامور اور وضع داری کے ساتھ مشہور ہین اشعار فارسی کی فکر کرتے ہین یہ دو تین شعر اونکے یاد تھے سو لکھے گئے

کارم بجان رسیدہ و جانان نمے رسد — مے میرم و مسیح بدرمان نمے رسد
دریا بآب دیدۂ گریان نمے رسد — با موج اشک شورش طوفان نمے رسد
با نالہ ام کہ در چمن از سینہ مے کشم — گلبانگ عندلیب خوش الحان نمیرسد

تصور تخلص بنی بخش نواسہ شاہ نصیر مرحوم قلم اوسکی اہلیت اور اخلاق حمیدہ کو لکھے یا تیزی فکر و جودت طبع کو تحریر کرے یا تاسف جوان مرگی سے بزم احباب کو ماتم سرا بناوے یہ دو چار شعر اوسکے بطریق یادگار مرقوم کرتا ہی

اوسکے خیال زلف مین کچھ سوجھتا نہین — آنکھون مین اپنے دن شب دیجور ہوگیا
ہم بھی مثال آئینہ ہین تجھسے سینہ صاف — دل سے ترے غبار اگر دور ہوگیا
کیا کیا خیال دل مین گذرنے لگے جو آج — دروازہ اوسکا شام سے معمور ہوگیا
کسنے کہا تھا تجھسے تصور کہ اوس سے مل — دل اپنا دیکے آپ تو مجبور ہوگیا
عشقبازی اے تصور کھیل لڑکون کا نہین — جان کا اسمین بچانا کام ہی ہشیار کا
خواب کا بس کیا چلے اس دیدۂ بیدار پر — چور کو آتے نہین دیکھا کبھی ہشیار پر
آبلون نے پانون کے پانی چرایا اسقدر — تشنگی سے پڑ گئے کانٹے زبان خار پر
اوسکی باتون نے زبان کے کردیے ٹکڑے مرے — لیگئی سبقت زبان یار بھی تلوار پر

تصویر تخلص میان ببن نام مرد خوش کردار نیک نہاد حالانکہ سواد روشن نہین رکھتا اور امی محض ہی لیکن طبیعت خداداد کی اعانت سے فکر موزونی سخن دامنگیر رہتی ہی اور اس استعداد پر شک اشعار ہی ہر چند باعتبار اصل ونژاد کے نجیب زادہ ہی لیکن زمانے کی تنگ چشمی اور فلک کی ناتوان بینی سے پیشۂ نیچہ بندی کو حصول روزی کا ذریعہ کیا ہی بیہمات یہ کیا سخن تھا کہ زبان سے نکلا اور یہ کیا حرف تھا کہ لب سے آشنا ہوا غرض اس پیشہ سے دلسوزی عشاق اور مقصود اس حرفہ سے چارہ گری عاشق پیشگان آفاق ہی کہ نے قلیان کے پردہ مین آہ جگر سوز کو سرکرین اور بدگمانی رقیب سے کلبۂ احزان مین کچھ فارغ البال بسر کرین اور یہ کیون نہو کہ مشیوۂ شاعری بے درد محبت نہین ہوتا درد مند کو ہمدرد کا پاس ضرور ہی اور ہر جگر سوختہ اپنے ہمدانع کی دمسازی مین مجبور ہی یہ چند شعر اوسکے مرقوم ہوے

کچھ نہ بن آیا تو شب کو آپ کہکر اپنے ظلم
بے مزہ رکھنے کو وہ میرے پشیمان ہی رہا

تو اپنی جان پہ کھیلا ہی عشق مین اوسکے
یہ دل مین کیا ترے تصویر دلفگار آیا

بات بھی کچھ کی تو اوسنے ذکر دشمن کا کیا
وائے قسمت وہ کھلا بھی ہمسے تو کیونکر کھلا

فدا نا آشنائی پر تو ہین لاکھون دل وجان سے
اگر وہ بت کسیکا آشنا ہوتا تو کیا ہوتا

کیا حال دل سناؤن یارا نہین بیان کا
مارا ہوا ہون مین بھی اک جور آسمان کا

گر آج بھی نزاکت آنے تمھین نہ دیتی
کچھ اور تھا ارادہ یان جان ناتوان کا

صبر او سیر اس ہماری حسرت دیدار کا
بند جسنے کر دیا روزن تری دیوار کا

وہ بھی ہونگے کہ جو آرام سے ہین الفت مین
چین ہمنے تو نہ پایا ترے شیدا ہوکر

خاک بھی مین تو ہوکے دیکھ چکا
نہ گیا وان مرا غبار تلک

پوچھیو مت مزاج چل تو سہی
یار تصویر دلفگار تلک

تیر اور اغیار کا سا ربط ہی
دل مین مرے اور ترے پیکان مین

ہمکو کرنا ہی نہین شکوہ بیجا و بجا
اب تمنا ہی تری دل سے اوٹھا دیتے ہین

مین باز آیا تمھاری دوستی کی ان نگاہون سے
مجھے بھی یون ہی دیکھو دیکھتے ہو جیسے دشمن کو

خلش کچھ تو رہے اے بخیہ گر اس میرے سینے مین
لب زخم جگر مین کاش سیدے رکھکے سوزن کو

تجھسے کیا پوچھتے ہو دل پس دیوار ہی کیا
تمنے جھانکا تھا سو یہ فتنہ و شر او سکا ہی

رہا ہوے یہ بھی ہمتو رہے قفس ہی کے گرد — کہان وہ جائین کہ جو بال و پر نہین رکھتے
ہزار رکھتے ہین ہم دلپہ زخم اے تصویر — تری طرح سے تو ٹکرے جگر نہین رکھتے
کچھ مزا شور تبسم نے تمھارے ہر دیا — یون تو زخمونپہ بہت ہنسنے نمکدان اوٹے
یہ بھی کوئی ہنسی ہی کہ رخصت کالیکے نام — سو بار بیٹھے بیٹھے مجھے تم رولا چکے
بھر آتا ہی دل تصویر سن سنکر تری باتین — لگایا تونے اے کمبخت دل کس آفت جان سے
کیا پوچھتے ہو خاک مین کسنے ملا دیا — جو کچھ کیا سو آپ کے دل کے غبار نے
آج کی شب نہ خفا ہو ترے قربان ہمسے — کل تو لیوے ہی گی بدلا شب ہجران ہمسے
کون موسی تھا کہان طور کسے غش آیا — ایک یہ بھی تھی مری جان شرارت تیری

تعشق تخلص فاضل یگانہ علامۂ زمانہ مولوی سید محمد شاگرد رشید عالم محقق تحریر مدقق مولوی رشید الدین خان مرحوم جمیع علوم متداولہ مین استحضار تام خصوصاً کتب طبیہ مین مہارت تام حاصل ہی جو کہ حکیم قدرت اللہ خان قاسم کو قرابت قریبکے لحاظ سے انکی ترقی کمال منظور تھی امر معالجہ کے باب مین ایسے نکات عجیبہ اور فوائد غریبہ حاصل ہوے کہ مشتاقان قدیم کو بعضے اوقات انکی حسن تدبیر پر اتفاق تقدیر کا گمان ہوتا ہی سابق کبھی کبھی شعر ریختہ بھی کہتے تھے اور حکیم صاحب موصوف کی نظر اصلاح سے گذرا نتے تھے شاہجہان آباد لطافت بنیاد مین حکام وقت کی قدردانی و ہنرشناسی سے مدرسۂ سرکاری مین سو روپیہ مشاہرہ پر طلبائے عربی کی تعلیم کے واسطے معین اور زمرۂ مدرسین مدرسۂ مین مدرس اول ہین ہرچند اب بسبب توغل علوم شریفہ کے شعر گوئی کی طرف اصلا التفات نہین لیکن بسبب موزونی طبعی اور مذاق فطری کے جب کوئی شعر گوش زد ہوجاتا ہی عنان طبیعت بے اختیار اوُن مسائل غامضہ سے اوس شعر کی جانب معطوف ہوجاتی ہی اشعار قدیم سے یہ چند شعر انتخاب ہوکر مرقوم ہوے

سنتا ہی نہین بلبل بیدل کی جو گل آہ — کیا تو نے شگوفہ یہ صبا کان مین چھوڑا
وعدۂ شام تو کیا ہی ولے — کچھ وہ آتا نظر نہین آتا
تجکو اس میری آہ وزاری پر — رحم اے فتنہ گر نہین آتا
تیرے بیمار کا ہی یہ عالم — ہوش دو دو پہر نہین آتا

تو اے پیمان شکن وعدہ پہ کسدن میرے گھر آیا
سدا سنتے رہے یوہین کہ شام آیا سحر آیا

کہون کیا حال اے گلرو تری فرقت مین آنکھون سے
کبھو خون ناب دل ٹپکا کبھی لخت جگر آیا

خواب راحت سے جگا کر اوسکو لے آئے یہان
کام آئی ہمدمو اس آہ کی تاثیر رات

کہتے نہ تھے تعشق مت جاؤ اوس گلی مین
آئے نہ وان سے دیکھا خوار و تباہ کیونکر

رونا کیا سحر تک ہمن رشک سے عزیزو
ہنستے سنا جو اوسکو غیرون سے انجمن مین

ہوتے ہین دل کے ٹکڑے آتا ہی یاد جسدم
کچھ چپکے چپکے کہنا اوسکا لب و دہن مین

کس پری سے ہی تعشق گرم جوشی اندنون
پھر فزون ہمکو نظر آتی ہی وحشت آپکی

تفتہ تخلص منشی ہرگوپال متوطن سکندرآباد عہد طفولیت سے سخن گوئی کی طرف مائل ہی سنا گیا کہ اشعار فارسی سے دیوان ضخیم فراہم کیا ہی راقم آثم تک سوا اس ایک شعر کے نہین پہونچا اگر یہی طرز گفتگو ہی تو نہایت خوش فکر ہی

اے نالہ سوے چرخ مرو گرم مرو گرم
با پیر نزیبد سر آزار جوان را

تمنا تخلص عبدالرحمن نام برادر حقیقی مولوی محمد حسین ہجر قصبہ جیپور کے قاضی زادون مین سے ہی مدت مدید تک شاہجہان آباد مین قیام پذیر ہوکر تحصیل علم فارسی نہایت تحقیق و تدقیق کے ساتھ مولانا و مخدومنا مولوی امام بخش صہبائی کی خدمت مین کی اور فارسی شعر کی اصلاح بھی جناب ممدوح سے لی سخن بہت خوش اسلوب طبیعت سلیم یہ چند شعر اوسکے نتائج طبع سے ہین

اینقدر آشفتگی ہر دم چرا بودے مرا
آشنا گر آن بت نا آشنا بودے مرا

سبحہ ہم زنار دارد گر گسستم باک نیست
من برہمن می شدم گر بت خدا بودے مرا

محو بیداد تحیر نفس است
شکر بر آئنہ بیدادم نیست

پرسش حال من از چشم کسے مے آید
غم بیمار ز بیمار کسی مے آید

دست از زندگی خویش تمنا بردار
کز پے قتل مسیحا نفسے مے آید

در باغ نیز حسرت آغوش میدہد
بوے سمن ز صبح کنارش سخن کند

بسکہ ہر حرف از سر بیتابی دل مے طپد
نالہ بر بال کبوتر ہمچو بسمل مے طپد

در جہان آئین شفقت باعث رنج دل است
موجہا پیوستہ در آغوش ساحل مے طپد

سر دیم و فکر زلف تو از ما نمے رود
سر رفت لیک جوش سودا نمے رود

ہنوز از خانۂ زنجیر بانگِ نوحہ می آید
طلبگار تو بعد از مرگ دارد ماتمے دیگر

بزہر چشمِ خوبان زندگی کردم ندانستم
کہ ساقی میکند در جامِ من ہر دم سمے دیگر

دریدم پیرہن واز بوے آن گل پیرہن آخر
بذوقِ بیخودی چاک گریبان سر گشتم

تمنا تخلص مرزا مغل جان چند مدت سے مقیم آگرہ اور مصاحبت راجہ بلوان سنگھ بہادر راجہ تمنا
تخلص والی کاشی سے ممتاز ہی اشعار ریختہ مرزا حاتم علی بیگ مہر کی نظرِ اصلاح سے گذرا تا ہی
یہ دو شعر اوسکے اشعار سے انتخاب ہوے

جام سفال جلوۂ مے سے دمک گئے
پرتو سے آفتاب کے ذرے چمک گئے

بغل مین میکشون کے ہین شرابِ ناب کے شیشے
لیے بیٹھے ہین پر یونکو یہان میخوار پہلو مین

تمنا تخلص مرزا غیاث الدین ابن مرزا شمس الدین ابن حضرت فردوس منزل شاگرد حافظ تمنا
قطب الدین مشیر یہ چند شعر اونکے نتایج طبع سے ہین

جو آنکھ چراتے تھے لگے کرنے اشارہ
ہو دیگی ابھی آہ کی تاثیر ہوئی کیا

تھامے ہوے دل بیٹھے ہو کیون آج تمنا
کل دلپہ جو رکھتے تھے وہ تصویر ہوئی کیا

ای تمنا دلپہ کیون رکھے ہوے ہو ہاتھ تم
پھر کہین کیا دل لگا عشق تبان پیدا ہوا

ہمنے کیا عشق تیرا نام ستانے بن نہین رہتا
زبان پر نام بیتابی سے آئے بن نہین رہتا

تمکین تخلص میر سعادت علی ساکن قدیم عظیم آباد وارد حال دہلی زبان پاکیزہ اور اشعار تمکین
دلچسپ رکھتا ہی سن پچاس سے متجاوز اور طبیعت مین ظرافت مخمر ہی یہ چار پانچ شعر اوسکے
لکھے جاتے ہین

درد و غم رنج و اضطراب و قلق
حال کیجے بیان تو کس کس کا

کان رکھکر بات غیرون کی سنا کرتے ہو تم
کاشکے ہم بھی نہوتے تم سے صورت آشنا

گر نشہ ہی یہی نگہ مین تری
مے کے پینے کی احتیاج نہین

نام تمکین ہوا تو کیا ہمدم
رات دن بیقرار رہتا ہون

مہر و الفت کا ثمر ہی مہر و الفت دہر مین
پر محبت سے مری تم اور دشمن ہوگئے

تمیز تخلص نواب احمد علیخان خوش خلق اور نیک نہاد فکر سخن مین اکثر امثال و اقوال سے
بہتر بہ نسبت غزل کے سلام و مرثیہ کی فکر بیشتر دامنگیر رہتی ہی اس زمانہ سے پہلے
ریاست اور حکومت بہادر گڈھ اور اوسکے مضافات کی جو شاہجہان آباد سے بارہ کوس کے

فاصلہ پر اور بالفعل تحت حکومت نواب بہادر جنگ خان بہادر ہی انھین کے خاندن مین چلی آتی تھی نواب امیر علی خان مرحوم کی بعض بعض اداے ناخوش سے کہ مسند نشین حکومت تھا وہ ریاست اس خاندان سے منتقل ہوگئی لیکن ابتک بھی اوس پرگنہ سے کچھ جاگیر بقدر رسد و معاش معین ہی سکونت انکی بیشتر شاہجہان آباد مین اور گاہ گاہ بہادر گڈھ مین ہوتی ہی یہ تین شعر اونکے انتخاب ہوکر مرقوم ہوے

اتبوز مین یہ پکڑی ہی محشر ہی کیون نہو	جنبش کرینگے اونکے نہ پر آستان سے ہم
کسکے رخش گرم سے پامال میری خاک ہی	آج تک روئیدگی جو قبر پر ہوتی نہین
جذب دل سے لایئے کسطرح اوسکو کھینچکر	آہ مین تاثیر اپنی اسقدر ہوتی نہین

تنویر تخلص خدا بخش خان نام شاگرد رشید حافظ شمس الدین مشیر زمرہ خواصان حضرت خلافت مرتبت ابوظفر سراج الدین بہادر شاہ دام سلطنتہٗ مین منسلک ہی خوش اخلاقی و نیک نہادی ایک شیوہ ہی کہ دست قدرت نے اوسکی ذات مین ودیعت رکھا ہی مشق سخن یہانتک پہونچی ہی کہ شرائط شعر سے سمجھکر ارادہ کو افکار گوہر نثار سے متعلق کرتا ہی والا اگر ارادہ کرے تو بے ارادہ قامت سخن حلیہ موزونی سے دایما متحلی ہوتا رہے یہ چند شعر اوسکے نتایج فکر سے ہین

سیکھ لین اسنے بھی اوس عہد شکن کی باتین	کہ ٹھہرتا ہی نہین دل کسی عنوان میرا
دل مین نشتر ہی چبھا کرتے ہین ہر دم تنویر	یکبگی دم وہ کہین کاوش مژگان میرا
یہ نجانا تھا ہمین کو ہوئیگا آزار یہ	سنتے تھے ہم عشق بھی ہی نام اک آزار کا
دیکھا اوسے دریا مین تو بیتاب ہی دیکھا	غربت سے زیادہ نظر آیا وطن موج
جان کھاتی ہی مری ان پوچھنے والونکی اور	کیا کہون کہنے کے قابل ماجراے دل نہین
خدام حشر اپنے گریبان کرینگے چاک	یونہین چلوگے وان بھی جو دامن سنبھال کے
چہرہ سپید آج ہی تنویر خیر ہی	ہیچ تو کہو کہ غم مین ہو کس مہ جمال کے

تنہا تخلص تخصے معروف بہ آکا قوم قصاب مروت و آدمیت سے احباب کے ساتھ وہ سلوک کرتا ہی کہ جوان مرد قصاب نے بدیع الزمان کے حق مین نہ کیا ہوگا گوسپند کے ذبح کرنے کو راہ معشوق مین اپنے خون کا فدیہ ٹھہرایا ہی یا قتل رقیب کی مشق کیواسطے حیوانات پر ہاتھ صاف کرنا پسند آیا پارہ ہاے گوشت اور قطرہ ہاے خون اوسکی دکان دل پسند

ہین ہین یا لخت جگر و اشک سرخ کے مضامین بیت بلند ہین یہ دو تین شعر اوسکے مرقوم ہوے

تاب گھر تو پہونچے نہ دندان کی آب کو | اور لب کرین مجل ترے برگ گلاب کو
دیدیکے وصل یار کا مژدہ بتاؤ تو | بہلائین کب تلک دل خانہ خراب کو
اب نامہ بر بنا ئینگے ناصح کو بھی ہین ہی | معقول آدمی تو ہو کوئی جواب کو

توقیر تخلص عبد القادر متوطن نواح پنجاب چند روز سے وارد شاہجہان آباد تھا جوان وجیہ خوش مزاج مرنجان مرنج فکر سخن بلند زبان شستہ و پاکیزہ معنی یابی کا سلیقہ خوب طبع نہایت رسا قریب ایک سال کے گذرتا ہی کہ عالم فانی سے عالم باقی کو راہی ہوا یہ اشعار اوسکے مرقوم ہوے

توقیر دل رمیدہ پھر آوارہ ہوگیا | کسنے سنا دیا اوسے مژدہ بہار کا
واں نمک کا بھی صرفہ ہی توقیر | زخم کھانے کا کچھ مزا دیکھا
مجکو کیون دیکھا بت نا آشنا کو دیکھکر | ناصحو دیکھو کہ کچھ کہنا خدا کو دیکھکر
انتظار نامہ بر مین اسقدر بیہوش ہون | جان تن مین آگئی پیک قضا کو دیکھکر
زخمی تری نگاہ کے آخر کو مر گئے | کہہ کہہ کے ہاے ہاے جگر ہاے ہاے دل
ہم تو خاطر سے تری غیرونکی بھی تعظیم دین | رشک پر کہتا ہی ٹبھیو اپنی یہ عادت نہین
تبونکو چاہنا اور حضرت توقیر یہ صورت | بظاہر تو نظر آتے ہو تم مرد مسلمان سے

توفیق تخلص میر توفیق علی متوطن قدیم آگرہ اور اب مدت سے خاک شاہجہان آباد کو شرف قدوم سے مشرف رکھتا ہی زبان بھاکا مین مہارت تام اور دوہرہ و کبت کی تصنیف مین قدرت تمام حاصل ہی پچاس ہزار دوہرہ اوسکی لوح حافظہ پر مرقوم ہی بندش الفاظ اور بلندی معنی اور جدت تشبیہ اور حسن استعارہ مین کبیشہ ان قدیم سے قدم آگے بڑھایا ہی گاہ گاہ فکر ریختہ بھی کرتا ہی اسوقت یہ شعر یاد ہی

دشمنون سے آہ ہمدردی کا کیا کیجے گلہ | دوست ہی نا آشنا ہی بیوفا بے دید ہی

تہور تخلص مرزا غلام فخرالدین برادر حقیقی راقم جوان متین اور نیک نہاد تھا مضامین شستہ اسطرح حاضر وقت رہتے تھے کہ ادھر زبان خامہ متحرک ہوئی اور ادھر زہرہ جبینان معانی شبستان کاغذ مین خیل خیل جلوہ گر ہوکر تماشائیان معنی دوست کی دلربائی مین آمادہ ہوے اکثر جناب احسان علیہ الرحمۃ سے اصلاح لی ہی اور گاہ گاہ مومن خان

مرحوم سے عین عنفوان جوانی مین اس تنگنائے فانی سے عازم ملک جاودانی ہوکر اس مغموم گریان کے دل سوزان پر مانند لالہ داغ رکھا خدا مغفرت نصیب کرے یہ چند شعر اوس سے یادگار ہین

تجھسے کیا شکوہ ہر جی مین یہی آتا ہی کہ مین — دل سے سمجھون کہ تجھے اسنے دیا کیا سمجھا
سنتے ہی نام غیر تہور بھی ہر غضب — اوس جنگجو سے لڑنیکو تیار ہو گیا
لے آے ذرا خط کا جواب اوس سے کسی ڈھب — افسوس کہ قاصد سے اب اتنا نہین ہوتا
آیا نہ ترے گوہر دندان کے مقابل — شہرہ ہی سنا کرتے تھے ہم دُرعدن کا
ناصحا پند و نصیحت تو نکر محفل مین — یان مرے ساتھ کوئی اور بھی رسوا ہوگا
پھر خدا لاے اوسے یا دش بخیر — کیا تہور بے تکلف یار تھا
گر تہور کو نہین شوق شہادت قاتل — کیون ترے آگے جھکاتے ہوئے گردن آیا
اب ہی کیا باقی جو ہی کاوش تری دست جنون — چاک دامان ہوگیا ٹکرے گریبان ہوگیا
رشک دشمن کا سبب عشق مین کیا ہی ناصح — امتحان کیجیے مشفق کہین شیدا ہوکر

تہور تخلص گلبن حدیقہ بختمندی مرزا سعادت سلطان طال عمرہ ابن برادر مہربان مرزا قادر بخش موزون تخلص خسرو رآقم اثم اس نخل سرالبستان جوانی نے ریحان شباب و ریعان جوانی سے تازہ بہرہ مندی حاصل کی ہر اللہ تعالے ثمرات زندگانی سے عمر طبیعی تک کامیاب رکھے اکتساب علم فارسی مین عمر عزیز کمال محنت کے ساتھ صرف کرتا ہی ثمرہ اس مشقت کا یہ ہی کہ چند روز مین فکر رسا اور طبع سلیم کی اعانت سے سواد روشن ہوگئی اور تحریر عبارت مین ملکہ معقول ہم پہونچا ریختہ گوئی کا شوق تازہ پیدا ہویدا ہوا ہی اگرچہ اوائل مین کچھ غزلین جناب غفران مآب حضرت حافظ احسان علیہ الرضوان کی نظر فیض اثر سے بھی گذاری تھین اب راقم کم سواد سے اصلاح لیتا ہی یہ چند شعر اوسکے نتایج افکار سے منتخب ہوکر درج تذکرہ ہوے

اس چمن زار مین جون شبنم و گل اے گلرو — کبھی خندان مجھے ہونا کبھی گریان ہونا
مہکیگی یون ہی بزم جو زلفون سے تمہاری — لینے کا نہین نام کوئی مشک ختن کا
اس سادہ مزاجی پہ بھی مرتے ہین ہزارون — اللہ رے عالم ترے بے ساختہ پن کا
کرتا ہی عجب عاشق دیوانہ تا رتار — ہر رات تیری زلف معنبر کو دیکھکر

روتا ہون اپنی بے پر و بالی پہ باغبان — فصل خزان مین میل بے پر کو دیکھکر
ضبط نالہ کیا تو جان گئی — اپنا گویا مین آپ قاتل ہون

باب الثاء المثلثہ

ثابت تخلص صاحب طرز متین مرزا معزالدین مرحوم خلف الصدق حضرت فردوس منزل شاہ عالم بادشاہ انار اللہ برہانہ شاگرد حافظ عبدالرحمن خان احسان غفر اللہ لہ فن سخن مین کامل اور تلامذہ حضرت مرحوم مین اوسکو منصب استادی حاصل تھا اولاد تیموریہ مین بیشتر اوسی صاحب طبع کی شاگردی سے ممتاز ہین راقم خردسالی مین اوسکے جمال باکمال سے مشرف ہوا تھا یہ چند شعر اوسکے کلام سے انتخاب ہوے

شبنم کی طرح اس چمن دہر مین ثابت — جز گریہ ہمین اور تو کچھ کام نہ آیا
آوین دلکو ترے ثابت وگرنہ بار عشق — فی زمین سے اوٹھ سکا فی آسمان سے اوٹھ سکا
تھا قلق اور بیقراری رات — مجکو روتے کٹی ہر ساری رات
لگا یا تیر جو تم نے فقط کلیجے مین — ہر ایک عضو ہر میرا جدا جدا دلگیر
انصاف سے کہ محتسب اس ابر و ہوا مین — کسطرح سے ہو ساقی گلفام فراموش
ناتوانی سے یہ حالت ہر کہ جاتا ہون کہین — اور اوڑاکے لیے جاتی ہر ہوا اور طرف
سر مرا کاٹ کے تو ہاتھ نہ دھوتا کہ رہے — منزلت خونکو مرے رنگ حنا کے نزدیک
آہ گر پردہ نشین بت خود کام نہو — دیر مین کفر نہو کعبہ مین اسلام نہو

ثابت تخلص شیخ ثابت علی ولد شیخ محمد علی ساکن نواح پورب بالفعل سرکار راجہ بھرت پور مین ملازم اور چند روز سے سرانجام فرمایش سرکار مذکور کے تقریب سے وارد شاہجہان آباد ہی ہر چند زبان شعر فصیح ہر لیکن روزمرہ گفتگو کا اوس سے زیادہ نزدیک ہی یہ دو تین شعر حسب اتفاق سے زبان گوہر بیان سے مسموع ہوے

آنے کی کیکے کیا سنی ہی — جان لب پہ ٹھہر گئی ہی آکر
کہتے ہین وہ بے وفا اب آیا — کہنے ہی کی بات ہی سنا کر
ثابت کا ہی حال غیر کل سے — تم بھی اوسے دیکھ آؤ جا کر

ثابت تخلص مہر علی متوطن قدیم بڑھانہ اور ساکن حال دہلی جوان وجیہ وخوش رو اگرچہ عمر عزیز کو صحبت رنگین طبعان ظریف مزاج مین رایگان بہت کھویا ہی لیکن بخاہت

ذاتی کی کشش سے تحصیل علم کی طرف مائل اور کسب معاش کی جانب متوجہ ہوتا جاتا ہی اشعار سودا و میر سے ہزار دو ہزار گنجینہ حافظہ مین فراہم رکھتا اور انھین اشعار کے نیرو اور موزونی طبع کی مدد سے آپ بھی گاہ گاہ غزل یا قطعہ کہتا ہی بندش الفاظ اور ربط معنی گواہ حسن مطلبیت اور شاہد جودت فکر ہی یہ دو تین شعر راقم تذکرہ کے روبرو پڑھے تھے اونکو درج اوراق کیا

شب کو جو مین نے زلف کو چھیڑا تو یون کہا — مار سیہ کو ہاتھ لگانا نہین ہے
دیکھا مجھے تو ہو کے خفا غیر سے کہا — اس بزم مین ہر ایک کو آنا نہین ہے
کھلجائیگا وہان کس دن کس پہ راز عشق — ای دل اس اضطراب سے جانا نہین ہے

ثروت تخلص محمد بخش پسر شیخ احمد بخش ساکن قدیم بریلی بالفعل موضع سہسی مین کسی ساہوکار کے فرزند کی تعلیم کی تقریب سے قیام پذیر ہی اوایل مین دریافت نہین کہ اصلاح غزل کا کس سے اتفاق ہوتا تھا لیکن اخیر مین کچھ شعر مومن خان کی نظر سے گذرانے تھے یہ شعر ایک دوست کے وسیلے سے راقم تک پہونچا اوسیکو ثبت تذکرہ کیا

بھولی صورت پر نہ جا ثروت بتان ہند کی — نرم گو ظاہر مین ہین لیکن دل انکا سنگ ہی

ثروت تخلص میر محمد مشاہد ساکن نارنول سابق والی جھجھر کی سرکار مین سررشتہ روزگار کا درست رکھتا تھا اب شاہجہان آباد مین تلاش معاش کے واسطے مقیم ہی اخلاق پسندیدہ اور اطوار حمیدہ اوس صاحب وقت کے اندازہ تحریر سے خارج ہین اشعار میر سودا و درد سے زیادہ گنجینہ حافظہ مین مخزون رکھتا ہی اور اون اشعار کی اعانت سے آپ بھی موزون کرتا ہی یہ دو شعر اوسکے تذکرہ مین مندرج ہوے

داغ ہی لالہ کے دل مین روے زیبا دیکھکر — پایگل ہی سرو اوسکا قد رعنا دیکھکر
کیا بلا ہوتی ہی آفت رشک کی ہمدم کہ مین — مرگیا اغیار سے ربط اوس پری کا دیکھکر

ثروت تخلص سید امیر علی گوپاموی نوجوان سعادت نشان و نیک روش ہی اور بیشتر اوقات تحصیل علم و تکمیل فن طب مین مصروف گاہ گاہ شعر ریختہ بھی موزون کرتا ہی یہ دو شعر اوسکے وقت تحریر تذکرہ ایک آشنا کی زبان پر گذرے تھے سو درج اوراق ہوے

جھوٹے وعدہ بھی یان غنیمت ہین — اسمین تسکین کچھ تو ہوتی ہی
مژدہ بوالہوس پہ دھیان نکر — جھوٹے موتی سدا پروتی ہی

ثمر تخلص نہال حدیقۂ مروت و اہلیت شجرۂ باغ سعادت و آدمیت نو باوۂ گلشن جوانی نو برگ
زندگانی صافی مخمانۂ امید احمد سعید خلف سعد اللہ خان باوجود حداثت سن اور آغاز
شباب کے خلق ذاتی اور اہلیت جبلی کا یہ حال ہی کہ اغیار کی دل شکنی کو بھی ملت مردمی
مین گناہ اور بیگانون سے چشم پوشی کرنے کو بھی مذہب مروت مین کفر جانتا ہی اس لحاظ سے
کہ پیشانی کریم پر چین کا ہونا نازیبا ہی بسبب موج کے دریا کی عطا پر طعنہ زن ہی اور اس خیال
سے کہ اہل ہمت کی بخشش عام ہوتی ہی صدف کی تخصیص سے ابر گوہر بار کے حوصلے مین سخن ہی
مولوی خلیل اللہ کی خدمت مین کہ تازہ وارد شاہجہان آباد اور علم فقہ مین کامل استعداد ہی
تحصیل صرف و نحو اور تہذیب اخلاق مین سرگرم ہی جو کہ مورون لمبع واقع ہوا ہی اور شعر سے
مناسبت ذاتی ہی کبھی کبھی سخن کی طرف ملتفت اور ریختہ گوئی کی جانب متوجہ ہوتا ہی ہر چند اس
فن مین نومشق ہی لیکن متانت کلام اور تازگی طرح اوسکو حاصل ہی ایک امر ہی خداداد ذالک
فضل اللہ یوتیہ من یشاء یہ چند شعر صدق کلام پر گواہ اور اثبات مدعا پر شاہد ہین

نگاہ مست سے ساقی کے یہ سرور ہوا — کہ دل سے حسرت مے کا خمار دور ہوا
مثال آئینہ ہمسے کھلی حقیقت حسن — کہ ہمکو دیکھ کے اپنا تجھے غرور ہوا
ہی آج تشنہ خون کسکا حسن پاک ثمر — کہ قطرہ قطرہ جگر مین مرے ظہور ہوا
دیکھتا تھا حسن اپنا مجسکو آئینہ سمجھ — اور مین خوش تھا کہ بارے مہربان مجھپر ہوا
تھا تامل امتحان عشق کے قابل ہی کون — بل بے ہمت اس ضعیفی پر گمان مجھپر ہوا
خلش مژہ کی نہ تھی کم کہ میرے زخم پر — تبسم لب دلبر نمک فشان ہوتا
کمند اسنے تو اتنا کیا غضب تھا اگر — مرے غبار کی جا دل مین آسمان ہوتا
نگاہ گرم کا تیرے ہی کچھ اثر اولٹا — کہ غیر پر پڑی اور دل جلا دیا میرا

ثنا تخلص مولوی ثناء اللہ خلف شیخ کریم اللہ کتب درسی مین مہارت تام اور حل دقایق
مین قدرت مالا کلام ہی سعادت منشی و نیک نہادی کے اوصاف تو حد اندازہ سے افزون
ہین اب چند مدت سے سفر حجاز کے ارادہ پر بمبئی مین متوقف ہی گاہ گاہ شعر بھی کہتا ہی یہ ایک
شعر اوس پاک طینت کا یاد تھا سو تحریر کیا

خواب مین مجھسے وہ بگڑا تھا یہ تعبیر تو دیکھ — کہ سر سامنے آیا تو پشیمان آیا

ثنا تخلص مرزا عاشور بیگ خلف مرزا محمد اکبر بیگ مہندس ابن مرزا جیحون بیگ بدخشانی

عربی و فارسی سے بہرہ وافر اور ہیئت و نجوم مین دستگاہ تمام رکھتا ہی قصائد عربی سے ہر چند دفتر دفتر ذخیرہ ہی لیکن شعر فارسی گاہ گاہ خواہ جوش طبیعت خواہ تحریک احباب سے زبان قلم پر آجاتا ہی یہ ایک شعر اون چند اشعار سے کہ میری نظر سے گذرے انتخاب ہوا

از جفاے تو خزان بر سر باغم زدہ اند	از ستمہاے تو واماں بچراغم زدہ اند

نواب تخلص سعادت علی خلف میر شہاب الدین ساکن قدیم شاہجہان آباد داب عرصہ دراز سے کرنال مین مقیم ہی اوائل مین بسبب روزگار مہین برادر خاک لکھنؤ مین عزت و اعتبار کے ساتھ بسر کی اور اہل سخن کی برکت صحبت سے شعر گوئی کی طرف ملتفت ہو کر موزونی کلام پر قدرت بہم پہونچائی اور جو کہ اکثر اہل فن سے ملتا تھا وقت فرصت جس سے اتفاق ہوا اپنے سخن کو اسی کی نظر اصلاح سے مشرف کیا اور ہنوز رطب و یابس کلام اور نقیر و قطمیر شعر سے بخوبی آگاہ نہوا تھا کہ برادر شفیق نے سفر آخرت اختیار کیا اور وہ بسبب کمیابی معاش کے نواح دکن مین سرگردان رہا اب مدت سے جمعیت خاطر بہم پہونچا کر پھر کرنال مین کسی تقریب سے زاویہ گزین ہی یہ تین شعر اوسکے ایک دوست کی زبان سے مسموع ہوے تھے سو درج تذکرہ ہوے

کبھی ہی مردگان غم پہ احسان معجز قم کا	کبھی حق نمک ہی زخم دل پر اوس تبسم کا
ترے غم کی بدولت آگ یہ دل مین بھڑکتی ہی	کہ گر ایک آہ کھینچون آب ہو زہرہ جہنم کا
تپ دوری سے شعلے استخوان سے یون نکلتے ہین	چھکے جیسے تواب آتش سے پارہ پارہ ہیزم کا

باب الجیم الثالثی

جان صاحب تخلص ہی میر یار علی ساکن لکھنؤ کا تمام عمر ریختی گوئی مین صرف کی اور اگر انصاف کیا جاوے تو اُسنے بہ نسبت انشاء اللہ خان اور رنگین کے ریختی کو آب و تاب خوب دی اور زبان کو شستگی اور خوبی دیوان ریختی اسکا مشہور اور اکثر اشعار اوسکے نوجوانون کی زبان پر مذکور ہین یہ چند شعر اوسکے دیوان سے منتخب ہوے

پھل دینی بھائی سے بھی نہ مجکو ملا بہار	دنیا مین کوئی اپنا نہ لاگو نظر پڑا
رنڈی کبھی شرابی سے تیری لگے گی آنکھ	تعبیر سن جو خواب ہی دیکھا شراب کا
کیا مجکو پڑ گئی گو وہ زناخی کے گھر آیا	اچھا نہین کرتا ہی اجی ذکر پرایا
اے جان مرا خرچ ہی تنخواہ پہ رکھا	رنڈی سے تمھین حیلہ حوالہ نہین رہتا

لگی ہی آگ محبت کی دل مین آکے بجھا — دوگانا جان خدا کا ہی حسد جلا جاتا
مین بات کرتی جو انہون مین تمسے اے حباب — ذلیل ہوتی وہ بندی تمھارا کیا جاتا
گئے تم غم مین بن گئین مردہ — او ہی در گور کیا یہ حال ہوا
چلے رہنے سے تھا حرام وہ کام — ایک دو بولون سے حلال ہوا
خوب بھڑکا یا تھا او سکو سوت نے — مین ہوئی جب گرم ٹھنڈا ہو گیا
ان باپ کا لحاظ بھی دل سے اوڑا دیا — اے باجی آج کل کی ہین سب لڑکیان جاہل
مجھے نفرت ہی صورت سے نگوڑے جانان — وہ او سکی شکل کیا ہی اے ہوا قربان کی صورت
مین گلہ کرتی نہین کرتی ہو تم شکوہ عبث — آج دفتر پہلی باتون کا ہوا کھولا عبث
چھوڑ دنیا چار دن رکھکر اگر منظور تھا — سارے عالم مین مجھے تونے کیا رسوا عبث
سوکن سے میری نکلی زمانے کی احتیاج — ہوتی ہی او سکو روز نہانے کی احتیاج
ان سے ہمکو سوا ہی پیاری ساس — باجی دنیا ہوا ور ہماری ساس
جو ہر انکے کھلے ہین بھو ون پر — چھریان نندین ہین اور کٹاری ساس
کم کیا خصم ہی جو کر دن لگوار کی تلاش — ہو نوج دشمنون کو مرے یار کی تلاش
آج مجھسے ہی تو کل اور سے مرزا اخلاص — ایسے ہر جائی سے ہو نوج نگوڑا اخلاص
کیون چڑھی آتی ہی تھنکاری سی سر پر بانکی — بھوت لپٹا ہی جو کرتی نہین مردار لحاظ
جب ہی ڈھونڈ لاؤگے تم نیک پارسا — او سدن کر نیگے آپکو جھک کر سلام ہم
پانون بھاری کیا ہوا عہدی سے بدتر بن گئی — دو قدم منزل ہی مجکو او ٹھ نہین سکتا قدم
رنڈی چل دور مجھے مجھ پہ یہ بہتان نکر — مرے بیری مرے دشمن ہون گر قتار کہین
ایک پر بیٹھ رہون اور کسی سے نہ ملون — ایسے بندی نے کیے ہین نہین اقرار کہین
جانصاحب مری خاطر سے نہ کہنا تمنے — رنڈی دیکھی ہی دوگانا سی طرح دار کہین
پاس اونکے گر بجاؤن مین تو لوگو کیا کرون — چین ہی لینے نہین دیتا نگوڑا دل مجھے

جان نثار تخلص میانجی غلام فرید ساکن فرید آباد کہ شاہجہان آباد سے دس بارہ کوس کے فاصلہ پر واقع اور شرفاے عظام اور نجباے کرام کا مولد و منشا ہی اوقات عمر عزیز کو تعلیم اطفال مین بسر کرتے ہین ریختہ گوئی کا خیال بیشتر دامنگیر رہتا ہی یہ شعر اونکے نتایج افکار سے ہی

بیچ اوس زلف سیہ کا ہمسے واہوتا نہین — لاکھ ڈالین بیچ مین وسکے اگر شانے کو ہم

جذب

جذب تخلص میر عزت اللہ خان عرف میر بھکاری ہر چند وطن آباتی بریلی تھا لیکن مدت سے خاک پاک شاہجہان آباد اوسکی سکونت سے زبدہ ربع مسکون ہو گئی تھی علوم رسمی سے آگاہ تو تھا لیکن بسبب کمی مزاولت کے ایک ملکہ سا باقی رہگیا تھا مگر علم مجلسی مین اقران و امثال سے بیشی رکھتا تھا اکثر بلاد ہند و فارس کی سیر سے بہرہ اندوز ہوا آخر کار بخارا کے قریب سفر راہ عدم اختیار کیا یہ شعر اوسکا گلشن بیخار سے منقول ہوتا ہی

وان صفائی و خود نمائی ہی	یان مری جان کی صفائی ہی

جراح

جراح تخلص غلام ناصر کشمیری الاصل فن جراحی مین کامل اگرچہ موافق اس بیت کے

درشتی و نرمی بہم در بہست	چو رگ زن کہ جراح و مرہم نہ ہست

جراحت کو مرہم کے ساتھ فراہم کرنا لازم پیشہ جراحی ہی لیکن اوسکے نشتر کا مثل زخم غمزہ خوبان لاعلاج اور آب نشتر اوسکے مرہم کا جزو ترکیب تھا مدت ہوئی کہ عالم فانی سے رحلت کی کلام اوسکا سوائے اس شعر کے کہ گلشن بیخار مین مندرج راقم کو اور نہین پہونچا

جراح ٹانکے دینے مین مت کر درنگ تو	اسواسطے کہ زخم مرا یار گرم ہی

جعفری

جعفری تخلص میر باقر علی کہین برادر حقیقی میر نظام الدین ممنون علوم رسمی مین دستگاہ معقول اور صناعت طب مین مہارت تام تھی چند سال ہوے کہ تحصیل ثواب حج کے واسطے سفر مکہ اختیار کیا اور بعد معاودت کے راہ مین سفر آخرت درپیش آیا اشعار اوس یگانۂ روزگار کے بسبب بے پروائی اعزہ کے دستیاب نہوے ناچار یہ چند شعر ایک تذکرہ سے منقول ہوے

جو ہر آن دل غم سرانجام ہوگا	تو مر کر بھی کاہیکو آرام ہوگا
نہ خوبان سے مل جعفری دیکھ اتنا	کہا مان کہتا ہون بدنام ہوگا
آرام وعدہ کی شب اک دم کبھو نہ آیا	آیا نہ چین دلکو جب تک کہ تو نہ آیا
دو ایک جام سے کیا لب جعفری کے تر ہون	یان تشنگی بجھی کب جب تک سبو نہ آیا
تیغ یون دل مین خیال نگہ یار نہ کھینچ	ناخدا ترس تو کعبہ مین تو تلوار نہ کھینچ
نوک مژگان کے تصور مین نہ اوسکے فن	آپکو آپ تو بالاے سر دار نہ کھینچ

بے سر و پا چین و دشت مین عالم کے نہ پھر | ناز ہر گل نہ اوٹھا منت ہر خار نہ کھینچ

جعفری

جعفری تخلص محمد جعفر مرد نیک نہاد و آزادہ منش کشادہ پیشانی و پاکیزہ روش اور سکنائے آلہ آباد سے ہی بعد قطع سلسلۂ روزگار کے اہل دنیا سے التجا نہین کی بیشتر سیاحت مین بسر کرتا ہی اور راقم سطور سے رابطہ الفت کو حد صداقت تک پہونچایا ہی خط شکستہ کو مولوی حیات علی مغفور سے درست کیا اور خط گلزار عبدالرحمن معمار سے سیکھا اور وہ پیشہ معماری مین اوستاد اور فن تصویر مین غیرت مانی و بہزاد تھا اس صاحب سلیقہ کی نازک کاری سے اوستاد کے کمال پر قیاس کیا جاتا ہی بہر کیف اس نیک مرد سعادت منش کی تعریف مجال قلم سے خارج ہی حضرت فیض موہبت شیخ الاسلام فرید شکر گنج سے بلا واسطہ فیض باطنی حاصل اور بعد حصول بشارت کے بالفعل زمین کرامت آگین اجمیر مین مزار مقدس حضرت معین الدین چشتی رحمۃ اللہ علیہ کے جوار مین منزوی ہی اوائل حال مین گاہ گاہ شعر ریختہ بھی موزون کرتا تھا

یہ دو شعر بطریق یادگار ترقیم ہوے

ہی وہ پابند چمن مجکو یہ حیرت ہی کہ لوگ | سرو کو کس لیے آزاد کہا کرتے ہین

جعفری کسکے واسطے یہ یار | دربدر یون خراب پھرتے ہین

جعفری

جعفری تخلص شیخ جعفر علی قاضی زادہ متوطن پرگنہ دادری آدمی نیک نہاد اور کریم الاخلاق ہی پینتیس ۳۵ برس کی عمر مین مردم صد سالہ کی متانت بہم پہونچائی ہی بالفعل نواب عبدالرحمن خان والی جھجر کی سرکار مین ملازم ہی شعر ریختہ آب و تاب سے کہتا ہی یہ چند شعر اوسکے افکار گوہر نثار سے مرقوم ہوتے ہین

الٰہی ہر گھڑی ہر زخم دل سے خون ٹپکتا ہی | شہید ناز ہون مین آہ کس دست عنایت کا

وہ اپنے چین سے بیٹھا ہی جعفری گھر مین | کہ جسکے واسطے مین دربدر خراب ہوا ہوا

لگا تھا دیکھیے آزار کیا خدا جانے | ترا مریض تو اب تک نہ پھر بحال ہوا

گم ہو گئے ہم بحر تفکر مین سراپا | لنگر بھی معما نہ کھلا اوسکی کمر کا

ہجر مین کرتا ہون یون ہر دم تلاش وصل یار | مانگتا ہی جیسے صحت کی دعا ہر دم مریض

شق جا بجا سے ہو گئی اکدم مین سب زمین | تڑپا ترا جو کشتۂ الفت مزار مین

اے دل خیال زلف بتان کیونکہ چھوڑ دون | وحشی ہون اور پاؤن مین زنجیر بھی نہین

جعفری عشق بتان نہ ہو گا گھر ہو رہی | کر گئے اس جستجو مین سیکڑون خانہ خراب

جلیس

جلیس تخلص آذوردی خان کہین برادر سعادت یار خان رنگین مرد سپاہی وضع مودب کہ گو تھا یہ دو شعر اوسکے سنے گئے

تیرے دہن سے ازبس کھینچی ہی اک خجالت — غنچہ وہ کونسا ہی جو سر فرو نہ لایا
چشم جلیس کو اب درکار تھا یہ سرمہ — دست صبا تو لیکر اوس خاک کو نہ لایا

جہاں

جمال تخلص میر جمال الدین خلف میر کمال الدین مرحوم عجائب حالات سے اس بزرگ کے یہ ہی کہ بحسب ظاہر وسیلۂ معاش کچھ نہین رکھتا اور فراخ دستی مین رشک امثال ہی یہ شعر اوسکے نتایج طبع سے اوسکی زبانی ذخیرۂ گوش ہوا

ہم تمھین آشنا سمجھتے ہین — آپ کیا جانے کیا سمجھتے ہین

جمیل

جمیل تخلص جمیل الدین پسر شیخ حفیظ الدین تھا میسری ہر چند عمر اوسکی ہنوز بارہ تیرہ برس سے متجاوز نہین ہوئی لیکن ذہن کی تیزی برق سے اور طبیعت کی شوخی شعلہ جوالہ سے زیادہ ہی ازبسکہ حداثت سن کا اقتضا غالب ہی اشعار مین مضامین خندہ انگیز تمسخر آمیز بیشتر باندھتا ہی یہ چند شعر اوسکے کلام سے انتخاب ہوکر نذر ظرفاے خوش مزاج ہوے ہین

روان جو سوے فلک آہ کا دھوان ہوتا — تو ایک جہاز دخانی یہ آسمان ہوتا
چڑھا ہی لیتا اڑنگے پہ اوس ستمگر کو — جو آج کو مین زبردست پہلوان ہوتا
تو نے دیکھین ہین غیر کی آنکھین — تری نظرون مین کب سمائینگے ہم
ترے کوچے مین مین آئے نہین جیتا ہون غیرون کو — بنا مین ہیکڑی سے اپنی چوکیدار پھرتا ہون
ترے غم نے مجھے بخشا ہی اب سامان عشرت کا — کہ شکل اپنی بنائے مثل موسیقار پھرتا ہون
کہا مین نے کہ اک دن تو ذرا چہرہ دکھا دیجے — اسیکے واسطے اتنا ذلیل و خوار پھرتا ہون
تو ہنس ہنس کر لگا کہنے کہ یوسف تو نہین مجھ مین — کہ ہر اک کو دکھاتا جلوۂ دیدار پھرتا ہون
بہتی مرے پھوڑے سے پڑی راد غضب ہی — اور اسپہ تغافل ترا فصاد غضب ہی
اوسپہ عاشق ہون پر نہین یہ خبر — شکل گوری ہی یا کہ کالی ہی
سیم کی طرح دل گداز مین ہی — میرا سینہ ہی یا کٹھالی ہی
کھودتی ہی ہر ایک کا سینہ — تیری مژگان ہی یا کدالی ہی
آنکھ پوچھے تو دے جواب و لب — اک جوابی ہی اک سوالی ہی
زلف سلجھی رہے تو ہی وہ گھاس — اور الجھی رہے تو جالی ہی

اوسکے ابرو سے ہمکو فیض نہین ماہ تو ہی پہ ماہ خالی ہی
ہم غریبون کا بستر اکیسا ایک پرانی پھٹی نہالی ہی
لب لعل اوسکا ہی مسی آلود ق اور کچھ پان کی سی لالی ہی
لال تو ہی پہ ہی یہ صمصم بکم چنگی سرمہ کی اسنے گھالی ہی
مست برا مانیو جمیل اوسکا اوسکی گالی نہین سہالی ہی

خوبن

جنون تخلص شیخ غلام محی الدین احمد ساکن آگرہ یہ شعر اوسکا سنا گیا

بیان کیجے کس سے جنون سنے گا کون دل حزین پہ جو گذری ہی بیقراری سے

نبین

جوش تخلص شیخ نیاز احمد معروف اللہ دیا شاگرد شیخ ابراہیم ذوق مبتیر بزم مشاعرہ مین حاضر ہوتا اور غزل خوب بطرز مرغوب پڑھتا دو تین مہینے کا عرصہ ہوا کہ عالم جاودانی کی طرف راہی ہوا مرد بااخلاق اور صاحب وفاق تھا حق جل و علی اوسکی خاک کو نم ابر رحمت سے سیراب کرے یہ چند شعر اوسکے تحریر ہوے

آنسو کا کوئی تار نظر آتے تو آتے وحشت مین مرے تن پہ کہان تار قبا کا
حاصل نہوا وصل مین مقصود کہ مجکو پاس اونکا رہا اور اونھین پاس حیا کا
ہی ڈر یہی کہ تو نہ پشیمان ہو بعد قتل ورنہ ہمین تو مرنیکا کچھ اپنے ڈر نہین
منظور ہی شفا کسے درمان درد سے اک شغل سا ہیان مجھے دن رات چاہیے

نبین

جوش تخلص محمد نظام الدین خلف محمد وجیہ الدین اصل اس سخن سنج کے آبا و اجداد کی پنجاب اور مولد و موطن اوسکا کول ہی مرد قابل و نکتہ یاب اگرچہ فن شعر مین تو مشق اور زمین سخن مین تازہ وارد ہی لیکن کلام کی پختگی اور طرز کی تازگی مشاقان کہن سال سے کم نہین یہ چند شعر صدق مقال پر شاہد عادل ہین

بار ادا تار ا ہی دوش سے سر کا ہی یہ احسان تمھارے خنجر کا
نظر آتا ہی جس جگہ چشمہ ہی نشان میرے دیدۂ تر کا
ہی پرستش سنگ کی عشق بتا مین بندگی جاوین گر کعبہ تو پہلے سنگ اسود چومین
دل لگا دینگے اوسے ہم بھی آپ سمجھین نہ دل لگی اسکو
سر کو تہ تیغ رکھ کے میرے ثابت قدمی کا امتحان لو

سرد ہی دود آہ کی گرمی — دل کے جل بجھنے کا نشان ہی یہ
بت اگر کعبہ مین نہین آتے — ہم بھی جاتے ہین بندگی کرنے
قدم عشق پیش تر بہتر — پیچھے پانوٗن اوس گلی سے کیون دھرے

جوہر تخلص ایک شخص کا ہی شاگرد ان مرزا اسد اللہ خان غالب سے شعر فارسی کا فکر کرتا ہی معلوم ہوتا ہی کہ مرزائے موصوف کی توجہ سے راہ مستقیم پر آگیا ہی کہ اسلوب سخن فی الجملہ سلیقہ پر دلالت کرتا ہی یہ چند شعر اوسکے راقم کو پہونچے تھے سو لکھے گئے

تو وز راہ کرم برسرم گزار غلط — من و برہ نہ نشستن بہ انتظار غلط
برو بزن بدبد آموزیم مکن زاہد — من و زشاہد و مے توبہ در بہار غلط
بعہد درخورہ پرسش نیم مگر وقتے — شود بکلبہ من راہ آن نگار غلط
بر آن سرم کہ دگر با کسے نیامیزم — امید لطف زیاران روزگار غلط

جولان تخلص درویش وارستہ مزاج آزاد منش الف شاہ نام ہر چند حسب اور وطن کا حال اوس بزرگوار سے استفسار کیا گیا اوس سب کے جواب مین یہ شعر اپنا پڑھا

کیا بتائین کہ کہان ہی مسکن — کوے قاتل مین رہا کرتے ہین

لیکن خارج سے دریافت ہوا کہ روسائے بریلی سے ہی اول الف خان نام رکھتا تھا بعد ترک و تجرید کے الف شاہ کے ساتھ مشہور ہوگیا آزادانہ زیست کرتا ہی و از استغنا سے فرشتہ کو خیال مین نہین لاتا آدمی تو کیا خاک ہی مدت سے اکبرآباد مین مقیم ہی گاہ گاہ بے پروایانہ کسی طرف کو چلا جاتا ہی یہ چند شعر اوس بزرگ کے اشعار سے منتخب ہوے

ہم وہ ہین صید وفا کیش کہ خون رو کے ہین — ٹوٹ جاتا ہی تڑپنے سے اگر دام اپنا
کیا تحریر فرط شوق مین حب نام احمد کا — تو کاغذ سبز بختی سے بنا تختہ زبرجد کا
اوٹھایا ہی گلی سے اوس پری رو کے اگر مجکو — تو بیچل وحشت دل اب جدھر چاہے اودھر مجکو
بر نگ گل جو کشتو نکا ترے ہر زخم خندان ہی — ترا کوچہ ہی ای سفاک عالم یا گلستان ہی
معشوق پر بھی ہوتی ہی تاثیر عشق کی — چٹکی کلی جو بلبل بیدل نے آہ کی

باب الجیم الفارسی

چالاک تخلص میر قدرت اللہ ساکن قدیم دہلی مرد خوش مزاج علم فارسی سے بقدر ضرورت آگاہ اور سرمایۂ معیشت سے بحسب ظاہر فارغبال گاہ گاہ امتحان طبیعت کے طور پر شعر ریختہ بھی کہتا ہی یہ شعر اوسکی دو تین غزلون مین سے انتخاب ہوا

روز کے صدمے کہانتک مین اوٹھاؤن چالاک | دل کی جا کاش مرے سینے مین پتھر ہوتا

چرکین تخلص ہی ایک شخص ظریف شوخ مزاج ساکن لکھنؤ کا وہ ہمیشہ سخن پاکیزہ کا دامن بنجاست معنوی سے آلودہ رکھتا یعنے مضامین بول و براز اسطرح شعر مین باندھتا کہ زمین سخن گوہ گڈھیا بنا دیتا مگر اوسکی قوت شامہ یک قلم باطل ہوگئی تھی کہ اس علاقت سے بعید مانع نہوتا تھا انصاف تو یہ ہی کہ ابیات مین ہر چند گوہ اوچھالتا اور کاغذ کے ہر گوشہ مین پیشاب کی نالی بہاتا تھا لیکن کوئی لطیف مزاج اُس سے دماغ بند نکرتا اور کوئی پاکیزہ طبع اوس سے گھن نکھاتا گویا بحر شعر نے اوس نجاست کو بہا دیا تھا

شرط سلیقہ ہی ہر اک امر مین | عیب بھی کرنے کو ہنر چاہیے

ایک دوست نے کہا کہ یہ اون نعماے لطیف کا فضلہ ہی کہ بو اسحق اطعمہ نے تناول کی تھین مین نے کہا لطافت اون نعما کی بخیر کھانے کسقدر کثیف ہونگے کہ اونکا فضلہ اس مدت دراز کے بعد دفع ہوا اوائل حال مین تو اوسنے یہ وضع ہزل سمجھکر اختیار کی تھی لیکن رفتہ رفتہ اس قال کو حال بنا لیا اور اس گندہ دہنی نے اوسکو اگھوری بنا دیا گویا یہی بو اوسکے بدن مین رچ گئی تھی مدام لباس چرک پہنتا اور ایسے میلی کچیلی وضع رکھتا کہ اجنبی اوسکو سچ مچ حلال خور سمجھتا صحبت کا اثر مشہور ہی یہان صرف تصور اور خیال نے تاثیر کی کہ صحبت کو پرے بٹھا دیا حق یہ ہی کہ جو ابتدا مین کہتا تھا انتہا مین کر دکھایا آخر الامر لال بیگ کی صحبت اور گوگا پیر کی ہمنشینی کے شوق مین شہر کے مقامات پاکیزہ سے بھاگ کر صدر یا آرزو کا ٹوکرا سر پر رکھے ہوے بطریق پاتراب کے جنگل کے کسی کوڑے پر اول منزل کی ہر چند الفاظ کی نجاست ظاہری سے قلم گھن کھا کر نچا ہتا تھا کہ اوسکے اشعار کو ہاتھ لگاوے لیکن یہ سمجھکر کہ قصر عالی مین جاے ضرور سے گزیر نہین ہی دم بدم اس طرف بھی متوجہ ہوا

تھا گر قفاری مین خطرہ جو مجھے بیداد کا
کر دیا بیت الخلا ہگ ہگ کے گھر صیاد کا

ایکدن بھی دل نہ اوس بت کا پسیجا ہائے حیف
تھا مگر گوز شتر نالہ دل بیتاب کا

کھات پڑنے لگی چمن مین پھر
بلبلو موسم بہار آیا

اک نہ اک عارضہ رہا ہمکو
تھم گئے دست تو بخار آیا

ہگ دیا ڈر کے سوچ کر انجام
زیر پا جب کوئی مزار آیا

لفل مہتر پہ دل دیا چرکین
کیسے گھیل پہ تمکو پیار آیا

رونے انسان کو ہنساتا ہی
گوز مین یہہ کمال ہی صاحب

وصل کا وعدہ کیا بیت الخلا مین یار نے
پنجۂ مژگان سے جھاڑا چاہیے پیخانہ آج

ہر ایک آنون کی پھٹکی ہی ریزۂ الماس
تمھاری گانڈ ہی ہیرے کی کان نہین معلوم

دیوانہ اوسکے چاک گریبان کو ہی چکے
پھٹ جاے گانڈ بھی تو نہ ہرگز رفو کرین

عاشق جو ہی تو ناصحونکے منھ کو گانڈ جان
گوز شتر سمجھ تو جو یہ گفتگو کرین

وعدے تو کیا کرتے ہو عشاق سے جھوٹے
بوگو کی نہ آنے لگے غنچہ سے دہن مین

چمن مین جب کسی کا قد موزون یاد آتا ہی
کھڑی لینڈی سے بدتر جانتا ہون سرو بستانکو

تبرا بھیج دنیا پہ عدم کی راہ لے نادان
نکر اس مزبلہ مین بیٹھ کر آلودہ دامان کو

تیغ اوسنے لگائی جب کمر سے
مرغ نے ہگدیا ہی ڈر سے

کر بات نہ غیر فتنہ گر سے
گو او چھلیگا خوب او ھر او دھر سے

کل جائیگی ناف آئینگے دست
تلوار نہ تو لگا کمر سے

سگتے مین بندھا جو زلف کا دھیان
پیچش رہی شام تک سحر سے

مت بار گنہ اوٹھا تو نادان
یہ ٹوکرا گو کا پھینک سر سے

دستونپہ دست آتے ہین بچھتے ہین پوترے
اس حال مین نہ آؤ یہ تمسے بعید ہی

پھولے نہین سماتے ہین گلچین و باغبان
آئی بہار کھات کی ہوتی خرید ہی

آمد ہی خون حیض کی بنتی ہین گدیان
گوز پری کی لعل سے بھی زیادہ خرید ہی

وصل کی شب بستر جانان پہ مینے ہگ دیا
کیا سمجھتا تھا کہ یہ مجھسے خطا ہو جائیگی

افسوس آج اونکو نہین گانڈ کی خبر
کل تک خراج لیتے تھے جو روم و زنگ سے

قبض کی شدت اگر چرکین ہی عالم مین
کھات بھی نایاب مثل کیمیا ہو جائیگی

گانڈے کھولے سوتے ہین وہ خاک پر زیر زمین	پوتڑے سیتے تھے جنکے قاقم و سنجاب سے
سمند گوزنی ساحب عجب تُنخ زور گھوڑا ہی	پھٹتی ہی شہ سوارونکی بھی جسکی بدلگامی سے
عبث بنا میوانکا تو کرا سر پر اوٹھانا ہی	لگانا دل کا بس جھک مارنا اور گو کا کھانا ہی

چمن تخلص گل محمد کشمیری ساکن قدیم شاہجہان آباد اور پیشہ رفوگری مین اوستا دتھا لیکن سوزن قلم اور رشتہ مسطر سے کسوت سخن کے چاک کو خوب نہ سی سکا کئی برس ہوے کہ انفاس کو رشتہ کفن کیا یہ دو تین شعر اوسکے یاد تھے

ہمارے چاک جگر پر ہو کیا کسیکو خیال	پھٹے مین پانون کسی کے دیا نہین جاتا
ہوش حبس مہ نے زلیخا کے اوڑائے خواب مین	ہم بھی اسی ہمدم اوسی کے دیکھنے والون مین ہین
یون بدن پر ہین چمن کے داغ تیرے عشق کے	پھول جیسے اسمن بران ترے شانون مین ہین

باب الحاء المهملة

حافظ تخلص خدا طلب صوفی مشرب سراپا آگاہ معارف انتباہ یادگار خلف حافظ شریف اس عجوز زمان مین خاکساری اور نفس شکنی اس صاف دل و پاک اعتقاد پر ختم تھی کمال تسلیم نے الف قد کو دال بنا دیا تھا اور رکوع و سجود کے شوق مین منار قامت کو محراب کر دیا تھا سو اس قول کے کہ المومن مرات المومن یعنی مومن سب کو اپنا سا سمجھتا ہی وہ ہر کسی کو اپنے سے بہتر جانکر کمال تواضع اور فروتنی سے پیش آتا علم موسیقی مین مہارت چست اور اس فن کی سمجھ بہت درست جنتر اور بین بجانے مین دستگاہ تمام خیال اور دھرپت گانے مین قدرت بالا کلام مگر وہ سب مضامین عرفان سے مالا مال ہوتے اور وہ راگ ان معانی بلند امانت سے عارف کو مدارج علیا تک لے پہونچتے گویا یہ شعر مولانا اشرف العارفین جلال الدین رومی قدس سرہ کا اوسی کے نغمہ کی شان مین ہی

این زمزمہ مرکبے ست مر روح ترا	بردارد و خوش بعالم یار برد

شعر گوئی کی طرف بھی توجہ بہت فرماتا اور اسکے پردہ مین بھی وہی راگ گاتا سوز سینہ شبستان ابیات مین شمع افروز اور داغ محبت مجمر اوراق مین عود سوز ہر چند وہ بوجہ بیگانہ رہنے صحبت سے لذت یاب اور لطف شعر سے آشنا ہین اوسکے دست بخت طبیعت سے مزہ تو اوٹھاتے لیکن اہل مذاق کو اون معانی کی لذت اور اون مضامین کی کیفیت اپنے سے بیگانہ کر دیتی تھی از بسکہ یہ اتفاق اوسکے دل کے اسرار تھے ارباب باطن کے سوا اوس سے کم کسیکو

استفاضہ ہوتا ہی سچ ہی کہ حال کو اہل حال ہی خوب سمجھتا ہی کسی راہ یافتہ سرا پر عشق نے کیا نالہ جانسوز سر کیا ہی کہ لیلی را بچشم مجنون باید دید نواب محمد میر خان ابن شاہ نظام الدین معروف بشاہ جی کہ تونگر صورت درویش سیرت اور دنیا دار ظاہر و فقیر باطن تھے ہمیشہ اوس صحبت فیض منقبت کو مغتنم جانا کیے اور بعد اوسکی وفات نے اپنی نفس واپسین تک حرف افادات پشین آشنا سے زبان کرتے رہے ایک بدمست ظاہر اور ہوشیار باطن میرا دوست کیا کہ فی الجملہ مجکو اوس سے اعتقاد اور سوز دل و گداز باطن مثل شمع اوسکے ظاہر سے ٹپکتا تھا مین نے اوس پاک باطن نیک کردار کی زبان سے یون سنا کہ ایک روز صوفیان حقیقت شناس کا ہنگامہ گرم تھا اوس جلسے مین اوس روشن ضمیر نے ایک رباعی عارفانہ پڑھی اور سب حلقہ کو ایک حال طاری ہوا اوس جگہ ایک لڑکا سات آٹھ برس کا بھی حاضر تھا اوسکا بھی وہی احوال ہو گیا اور جب مجلس تمام ہوئی دوپہر کے بعد اوسکو ہوش آیا مرزا بیدل درست فرماتے ہین مصرعہ این طایفہ سحر بیان اعجاز لیست فراقسم آثم یہ چند شعر لکھکر اوسکے سوز و گداز کی کیفیت سے آگاہ کرتا ہی

شب تنی شان مین تجھے دیکھا	روز ہر آن مین تجھے دیکھا
تو نے تفسیر پڑھی حافظ پر	اوسکی صورت کا بیان ہو نہ سکا
سرسبزی یہ ترے ہی آنکھو نمین چھا رہی ہی	کیا باغ سبز تو نے عشاق کو دکھایا
حقیقت مین تجکو جو ہم دیکھتے ہین	تو ذات و صفت کو بہم دیکھتے ہین
اک تجلی نے تو روشنی عالم کو دی	آگے اب اندھیر ہی جلوہ گری اور بھی
مطلب ہی لامکان سے نہ کچھ کائنات سے	مجکو تو مدعا ہی فقط تیری ذات سے

خزین تخلص میر بہادر علی مرد سنجیدہ اور صاحب اخلاق حمیدہ ہی اوسکی وضع اور متانت لازم و ملزوم اور آثار اخلاق جیسے گل اور شگفتگی کا ہجوم سینۂ رشک آئینہ دل ایسا صاف کہ کدورت حسد کو اوسمین راہ نہین ہی اور آنکھ ایسی سیر کہ خوان دنیا پر نگاہ نہین مرزا ولیعہد بہادر کی ملازمت سے ممتاز اور بسبب خوش اطواری و نیک نہادی کے رتبہ تقرب سے سرفراز اوائل مین اشعار اردو کی اصلاح زین العابدین خان مرحوم عارف تخلص سے لی تھی غالب ہی کہ اب سخن دوست سخن طراز کا مرزا اسد اللہ خان غالب تخلص کے حلیہ تربیت سے محلی ہوتا ہو گا زبان مین شستگی فکر مین رسائی معنی مین بلندی تراکیب مین چستی جیسی چاہیے فراہم ہی شاعر مین

اتنی باتون کا جمع ہونا معراج الکمال اور عرش المعرفت ہی یہ چند شعرا وسکے افکار گوہر نثار سے ہین

یک لخت بہا کرتا خون جگر آنکھون سے
فرقت مین اگر تیری پینے سے بچا ہوتا

سب ناز سے مین نے بیجا و بجا اونکے
بنھتی نہ حزین اونسے گر مین بھی بُرا ہوتا

ہی یہی رونا تو خط کا ہیلو لکھا جائیگا
جو کہ لکھتے جائینگے اشکون سے مٹتا جائیگا

اک تماشا جان کر قاتل اگر ٹھہرا رہا
ہم بھی تڑپے جائینگے جتنا کہ تڑپا جائیگا

میرا احوال زبون اونپہ کھلیگا کیونکر
سامنے آئینگے جب وہ تو سنبھل جاؤنگا

بیگانہ وار نقش پہ آجائے ناگہان
تجھسے نہ یہ بھی اے بت نا آشنا ہوا

دنیا کی حسرتین ترے گوشے مین آگئین
اللہ ری وسعتین تری اے تنگنائے دل

جل جلکے آخرش تپش غم کے ہاتھ سے
اک داغ رہگیا مرے پہلو مین جا بجا دل

دیکھا وہ اپنی آنکھ سے جو کچھ سنا نہ تھا
اور دیکھیے حزین ابھی کیا کیا دکھائے دل

شعلہ و سنبل و سیماب کو ہم دیکھ چکے
تیرے دل سا تو حزین ایک بھی بیتاب نہین

سبو منھ سے لگا لیونگے اتنا صبر ہی کسکو
کہ بھرے خم سے مے شیشے مین اور شیشے سے ساغر مین

رنج پہونچے جو حزین اونسے وہ راحت سمجھو
ہی غنیمت کہ تمھین یاد تو کر لیتے ہین

ہر ہنر سے اک فقط انسان کی مٹی خراب
ورنہ جوہر سے ہی ہر آبرو فولاد کو

دل خون گشتہ ہان وقت مدد ہی
تجھے آنسو تو اب تھمتا نہین دل

یہ دشمن خانگی نکلا کہان سے
بلا سے گر نگاہون مین نہین ہلکے

سبک ہوکر تو اوٹھے ہم جہان سے
حزین کس سے توقع ہو وفا کی

نہوا امید جب اپنی ہی جان سے
اثر جو آہ مین پایا تو ہو گئی تسکین

وہ بیقرار ہوے آگیا قرار مجھے
اے سوز عشق روز نیا داغ تا بکی

اس سے تو آگ تن مین لگا ایکبار دے
ہم سادہ لوح اور جہان سر بسر خراب

جتنے فریب چاہے ہین روزگار دے
بیخودی کھو کے لیے سر پہ ہزارون جھگڑے

توبہ مے سے ہوے ہم تو پشیمان اولٹے

حسرت تخلص منولال قوم کائتھ پسر لالہ پیارے لال وکیل محکمہ عدالت دیوانی انگریزی نوجوانان شاہجہان آباد اہل سعادت و اہلیت کے ساتھ کم دیکھنے مین آتے ہین کتب فارسی کو

جناب فیض مآب اوستادی مولانا و مخدومنا مولوی امام بخش صہبائی سے پڑھا ہر اور مشق شعر فارسی بھی اونھین کی خدمت بابرکت سے بہم پہونچائی یہ چند شعر اوسکے نتایج افکار سے لکھے جاتے ہین ؎

کردیم در خزانۂ دل جمع نقد داغ — لالہ ہر در زکوۃ زر بے حساب ما
دل آنچنان زدرد تو پر خود طپد کہ نیست — سیماب را مقابلہ با اضطراب ما
حسرت نصیب دیدۂ ما روے دوست نیست — شاید کہ خواب دل کشد اورا بخواب ما
از گل داغ تابان تا سینہ شد گلشن مرا — آتش دل ہر نفس زد شعلہ چون گلخن مرا
چون سحر گردید از خار غمش دل چاک چاک — کے تواند دوخت خورشید فلک دامن مرا
حسرت اریا دلبر او جان خود را دادہ ام — چشمۂ حیوان سبب شد از پی مردن مرا
چون سحر دارم گریبان چاک از شوق رخش — کے شود کان آفتاب از جلوہ مسرور م کند
گر چنین آن آتشین خو می فروشد جلوہ ہا — می تواند فرق تا پا آتش طور م کند
یار در آغوش و درد انتظارم مے کشد — ساقی آن می داد گوہر لحظہ مخمور م کند
آتش دل ہمچو اخگر مے کند خاکسترم — گر دا ین گلشن بہر دم زندہ در گور م کند
میکند صد دشت طے حسرت بر نگ گرد باد — تا بکے آوارگیہا از وطن دور م کند
در تماشا گاہ عالم جز جنون سودی نداشت — ای خرد بگذر ز ہوش و روز و شب دیوانہ باش
رشتہ ہای سبحہ و زنار از یک عالم اند — گہ بر سنگ کعبہ سر نہ گاہ در بتخانہ باش
از فروغ بادہ جام خویش رشک مہر کن — مے خورد در بزم رندان روز و شب مستانہ باش
چون صفا نگرفت دل با کس چہ سود آمیختن — سیر کن در خاطر و از عالمی بیگانہ باش
دوست گوشی بر حکایت ہای ما کے مے نہد — حرف ما گو در میان مردمان افسانہ باش

حسرت تخلص نونہال گلشن نجابت حافظ عبدالرحمن ساکن پانی پت حضرت معارف پناہ زینت گاہ سرایر آگاہ قاضی ثناء اللہ مرحوم پانی پتی کی نباہ سعادت مند سے جو باوجود نوجوانی و نوخاستگی کے سعادت و اہلیت سے بہرہ مند اوقات شبانہ روز تحصیل کمال مین صرف کرتا ہی جو کہ مانند سرو و شمشاد موزونی جوہر ذاتی ہی مشغلہ مین سے سبب بہم پہونچتی ہی قامت سخن کو حلیہ وزن و تقطیع سے محلی کرتا ہی یہ دو چار شعر اوس جوان کے مرقوم ہوے تحریر ہین ؎

ہم تو حسرت کو سمجھتے تھے کہ اک عارف ہی — یہ تو اے وائے نہ کافر نہ مسلمان نکلا
کس لیے چاک قفس بند کیے اے صیاد — کیا ہوا مین نے اگر سوے گلستان دیکھا
تم بھی رو بیٹھوگے دل کو ہمین ہنسنے کیا ہو — اگر آئینہ کبھو تمنے مری جان دیکھا
اد سنے حسرت کو کیا قتل کہین ہاے کہ آج — مین نے اوس شوخ سے ظالم کو پشیمان دیکھا
گر نہین دوست خدایا مری جان کے دشمن — کیون شب غم مرے جینے کی دعا کرتے ہین
ہاے کیا جور کشی کی ہمین عادت ہی کہ آپ — اوس ستمگار کو تحریک جفا کرتے ہین
کیا ہوا دیکھ تو ناصح کہ ہمارے منھ سے — یا صنم نکلے ہی جب یا نہ خدا کرتے ہین
کیونکر کہون کہ ہجر مین مطلق نہین خبر — اتنی خبر تو ہی کہ مجھے کچھ خبر نہین

حسن تخلص میر حسن کہین برادر میر حسین نگار مرد خوش اخلاق فن فارسی سے بقدر ضرورت آشنا ریختہ گوئی کی طرف متوجہ گاہ گاہ جو کوئی شعر گوش زد ہوا مزہ سے خالی نہ تھا والی شہر الور کی سرکار مین فی الجملہ ناخن بندی موجب رفاہ حال ہی اسوقت کوئی شعر ناخن بدل زن لوح حافظہ پر ثبت نہ تھا اس ایک شعر پر قناعت کی

سانولی رنگت سے لازم ہی حذر سید حسن — اس دھندلکے مین مسافر مفت مارا جاتا ہی

حشمت تخلص مرزا غلام فخرالدین مرحوم ابن مرزا معظم بخت مغفور ابن حضرت شاہ عالم بادشاہ نور اللہ مرقدہ شاگرد حافظ عبدالرحمن خان احسان مغفور مرد حلیم صاف طینت پسندیدہ صفات پاکیزہ اخلاق تھے بیشتر شریک مشاعرہ ہوتے اور کچھ اپنے کلام اور اغلب اپنے خلق طبیعی سے سامعین کی طبع کو مسرور فرماتے حضرت اوستاد سے ایسی محبت رکھتے تھے کہ اوس جناب کے مرض الموت مین بیشتر یہ دعا ورد لب تھی کہ الٰہی میرا سینہ اوستاد کے داغ کا گنجینہ نکرا ازبسکہ یہ دعا صدق دل سے تھی اس نالہ سحری اور آہ نیم شبی نے عرش اجابت تک رسائی اور اثر قبول نے اوسکے انفاس صدق اقتباس کی پیشوائی کی یعنے اوستاد کے انتقال سے ایک روز پہلے اس گرم رو راہ اخلاص نے ملک بقا کا عزم کیا انا للہ وانا الیہ راجعون چند شعر اوس مغفور کے بطریق یادگار تحریر ہوے

زلفون کے بنانے کا پردہ تھا بہانہ بھا — منھ پر وہ نشین ہمسے پردہ مین چھپانا تھا
خیر کیجو تو الٰہی ہی سبب کیا کہ مرا — آپ سے آپ ہی کچھ آج کلیجا ہلتا

نالون سے میرے برپا سو فتنۂ محشر ہین	قامت سے تری قائم نقشہ ہی قیامت کا
اشکباری تو نکر اتنی خدا کیواسطے	غرق اک عالم ابھی اے چشم تر ہوجائیگا
گھر دوہی قدم پہ تو ہی ان قدمونکے صدقے	بڑھیے کوئی دو چار قدم اور زیادہ
تیرے بیمار ہجران کا ترے بن	یہ عالم ہی کہ عالم نوحہ گر ہی
مجھے روتے جو دیکھا ہنس کے بولا	تری حشمت بتا کیون چشم تر ہی

حفیظ تخلص مداح امام ہمام مرثیہ خوان اہل بیت عظام حافظ حفیظ مرحوم غفر اللہ لہ یہ بزرگ اساتذہ مرثیہ خوانان شاہجہان آباد سے شمار ہین آتا تھا عزاداری کی تاثیر سے اوسکی آواز بھی حزین تھی تلامذہ اوسکے اس فن مین تعزیہ داران امام سے بھی گنتی ہین زیادہ تھے اور ابتک ہر مجلس ماتم مین اوسکی مرثیہ خوانی کا ذکر تمام مرثیہ خوانون کے کلام کا بند ترجیع ہی مثنوی مغنوی مجالس مشائخ علی الخصوص فاتحہ جناب مستطاب قدوہ عرفاے خدا آگاہ اسوۂ جمہور اہل اللہ حضرت شاہ ولی اللہ والد ماجد پیشواے علماے عصر مولانا شاہ عبد العزیز قدس سرہما کے روز خوش نرور کے چھٹے مین جو شہر کرامت بہر شاہجہان آباد سے مسافت ربع میل پر واقع اور شاہ خدا آگاہ موصوف کا مقبرہ ہی حضرت بابرکت مولانا مرحوم کی خدمت مین حاضر ہو کر اس خوش الحانی سے پڑھتا تھا کہ کمال رقت سے تمام صحرا مین سامعین کے اشک کا دریا بہجاتا تھا موزونی طبع کو اکثر مرثیہ گوئی مین صرف کیا اور مرثیونکے مضامین قصص کاذبہ اور روایات وضعی نہوتی تھی بلکہ محامد ائمۂ ہدی اور اوصاف شجاعت شہداے کربلا اور اگر حسب اتفاق کوئی حکایات جانسوز بھی زبان پر آتی تھی تو وہی حکایت کہ رواۃ معتبر کی گواہی سے زیور تصدیق پاتی تھی حال ننع مین یہ شعر موزون کیا

شاہ مردان جو کوئی اس راہ سے آیا کرے	فاتحہ اس قبر پر للہ پڑھ جایا کرے

اور وصیت کی کہ میری قبر شاہ مردان کی راہ مین بنوادین اور بالین گور پر یہی شعر لکھوادین ابتک یہ شعر اوس قبر کے بالین پر مرقوم ہی اور ہر مہینے کی بیسوین خصوصاً ۲۰ جمادی الاولی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے چہلم کے روز کہ ماہ صفر کی بیسوین اور شہداے کربلا کے ایام عزا کا خاتمہ ہی ہجوم زائرین سے اوس قبر کی خاک پر پاے نگاہ نہین پڑسکتا اور کثرت دعاے مغفرت سے نہر دعا کے سوتے مین اجابت کا جزر و لاتجزی بھی کفایت نہین کرتا یہ دو بیت

شعرا تحریر تذکرہ کے وقت جزودان حافظہ مین محفوظ تھے تحریر ہوے

ہم تو دشمن آپ کے ہین بارے یہ فرمایئے — اور کس کس سے نبھی ہے دوستداری آپکی
روبرو غیرون کے شکوہ آپکا ہم کیا کرین — ہوریہنگی پھر کبھی باتین ہماری آپکی
اے حفیظ ایسے ستمگر بے وفا بے دید سے — دیدہ و دانستہ دیکھو ہمنے ہاری آپکی

حقارت میر ممتن ولد سلطان علی دارروغہ گاوخانہ انگریزی اس سے زیادہ کچھ اوسکے حال سے اطلاع نہین ایک شعر اوسکا گوش زد ہوا تھا لکھا گیا

کسوت خاک پہ اتنا نہ ہوا نان اے قیس — اپنے تن پر بھی کبھی جامہ عریانی تھا

حقیر تخلص میر امام الدین معروف بمیر کلو مرد متین حلیم مزاج صاف دل آئینہ طبیعت کو غبار بغض وظلمت وحسد سے پاک اور آفتاب ضمیر کو کسوت جہل وگرد کدورت سے صاف کر دیا تھا اسد اللہی اوسکے آئینہ دل سے باوجود کوری عداوت کے راز پنہان کو بے پردہ مشاہدہ کرتے اور اغیار اوسکے خلوت ضمیر ہین باوصف بیگانگی کے آشنایون سے ہم پہلو بیٹھتے مشق سخن کمال کو پہونچی تھی شعر بخیتہ نہایت سنجیدگی اور متانت کے ساتھ کہتا ہر چند رعایت الفاظ کی پابندی حد سے زائد تھی لیکن سلاست عبارت کا سر رشتہ ہاتھ سے نہ جاتا تھا اکثر اشعار اوسکے ناخن بدل زن ہین ایک عرصہ ہوا کہ اس جہان فانی سے عالم جاودانی کا سفر اختیار کیا یہ چند شعر اوسکے انتخاب ہو کر مرقوم ہوے

لیکے موتی بھی ندونگا طفل اشک اے بنا حقیر — نور چشم آنکھون کے گھر مین بیکے کا رہگیا
چڑھی جو شیخ کو افیون تو دانہ تسبیح — سمجھ الائچی دانے تمام ٹونگ گیا
ہون ہست ونیست عالم تصویر کی طرح — گویا ہون اور خموش ہون تصویر کی طرح
دل مین ہی بیٹھ رہین در پہ صنم کے ہی حقیر — راہ کعبہ کی تو آتی ہی نظر دور ہمین
یاد مین اوس بت کافر کے ہون ایسا مصروف — کہ خودی بھول گئی اور خدا بھی مجھکو
بن کے جوگی چشم قاتل کے بنی مین دل لبا — کوئی پوچھے کیا بنی تجھ پہ کہ بستی چھوڑدی
بعد مدت بر مین آیا ناوک دلبر سو آہ — دشمنون نے کھینچ میری جان ترستی چھوڑدی
ایک آنے پر تمھارے جان دیتا ہی حقیر — یہ تو صاحب تمنے کیون یہ جنس سستی چھوڑدی
گلی مین یار کے چیٹی گھسیٹے لائی تجھے — حقیر صدقے ہو تو اپنی نا توانی کے
اثر ہین یہ سب لخت جگر روک لو اڑکے — جانے دے اگر روکھ [illegible]

کس روسے چھٹے زلف ستمگر کا گرفتار — وہ سیدھی فولاد رکھے جسکو جکڑ کے
دل شورش اشکون نے تو ہر چند بجھایا — یہ شعلۂ دل آہ مرے اور بھی بھڑکے
کوئی غیر نہ تھا گھر کے ہی مردم ہوے دشمن — آنکھون نے بہایا مجھے اوس طفل سے لڑکے
پامال ہوے تم تو حقیر آہ جہان مین — چون نقش قدم یار کے قدمون سے بچھڑ کے

حقیر تخلص منشی بنی بخش خلف منشی حسین بخش کہ نظم و نثر فارسی مین علم یکتائی بلند اور شہر لطافت بہر اکبر آباد مین محلۂ تاج گنج اوسکی سکونت سے باغ ارم پر ناز کرتا ہی بالفعل عہدہ سررشتہ داری محکمۂ فوجداری کی تقریب سے قصبۂ کول مین تشریف فرما اور اوسکی خاک قدم اوس نواح کے ساکنین کی آنکھ مین توتیا ہی کلام مین فصاحت کو بلاغت کے ساتھ جمع اور متانت کو سلاست کے ساتھ فراہم کیا ہی یہ چند شعر اوسکے نتائج افکار سے ہین

زخم کے منھ مین بھر آیا پانی — جب کہ پیکان کا مزہ یاد آیا
پھر گریبان کے اوڑینگے ٹکرے — پھر وہی چاک قبا یاد آیا
خط جو غیرون کو لکھے اوسنے رقم — ہمکو قسمت کا لکھا یاد آیا
لسکہ مصنوع ہی صانع کی صفت — بت کو دیکھا تو خدا یاد آیا
آج پھر اوس بت کافر نے حقیر — وہ ادا کی کہ خدا یاد آیا

کیا سبک رو ہین رہروان عدم — کہ کسیکا نہ نقش پا دیکھا
دیر مین ہی ذکر اپنا کعبہ مین بیان اپنا — ایک ہم ہین اور چرچا ہی کہان کہان اپنا
ہاتھ دوڑائے جنون نے پھر گریبان دیکھکر — پانون پھر وحشت نے پھیلائے بیابان دیکھکر
کوئی لاسکتا نہین مضمون عالی کو بزور — خود بخود آتا ہی یہ طبع سخندان دیکھکر
سنتے ہین گئے مانی و بہزاد عدم کو — اب کھینچین تو کھینچین کمر یار کی تصویر
وہ نگاہین جنسے تھی محبکو تسلی کی امید — تشنۂ خون آفت دل دشمن جان ہوگئین

گر یہی چاک کی عادت ہی تو اے دست جنون — پیرہن سارے گریبان ہی گریبان ہونگے
قتل تم سوکو کروگے تو مرینگے لاکھون — کشتہ ہر کشتہ کے ہمراہ صدا رمان ہونگے
گر تو نہین ہی عاشق پھر یہ حقیر ہر دم — کیون نالہ حزین ہی کیون آہ آتشین ہی

حکیم تخلص حکیم نہال الدین حال اسکا بجز اسکے کہ صدر دیوانی آگرہ مین محرر ہی

اور کچھ معلوم نہین یہ دو شعر اوسکے مسموع ہوے

مرے پہ بھی نہ گئی میرے گھر کی تاریکی | رہا خموش چراغ مزار ساری رات
بسر ہوئی شب فرقت عجیب کلفت سے | بجاے خواب غشی سی رہی تھی طاری رات

حمید تخلص حمید الدین خان زمرہ سواران سلطانی مین انسلاک اور فن شعر مین فی الجملہ سلیقہ رکھتا ہی یہ شعر اوسکے نتایج افکار سے ہی

نیند آئی تھی مدت مین جگا کے دیا ہاے | پانون مرے اے گردش تقدیر ہلا کر

حمید تخلص سید حسین علی طالب علم مدرسہ آگرہ یہ دو شعر اوسکے تحریر ہوے

رہا وہ غیر کے گھر کل تمام شب ظالم | مین کیا کہون جو رہی دل کو بیقراری رات
حمید جیسا قیامت کا روز ہی دشوار | اوسیقدر ہی جدائی کی سخت بھاری رات

حوشم تخلص منشی دیب چند قوم کھتری مرد معمر اور سنجیدہ تھا خط نستعلیق و شکستہ کو بہت درست لکھتا استعداد فارسی کامل اور طرز نثر طرازی نہایت دلچسپ حضرت فیض مرتبت امیر خسرو دہلوی قدس سرہ کے طرز کا پیرو محسنات بدیعی خصوصاً استفاق اور مراعات النظیر کی طرف التفات اس مرتبہ تھی کہ بسا اوقات سر رشتہ حسن معنی کا ہاتھ سے جاتا رہتا خزاین الفتوح کو کہ جناب تقدس انتساب امیر خسرو رحمۃ اللہ علیہ کا سکہ سخنوری اور متانت عبارت مین دست آویز نشیان چابکدست رقم ہو خلاصہ کرکے اون معانی کو نثر متین مین لکھا اور حق یہ ہی کہ خوب لکھا کہین کہین مراعات لفظی کی قید نے اس نثر کو بھی خلیہ معنی سے معرا کر دیا لیکن باایہمہ خوبی اوس نثر کی دائرہ بیان سے خارج ہی مذاق شعر سے بہرہ کم رکھتا تھا اسواسطے زمین شعر مین کبھی گذارکیا مگر اخیر عمر مین خرافت اور کبر سن کے ثقافت سے یہ فکر بھی دامنگیر ہوئی اور اوسکی نظم مین مہارت نہ تھی جو کہ اوسکی انشا پردازی کی قدرت سے آگاہ نہ تھے وہ اشعار سنکر معتقد ہوجاتے اور زبان طنز کو دراز کرتے غالباً شعر گوئی کی طرف توجہ کرنا اختلال حواس کا نتیجہ تھا اور اس تخلص کا اختیار کرنا بھی اسی پر دال ہی دو تین سال ہوے کہ جہان فانی سے دل اوٹھا کر تلاش ملک بقا مین اپنے آپ کو آگ مین جھونکدیا یہ شعر بضرورت تذکرہ مرقوم ہوا

جب کہ آنے کی سنی ہمنے خبر دلدار کی | بھر گئی کانون مین بو اوس زلف عنبر بار کی

حیا تخلص شاہزادہ صاحب کمالین مرزا رحیم الدین خلف زبدہ شاہزادگان بلند اقتدا

سلالہ سلاطین کامگار مسند نشین مجد و علا مرزا کریم الدین متخلص بہ رسا اگر اس بلند مرتبت کے اوصاف حمیدہ اور اطوار پسندیدہ مرقوم ہون تو اس دریاے زخار کی بے پایانی آشنایان بحر معانی کو ورطہ حیرت مین ڈال دیتی ہی اور اگر اوس سے ایک لخت ہاتھ اوٹھایا جاوے شوق ثنا کی محرومی جراحت خاطر پنکپاش اور ناخن حیرت سے دل خراش ہر ع گویم مشکل وگر نگویم مشکل سبحان اللہ سخن اعجاز سے ہم پہلو اور معنی سحر سے دوبدو کلام آسا اس کمال پختگی کے بنا ے ریختہ اور طبیعت کی گرم جولانی عرصہ روانی مین عنان گسیختہ ہر لفظ رنگینی معانی سے سبزہ تا ہر نکتہ مثل اشارات خوبان دلربا دل نشینی سخن ایسی کہ ہنوز لب سے آشنا نہین ہوا کہ طبیعت سامع مین جا بیٹھا اور برجستگی کلام اس درجہ کہ جملہ فکر سے انبک قلم باہر نہین نکالا کہ صفحہ مین جا بیٹھا سامعہ ذہن کو معنی بلند سے بام عرش پر ہم آغوشی اور وقت طبع کو مضامین متین سے نشیمن قارون مین گرم جوشی رنگینی کلام غیرت گل کیفیت سخن رشک مل عرصہ سخن کی کہ تاری سے قدم آگے بڑھا کر بساط بازی شطرنج پر منصوبہ پیش بینی کا ایسا چنا ہی کہ اگر ابوزید زندہ ہوتا اس یکتاے دہر کے ہاتھ سے ایسی ضرب اوٹھاتا جیسے زید سے عمرو اگر اوراق کتاب بقدر تضعیف بیوت شطرنج ہم پہونچین پھر بھی حوصلہ اون اوراق کا قابل اسکے نہو کہ شمہ اوسکے اوصاف سے اوئین گنجائش پذیر ہو راست فکری اس فن مین ایسی کہ فرزین باوصف کجروی کے عرصہ شطرنج مین راست روی کے اندر بادشاہ وقت ہر غایب بازی کا یہ حال کہ اگر حریف گوشہ خیال مین بساط گستر ہو اوسکے منصوبہ بینی سے جان بر نہو قوت حافظہ کی اعانت سے کلام الہی لوح خاطر مین ایسا منقوش ہی کہ آیت وافی ہدایت سنقرئک فلا تنسی کا مصداق اگر اسی یکتاے دہر کو قرار دین تو بجا ہی باوجودیکہ اکثر فنون مین علم یکتائی بلند کیا ہی لیکن ملک سخن مین کشور خدایان کمال سے باج ستان اور اقلیم کشایان فضایل کا تاج بخش ہی کثرت افکار گوہر نثار سے دیوان اتمام کو پہونچا اور انھین ایام مین حلیہ طبع سے محلی ہو کر بصیرت افزاے اہل انصاف ہوا یہ چند شعر اوس دیوان سے انتخاب ہو کر تحفہ ارباب کمال ہوے

ہوتا جو بادبان نہ محمدؐ کی ذات کا	ڈوبا تھا بحر غم مین سفینہ نجات کا
نہ کیونکر وصل مین تڑپون کہ یاد آتا ہی رہ رہ کر	تڑپنا بستر غم پر شب تاریک ہجران کا

دیکھنے پاتے نہ دل بھر کر قیامت ہین آوے — روز محشر وصل کی شب کے برابر ہوگیا
اک نہ اک دن جان جاتی آخرش یون ہی حیا — مرگئے اوسپر تو اوسکے دل ہی مین گھر ہوگیا
جن ترے کل قتل کا گلشن مین سامان ہوگیا — شاخ گل ناوک بنی ہر غنچہ پیکان ہوگیا
دل مین وہ موے مژہ کھٹکا تھا آکر مثل خار — خار سے سوزن بنا سوزن سے پیکان ہوگیا
اب نہ کہنا مین ترے فریاد سے رسوا ہوا — شکر کراوسکا کہ جو ہونا تھا وہ ان ہوگیا
سمجھاتا ہون غم عشق بتان مین رات دن آنسو — حضور مین آگیا ہون ہر مری آغوش مین دریا
ملایا خاک مین اور اوسپہ کہتے ہین کہ مجھے — کچھ امتحان محبت کا کر نہین آتا
ممکن ہو کہ رحم اوسے بت کافر کو نہ آئے — پر ہمکو حیا حال دکھانا نہین آتا
سنا ہی یار کہتا ہی کسیکے کام آؤنگا — جو یہ سچ ہی تو مین بھی قسمت اپنی آزماؤنگا
حاصل دل بیتاب تڑپنے سے نہین کچھ — معشوق کے آنے پہ اجارا نہین ہوتا
کیون محو تماشا ہی مری لاش پہ عالم — کہدو کوئی مرتا ہی تماشا نہین ہوتا
اللہ رسی لاغری کہ قضا مجکو ڈھونڈھتی — یان تک پھری کہ حشر کا میدان آگیا
رونا کہان ہوا مجھے دل کھولکر نصیب — دو آنسوون مین نوح کا طوفان آگیا
گلی مین پھینک دیا اوسکی مین نے کاٹکے سر — یہ بوجھ تھا مری گردن پہ سو اوتار آیا
تبون کو چاہ کے ہم تو عذاب ہی مین رہے — شب فراق کٹی روز انتظار آیا
کھلی نہ آنکھ ترے کشتۂ تغافل کی — ہزار شور قیامت اوسے پکار آیا
خدا ہی ہو کہ رہے تو بہ کعبہ جانے تک — قدم قدم ہو تصور شراب خانے کا
وہ بات ہی نرہی ذکر غیر آتے ہی — وہ وقت ہی نرہا الفت آزمانے کا
کہا تبون سے تسلی دو آنکر تو کہا — خدا نہین کہ جو ہم دل رکھین زمانے کا
رہی جو دل کی تپش یہ تو ہو چکا یارا — شگاف سینہ و چاک جگر سلانے کا
سہل سمجھی تھی دم قتل گران جانی کو — ہوگیا کام تری تیغ کو دشوار اپنا
دیکھتے ہی اوسے کچھ کہہ نسکے حشر مین ہم — ہوگیا بند دہان بھی لب اظہار اپنا
دشمن کو دیا میرے لیے وہی فلک نے — جو کینہ کہ مین نے دل مضطر سے نکالا
یا انتظار دم مرگ چشم تر مین رہا — کہ مرگئے پہ بھی عالم وہی نظر مین رہا
لحد مین آئیگا آرام اسی حیا کیونکر — جو لوٹتا دل بیتاب پوہین بر مین رہا

حق مین حیا کے یارو دعا کیجیو کہ وہ
مصروف وقت مرگ بھی یاد بتان مین تھا

کیونکہ عالم کو ہو نظارہ ترے دیدار کا
حسن یوسف کی طرح سودا نہین بازار کا

تھک گئے سہرہ دعا کا تھا اوٹھتے اوٹھتے اے حیا
پاؤن بھی ٹوٹا نہ اکدن چرخ کجرفتار کا

تمہارے تڑپے کی جنون زور آزمائی کیا
گھڑی گھڑی کی گھڑی مین توجیب بھی کر چاک

شب فراق ہماری بھی ہو گئی آسان
جو تم نہ آئے تو بس موت بھی نہ آئی کیا

بس وصال میسر مجھے وصال ہوا
مرے جنازے پہ بیٹھے رہے وہ ساری رات

جگر کو تھام کے دل کو دیا جو صبر تو کیا
تڑپ تڑپ کے گذاری تو کیا گذاری رات

وہ ناتوان ہون کہ آیا نظر نہ موت کو مین
قضا پھری مرے بستر کے گرد ساری رات

جگر وہ کیا جو ہو دو پاک دن مین سو سو بار
وہ دل ہو کیا نہ رہے جسکو بیقراری رات

شروع شام جدائی مین نالہ و افغان
ابھی تو ای دل مضطر پڑی ہے ساری رات

ترے تو دیکھ لی زاہد بتان ہند کافر ہین
سرے آگے خدا کا سجدہ ہو تو انکے دامن پہ

دعا بھی نہین ہے و نالہ جوش عشق چین
تمہت عبث ہے موج نسیم بہار پہ

عمر اپنی خیال کمر یار مین گذری
دنیا ہی مین گویا کہ رہے ملک عدم مین

ناصح نہ دل سے ترک محبت کا کر کلام
ایسی سنے تو مین ہی نہ سمجھا لیا کرون

آدمی ہون نہین پتھر کا کلیجہ میرا
اسقدر تو نہ ستم کر کہ اوٹھا بھی نہ سکون

فلک نے جذب عدو مین دیا جہان کا اثر
رکھا نہ کچھ بھی مرے نالہ و فغان کے لیے

آتے ہی آتے موت کے یان عمر ہو چکی
ہو ہو سویرے جان کو غفلت شعار پر

کہتے تو ہین گھبرائیے نہین پھرنے کے اب ہم
دل بس مین نہو ویگا تو کیا کیا نہ کرینگے

پڑے اسمین جو مشت خاک عاشق
تو دریا بوند بھر پانی کو ترسے

توبہ دھری رہے جو وہ آ بیٹھے اے حیا
ہے کسکو اعتبار کہ تم پارسا ہوے

کیا جانے روز حشر کو کھلتی نہ کھلتی آنکھ
اچھا ہوا اوڑا دی جو نیند انتظار نے

محبت اب نہین کرنے کے چرخ جانے دے
کہ آدمی ہی تو تھے ہو گئی خطا ہمسے

حیات تخلص محمد حیات خان ولد احمد یار خان قوم افغان متوطن قدیم رامپور سابق حال میرٹھ مرد کریم الاخلاق عمیم الاشفاق ہے اگرچہ بشیر استفادہ روشن شاہ روشن تخلص کیا تھا لیکن نواب مرحوم الٰہی بخش خان معروف غفر اللہ لہ سے بعد شرف بیعت کے

گاہ گاہ فن سخن مین بھی مستفید ہوا تیس برس کے عرصے سے پرمٹ کے سررشتہ مین گرد آوری کے عہدے سے ممتاز ہی یہ دو شعر اوسکے نتایج افکار سے ہم پہونچے

ہم اور بلبل و پروانہ بزم الفت مین ۔۔۔ ازل سے کھاتے ہوے ولپہ داغ ہین دونون
تیرے بسمل کی یہ حالت ہوئی خنجر ناز ۔۔۔ سر جدا ہاتھ جدا پانون جدا دھڑ جدا

حیدر

حیدر تخلص حیدر شکوہ نبیرۂ مرزا سلیمان شکوہ ابن شاہ عالم بادشاہ دوسال ہوے کہ اپنے کہین برادر مرزا نورالدین شاہی تخلص کو ہمراہ لیکر لکھنؤ سے شاہجہان آباد مین آیا تھا اور بزم مشاعرہ مین جو بحسب ارشاد حضرت جہانبانی دربار عام مین مزین ہوئی تھی مدعیان کمال کی طرف اپنا سخن پڑھتا تھا اوسکے سخن نے اصحاب فہم کے دل مین تو جگہ نکی لیکن اوسنے ایک باغ سبز دکھا کر باریابان سلطانی کے ضمیر صفا تخمیر مین جاے پیدا کر لی اب مدت ہوئی کہ زمین لکھنؤ مین سائر اردو زبان کے سخن طرازونکی خدمت مین دایر ہی یہ شعر اوسکا مرقوم ہوا

ناز سے جب وہ چلتے ہین پازیب سے آتی ہی یہ صدا ۔۔۔ کافر کہیے اونکو جو وہ انکار قیامت رکھتے ہین

حیران

حیران تخلص میر ولایت علی معتبران شاہجہان آباد اور روساے اقبال مند اس سواد لطافت بنیاد سے ہی سابق سرکار گردون مدار حضرت ظل سبحانی مین عہدۂ کپتانی سے ممتاز تھا اب خانہ نشین ہی یہ دو تین شعر اوسکی غزل سے انتخاب ہوے

ہر بن مو سے ہین شعلے سے نکلتے پیہم ۔۔۔ عشق نے آگ مرے سینے مین بھڑکائی کیا
سر پٹکتا رہون یا پھوڑ کے سر مر جاؤن ۔۔۔ تیری مرضی ہی بتا ای غم تنہائی کیا
شکل تصویر جو حیرت مین ہی تو ای حیران ۔۔۔ اوسکی تصویر کینے تجھے دکھلائی کیا

حیرت

حیرت تخلص حافظ عبدالرحمن ساکن جھنجھانا زبدۂ شرفاے عظام اسوہ نجباے کرام سے ہی نیک نہادی اور حسن اخلاق اوسکے دفتر احوال سے ایک سطر اور خوش وضعی و اہلیت اوسکی نسخۂ اوضاع سے ایک حرف ہی سینہ بے کینہ ذخیرہ کلام الہی سے لوح محفوظ کا نمونہ اور رنگ انبساط چہرہ سلوک کا گلگونہ ہی علم ضروری سے بہرہ ور اور دقائق سخن سے آگاہ کتب درسی کی تحصیل جناب وستادی مولوی امام بخش صہبائی سلمہ اللہ تعالے سے کی اور اوسی جناب مستطاب سے ریختہ کی اصلاح لی ہی یہ چند شعر اوسکے نتایج افکار سے ہین

لخت جگر رکا ہی آنکھون مین آکے ورنہ
طوفان اوٹھائے میری چشم پر آب کیا کیا

کچھ دل مین بیکلی ہی کچھ ہی جگر مین سوزش
ہین عشق کی بدولت مجھپر عذاب کیا کیا

پہلو مین اک کسک سی چلی جاے ہی مدام
یہ دل ہی یا جبھا ہی کوئی خار دیکھنا

اے وحشت اپنے آبلۂ پا سے دشت مین
رہ جاے تشنہ لب نہ کوئی خار دیکھنا

دل دیکے دلبرون کو ہوا دربدر ذلیل
حیرت ہی ہمکو شائق ترا خوار دیکھنا

زندگی کے لطف سے غفلت نے رکھا بیخبر
یون گئی ہی عمر اپنی جیسے عالم خواب کا

بولان سے اوسکے ہوکے پریشان کچھ اور بھی
رتبہ ہو گربلند ہمارے غبار کا

اک دو ہی آنسو ڈھلکے لگا ڈوبنے فلک
نکلے گی خاک دیدۂ خونبار کی ہوس

گر شربت وصال نہین موت ہی سہی
کوئی تو نکلے اس دل بیمار کی ہوس

دین کو زلف و خط و خال و مژہ نے چھینا
دل بھی غالب ہی کہ ہوگا انھین دغا کے پاس

ہم جاتے جاتے دیر کو کعبہ مین آگئے
سرگشتگی سے چھوڑ کے راہ صواب کو

سوتے سے تونے فتنۂ محشر اوٹھا دیا
حیرت جگا کے آج پھر اوس مست خواب کو

نہ کھلا ہاے میرا غنچۂ امید کبھو
حسرتین دل کی رہین دل ہی مین کیا کیا باقی

رہ رو راہ فنا سب سر منزل پہونچے
رہگیا مین ہی فقط راہ مین تنہا باقی

کاش وہ وصل مین پوچھے مرے دل کا احوال
اور کہون مین بھی جو ہی دل مین تمنا باقی

ہر چند چھپایا نہ چھپا جوش محبت
یہ راز ہوا فاش مرے دیدۂ تر سے

اس زردی چہرہ کا کہو حال تو حیرت
کیا دل کو لگا بیٹھے کسی رشک قمر سے

اب دیکھیے کیا جان پہ بنتی ہی خدایا
ہم جی تو جلا بیٹھے ہین الفت مین بتان کی

حیرت کا خدا جانے ہی کیا حال کہ ہمدم
کچھ رات سے آتی نہین آواز فغان کی

حیرت تخلص مرزا رمضانی پسر مرزا صمصام الدین اولاد امجاد مرزا امراو شاہ پسر اعلی حضرت شاہجہان بادشاہ نور اللہ مرقدہ اخلاق حمیدہ اور صفات پسندیدہ اس پاک نہاد کے حیطہ تعداد سے خارج ہین رہروان عرصۂ معرفت کی محبت اور پیشوایان مسلک طریقت کی ارادت ایسی اوسکے دل مین ہی کہ دل عاشق مین ہوا ہے معشوق اسطرح متمکن نہوگی فن سخن کو مرزا رحیم الدین حیا تخلص سے کسب کیا ہی یہ چند شعر اوسکے انتخاب ہوکر لکھے گئے

کیون خفا غیر کے کہنے سے ہوے — کیا سُنا تمنے اور کیا دیکھا
دیکھ پاٹ اپنے دامن تر کا — پانی پانی ہر دل سمندر کا
وہ خار ہون کسی سے اولجھتا نہین ہون مین — دشمن کی آنکھ مین بھی کھٹکتا نہین ہون مین
دل لگتے ہی یان جان کے لالے پڑے حیرت — آویگا ابھی دیکھیے کیا کیا مرے آگے
حیرت اب یار سے کیون ترک وفا کرتے ہو — پہلے ہی تمنے محبت نہ بڑھائی ہوتی
اٹکے گر جی بچے تو اے ناصح — ہاتھ اوٹھا سنگے دل لگانے سے

باب الخار المعجمۃ

خالق تخلص خالق بخش اکبرآبادی شاگرد اسیر اوسکے یہ اشعار بہ نسبت اور اشعار کے جو راقم کو پہونچے تھے قابل انتخاب نظر آئے

تمھاری یاد مین عالم کی یاد بھول گئے — جو یاد کچھ بھی رہی تو نہین تمھاری رات
فراق و رنج و الم یاس و درد و داغ و قلق — کرم سبحان نے کیا ہمپہ باری باری رات
بندھا خیال جو اوسکی جبین کی افشان کا — ستارے گن کے ہی خالق نے سب گزاری رات

خاص تخلص محمد حیدر خان پسر الٰہی بخش خان مرحوم باشندہ شاہجہان آباد نیک اطوار اور پلٹن سپاہیان شاہی مین منشی گری کے عہدے سے ممتاز ہی اصلاح شعر شاہزادہ بلند قدر مرزا جمیعت شاہ ماہر تخلص سے لیتا ہی یہ اشعار اوسکی بیاض سے منتخب ہوے

تھی جدائی گرچہ پہلو مین ہمیشہ وہ یار تھا — ناز تھا آزردگی تھی رنج تھا انکار تھا
کاوشین مژگان نے کیا کیا یاد مژگان مین تری — گاہ نشتر تھا جگر مین گاہ دل مین خار تھا
دیکھلے نقشہ اگر اوس عالم تصویر کا — تو تو کیا زاہد دل آوے اوپہ تیرے پیر کا
سخت مشکل ہی کہ ہی وہ شوخ تو نازک دماغ — اور نالہ ہی شعار اپنے دل دلگیر کا
ماہ نو کو دیکھکر ابرو کو دیکھا چاہیے — دیکھنا منظور ہوا ہی دل اگر شمشیر کا
مار کر مجکو ہوا تو قتل عالم پر دلیر — حلق تھا میرا فسان قاتل تیری شمشیر کا
کیون تقاضاے خلش ہر دم نفس کے ساتھ ہی — دل مین شاید رہگیا ہی کوئی پیکان تیر کا
ضعف سے اب تو یہ نوبت ہی کہ اے خاص — لب تلک سانس بھی آیا تو بمشکل آیا

خادم تخلص خادم علی وطن اصلی اوسکا لاہور ہی اور اب مدت سے خاک شاہجہان باد مین

اوسکی برات روزی مقرر ہی یہ شعر اوسکا سنا گیا

نشتین جو کہ نکرنی تھین سو کہین پر وہ شوخ	نہ ملا اپنے جگر سوختہ سے پر نہ ملا

خانی تخلص مرزا خانی ساکن شاہجہان آباد مرد آدمی اور صاحب خلق نیک تھا لیکن دماغ مین خلل لیا تھا اور طبیعت مین ہجوم اوہام زمین بازار اوسکے قدم کی گردش سے کہ آسودہ ہوتی تھی اوسکے اشعار خلل دماغ پر مشعر ہین فیض سخن سے گاہ گاہ شعر دلچسپ بھی کہہ لیتا دل پر ناخن زن ہو زبان قلم سے ٹپک جاتا تھا یہ شعر اوسکا یاد تھا اور اتفاق سے اوسکے حسب حال ہی

بعقیلون کے کام ہی کرتے رہے سدا	عاشق ہوے تو یہ بھی خلل تھا دماغ کا

خانی تخلص شاہجہان افغان ساکن شاہجہان پور شاگرد جناب غفران مآب مولوی عبد اللہ خان علوی ذہن سلیم اور طبع قوی رکھتا تھا کتب تحصیلی سے اکثر مقامات مشکلہ جودت حافظہ سے مستحضر تھے گاہ گاہ شعر فارسی کہتا اور حضرت مغفور مرحوم کی نظر اصلاح سے گذرا تھا یہ شعر اوسکا یاد ہی

آنکہ بر ستیم انکار بہ بجا میکردی	چشم میگون ترا کاش تماشا میکرد

خرد تخلص بالا پرشاد قوم کھتری ساکن شاہجہان آباد مرد خوش مزاج نیک اخلاق استعداد فارسی مین اقران و امثال سے ممتاز خط نستعلیق کو اسم رستی سے لکھتا ہی کہ درست نویسان روزگار اوسکے روبرو اگر اپنی تحریر پر خط شکستہ کا گمان کرین تو عجب نہین ہر چند طبیعت نہایت موزون ہی لیکن جب وارستہ مزاجی سے کچھ فرصت بہم پہونچتی ہی تو فکر شعر کی طرف متوجہ ہوتا ہی غالبا اوسکے مزاج کی وارستگی کنج طبیعت سے خزانہ خیال اور گنجینہ فکر مین منتقل ہو جاتی ہی کہ سخن بھی نہایت بیقراری سے کبھی زمین کاغذ پر قدم رکھتا ہی کبھی نہین یہ شعر اوسکا یاد تھا مرقوم ہوا

یہ ہی ہیرا وہ ہی گلبرگ ترا ہی جوہری	کیا ہی نسبت لعل کو اوسکے لب خوش رنگ سے

خرد تخلص پنڈت رام نرائن شاگرد حافظ غلام دستگیر مبین یہ شعر اوسکا سنا گیا

تم آپ سے نہین جاتے یہان سے گھبرا کر	یہ جسکے جذبۂ دل کا اثر ہی کیا کہیے

محرم تخلص زبدۂ انام محمد احمد نام مرد شیرین گفتار سپندیدہ کردار ساکن شاہجہان آباد مروت جبلی ایک جامہ ہی کہ خیاط ازل نے اوسکے قامت استعداد پر قطع کیا ہی گاہ گاہ فکر شعر کرتا ہی یہ دو تین شعر اُسکے سُنے گئے

مرکر بھی نچھوڑونگا ترے ہاتھ سے دامن — اگر اے دل سوزان مرے پہلو مین رہا تو
جان تن سے نکلجاے ترے سامنے بیمہر — اک دم کے دم اس خستہ کے بالین پہ جا تو
مانا کہ ہمسے آپ کو نفرت ہی پہ اسے — کیا کیجیے کہ ہمکو محبت ہی آپ سے

خضر تخلص جوان سال و جوان دولت بلند اقبال و والا مرتبت عالی دودمان منیع المکان فرزند رشید حضرت ظل سبحان کہین برادر حقیقی صاحب عالم و عالمیان ولیعہد خلیفہ دوران مرزا فتح الملک بہادر دام اقبالہ یعنے نونہال حدیقہ بختیاری مسند نشین ایوان کامگاری فلک زینت آسمان رفعت مسیح گفتار کلیم زبان مرزا خضر سلطان بہادر کہ گلشن عمر مین ثمر پیش رس دولت و جوانی سے کامیاب اور چمنستان اقبال مین سرچشمۂ عجمتندی سے سیراب ہی خار اگر اوسکے چشمۂ لطف سے نمناک ہو گل کی لطافت پر طعنہ زن ہو سوسن اگر اوسکے انفاس فیض یاب ہو سخن سنجان زبان آور کے مقابل گرم سخن ہو مرزا اسد اللہ خان غالب سے تحصیل کمال مین مصروف اور روز و شب مشق سخن مین مشغوف ہی یہ چند شعر اوس قدر شناس اہل ہنر کے کلام سے منتخب ہوے

مانا کہ ستم تم نہین کرتے ہو کسی پر — غیر و نپہ کرم ہو یہ ستم بھی نہین تھوڑا
لہو مین مرے ہون رنگین اگر دیکھون تو یہ دیکھون — اونھون کے ہاتھ پر رنگ حنا دیکھا تو کیا دیکھا
نہ کہہ سکتے ہین کچھ اپنی نہ سُن سکتے ہین کچھ تیری — ہمین اسوقت مین اے بیوفا دیکھا تو کیا دیکھا
جام جمشید کو آئینہ سکندر کو بلا — خضر مین وہ ہون کہ حصے مین مرے دل آیا
چھپٹون کسطرح پھندے سے تبون کے — مجھے کچھ بن نہین آتی خدایا
نار نفس سے ہی بہم اولجھا ہوا یہ تار — نکلیگا دم بھی ساتھ جو نالہ رسا ہوا
گالی سے کون خوش ہو مگر حسن اتفاق — جو تیری خو تھی وہ ہی مرا مدعا ہوا
کہتے ہو وہ بھی ہوس پیشہ ہی جیسا تو ہی — مجھسے ایک چھیڑ ہوئی شکوہ عدو کا نہوا
کہتے ہو کہ ایک روز تجھے قتل کرینگے — پر یہ بھی تو اے شوخ ستمگر نہین ہوتا
وہ بھی کیا دن تھے کہ فتنہ رات دن بیدار تھا — خط سے وان رخ سادہ یان آئینہ بے زنگار تھا

تیری خاک کف پا سے نہ بدلون	کوئی دے گر مجھے اکسیر آکر
پتھر کی چٹائی سے ہو تلوار کو بُرش	سرمہ جو دیا ہوگئی اونکی نظر اب تیز
مری کشونکے مزار پر رکھنا	ہون جو بھیگے ہوے شراب کے پھول
ظلم ہم پر ذرا سمجھ کے کرو	ای تبو بندہ خدا ہین ہم
واہ اونکا خط کب آیا ہی کہ فرط ضعف سے	کھولنا مشکل ہی خط بال کبوتر سے ہین

خلیفہ

خلیفہ تخلص محب اللہ قوم حجام مرید باخلاص حاجی لال صاحب قدس سرہ العزیز امتسرہ اوسکا اسرار حقیقت کا موشگاف اور مقراض اوسکی رموز معارف سے گویا اس سے زیادہ اوسکے حال سے اطلاع نہین رکھتے ہین کہ ایک شعر اوسنے موزون کرکے خواجہ قطب الدین بختیار کے مزار مبارک پر رکھدیا شب کو بشارت ہوئی کہ جو شخص ہنگام سحر اول زیارت کو حاضر ہوا اوس سے تجکو کچھ نفع پہونچیگا اتفاقاً ایک ہیزدار دہوا اور ہنوز اوسکی زبان کسی حرف سے آشنا نہین ہوئی تھی کہ ہیزا اوسکا ہاتھ پکڑ کر کسی طرف لیگیا اور جب اوسکے پاس سے پھر آیا تین دن تک مزار فیض آثار پر معتکف رہا اوسی اثنا مین ایک جذب اوسکی طبیعت پر غالب ہوگیا لیکن نہ ایسا کہ آثار سلوک سے مانع ہو تمام عمر ترک علائق کے ساتھ بسر کی وہ شعر یہ ہی

بکلید کسے کشا دنیافت	قفل زنگار ہے مرا تسکین

خلیفہ

خلیفہ تخلص رجبی حجام موزون طبع ظریف مزاج ساکن شاہجہان آباد تھا راگ ورنگ مین شریک یاران رنگین صحبت اور ضلع اور جگت مین ہمرنگ مصاحبان صادق المودت ایک پہلوان کی ہجو مین چند شعر موزون کیے تھے اوسمین سے یہ شعر یاد رہگیا

اوندھا پڑے ہی جیسے سدا ہر جوان کے	تا لوگ یہ کہین کہ کبھی چت نہین ہوا

خلیل

خلیل تخلص سید ابراہیم علی اکبرآبادی ساکن محلہ نوری دروازہ شاگرد خلیفہ گلزار علی اسیر حال اوسکا اس سے زیادہ معلوم نہین ہوا یہ چند شعر اوسکے منتخب ہوکر لکھے گئے

وصف دہن تنگ نے خاموش کیا ہی	نی جاے تکلم ہی نہ موقع ہی صدا کا
اوس زلف کے پھندے سے رہائی نہین ممکن	ہرگز نہین چھٹتا ہی گرفتار بلا کا
وصل کا سنتے ہی مژدہ ہوگیا اپنا وصال	موت کا پیغام تھا قاتل ترا پیغام کیا

کعبہ و دہر مین کسکے لیے پھرتے ہو خلیل
سچ کہو شوق ہوا کس بت ہرجائی کا

تیور بدل کے دیتے ہین تعظیم ظاہری
بیقدریون سے ہوتی ہی توقیر آج کل

بیکسی مین نہین ہوتا ہی کسیکا کوئی
شمع بھی روئی نہ آکر سر تربت مجکو

یوسف کو فقط ایک زلیخا نے لیا مول
وہ کون ہی تیرا جو خریدار نہین ہی

وارث آدم صفی اللہ ہی تو ای خلیل
حور ہی تیرے لیے باغ جنان تیرے لیے

ملجائیگا موقع جو کبھی داد رسی کا
ای بت تری اللہ سے فریاد کرینگے

خلش تخلص فردوس علی نام ملون زادہ محمد عبد الحکیم بسبیل تخلص ہنوز سن چودہ پندرہ سے متجاوز نہین لیکن جودت ذہن سے معلوم ہوتا ہی کہ بہت جلد تحصیل علم سے فراغت حاصل کرے دسوین برس مین حفظ کلام ربانی اور اکثر کتب نظم و نثر فارسی کی تحصیل سے فارغ ہوا فکر شعر مین تازہ قدم رکھا ہی اور صاحب زادہ جناب صہبائی مولوی عبد الکریم سورسے شعر کی اصلاح لیتا ہی یہ چند شعر اوسکے مرقوم ہوتے ہین

اوس سے مل مل کے دلا دیکھ تو کیا کیا نہوا
ہمکو کیا تیرے ہی کچھ حق مین یہ اچھا نہوا

مین جو پامال بھی ہوتا تو ترے قدمون مین
حسرت آتی ہی کہ کیون خاک کف پا نہوا

کیون یہ کہتے ہو خلش گو کہ وہ بیمار نہ تھا
کچھ تو آزار اوسے تھا کہ وہ اچھا نہوا

کیون نہ چھوڑا ابہار مین صیاد
میری منظور گر رہائی تھی

ضعف سے لب پہ تھم گئے نالے
ورنہ آفت فلک پر آئی تھی

کچھ اثر تھا نہ آہ مین منظور
یہ بھی اک طبع آزمائی تھی

کیا مزے سے خلش گذرتی تھی
جبکہ اوس بت سے آشنائی تھی

میرے ہی دل کی طرح یہ بھی نہو درد مند
کوئی پوچھے تو کہ یہ کیسا جرس مین شور ہی

حمار امر ناتھ نام قوم پنڈت نوجوان خوش وجاہت لطیف مزاج تیز فکر اشعار فارسی کی طرف راغب ہر چند اس فن مین ہنوز عالم نوشقی ہی لیکن جو کہ موزون طبع اور طبیعت معنی یاب واقع ہوئی ہی سخن خالی لطف سے نہین ہوتا یہ دو تین شعر اوسکے مرقوم ہوتے ہین

ای نجت مژدہ باد کہ مشت غبار ما
موج نسیم بہ دکوے نگار ما

باچنین کافر دلے صید حرم نتوان شدن
دل اسیر حلقہ زلف بتان دارم ما

دوش با آن جان شکار نازنین گفتا کہ	بشنو اے غافل کہ حرفے بر زبان دارم ما

خموش تخلص گویاے خوش گفتار مرزا خدایار متوطن قدیم حضرت شاہجہان آباد مدت سے زمین پنجاب اوسکی سکونت سے انتخاب ربع مسکون ہی مرد عزیز الوجود اور مظہر آثار سخا وجود ہی اوائل مین قدر دانی راجہ رنجیت سنگھ سے بہت سرمایہ بہم پہونچایا لیکن کثرت اشیا سے جب دیکھا گیا جامدانی مین ایک دو جامہ پوشاک کے سوا کبھی ذخیرہ نہوا تھا اب بھی اوس نواح مین غالبا حکام وقت کی طرف سے عہدہ تحصیلداری پر مامور اور حرف اوسکے جود و کرم کا زبان خلائق پر مذکور ہی مصداق اس شعر کا گویا وہی بزرگ منش ہی

نمیباشد نشانے غیر در و یشے کہ یاں را	کہ افشاندن تہی میساز د آخر دست دہقانرا

یہ دو تین شعر اوسکے نتائج طبع موزون سے ایک آشنا کی زبان سے کہ نواح پنجاب سے وارد شاہجہان آباد تھا مسموع ہوے

کیا ترا احوال ہی ہمسے بھی تو کچھ کہ خموش	آشناؤن سے نہین اچھا چھپانا راز کا
خموش کس سے نیا اختلاط ہی کہ ہمین	کچھ اندنون کہین تیرا پتا نہین ملتا
دیکھ آیا تھا خموش خستہ جانکو مین وہان	دل کو دھڑکا ہی کہ کہتے ہین کوئی مارگیا

خواہش تخلص آزادہ مردنیکو نہاد میرالہ داد متوطن الہ آباد مستغنیانہ زیست کرتا ہی چار پانچ برس ہوے کہ سفر حجاز اختیار کیا اتیک کچھ خبر گوش زد نہین ہوئی اگر راہی ملک بقا ہوا جان اوس قدسی طینت کی طوطیان فردوس کے ساتھ ہمنوا ہو اور اگر حیات مستعار ہنوز اوسکے لباس خاکی کا طراز آستین ہی وہ لقاے پر ضیا پھر منظر شاہجہان آباد کی آنکھ کے واسطے بصارت افزا ہو یہ دو شعر اوسکے راقم کے گنجینۂ حافظہ مین مخزون تھے

تیرے آنے کی دھوم ہی دل مین	حسرتون کا ہجوم ہی دل مین
ہر قدم پر ہین آفتین برپا	چال ہی یا کوئی قیامت ہی

خورشید تخلص خورشید احمد لکھنوی مولد دہلوی مسکن نسب اس صاف باطن کا چونتیس واسطے سے امیر المومنین حضرت عمر فاروق ابن خطاب رضی اللہ عنہ تک اور پانچ واسطے سے زبدۂ کرام سلسلۂ عظام عارف ربانی مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی رحمۃ اللہ علیہ تک پہونچتا ہی حضرت خواجہ محمد زبیر علیہ الرحمۃ والغفران کی

خلافت اس متکی ارایک معرفت کی تمکین سے زیب وافر رکھتی ہی اوائل مین شاہ رؤف احمد سے کہ اوسکے برادر عم زادہ اور جناب مستطاب واقف اسرار خفی وانوار جلی شاہ غلام علی مرحوم کے خلیفہ تھے خاندان نقشبندیہ مین بیعت کرکے اجازت ارشاد مریدان باخلاص حاصل کی اور پھر شاہ سعد اللہ حیدرآبادی اور حضرت سراپا افادت سراپیر آگاہ معارف دستگاہ شاہ احمد سعید مدظلہ العالی علی مفارق المستفیدین سے کہ بالفعل تکیہ گاہ شاہ غلام علی مرحوم ہین بجاے والد ماجد مغفور شاہ ابوسعید بہ بزرگ کے تمکن ہین فیض یاب ہوکر از سر نو رہنماے طالبان مقصود کی اجازت لی اور اسپر قناعت نکرکے اطراف ممالک دور ودوست یعنی اقصاے نواحی ہندوستان اور خراسان اور ماوراء النہر اور ولایت فرغانہ یعنی تخت گاہ خوقند ہرات اور بلخ اور بخارا اور سمرقند مین سیر کی اور ہر صاحب کمال سے استفادہ کیا خصوصا اپنے بزرگان کرام کے مزارات سے فیض بیحساب کسب کیا اشعار فارسی دربنجہ طرز خوش اور روش دل آویز کے ساتھ کہتا ہی فن شعر مین اول شاہ رؤف احمد مرحوم مزبور سے کہ متخلص بہ رافت اور اس نیک نہاد کے پیر طریقت تھے اور پھر محمد مومن خان مومن مغفور اور بعد اسکے مرزا اسد اللہ خان غالب سلمہ اللہ تعالے سے استفادہ کیا یہ چند شعر اوسکے کلام سے منتخب ہوے

اشعار فارسی

بہواے چمن امی وای پریدن نتوانیم — در موسم گل رخصت فلک بال وپر ما
دیدن بہ روے خوب توگیریم جرم ماست — بر حال زار رحم نکردن گناہ کیست
عاشق و رندم و بے باک بمسجد چہ کنم — ای برہمن بت وتجانہ وزنار کجاست
از رقیب آزار ایدل گر رسد ہرگز منال — از برای گل جفاے خار مے باید کشید
طالب آید و من ہیچ نہ پرسم خورشید — نالہ من بدلش خوش اثرے پیدا کرد
از کجاے رفتہ زد بد آموزی رقیب — لطفے عنایتے کرمے داشتے چہ شد
آخر بوجگونہ بحق مشتغل شدے — خورشید مہ لقا صنمے داشتے چہ شد
مالعل تو بالعل بدخشان نہ فروشیم — جنسے ست گرانمایہ کہ ارزان نفروشیم
خیزم بمدرسہ وجانب میخانہ روم — ساغر مے زکف ماہ جبینان گیرم
ساقی بگیر دماوہ گلگون بجام کن — فارغ مرا زوسوسہ ننگ ونام کن

اسی دم بانگہت آن رشک چمن باز رسان	مژدہ دولت دیدار بمن باز رسان
قہوہ خورشید یکسو چہرہ آن سیم تن یکسو	عبیر و مشک یکسو بوے زلف پرشکن یکسو

اشعار ریختہ

کہان پہلو مین دل خورشید جسکو ہم نے سامان مین	جو کچھ تھا آنسوؤن کے ساتھ خون ہو کر نکل آیا
بچا رہنے کو اور کیا باقی رہا وحشت جنون مین	چاک دامن ہو گیا پیراہن گریبان ہو گیا
جاتا نہین آنکھون سے تصور کبھی خورشید	موجود ہر ہر وقت وہ گویا میرے آگے
نوید وصل یہ مانا کہ جھوٹ ہی خورشید	کسی طرح کوئی تسکین اضطراب تو دے
تبون کے عشق سے باز آتے ہی نہین خورشید	ملا ہی تمکو محبت مین کیا مزا کیجیے

باب الدال المہملہ

دارا تخلص میران شاہ مرزا دارا بخت مغفور ولیعہد سابق حضرت ظل سبحانی خلیفۃ الرحمانی محمد بہادر شاہ بادشاہ خلد اللہ ملکہ بسلطنۃ حلم و بردباری و عموم اشفاق و کرم اخلاق انکی اونسے صفت تھی کاروبار سلطنت ظاہر کو اپنی ہمت عالی کے لائق نہ جانکر پدر بزرگوار کے سامنے تسخیر ملک مقدس کی طرف متوجہ ہوے گاہ گاہ فکر شعر اور شیخ ابراہیم ذوق کو اپنے تلمذ سے سربلند کرتے تھے یہ تین شعر اونکے نتایج افکار سے تحریر ہوتے ہین

ہم خاک ہو کے آتے ہین کوچے مین یار کے	لیکن یہ خوف ہی کہ صبا کو خبر نہ ہو
دل سے لطف و مہربانی اور ہی	مہربانی کی نشانی اور ہی
مجھسے کب ہوتا ہی اب دارا وہ صاف	اوسکے دل مین بدگمانی اور ہی

درج

داغ تخلص ہی شمع افروز بزم محبت گرمی ہنگامۂ الفت دوست صداقت التیام نواب مرزا نام جوان خوش وجاہت کا کہ پاکی سیرت و لطف صورت کو بزم خوبی مین ذاتی اور بیعائی باطن اور حسن ظاہر کو محفل کمال مین باہم رکھتا ہی ادب و تواضع ایک جامہ ہی اوسکے قامت احوال پر راست اور خلق و مروت ایک خمیرہ ہی اوسکے کنجینہ طبع مین بے کم و کاست ضمیر صافی اور فروغ مشرق اور آفتاب شوخی فکر اور لمعہ برق اور سحاب معنی کی رنگینی اور عبارت کی متانت اور الفاظ کی شستگی اور کلمات کی تنگدزی حد اوصاف سے خارج ہی فن سخن مین شیخ ابراہیم ذوق غفر اللہ سے استفادہ اور فیض اوستاد اور طبیعت رسا کی امداد سے آرایش بزم کمال مین آمادہ ہی راقم حروف کے

ساتھ ایسا ارتباط ہی کہ ربط ظاہری کو اتحاد باطنی سے مبدل کیا اور اختلاط صوری کو صداقت معنوی کی صورت مین متمثل یہ چند شعر اوس صاف دل نیک نہاد کے نتائج طبع سے ہین

سب خاک ہو مین آج مرے دل کی امید مین
کل تک تو تیری ذات سے کیا کیا یقین تھا

نہین تاب ستم تو حضرت دل
عاشقی کو سلام کرنا تھا

داغ حرمان سرائے دنیا مین
اور چند سے مقام کرنا تھا

تیرے وعدہ پر ستمگر ابھی اور صبر کرتے
اگر اپنی زندگی کا ہمین اعتبار ہوتا

کبتک کرون تحمل اس نالہ و فغان کا
سینے سے دل کو پھینکون جگر اتنا ہی کہا نکلا

اک آفت زمانہ لڑکپن مین ہی وہ شوخ
کیا ہوگا جبکہ آویگا عالم شباب کا

لگ گئی چپ بجھے ہوے داغ حزین آپ کیون
مجکو کچھ حال تو نخبت بتا تو اپنا

ہم جانتے ہین خوب ترے طرز نگہ کو
ہر قہر کی آنکھ اور محبت کی نظر اور

گر تو کسی بہانہ سے آجائے وقت نزع
ظالم کرین ہزار بہانے قضا سے ہم

گو حال دل چھپاتے ہین پر اسکو کیا کرین
آتے ہین خود بخود نظر اک مبتلا سے ہم

تیرہ بختی نگئی اپنی تو جانا ہمنے
کہ کبھی رنگ زمانے کا بدلتا ہی نہین

ہی کچھ جواب سست مقرر کہ جو ادھر
اوٹھتے ہین دیر دیر مرے نامہ بر کے پانون

رہتی ہی کب بہار جوانی تمام عمر
مانند بوے گل ادھر آئی ادھر گئی

اوصفون نے خط تو بھیجا پر سچ مین کچھ نہین آتا
کہ سو سو طرح کا ہر بات مین پہلو نکلتا ہی

کہنے دیتی نہین کچھ منھ سے محبت تیری
لب پہ رہجاتی ہی آآکے شکایت تیری

سنتے تھے ایک عمر سے لوگ فان نوح کو
دکھلا دیا مگر مزہ اشکبار نے

دل دو دین کو جسنے دیا ڈبو یہی نامراد ہی اسی تو
کہین داغ تجھنے سنا جو ہوا ہی روسیاہ کالم تو

وہ تو ستم کرینگے کوئی مر ہی کیون نہ جاے
ہی ہی ستم اوٹھینگے اب سر ہی کیون نہ جاے

کیون چپکے اوٹھ کے جاتے ہو اے داغ اوسکے گھر
جائے کہین تو آدمی کہ کر ہی کیون نہ جاے

دولہ تخلص مظہر الدولہ نواب جہانگیر محمد خان خلف میان امیر محمد خان والی بھوپال جوان اقبال مند ستم توان حاتم سخا شیر دولت ضیغم مہابت تھا اسلئے کہ موزون اور فکر نکتہ پسند رکھتا تھا قدر شناسی کمال سے شعراے بلند سخن صلہاے نمایان سے بہرہ ور

ہوتے تھے گاہ گاہ بزم مشاعرہ اوسکے در دولت پر آراستہ ہوتی تھی اتفاقاً ایسی ایک شب
مین اپنی کہ بانوے دل پسند کی تزویج و کید سے کوس رحلت کو بلند صدا اور عشرت خانہ کو
اتہ سرا کیا بیچ ہزران حیلہ ساز کے ہاتھ سے مردان دمان طینت نے زہر مہلک چکھا کر
اور بشیار دلان خرد ور نے اپنی نقد اوقات کو ان رہزنان بے ایمان سے حتی المقدور
بچائے رکھا ہی ان کید کن عظیم ایک حدیث ہو انکی حیلہ سازی کی کذب سے اور سحر سامری
فصل ہی اسکے غدر و کید کے باب سے

اگر راست بودے ہمہ فعل زن	زنان را مزن نام بودے نہ زن

یہ تین شعر اوس والا مرتبت کے مسموع ہوے تھے سو لکھے رہے

پھولون مین بھی میرے وہ گل اندام آیا	مرنا بھی مرا ہاے مرے کام نہ آیا
دل جلونکو بعد مرنے کے بھی لگ جاتے ہین پاس	راکھ ہوکر اوڑ گیا دیکھو پہ پروانہ آگ
رہے وہ سبز قدم سرخرو نہ ہووے کبھی	حنا ترے سر انگشت پر اگر نہ لگے

باب الذال المعجمۃ

ذکا تخلص خوب چند قوم کایستھ شاگرد قدیم شاہ نصیر مرحوم فکر شعر کو اکمل و شرب
کیطرح ضروری سمجھا یا تھا اور جو کہ اطبع قوم ہنود کے کم لذیذ ہوتے ہین اوسکے اشعار کو
بھی اس قابل سے تصور کیا چاہیے تمام عمر کا ذخیرہ اکٹھا ہوکر برابر گنج باد آورد کے ایک
دیوان فراہم ہوگیا ہی اور ایک تذکرہ الشعرا تالیف کیا ہی کہ غالباً مخمورونکے اسپاس
اس طرح محیط ہی جیسے عقل فعال اشیاء موجودات پر یہ چند شعر اوسکی
انکا رہے ہین

سواد خط نہ سمجھ اوسکے سرخ چہرے پر	یہ ملک روم پہ لشکر چڑھا ہی زنگی کا
عالم کو ہوئی دام اسیری سے رہائی	لیکن ترے زلفون کا گرفتار نہ نکلا
اک سایہ ہی رہتا تھا ہر اک وقت مرے ساتھ	سواد سنے بھی دیکھی جو شب تار نہ نکلا
پھینکا کسی نے سینے سے جب تیر کھینچکر	اک آہ رہگیا دل دلگیر کھینچ کر
اسیا جبکہ چلے سر پہ ذکا نیند کہان	ہاتھ سے چرخ کے دھوندھے ہی تو آرام کہان
شہد و شکر سے وہ لب شیرین دو چند ہین	اونکی نہ بات پوچھ کہ ہونٹھ اپنے بند ہین
نقش پا خالق گیتی نے بنایا ہمکو	جسکے قدمون سے لگے اوسنے بنایا ہمکو

مژہ کو میرے سے اوس شوخ نے کیا ہی سیاہ	رکھی ہی سان پہ تلوار دیکھیے کیا ہو

ذوق

ذوق تخلص طولی شکرستان شیرین زبانی بلبل چمن زار رنگین بیانی صیرفی نقود کمال دستہ بند رنگینی مقال بانی بنائے فصاحت میزاب گلشن بلاغت فارس مضمار سخنوری شہسوار عرصۂ معنی پروری مسند نشین ایوان دانش وآگاہی اُستاد حضرت ظل الٰہی شیخ ابراہیم مخاطب بخاقانی ہند سایۂ تربیت ظل سبحانی مین شب جوانی کو صبح پیری تک پہونچا دیا اور رضائے مرشد آفاق مین اپنی ہوائے نفسانی کو یک قلم مٹا دیا خسرو روزگار کی بدولت جسقدر درجہ اعتبار کا بلند ہوا مرتبہ پندار کا پست اور جتنا دستان کمال مین ہوشیار ہوا میکدۂ عرفان مین مست کوہ اس گران قدر کے پلۂ وقار مین کاہ آفتاب روشن اس صاف دل کے فروغ ضمیر کے مقابل سیاہ بلندی مرتبہ کو لباس خاکساری مین ایسا چھپایا تھا جیسے گرد مین آسمان رعونت نونگری کو لکد کوب فقر مین ایسا دبایا تھا جیسے زمین کے نیچے گنج شائگان اگر حلم کا پانون قلۂ کوہ پر پڑتا کوہ گرانی بار سے پشت گاو زمین پر تکیہ کرتی اور اگر حلم کی آنکھ باریک بینی کی طرف متوجہ ہوتی کثرت مین معنی وحدت کو صورت کثرت سے روشن تر مشاہدہ کرتی تسلیم سے ابرو کے مانند سر و چشم عالم پر جا گزین اور افتادگی سے زلف کی طرح چہرۂ خوبان مقدم نشین ہلال ابرو اگر اس صاحب کمال کے آفتاب توجہ سے ایک پرتو لیتا بدر ہو جاتا اور طفل اشک اگر اس صاحب قدرت کی کنار شفقت مین تربیت پاتا سنین عمر کو سرحد پیری تک پہونچا تا بلندی سخن کو آسمان سے دعوی برابری شیرینی طرز کو قند سے کلمۂ ہمسری قلم کے زور سے ضرب المثل کو پلہ پنجہ رستم کی توانائی روح القدس کے فیض سے صریر قلم کو اعجاز مسیحائی سبحان اللہ اوس تازہ گفتار کی طبیعت کیا گلشن سراسر بہار تھا کیا گلزار سراپا نگار تھی کہ فضلہ اوسکا سبزہ وریاحین سے بہتر اور خاشاک اوسکا بنفشہ و سنبل سے خوشتر ہجوم قافلہ معنی سے ہر بیت مین معانی کثیر منزل گزین اور کثرت ورود مضامین سے ہر مصرع مین مضامین متعدد گوشہ نشین ہر چند کثرت انواع سخن سے خود ترتیب دیوان کی طرف التفات نہین کی لیکن اکثر احباے صداقت کیش اور تلامذۂ اخلاص اندیش اون اشعار گوہر نثار سے بڑی بڑی بیاضین فراہم رکھتے ہین اور شب و روز ماتند فرزند عزیز کے سینے منضم سبحان اللہ زمانہ ناشناس کسقدر ناتوان ہین اور چرخ سفلہ نواز کیا ناداں پرور دانا

کہ اوس سخن سنج بیعدیل کو گاہ حیلہ ہاے دلکش اور گاہ موانع جانگزا اور کبھی شعبدہ ابلہ فریب اور کبھی سوانح ہوش ربا سے اسقدر فرصت ندی کہ کواکب سیرہ سخن کو کہ گردش روزگار سے نبات النعش کا حکم رکھتے تھے فراہم کرتا اور ثریا کے مانند ایک سلک مین انسلاک دیتا کہ مشتاقان فہیم کی نظر اوس غیرت ارژنگ سے گاہ نگار خانۂ چین کے نقوش کی رنگینی مشاہدہ کرتی اور گاہ طلسم بہار کی نیرنگی کا لطف اوٹھاتی اس نیرنجی مشعبد نے طالبان کمال کی محرومی کے لیے طرفہ سامان کیا ایک طرف ایسا خلق عمیم اوسکی طینت مین مخمر کیا کہ دوست بھی اوسکے خوان نوازی سے کامیاب ہوتے اور دشمن بھی اوسکے چشمۂ الطاف سے سیراب خلائق نے جب اوسکے مدرسۂ افادہ مین ورود ورہان نہ دیکھا شوق نے پانون بڑھایا اور کاہلی نے کس و ناکس کی طبع سے ہاتھ اوٹھایا صبح سے شام تک تربیت طلاب کمال اور حک و اصلاح سخن سے خواب و خور کی مہلت نصیب اعدا تھی اور ایک جانب ہجوم امراض گوناگون اور افراط عوارض بوقلمون نے عافیت مزاج پر ایسا عرصہ تنگ کردیا کہ دائرہ صحت نقطہ موہوم کے حوصلے سے ہم آغوش ہوگیا تفرج گلزار شباب کے آغاز سے سیر مقامات شیخوخت تک حوادث دہر سے کبھی نشیب و فراز پیش آتے رہے اور نقطہ بھی اسباب تشویش کے صرف احوال ہوتے رہے اُن موانع دعوائق کی مزاحمت کب روا رکھتی ہے کہ پاے ثبات کو دامن فراغ خاطر مین تردد سے باز رکھے اور خامہ و دوات کی دستیاری سے ذخائر طبیعت کو کبھی نظر ثانی کے زیور اصلاح سے مزین کرے اور کبھی گنجینہ کتاب مین مخزون روزگار کی اسقدر نامساعدی سے زمانہ حال مین پاشکستگان مواضع دور دست اور استقبال مین متوقعان نقود ہستی کے حق مین زیان عظیم متصور تھا کاش روزگار غدار اسیقدر ناہنجاری پر بس کرتا اوس سفاک دراز دست اور اوس بیباک سیاہ توان حاضران بزم استفادہ پر بھی ہاتھ صاف کیا اور نچاہا کہ چندے اور نعمت الوان فوائد تربیت کام ستان اور لذت گیر رہین اوس نقاش صحیفہ کمال کے نقش وجود کو لوح ہستی سے ایسا محو کردیا کہ نگاہ طلب اگر خلوت عنقا مین تجسس کرے نشان نہ پاوے حیف صد حیف ذوق بیچارہ کس ترقی جاہ اور کون سی افزونی مال سے اس تنگ چشم کوتاہ نظر یعنی چرخ ستمگر کا محسود ہوا یہی ایک بیش مایگی متاع ہنر اور تونگری سرمایۂ کمال اوس بے ہنر نواز کی آنکھ مین مثل خار کھٹکتی تھی کہ ایسے نہال بارور کو باغ عالم سے مستاصل کیا عرفی شیرازی کا نوحہ حسرت کسقدر دل خراش ہے

ہزمن بگیر عبرت وکسب ہنر بکن	باہفت خود عداوت ہفت آسمان مخواہ

اجمال زبوں تفصیل سے اسطرح محلی ہوتا ہی کہ ماہ صفر سنہ بارہ سو اکتھر ہجری مین مرض اسہال نے اشتداد اور اعراض کو گوناگون نے امتداد بہم پہونچا کر لشکر طبیعت پر شبخون کیا اور ضعف سابق اوس مرض کا سربار آور اوس علت کا علاوہ تھا باوجودیکہ زبان کو یارائے حرف زنی اور لب کو طاقت جنبش باقی نہ تھی صفائی باطن اور جلاے آئینہ ضمیر کے اقتضا سے جو جو نگارخانہ جہان قدس سے افاضہ ہوتا تھا بے اختیار انفاس فیض اقتباس کے ہمراہ محفل اظہار مین جلوہ گری کرتا تھا اوسکے نفس مطمئنہ کو مبدا فیاض سے کیا نسبت خاص تھی کہ وہ واردات غیبی جن سوانح سے مشعر تھین اونکا ظہور جلوہ گاہ وقوع مین بے تکلف معائنہ ہوا اوسی اثنار مین گنجینہ داران خزانہ تحت العرش نے یہ گوہر بے بہا اوس جوہری سخن پر عرض کیا

کہتے ہین آج ذوق جہان سے گذر گیا	کیا خوب آدمی تھا خدا مغفرت کرے

اور طرفہ یہ ہی کہ جب وہ دن گذر گیا اور شب چارشنبہ آخری ماہ صفر نے باآنکہ اوسکی حیات سے ہنوز ایک رمق باقی تھی نقاب سیاہ چہرۂ روزگار پر موالدی کشادہ پیشانی خراب آباد عالم صورت سے دل اوٹھا کر مسبحان صومعہ نیلگون کے ہمپا گلشن جنان کی طرف راہی ہوا اور چارشنبہ کے روز اوسکا جنازہ اس عظمت شان سے اوٹھا کہ حاضرین وقت کو گمان تھا تخت تابوت پر تخت سلیمان کا ہی اس اندوہ سے قلم کی زبان شق اور صفحہ کا رنگ فق ہی کیا کہیے اور کیونکر لکھیے جسقدر الم اہل روزگار کے دل پہ طاری تھا اگر سب لکھا جاوے تمام ترکستان کے خدنگ قلم کے واسطے کافی نہوین اور سواد ہند مداد کے باب مین وانی سخن کی سوگواری کا حال مرقوم ہوتا ہی اشعار نے اس ماتم مین قم سے لباس سیاہ پہن لیا اور ابیات نے اس غم مین بین السطور سے گریبان چاک کیا قلم دہن دوات مین صورت آہ تھا اور حروف کا لباس سیاہ الف کمال حیرت سے اپنی جاے پر ایسا خشک ہوگیا گویا اوسکے اعضا سے حرکت یک قلم سلب ہوگئی تھی کہ فرط غشی سے زمین سخن پر دراز پڑی تھی ازبسکہ حالت اضطراب مین کچھ سنگ ریزے اوسکے اعضا مین چبھ گئے تھے جنکی نظر فقط اوسکی پشت پر واقع ہوئی اوس سنگ ریزہ کو ایک نقطہ سمجھ کر اوسکو بے ہی تصور کیا اور جو لوگ اوسکے چہرے کو دیکھتے تھے بتقدر زخم کے کسی نے دو نقطے کے گمان کیے اور کسی نے تین نقطے کے قرار دیے جیم اور حے اور خے سینہ خراشی کے واسطے بہ تن ناخن تھے اور دال اور ذال کا قامت بار غم سے خم

سب حروف نے اسیطرح سے بزم ماتم کو مرتب کیا اور ہر ایک نے روز عیش کو شب

مقتدائے حکمت و صدر زمین کز بعد او
گر زمین را چشم بودے بر زمن بگریستے

گوہرے بود او کہ گردونش نبا دانی شکست
جوہرے کو تا برین جوہر شکن بگریستے

بادشاہ گردون بارگاہ ملائک سپاہ سراج الدین محمد بہادر شاہ خلد اللہ ملکہ نے غم اوستاد سے اوس روز جشن موقوف کیا اور ارکان دولت اور اعیان سلطنت مین تہلکۂ عظیم پڑ گیا حضرت سلطنت پناہ کی کمال التفات کا حال یہان سے معلوم ہوتا ہی کہ ہر چند خلاف داب سلاطین روزگار ہی قطعہ تاریخ اپنی زبان الہام ترجمان سے ارشاد کیا اور چند بار لب گوہر فشان سے لاکر ذوق مرحوم کے حقوق جان نثاری کو یاد کیا وہ قطعہ یہ ہی

شب چہار شنبہ ماہ صفر
بحکم خداوند جان داد ذوق

ظفر روے آرد و بناخن ز غم
خراشید و فرمود استاد ذوق

عموم غم اور شمول اندوہ کا حال یہان سے معلوم ہوتا ہی کہ فصحاے سحبان بیان اور بلغاے شیرین زبان بل موزون طبعان تازہ مشق اور کم سوادان نو نیاز سواد مینو بیاد خاص شہر شاہجہان آباد کیا کہ نواحی دور دست کے مواضع و قریہ مین ایسی گلز مین متصور نہین کہ وہان روشن سوادان سطور صحائف سے حرف شناسان رقوم ابجد تک کسی نے زبان خامۂ رنگین نگار کو حرف تاریخ سے آشنا نکیا ہو مسموع ہوا کہ ایک خوش مذاق نے سعی اور تجسس کو کام فرما کر ان قطعات سے کچھ کچھ بہم پہونچانے بعد شمار کے دریافت ہوا کہ تین سو سے زیادہ فراہم ہوگئے سبحان اللہ رنگ قبول ایک گلگونہ خداداد ہی کہ روے شاہد ہنر اوس سے گلگون اور حسن دلربا ے کمال اوس سے روز افزون ہوتا ہی اس راہ مین نہ سعی و کوشش کارگر ہی اور نہ جستجو و تلاش راہبر

کسے در مقسم اقبال و اوبار
بغیر از قدرت حق نیست مختار

قبول خاص درگاہ الٰہی
نخواہی یافتن خواہی نخواہی

رموز دانان ہنر ور اور گنجینہ داران تواریخ و سیر پر خوب واضح ہی کہ جسوقت سے کوچۂ قلم قوافل معنی کے آمد و رفت کے لیے جادہ اور میدان ورق کاروان حروف و الفاظ کے واسطے فرودگاہ ہی شعراے گرامی اور سخنوران نامی کہ سحبان اونکے خوان فیض سے ریزہ خوار اور صاحب ابن عباد اونکے خرمن افادہ سے زلہ بردار ہی جو صدہا تعداد سے افزون مسافران اقلیم

عدم ہوے اور کسیکو اسقدر قبول خاطر خاص وعام روزی نہین ہوا بازار حسد قدیم سے گرم ہی اور ناتوان بنی ہمیشہ سے بے آزرم کہتے ہین کہ اس خاک ارم رشک مین کسی مدعی فضل وہنر نے جب ذوق مرحوم کے ماتم مین صداے نوحہ کو اسقدر بلند اور دوست ودشمن کو حسرت واندوہ مین اتنا سرگرم اور عامی وجاہل کو تلاش مواد تاریخ مین اس حد تک ساعی اور دو رو نزدیک کو مراسم عزا مین یہانتک مستعد دیکھا قریب تھا کہ پنجۂ حسد سے گریبان طاقت کو چاک کرے اور ناخن غیرت سے سینۂ تحمل کو مجروح آخر بخیہ لب گسستہ ہوا اور حرف شکوہ اس پیرایہ مین زبان حسرت بیان سے آشنا کہ اگر مجکو یقین ہو کہ میری موت ایسی حسرت افزا ہوگی تو اس عزاداری کی ہوس مین اپنا گلا آپ گھونٹ کر مرجاؤن سچ ہی ع مرگی کہ زندگان بد عا آرزو کنند یہی مرگ ہی ہر چند قطعات تاریخ کہ بالفعل پیش نظر اور سرمایۂ روشن سوادی بصر ہین اکثر ایسے ہین کہ زبان قلم کو اونکے ذکر سے ساکت ہونا عیب سخن فہمی ہی لیکن جب چشم بصیرت وا اور نظر انصاف بینا ہوتی ہی دل دردمند بے اختیار صدا دیتا ہی کہ ای راہ تلاش مین عنان گسیختہ اور ای عرصۂ طلب مین گرد انگیختہ اگر قطعہ حزن انگیز مسمی بہ واقعہ تعب خیز کہ نتیجۂ فکر رسا اور ریختۂ خامۂ بلاغت نگار والی اقلیم سخنوری ناظم مناظم معنی پروری صاحب زادۂ بلند اقبال جناب کمالات مآب حضرت اوستادی ومولائی مولوی امام بخش صہبائی یعنی موجد معانی دل افروز مولوی عبد الکریم سوز ہی ان جواہر آبدار کے سلک مین منسلک کیا جاوے تو اونکا حال اسکے روبرو بعینہ ایسا ہی کہ حسن یوسفی کے بازار مین سیہ چرہ گان زنگبار کو عرض کرین اسکی رنگینی کے روبرو وہ نقوش نیرنگ ہین اور اسکی متانت کے مقابل اون جواہر بے بہا کی قدر سبک سنگ اور اگر بکلم اوسکے اظہار سے اغماض عمل مین آوے مذاق سخن فہمی کی محرومی کا کیا جواب ناچار تشنگی شوق کا علاج اسی آب سے اور خمار طلب کا چارہ اسی شراب سے کرتا ہون تاکہ سرمستان مصطبۂ انصاف پر منکشف ہوجاوے کہ شستگی الفاظ وپاکیزگی معانی وچستی تراکیب وسیرابی ادا وبے تکلفی مواد تاریخ کسقدر دلکش واران کمال کی دندان شکن ہی

واقعۂ تعب خیز

صبحدم نکلا مین اپنے گھر سے باآہ وفغان
جاکے اوس بیگانہ خو نا آشنا بے مہر سے

ذوق کے مرنے کا جب مشہور افسانا ہوا
یون کہا مین نے کہ کیا ہنستا ہی تو بیٹھا ہوا

آج وہ دن ہی کہ ہر جانا لہاے زار سے
حشر سے پہلے ہی اب اک حشر ہی برپا ہوا

لب پہ نالہ دل مین غم سینے مین درد جانگداز
اسطرح تیغ الم کا ہی ہر اک مارا ہوا

تجکو بھی کچھ حال سے ہی اوسکے ظالم اطلاع
جسکی ماتم داریون کا یہ اثر پیدا ہوا

مجھسے ہنس ہنس کر یگا کہنے کہ اے دیوانہ وش
یہ جو ہی ہر زہ درآئی تجکو ہی سودا ہوا

کچھ سمجھ مین میری تو آتی نہین باتین تری
ہی عجب تجھ سا خردمند آج دیوانا ہوا

کچھ سبب تو مجھسے کہ اسکا کہ اب کس واسطے
خندۂ گل چھوڑ کر شبنم صفت رونا ہوا

مین نے یہ سنکر کہا اوس سے کہ اے خانہ خراب
سنگدل تجھسا تو کوئی بھی نہین پیدا ہوا

ہوتے ہین سارے بتان بیوفا غفلت شعار
پر نہ ایسے جسقدر اب تو ہی بے پروا ہوا

تجکو بھی شاید خبر ہو ذوق نام اک شخص تھا
اتفاقاً دیکھکر تجھکو تیرا شیدا ہوا

ایک مدت سے تری آنکھون کا وہ بیمار تھا
کی دوا مقدور تک لیکن نہ کچھ اچھا ہوا

آج لیکر حسرتین ہی حسرتین سوے عدم
ہوگیا راہی جہان سے اور تن تنہا ہوا

ہاے یان سے اسطرح ہو ہوکے دل برداشتہ
عازم ملک عدم اب وہ سخن آرا ہوا

وان خدا جانے اوسے کسکی محبت لے گئی
جو گیا اسطرح وہ جلدی سے گھبرایا ہوا

گر دتھا وہ دامن رحمت پہ اوڑ کر جا پڑا
پست تھا وہ جا نشین مسند اعلا ہوا

توبہ توبہ دامن رحمت پہ کار گر دکیا
یہ خطا کا حرف سرزد مجھسے اب کیسا ہوا

پاک تھا وہ آب ذات پاک ہی مین ملگیا
نور تھا وہ نور ہی مین جاکے پوشیدا ہوا

ایک جوہر تھا کہ وہ معدن مین جاکر چھپ رہا
ایک قطرہ تھا کہ جاکر واصل دریا ہوا

کیا کہون مین اوسکے جیتے جی جہان مین کون دشمن جانی بنا اور درپے ایذا ہوا

تجکو بھی ہر دم سدا ذوق دل آزاری رہا
تونے جو جو ظلم اوسکی جان پر چاہا ہوا

اور رقیبون نے نہ کب چاہا کہ کیجے اوسپہ ظلم
وہ نہ کسدن تختۂ مشق ستم اونکا ہوا

اب جو وہ سوے عدم راہی ہوا تقدیر سے
ہر کسی کے لب پہ حرف افسوس کا پیدا ہوا

لیکن اب افسوس و حسرت کرنے سے کیا فائدہ
اوسکے حق مین تو جو کچھ اے یار ہونا تھا ہوا

اوسکو تو مرنا تھا آخر رنج سہہ کر مر گیا
گو کسیکے لب پہ اب اک شور و واویلا ہوا

تو جو گر بالفرض تجھسے سنگدل بے مہر نے
اوسکے مرنے کا کیا افسوس تو بھی کیا ہوا

گو کہ ان باتون سے اب وہ جا تو اوٹھنے سے رہا
پر مجھے حسرت ہی یہ ظالم کہ کیا سے کیا ہوا

ہائے وہ عاشق کہ لیتا تھا تجھے آغوش مین
اب وہ آغوش لحد مین آپ آسودا ہوا

ہائے وہ سر جسکو رکھتا تھا ترے در پر سدا
اب وہ چادر مین کفن کے ہی پڑا لپٹا ہوا

وہ دماغ اوسکا کہ تھا افکار سے افلاک پر
قبر مین اب جاکے زیر خاک پست ایسا ہوا

وہ جبین جسمین کہ تھی تیری ارادت سر بسر
قبر کی محراب مین اوسکا اداسجدا ہوا

ہائے وہ ابرو کہ جسکے خم مین تھے سو سو نیاز
اوسکا ہر ہر بال ہی اب قبر مین بکھرا ہوا

خشک ہوکر ہائے اب مشت خس و خاشاک ہی
وہ مژہ جسکا کہ ہر ہر قطرہ اک دریا ہوا

ہائے وہ آنکھین کہ ہردم مائل دیدار تھین
اونکو ہردم منتظر یون قبر مین رہنا ہوا

ہائے وہ چہرہ کہ تھا سرخ اشک خون آلود سے
ناخن حسرت سے ہی سو جاسے اب چھیلا ہوا

خندہ ہائے عیش سے تھا جو دہن مانند گل
خود بخود افسردہ ہوکر اب وہ اک غنچا ہوا

ہائے وہ لب جو ترے بوسے سے شیرین کام تھا
اب وہ زہر آب اجل سے اسطرح کڑوا ہوا

وہ زبان جس سے کہ تیرا ذکر کرتا تھا مدام
خامشی کا اب اوسے آزار ہی گویا ہوا

تھا سدا جس کان کو تیرے سخن کا اشتیاق
قبر مین اوسکو سخن ناجنس کا سننا ہوا

ہائے وہ گردن کہ تھی قابل ترے تلوار کے
اوسمین ہی طوق گریبان کفن ڈالا ہوا

وہ گلو جسپر کہ تیری تیغ چلتی بار بار
قبر مین تیغ اجل سے ہی پڑا کاٹا ہوا

رنج سے جو دوش رہتا تھا ہمیشہ بار کش
قبر مین جاکر وہ بارے خوب ہی ہلکا ہوا

تیری گردن مین حمائل رہتے تھے جو ہاتھ آپ
رکھکے چھاتی پر اونھین سوے عدم جانا ہوا

ہائے وہ ناخن کہ تھا سینہ خراش الماس وار
اب وہ یون بیکار ہی گویا کہ ہی ٹوٹا ہوا

ہائے وہ سینہ کہ مخزن تھا ترے اسرار کا
اب خزانے کی طرح مٹی مین پوشیدا ہوا

تھا سدا جس پشت کو تکیہ تری دیوار کا
اب زمین قبر کا اوسکے لیے تکیا ہوا

ہائے وہ دل جسمین تیرا دھیان رہتا تھا مدام
اب وہ جاکر قبر مین مٹی سے آلودہ ہوا

وہ جگر جسپر کہ داغ عشق کھائے تھے سو اب
دل لگی کے واسطے پھولون کا گلدستا ہوا

وہ قدم جسکو کہ ہردم پھرنے ہی سے کار تھا
اب وہ زنجیر کفن مین ہی پڑا جکڑا ہوا

ہائے وہ تن جو تری الفت سے تھا شاداب سو
اب ہی دامان کفن مین خار سا الجھا ہوا

اوسطرف شاید ترے گھر کا گمان ہوگا کہ ہی
قبر مین کعبے کی جانب اوسکا منھ پھیرا ہوا

ہائے وہ میکش کہ تیرے ساتھ پیتا تھا شراب
اب اوسے خون جگر پینا وہان تنہا ہوا

اوسکے خون دل نے ہی کار رنگ گون کا کیا — اوسکا دل ہی وان بجاے شیشہ و مینا ہوا
کچھ تو تھا ہی مست وہ تیزی مے دیدار سے — اب اجل کی مے سے ہی وہ اور بھی بہکا ہوا
مستیون سے ہو چکا ہشیار وہ محشر کو بھی — گر یوہین ساغر پہ ساغر اب نشہ افزا ہوا
ہاے وہ بلبل کہ تھی تیری گرفتار قفس — گوشۂ تاریک قبر اوسکے لیے پنجرا ہوا
ہاے وہ قمری کہ تھی وارفتہ تجھسے سرو پر — اب نصیب اوسکو وہان نظارۂ طوبا ہوا
درد و غم رنج و الم یوہین پریشان اوس بغیر — جسطرح سے کاروان ہووے کوئی لوٹا ہوا
آہ و فریاد و فغان و نالہ بیکس ہو گئے — قافلہ کا قافلہ تاراج یہ سارا ہوا
عشق اوس بن ہو گیا اس طرح سے خانہ خراب — جسطرح سے شہر اوجڑ جاوے کوئی لٹتا ہوا
سینہ بریان دیدہ گریان درد دل درد جگر — کیا کہون یہین سانحہ سے ذوق کے کیا کیا ہوا
جانگدازی دل خراشی سینہ کوبی سرزنی — وہ وہان پنہان ہوا اور یان یہ کچھ پیدا ہوا
صرف مجکو ہی نہین کچھ اوسکے مرنے کا الم — یہ غم واندوہ تو سارے یہین ہی پھیلا ہوا
چرخ اس صدمے سے ٹکرے ٹکرے ہو کر اوڑ گیا — یہ زمین لرزی کہ گویا حشر اک برپا ہوا
اس الم کی جبکہ پہونچین گرمیان خورشید کو — ایک تو وہ آگ تھا ہی اور بھی دونا ہوا
قصہ کوتہ کب تلک اب کیجیے طول کلام — اوسکا مرنا تو قیامت کا نمونہ سا ہوا
گذرے ہین دنیا مین کیا کیا شاعران باوقار — اسقدر رنج و الم کس کسکے مرنے کا ہوا
اسقدر تاریخ کسکے مرنے کی مشہور ہی — اسطرح کسکے لیے اس بات کا چرچا ہوا
اوسکے مرنے کا یہانتک غم ہوا سبکو کہ اب — ہر کوئی تاریخ مین اوسکے سخن آرا ہوا
اور اگر تجکو نہ آوے میرے کہنے کا یقین — یاکہ پیدا وہم میری حیلہ سازی کا ہوا
تو سنا دون تجکو اب مین مادہ تاریخ کا — بے کم و بے کاست جیسا جسکے لب سے وا ہوا

خلق کہتی تھی کہ ہی اب ماتم استاد شاہ — جبکہ اس دنیاے دون سے انتقال اوسکا ہوا
اور قوم جن کہ پیدائش ہی اوسکی آگ سے — اصل خلقت مین خمیر آتش سے ہی اوسکا ہوا

یون کہا اوسنے جو دیکھا خاکیون کا یہ خروش — خاک کو لو اور قصد عالم بالا ہوا
جب گیا اس جا سے وہ پیش خداے لایزال — اوس نے فرمایا یہ ہی کان ہنر بخشا ہوا

آسمان نے یون کہی ہی اوسکی تاریخ وفات — تجسے بیجا خانمان برباد کیون اوسکا ہوا
اور زمین نے یہ کہا ہاے حسرت و افسوس سے — جبکہ اوسکو یان سے عزم عالم بالا ہوا

میرے سر سے سایہ اپنا یون اوٹھالے ہاے ہاے
وہ کہ دنیا مین فلک ہی خاک وہ اوسکا ہوا

ہاتھ مل مل کر یہ کہتا تھا فرشتہ موت کا
جان تو لی اسکی اجل نے اور مین رسوا ہوا

اور اجل کہتی تھی حسرت سے یہ شرمائی ہوئی
مجھسے ایسا آدمی افسوس کیون کشتا ہوا

نوحہ گر تاریخ مین اوسکے ہوے یون آشنا
مرگئے سب دوست گویا اوسکا مرنا کیا ہوا

دشمنون نے جب سُنا یہ ماجراے جانگداز
یون ہر اک تاریخ مین اوسکے سخن آرا ہوا

مرگیا ذوق سخنور قبلۂ اہل زمان
حیف ایسا شخص یون آنکھون سے پوشیدا ہوا

گو کہ دشمن تھا مگر اک چھیڑ تو آپسمین تھی
آج برہم دشمنی کا ہاے ہنگاما ہوا

آدمی کیسا ہی ہو پر مرکے پھر جیتا نہین
تھا عدو وہ لیک اب مرنا ہی قہر اوسکا ہوا

اور وہ حاسد کہ جسکو دشمنی تو کچھ نہ تھی
صرف اک دل مین حسد کا خار تھا بویا ہوا

اوسنے سنکر یون کہا سو حسرتون سے ہاے ہاے
خانۂ فردوس مین یون وہ اب آسودا ہوا

اور بھی زائد ہوا جب دم حسد تو پھر کہا
حسرت واندوہ سے یون عرش کا تارا ہوا

اور کہا اون دوستون نے جو کہ تھے عاشق مزاج
عشق بازی کا ہی کیا تاراج اب جلسا ہوا

اور عشق فتنہ گر نے بھی کہا افسوس سے
مرگیا اب قدردان مین آج یون تنہا ہوا

نوحۂ واندوہ یہ پہونچا جو بزم عیش مین
حلقۂ ماتم وہ حلقہ بزم عشرت کا ہوا

شمع نے سوزِ درون سے جل کے رو رو کر کہا
جبکہ اوسپر حسرت واندوہ کا غلبا ہوا

آتش اندوہ سے دل ہو نہ اب کیونکر کباب
وا اے مجکو چھوڑ کر اب وہان شرف افزا ہوا

بلبل آتش زبان نے سنکے حسرت سے کہا
کھلتے کھلتے آہ یہ گل آج پژمردا ہوا

طوطی شیرین دہن بھی یون ہوئی شکر شکن
نخل طوبے پر ہی جا کر یہ زمزمہ پیدا ہوا

قمری جادو بیان بھی یون ہوئی گرم نوا
وہ نہین تو سرو معنی ہی یہ کچھ اوکھڑا ہوا

بلبل و طوطی و قمری سے یہ سنکر سانحہ
ساکنان باغ مین اک حشر سا برپا ہوا

کھولکر آنکھین کہا نرگس نے ہر سو دیکھکر
حیف گویا نور چشم آنکھون سے پوشیدا ہوا

اور وہ سنبل کہ جسکی زلف عنبر فام مین
سیکڑون عاشق مزا جونکا ہی دل لٹکا ہوا

قطعہ یہ ایسا کہا اوسنے زبان حال سے
بحر درد و غم مین ہی جو سر بسر ڈوبا ہوا

ذوق کا صدمہ ہر اک صدمے سے ہی جانکاہ تر
موج زن مرنے سے اوسکے رنج کا دریا ہوا

کیا کہون کس کس طرح دل کو پریشانی ہوئی
کیا لکھون جس جس طرح سے جان کو سودا ہوا

جسکو گنج باغ کہتے تھے خزان درد سے
یون ہوا ویران کہ گویا دامن صحرا ہوا

بسکہ اوسکے غم مین رو ئے طائران بوستان
آب جو کا بڑھ کے ہر ہر قطرہ ایک دریا ہوا

خار خار درد سے سبزے کا سینہ چاک ہی
کاو کاو رنج سے دل خون لالہ کا ہوا

سرو کو دیکھو تو حیرانی سے حیرانی ہوئی
غنچہ کو دیکھو تو دم بھر مین پریشان سا ہوا

فکر تھا تاریخ کا مجکو کہ یہ دل نے کہا
ہاے بیٹھے بیٹھے اور اک جان کو سودا ہوا

سوسن شیرین زبان نے سنکے یہ حال تباہ
یہ کیا شیون کہ اوسکا تن بدن نیلا ہوا

گو کہ اوسکو تھا نہ اصلا بات کرنے کا دماغ
پر نہ اتنا چپ بھی رہنے کا اوسے یارا ہوا

اور اظہار غم و درد و الم کے واسطے
قطعۂ تاریخ مین یون اوسکا لب گویا ہوا

آہ و ویلا کہ اب باد بہاری کی طرح
کوچ باغ دہر سے ہی ذوق یکتا کا ہوا

اوسکے جانے سے عجب اک دل مین میرے درد ہی
مین تو کیا یہ درد سب عالم مین ہی پھیلا ہوا

کیا ہو رونق جبکہ وہ ہی رونق گلشن نہین
کیا مزا جب باغ ہی اُس بن پڑا اوجڑا ہوا

ہاے کیا گل تھا کہ جس سے تھا شگفتہ باغ دہر
ہاے کیا بو تھی کہ تھا جس سے چمن مہکا ہوا

بات کہیے کس سے جاکر اپنے دل کے راز کی
جبکہ پنہان خاک مین وہ رازدان ایسا ہوا

کون ہی قابل کہ جس سے کیجیے کچھ گفتگو
جبکہ پوشیدہ نظر سے ہمزبان اپنا ہوا

آپ گر کہیے زمین کی تو وہ سمجھے چرخ کی
یون کسی سے راز کہیے بھی تو حاصل کیا ہوا

اتو چپ ہی بیٹھ رہنا ہی مناسب ہر طرح
جبکہ اپنے پاس سے گم وہ سخن آرا ہوا

خامشی بہتر ہی اب اول تو ہر ہر بات مین
اپنے دل سے کہ لیا ایسا ہی گر کہنا ہوا

اور کچھ کہیے تو کہیے اوسکی یہ تاریخ فوت
ہی چمن کا رنگ بیلور آج تو بگڑا ہوا

رفتہ رفتہ میکدہ مین جب یہ پہونچا واقعہ
ہر طرف اک غل ہوا اور ہر جگہ غوغا ہوا

میکشون سے مغ ملک اور مغ سے تا پیر مغان
جسکو دیکھو سر سے تا پا رنج کا پتلا ہوا

گوش مینا مین کہا قلقل نے پنبہ کھینچکر
تجھکو بھی اسکی خبر ہی کچھ کہ نادان کیا ہوا

مر گیا وہ ہم جلیس مجلس عشرت فزا
تھا بڑا ہی یار باش اب ایسا کب پیدا ہوا

سنکے مینا نے کہا جھکر یہ گوش جام مین
بیخبر اس طرح سے ہنستا ہی کیا بیٹھا ہوا

مین نے قلقل سے سنا ہی ذوق نے پائی وفات
لالہ سان ہر اک کے دل پہ داغ غم تازا ہوا

جام سے یہ واقعہ سُن سنکے ہر اک مے پرست
ہاتھ سے ساغر ٹپک کر اس طرح گویا ہوا

ساقیا بھرتا ہی کیا ساغر شراب ناب سے
برہم و درہم ہی جب وہ عیش کا جلسا ہوا

کسکو رنجش سے دماغ اتنا کہ ہو پابند عیش
کسکو فرصت رنج سے جو مے پیے بیٹھا ہوا

تیرے کانون تک نہین پہونچا مگر یہ واقعہ
تو جو سرگرم نشاط و عیش ہی ایسا ہوا

یعنی اوستاد شہنشہ ذوق عالی مرتبت
چھوڑ کر دنیا کو راہی جانب عقبا ہوا

بادۂ عشرت کو گر چکھو تو ہی وہ تلخ تلخ
خانۂ خمار کو دیکھو تو ویرانا ہوا

نغمۂ عشرت اگر سن لے کہ بزم عیش مین
نوحۂ اندوہ ہی اسطرح سے پھیلا ہوا

مطرب شیرین نوا چاہی کہ لائے زور سے
تو بھی پھر جاے دہن سے لب تلک آیا ہوا

یہ تو وہ غم ہی کہ اسکے صدمۂ جانکاہ سے
دم مین سو سو طرح سے عالم تہ و بالا ہوا

کوچہ کوچہ مین بھرا ہی اسکے یہ درد و الم
اوسکے ہر ہر گام پر اک حشر سا برپا ہوا

جانگداز و جانخراش و جانستان و جانگسل
اوسکا غم پیدا ہوا اور اسطرح پیدا ہوا

کان درد و درد جان و رنج رنج و رنج دل
ایسا ایسا باعث غم اوسکا مرجانا ہوا

ہی سزا تاریخ مین اوسکے اگر یون کہیے اب
حیف سب برہم وہ جلسہ می پرستی کا ہوا

اور ساقی کو تردد تھا کہ اب کیا کیجیے
درد و غم اوسکا تو دامنگیر ہر اک کا ہوا

دیکھیے انجام کیا لائے خمار اوسکا کہ اب
نشۂ اندوہ سے ہر مست ہی بہکا ہوا

اس غم دنیا سے باہر آکے اب اوسکو عروج
عالم بالا پہ مثل نشۂ صہبا ہوا

ہاتف میخانہ بولا جب سنا یہ ماجرا
آہ میخانہ پڑا ہی اوسکے بن اوجڑا ہوا

حلقۂ رندون مین اوسکے ماتم پُر درد سے
نوحۂ جانکاہ کا جب شور و غل برپا ہوا

رہروان شاہراہ شرع نے سنکر کہا
سود بھی ماتم سے کچھ جو حق نے چاہا تھا ہوا

اوسکے شاگردون نے جب یہ ماجرا ظاہر ہوا
شعر یہ تاریخ مین سب کی زبان سے وا ہوا

کون فرمائیگا ہم پر مہربانی اس طرح
تھا عجب اُستاد وہ یکبارنا پیدا ہوا

سوز سے مین نے کہا تو کس لیے خاموش ہی
ایک عالم جبکہ ہی اسمین سخن آرا ہوا

تو بھی تاریخ وفات ذوق کا کچھ فکر کر
ہوکے شاعر بزم مین تو کس لیے چپکا ہوا

بسکہ تھا وہ صاحب فکر رسا فوراً کہا
دیکھتے ہی دیکھتے اب یار کیا سے کیا ہوا

بسکہ تھین اوسکی مطبیعت مین بھری جولانیان
ایک قطعہ اور بھی اوسکے زبان سے وا ہوا

ذوق کو ہر چند کرتے تھے یہ فہمائش کہ گر
دل دیا تونے کسیکو یا کہین شیدا ہوا

تو سمجھ لیجو کہ قیس و کوہکن کی طرح سے — کوچہ کوچہ مین جہان آباد کے رسوا ہوا
ذلت و خواری و رسوائی سے بھی قطع نظر — مجکو تو اک اور غم اس سے فزون پیدا ہوا
یعنی اسمین جان کا بھی ہی خطر انجام کو — جان سے جاتا ہی آخر عشق کا مارا ہوا
میری باتون کو کسی صورت نہ لایا دھیان مین — میرا کہنا کارگر اوسکو نہ کچھ اصلا ہوا
آخر اوسنے خودسری کو کام فرما کر کہین — دل لگایا اور عاشق ایک پریوش کا ہوا
مختصر قصہ کہ سہہ سہہ کر جفا ئین مرگیا — ہمکو جسکا ہر گھڑی ٹوٹا رہتا وہ اب دیکھا ہوا
اس توقع پر کہ شاید دل کی گرمی دو ہو — اور بھی اسطرح سے تاریخ مین گویا ہوا
یہ تو مین کہتا نہین اے دل کہ مرنا ذوق کا — نادرست و نامناسب اور نازیبا ہوا
کیونکہ یہ باتین بحسب خواہش تقدیر ہین — گفتگو اس امر مین تقدیر سے لڑنا ہوا
جو قدر نے بات سوچی تھی وہی آخر ہوئی — جو قضا نے پردۂ تقدیر مین چاہا ہوا
لیکن اتنی بات تو ہی یہ کہ اپنے گھر مین مین — فکر مین تاریخ کی تھا ایک دن بیٹھا ہوا
لب پہ گستاخانہ میرے آگیا بے ساختہ — آہ اے دل اوسکا مرنا تھو بہت بیجا ہوا
اور بھی اوسنے کیا یہ قطعۂ نادر رقم — شور تحسین از زمین تا آسمان جسکا ہوا
جسکا ہر مصرع ہی کامل مادہ تاریخ کا — اوسکی نسبت تو یہ اک اعجاز ہی گویا ہوا

مرگیا اے وای وہ انسان کہ یان ہر بات مین — مثل اوسکا آج تک اے دل نہین پیدا ہوا
سال فوت اوسکی لکھی ہمنے بصد آلام و رنج — سر پہ نازل یہ الم تو ذی جلالہ سا ہوا
خامۂ جادو اثر کو پھیر کیا گرم رقم — سامعان نکتہ ور کا جبکہ کچھ ایسا ہوا
یاد ایامیکہ بستے تھے یہان عیش و نشاط — اب تو کوچہ کوچہ دہلی کا الم خانا ہوا
یاد ایامیکہ تھی یہ گلزمین گلزار عیش — جابجا تختہ گل سوری کا تھا پھولا ہوا
لالہ و سنبل مین یہ داغ اور پریشانی نہ تھی — لبکہ سر پر اک خوشی کا ابر تھا چھایا ہوا
سرو گل کو تھی نہ ایسی حیرت و چاک جگر — قمری و بلبل سے بھی سرزد نہ یون نالا ہوا
وہی دہلی تھی کہ ہر ہر طرف سے آباد تھی — وہی دہلی ہی کہ ہر ہر گھر ہی اب اوجڑا ہوا
ایک اک ذرہ یہانکی خاک کا تھا عیش خیز — جس جگہ اب درد اور اندوہ کا صحرا ہوا
ایک اک قطرہ یہانکے بحر کا تھا موج لطف — جسکے ہر ہر موج سے اب درد کا دریا ہوا
گردش افلاک سے کیا کہیے کیا آفت پڑی — انقلاب دہر سے مین کیا کہون کیا کیا ہوا

قصہ کوتہ جبکہ میر و درد و سودا مر گئے
اور اونکے مرنے سے اک حشر سا برپا ہوا

سرزمین جتنی سخن کی تھی سو ویران ہو گئی
گویا پہلا وہ عالم ہی تہ و بالا ہوا

از سر نو پھر ہوا تعمیر کے در پے فلک
اس خرابہ کی کہ تھا یکسر وہ ویرانا ہوا

یعنی اقلیم سخن پھر ہو گئی آباد سی
شاعری و شعر کا پہلا سا پھر چرچا ہوا

جبکہ اک اُستاد سے ہر وقت مین ہی ناگزیر
شیخ ابراہیم ذوق اوستاد شہ پیدا ہوا

بادشاہ قدردان بھی لسکہ تھا رتبہ شناس
اوسپہ اپنی مرحمت سے وہ کرم فرما ہوا

اور عنایت کر کے خاقانی ہند اوسکو خطاب
نکتہ سنجون کی نظر مین یون شرف افزا ہوا

اور دان سے جب ملا اوسکو لقب اوستاد خاص
اشک سے جل کر کباب اوسدم دل اعدا ہوا

کونسی جا تھی کہ اوسکا وان نہ تھا نام بلند
کونسا گھر تھا کہ اوسکا وان نہین شہرا ہوا

تا دم آخر اسی در پہ رہا وہ جانشین
یہ ہی کوچہ اوسکا گویا مسکن و ماوا ہوا

عمر کو اپنی یہین اوسنے گزارا سر بسر
جب تلک راہی وہ یانسے جانب عقبا ہوا

وہ اسی در سے رہا زلہ ربای فیض عام
وہ یہین سے کامیاب دولت عظما ہوا

لسکہ اوسکی طبع مین تھین طرفہ طرفہ شوخیان
ناگہان وہ دیکھکر اک شخص کو شیدا ہوا

ہوکے عاشق جان کو کیا کیا ہوئی شوریدگی
دیکھے اپنے دل کو سو سو طرح آوارا ہوا

لٹ گئی ساری متاع طاقت و ہوش و خرد
اس سر و سامان پر یون بے سر و پا ہوا

وصل کی صورت نہ کوئی جب بہم پہونچی تو پھر
آخر آخر راز پنہان سب پہ یہ افشا ہوا

دست بر دعشق سے جو بچ رہا تھا صبر کچھ
سو وہ تاراج جفاے ہجر جانفرسا ہوا

حق بجانب اوسکے بھی ہی یہ کہ کب تک صبر ہو
صبر اتنا بھی ہوا اوس سے تو کیا تھوڑا ہوا

آخر انسان تھا چھپتا کب تلک اس راز کو
جب نہ پنہان ہو سکا تو سب مین اک چرچا ہوا

سب لگے کرنے بہم ملکر صلاح و مشورہ
حال دیکھا جبکہ یارون سے بہت بگڑا ہوا

اور یہ سمجھے کہ اوسکے واسطے غیر و صال
لاکھ تدبیرین کرین لیکن یہ کب اچھا ہوا

سب نے یہ چاہا کہ ہووے گر مساعد روزگار
اور کچھ سامان بھی موجود عشرت کا ہوا

وصل کی ٹھہرایئے اوس سے کسی تدبیر سے
ورنہ آخر دیکھنا تم حال کیا اسکا ہوا

چار شنبہ آخر ماہ صفر کا ہمنشین
ہزاران خرمی حسبدم نشاط افزا ہوا

یار یہ سمجھے کہ ہی تقریب تو یہ خوب ہی
پر مساعد گر فلک بھی اسمین تھوڑا سا ہوا

ناگہان تقدیر سے تھا چرخ بھی کچھ راہ پر
دور اوسکے دل سے جو کچھ اوسمین تھا کینا ہوا

دوست یہ سمجھے کہ موقع خوب ہی ایسا نہو
اپنے ہاتھون سے نکلجائے یہ وقت آیا ہوا

قصہ کوتہ ایک گلشن کو کیا آراستہ
اور اوسمین دوستون کا گرم ہنگاما ہوا

سب نے یہ چاہا کہ اس تقریب سے اوس شوخ کو
لائیے جس پر کہ ہو دل ذوق کا آیا ہوا

شاید اوس بے رحم کا بھی آہن دل موم ہو
کیا تعجب ہی اگر وہ مہربان کرم فرما ہوا

اول اول تو وہ گرم حیلہ سازی ہی رہا
گو کہ ہر اک عجز کا اوس جا بسا طآرا ہوا

بعد چندین منت و با صد سماجت ہائے شوق
رونق افروز اوس چمن مین وہ بہار آسا ہوا

دیکھکر وہ روے تابان شمع کشتہ ہو گئی
شمع کے اس حال سے جانبر نہ پروانا ہوا

اور وہ جو نازنینان چمن تھے سبز و سرخ
کیا بیان کیجے کہ اونکا حال تو کیسا ہوا

زلف سے سنبل کو وان کیا کیا پریشانی ہوئی
چشم سے نرگس پہ طاری حال حیرت کا ہوا

غنچہ دسوسن دہن سے رشک کھا کر مرگیا
غنچہ گل لب سے کرکے شرم کچھ چپکا ہوا

آتش رشک و حسد سے دیکھ اوس رخسار کو
جلکے سر سے پاؤن تک اک داغ سالالا ہوا

پنجہ دست نگارین دیکھکر اوسکا چنار
رشک سے جل جل کے آخر آگ سرتاپا ہوا

ساق پا سے شاخ گل شرم و حیا سے جھک گئی
اور فسردہ فندق پاسے گل رعنا ہوا

سرو نے دیکھا جو اوسکے قامت دلچسپ کو
گڑ گیا اندر زمین کے شرم کا مارا ہوا

طائران باغ نے دیکھی جو ایسی برہمی
ہر طرف پھرنے لگا ہر ایک گھبرایا ہوا

اہل مجلس نے جو دیکھا اس طرح کا ماجرا
سبکو حیرت تھی کہ یہ کیا حشر سا برپا ہوا

ساقی سیمین بدن یہ حال ابتر دیکھکر
خندۂ ساغر سے محو گریۂ مینا ہوا

بادہ و خم کا ہوا یہ حال بزم عیش مین
یہ ہی وان بکھری پڑی اور وہ ہی وان ٹوٹا ہوا

برہمی ایسی پڑی عین نشاط و عیش مین
جسکی باعث سے زمین تا آسمان خوفا ہوا

یہ تو تھی ہی اک مصیبت جانگزا اے ہمنشین
اس مصیبت پہ فزون ایک اور یہ صدما ہوا

یعنی ایسے حادثون مین ہو گئی شب تو تمام
اور سحر کے دل مین جو کچھ راز تھا افشا ہوا

دیکھکر روے سحر وہ تو روانہ ہو گیا
اور ادھر کیا کہیے اب جو کچھ کہ حال اسکا ہوا

یعنی درد جانگداے ہجر کی آکی نہ تاب
دم کے دم مین مرگیا اور راہی عقبا ہوا

سوز دلخستہ نے برجستہ کہی تاریخ فوت
برہمی سی پڑ گئی یہ اور کیا تھا کیا ہوا

باغ عالم سے گیا چیف آج پریان چھوڑ کے — عیسوی مین اس طرح سے وہ سخن آرا ہوا
اور رسمت مین کیا او سنے رقمہ یہ مادہ — ہائے جور چرخ سے فتنہ نیا برپا ہوا
سنہ فصلی مین بھی یہ او سنے کہا ہی مادہ — اور تو اب کیا کہون آہ دل جو ہونا تھا ہوا
ایک قطعہ جسکے ہر مصرع مین اک تاریخ ہی — سنہ فصلی مین یہ کہکر یون سخن فرما ہوا
اہ جور آسمان سے ہلگیا اب خاک مین — برہمی کا باعث او سکا ہائے مرجانا ہوا
جان جلی دل خون ہوا یا چاک سینہ مین پڑا — او سکے مرنے کا نتیجہ یہ دل شیدا ہوا
اک قطعہ او سنے یہ سنہ جلوسی مین کہا — جس سے دل محظوظ یان ہر ایک سامع کا ہوا
مر گیا ذوق سخنور قبلۂ اہل زمان — دل مرا محو تحیر کیا کہون کیا کیا ہوا
او سکے مرنے سے نر بس دل کو پریشانی ہوئی — جب تحیر دل مین آیا بے سر و بے پا ہوا
سوز نے جب یار سے اپنے کہا جاکر یہ حال — اور او سکے سامنے اس بات کا چرچا ہوا
لیکے انگشت تحیر دانت مین افسوس سے — جادۂ تاریخ مین یون وہ قدم فرسا ہوا
رندہ و سالم او سے دیکھا تھا کل تو سوز ہائے — آج کس کا فرسے وہ مقتول بیچارا ہوا
مین حال نزع مین یہ آپ بھی او سنے کہا — وائے حسرت لو جہان سے ہی سفر اپنا ہوا
مین نے بھی اس باب مین کچھ کچھ کیا تھا فکر سو — غیب سے دل مین مرے مطلع یہی القا ہوا
ایک عالم اسکے ماتم سے تہ و بالا ہوا — از زمین تا آسمان اک شور و واویلا ہوا
ہا کجا تجھسے کہے جاؤن یہ مین اب ماجرا — خیر جو گذری سو گذری اور جو ہونا تھا ہوا
تجھسے ان باتون کا کیا شکوہ شکایت کیجیے — تھی یہی مرضی خدا کی جو ہوا اچھا ہوا
سب نے تاریخین کہی ہین تو بھی اک تاریخ کہہ — تاکہ رہوے مادہ وہ قبر پر لکھا ہوا
خلق تو جانے کہ مرنے دم تلک یاری نبھی — اور وہ جلنے کہ کچھ سینہ مرا ٹھنڈا ہوا
غیر مین او سکو ہوا یہ امر موجب عیش کا — اور جہان مین تجکو باعث نیکنامی کا ہوا
تیرے کہنے سے او سے بارے پشیمانی ہوئی — بولنے کا کچھ نہ اصلا شرم سے یارا ہوا

چپکے چپکے زیر لب شرما کے یون کہنے لگا
مین تو سمجھا تھا جفا کچھ کھیل ہی یہ کیا ہوا

قطعہ کی تصنیف کے بعد فکر تیز پا کی گرم جولانی نے آسائش کے اختیار کرتے کرتے
ایک شوخی دلچسپ ظاہر کی کہ اور قطعہ دو بیت کا جو اس قطعہ کے اختتام کی تاریخ ہے

مشتمل ہی تماشائیان عجائب سخن کی نگاہ پر جلوہ گر کیا اگر وہ بھی نذر اجاب کیا جاوے لطف سے خالی نہین

چون بصد درد رقم نمودم	قطعۂ درد و مصیبت افزاے
گفتم اے سوز بگو تاریخش	گفت گو مرثیۂ محنت زاے ۱۲۷۱

اور قرینۂ مقام سے روشن طبعان صافی ضمیر پر یہ تو منکشف ہو ہی گیا ہوگا کہ واقعہ تعجب خیز بھی کہ اس قطعہ درد مضمون کا نام اور ان ابیات حسرت مشحون کا لقب ہر حد تاریخ پر مشتمل ہی خدا ے سخن آفرین اس فکر آسمان سیر کی تیز پائی مین افزائش کرے اور اس فارس مضمار سخن کی طبیعت کو ایسا گرم جولان رکھے کہ حریفان سبک خیز کا وہم تیز گرد او سکی گرد کو نہ پہونچے اب بعضے احباے شوخ طبع دامنگیر ہوتے ہین کہ ہر چند اقتضاے اختصار باقی شعراے رنگین سخن کے قطعات کی تحریر سے مانع ہی لیکن مرزا علی بیگ نازنین تخلص تخیتی گو کے قطعہ سے اغماض بیجا اور چشم پوشی نا روا ہی قطع نظر اس سے کہ اس پردہ مین او سکے سلیقہ سخنوری کی خوبی دقیقہ سنجان معنی یاب پر منکشف ہو جاتی ہی اس ماتم کی جانگزائی کے اثنا مین فی الجملہ رسم غمزادائی بھی وقوع مین آتی ہی ناچار خامۂ خام رقم کو اس عرصے کی جولانگیری سے باز رکھنا مناسب نہ سمجھا

نہین نازنین رنج کرنے کسیکا	کیا جب سے یار اور حرمت ہی کھوئی
بلا سے رکھون شاد دل کو تو اپنے	اگر مین نے کنبے کی عزت ڈبوئی
خصم جب موا لونڈیون کو رولایا	کہ اس پردے مین نام رکھے نہ کوئی
ولیکن مجھے کاملون سے ہی الفت	غم ذوق مین رات بھر مین نہ سوئی
لکھی اونکی تاریخ اور یہ ہوا غم	میان ذوق کو مین بوا آپ روئی ۱۲۶۲

اے صابر ناعاقبت اندیش اس جولان بصیرت سے باز آ اور عنان قلم کو روک کہ شوق پرستان معنی زبان کو شکوہ سے آشنا اور لب کو حرف شکایت پر وا کرتے ہین کلاگر حیلہ چرخ مکار نے اوس کمالات انتساب کے افادہ صحبت سے محروم کیا ہا رے او سکے کلام بلاغت نظام کو منتظران لطائف کے نظر کر کہ نگاہ قیس مین آہو بھی چشم لیلی سے کم نہین ہی

دل مجنون ز آہو در تسلی ست	بہ لیلے ہر چہ ماند عین لیلی ست

سخن سنجان انصاف دوست پر واضح کرتا ہی کہ اگر سب کلام مغفرت مآب کا تحریر مین آوے تو وہ دریاے زخار حوصلہ صدف مین گنجایش پذیر نہین ہو سکتا اور اگر قدر قلیل پر قناعت کیجاوے تو دل متحیر ہی کہ کس شعر کو نقطۂ انتخاب سے مزین کرے اور کس بیت کو اوس زیور سے خلیع العذار رکھے کہ ہر معنی گوہر شاداب ہی اور ہر بیت بیت انتخاب

ز فرق تا بقدم ہر کجا کہ مے نگرم	کرشمہ دامن دل میکشد کہ جا اینجا است

ہر چند ایک کو اختیار اور دوسرے کو ترک کرنا ترجیح بلا مرجح کے قبیل سے دشوار نظر آتا تھا لیکن جیسے گرسنگان مضطر کہ خوان الوان نعم سے بے تفضیل و ترجیح جس سے چاہتے ہین ابتدا کرتے ہین شوق بیتاب نے جسقدر حوصلۂ فرصت مین قابل گنجایش پایا اوس پنج شایگان سے اوٹھاکر ان اوراق مین مرقوم کیا

کہے ہی خنجر قاتل سے یہ گلو میرا — کبھی جو مجھسے کرے تو پیے لہو میرا
صراط عشق پر از بسکہ ہی ثابت قدم میرا — زمم شمشیر قاتل پر بھی خون جاتا ہی جم میرا
آدمیت اور شی ہی علم ہی کچھ اور شی — کتنا طوطے کو پڑھایا پہ وہ حیوان ہی رہا
مدتون دل اور پیکان دونون سینے مین رہے — آخرش دل یہ گیا خون ہوکے پیکان ہی رہا
سبکو دیکھا اوس سا اور اوسکو نہ دیکھا چون نگاہ — وہ رہا آنکھون مین اور آنکھو نسے پنہان ہی رہا
گر ترے فریادیونکے نامۂ پیچیدہ کو — رکھکے منھ پر پھونکیے پیدا ہو نالہ صور کا
شکر پردہ ہی مین اوس بت کو حیا نے رکھا — آج ایمان گیا ہی تھا خدا نے رکھا
ہم ہین اور سایہ ترے کوچے کی دیوارون کا — کام جنت مین ہی کیا ہمسے گنہگارون کا
لبون پر جان عبث ہی منتظر وہ شوخ کب آیا — اگر جہلم کو بھی آیا تو ہم جانینگے اب آیا
ٹھہری ہی رفتنے کی یان کل پہ جا صلاح — اے جان بر لب آمدہ تیری ہی کیا صلاح
فوج کرنے کو سرے پوچھتے کیا ہو تکبیر — تم چھری پھیر بھی دو نام خدا کا لیکر
مجھ مین کیا باقی ہی جو دیکھے تو آن کے پاس — بدگمان وہم کی دارو نہین لقمان کے پاس
یان لب پہ لاکھ لاکھ سخن اضطراب مین — واان ایک خامشی تری سب کے جواب مین
نہ ڈال آبلہ اے گرمی فغان منھ مین — کہ چپکا بیٹھ رہون پھیر کے گھنگنیان منھ مین
ہمارا پیکے لہو تیرے تیر کا سوفار — یہ چپ ہوا ہی کہ گویا نہین زبان منھ مین
مرگئے پر بھی تغافل ہی رہا آنے مین — بیوفا پوچھے ہی کیا دیر ہی لیجانے مین

وہ پہلے بزم مین دیکھین کدھر کو دیکھتے ہین — محبت آج تری ہم اثر کو دیکھتے ہین
صحبت صافی دلون سے ہون مکدر تیرہ دل — زنگ سے آلودہ ہوجاتا ہی آہن آب مین
اسیر رنج وغم مین ہون مریض جان بلب مین ہون — اور اسپر اتبلک جیتا ہون مین کوئی عجب مین ہی
عبث تم آہ رکاوٹ سے منہ بناتے ہو — وہ آئی لب پہ ہنسی دیکھو مسکراتے ہو
نخل خرما کی طرح باغ محبت مین ملا — کثرت زخم سے اک خلعت زیبا ہمکو
ہم گئے جسکی طرف چون گل بازی اوسنے — پاس آنے نہ دیا دور ہی پھینکا ہمکو
رشک تھا اپنے نوشتہ مین کہ اوس نے خط مین — خط لکھا غیر کو اور بھوا کے بھیجا ہمکو
کرتے جون کو وہ نہین ہم تو سخن مین سبقت — پر وہ کچھ ہمسے سنیگا جو کہیگا ہمکو
دل مین تھے قطرہ خون چند سے مانند حباب — نرہے وہ بھی جب الفت نے نچوڑا ہمکو
جسکی آواز سے ہین رونگٹے سوہان کے کھڑے — وہ محبت نے دیا سلسلہ پا ہمکو
اک حلاوت ہی عداوت مین بھی اوس ظالم کی — کہ دیا زہر بھی جو اوسنے تو میٹھا ہمکو
دیکھا آخر نہ کہ پھوڑے کی طرح پھوٹ بہے — ہم بھرے بیٹھے تھے کیون آپنے چھیڑا ہمکو
ہم وہ ہین رند کہ اس عالم پیری مین بھی ہی — انس میخانہ سے چون نیئہ مینا ہمکو
کھانے پینے کی قسم کھائی ہی تجھ بن ہمنے — ورنہ تھا زہر تو ہر طرح گوارا ہمکو
نکالون کس طرح سینہ سے اپنے تیر جانان کو — نہ پیکان دل کو چھوڑے ہی نہ دل چھوڑے ہی پیکان کو
تو جان ہی ہماری اور جان ہی تو سب کچھ — ایمان کی کہینگے ایمان ہی تو سب کچھ
نگہ وہ ترک کہ جسکی نہین جفا کی پناہ — اور اوسکی آنکھین وہ کافر کہ بس خدا کی پناہ
نہ پوچھو کہ دل شاد ہی یا حزین ہی — نہین یہ بھی معلوم ہی یا نہین ہی
وہ ہی پاس ہی پر مری بد گمانی — لیے پھرتی ہی مجکو کہین سے کہین ہی
زبان پیدا کرون جون آسیا سینے مین پیکان سے — دہن کا ذکر کیا یان سر ہی غائب بھی گریبان سے
ہمنے اوس بت مین جو دیکھا ہی نہین کہہ سکتے — کہ مبادا کہین سن پائین شریعت والے
ساقیا عید ہی دے بادہ سے مینا بھر کے — کہ پیاسے ہین مری آشام مہینا بھر کے
قطرہ قطرہ آنسو جسکے طوفان طوفان شدت ہی — پارہ پارہ دل ہی جسمین تو وہ تو حیرت ہی
قسمت برگشتہ دیکھو اک نظر کی تھی ادھر — سو بھی آکر تا سر مژگان حیا سے پھر گئی
زخمی مین ہوا ہون تیری زردیدہ نظر سے — جائیگا نہین چہرے نہ زخم جگر سے

ہو کر کچھ چاک جگر سینے کا سن سن اپنے — کر کے میں ضبط ہنسی دیکھوں ہوں اخن اپنے
زخم دل پر کیوں مرے مرہم کا استعمال نہیں — مشک اگر ٹھگا ہے تو کیا لون کا بھی کال ہے
سنکے میری جاکنی کو کو ملکن ؟ — جون صدا اوٹھا پھر انسار سے
دوش تھا اس نا توان کو سر لیکن — لگا رکھا ہے ترے خنجر و سنان کے لیے
توڑا کر شاخ کو کثرت نے ثمر کی — دنیا میں گرانبار ہی اولاد غضب ہے
لائی حیات آئی قضا لیچلی چلے — اپنی خوشی نہ آئے نہ اپنی خوشی چلے
شب ہجران بسر نہیں ہوتی — نہیں ہوتی سحر نہیں ہوتی
میرے ٹھنڈے نالہ ہائے زار سے — ٹپکے بلبل کے لہو منقار سے
یون نگہ نکلی ہے چشم یار سے — مست جیسے خانۂ خمار سے
کب حق پرست زاہد جنت پرست ہے — حوروں پہ مر رہا ہے یہ شہوت پرست ہے
دل صاف ہو تو چاہیے معنی پرست ہو — آئینہ خاک صاف ہے صورت پرست ہے
کل جہان سے کہ اوٹھا لائے مجھے اجاب مجھے — لے چلا آج وہین پھر دل بیتاب مجھے
لیتے ہی دل جو عاشق دلسوز کا چلے — تم آگ لینے آئے تھے کیا آئے کیا چلے
کیا لے چلے گلی سے تری ہم کہ جون نسیم — آئے تھے سر پہ خاک اوڑانے اوڑا چلے
آلودہ سر سے نہوئی چشم مین نگاہ — دیکھا جہان سے صاف ہی اہل صفا چلے
مین گران بار محبت مرا خون بھی ہے گران — جی دھڑکتا ہے تری ناز کی گردن سے

باب الراء المهملة

راجہ تخلص طراز وسادۂ حشمت و زیب مسند حکومت آرائش چار بالش اقبال بانی بنائے عز و جلال شائستہ تشریف تفاخر مہاراجہ بلوان سنگھ بہادر خلف الصدق اعظم اراکین دولت و جاہ شوکت پناہ ابہت دستگاہ راجہ چیت سنگھ بہادر والی بنارس کہ چالیس برس سے گل زمین آگرہ اوسکے قدم بہار توام سے خاک چمن پہ افتخار اور ہوا اوس گلزار فیض کی نسیم ختن سے عار کرتی ہے وجہ قیام کی اوس گلشن ہمیشہ بہار مین یہ کہ جب راجہ چیت سنگھ کے پدر عالی وقار نے عالم فانی کو پدرود کیا مین صوبہ اودھ نے چاہا کہ راجۂ متوفی کی جاگیر پہ آپ قبضہ کرے حکام بلند مقام انگریز نے علی الرغم اوس رئیس کے مراسم اعانت و شرائط امداد کو بجا لاکر چیت سنگھ کو حکومت موروثی کی مسند پہ متمکن

الراجہ باسم الراء المهملة

اور بالش ریاست پر جانشین پدر کیا راجہ موصوف حسب قرار داد زر خراج کو سال بسال ادا کرتا تھا لیکن انگریزون نے سنہ سترہ سو اٹھتر عیسوی مین اوس سے کچھ فوج کمگی طلب اور اوسنے یہ امر اپنے مقدور سے خارج پاکر عذر اور بیجا آوری فرمان سے پہلو تہی کیا سنہ سترہ سو اکاسی عیسوی مین ہستنگز صاحب کے عازم بنارس ہوکر راجہ موصوف کی گرفتاری کا قصد کیا ہر چند اوس عاقبت اندیش کا ارادہ یہ نہ تھا کہ ایسی فوج ظفر تلاش سے مقابلہ اور اوس لشکر نصرت اثر سے مجادلہ کرے سپاہ جہالت دستگاہ کی ناعاقبت اندیشی اس بات کی مقتضی ہوئی کہ آتش فساد نے اشتعال پایا اور شعلۂ قتال بلندی پر آیا اور یہ مفسدہ اس حد تک پہونچا کہ سپاہ انگریزی سے دو کمپنی اور چند افسر فوج نے شربت مرگ چکھا یہان سے قیاس کیا چاہیے کہ سپاہ مقابل سے کسقدر جوانان دلاور کسوت حیات عاری ہوے آخر کار راجہ ممدوح نے کہ کور باطنان بیباک کی سفاہت سے جرم ناکردہ مین ماخوذ تھا شکست فاحش پاکر گوالیار کو پناہگاہ مقرر کیا عالیجاہ نے طریقہ مہمان نوازی کو مسلوک کرکے اوسکے مصارف ضروریہ کے واسطے پانچ لاکھ روپیہ کی جاگیر علیحدہ کردی لیکن اوس راجہ نے بعد چند روز کے سفر آخرت اختیار کیا راجہ بلوان سنگھ کہ یہ صفحہ اوسکے حمائد اوصاف سے محلو اور یہ عبارت اوسکی گزیدگی الوار سے مالامال ہی حکام عہد کی تجویز سے سرزمین آگرہ مین مقیم ہوا اور یہ نواح اس حسن اتفاق سے رونق پذیر ہوئی زبان خلایق اوسکی محمدت و ستایش سے دفتر دفتر از بر رکھتی ہی گاہ گاہ اوسکی حسن لیاقت و لطف طبعیت سے زمین ریختہ بھی پذیرا فکار گوہر نثار ہوتی ہی خامہ خام رقم اون اشعار لطافت بار سے یہ دو تین شعر درج تذکرہ کرتا ہی

تو ہی وہ گل کہ نام ترا باغ دہر مین	وہ دو دو پہر وظیفۂ مرغ سحر ہوا
مرنے کا تو کچھ غم نہین پر غم ہی یہ رہا	مہمان ہی درد جگری اور کوئی دم
اقلیم کبھی زیر نگین رہتی تھی راجہ	اب حرف بھی غالب ہی نگین پر نہ ہینگے

راحت تخلص مرزا محمود بیگ خلف احمد بیگ رومی الاصل اوائل حال مین پیشۂ سپاہگری کو وسیلۂ تحصیل روزی مقدر سمجھکر گلوے تشنہ حریفان بیباک کو آب دم شمشیر سے سیراب اور حلق خشک اعدا کو قطرۂ پیکان سے شاداب کرتا تھا مدت سے گوشۂ انزوا اختیار اور قطع علایق کو خلعت قدر انجویز کیا آشنا و بیگانہ سے ترک ملاقات کرکے

راحت

امید و بیم سے فارغ اوقات بسر کرتا ہی سرمایہ علمی بقدر ضرورت فراہم ہی اصلاح شعر مومن خان مرحوم مومن تخلص سے لی ہی اور استعداد خداداد سے موزونی ذاتی کو کسب کمال کا معین کرکے صنعت شاعری کو سربلند کر دیا یہ چند شعر اوسکے افکار گوہر نثار سے منتخب ہوے

اشک آنکھون سے نکلکر زیر مژگان تھم گیا — دم نکلے سایہ مین کیونکر تھا مسافر دور کا
ہم سے وہ بھی چھٹے اور یہ دل شیدا چھوٹا — یاد کس کس کو کرین خیر جو چھوٹا چھوٹا
صبر و قرار و تاب و توان رفتہ رفتہ سب — آجائینگے کہین سے دل رفتہ گر ملا
تیرون سے جو اشارے تھے محفل مین مین تمھارے — سمجھین وہ یا نہ سمجھین پر یہ غلام سمجھا
کھلایا مجھے غم پلایا مجھے خون — ہوا جب مین ناکام مہمان تمھارا
کچھ جان سی آتی ہی میری جان مین قاتل — پانی ترے خنجر مین ہی کیا آب بقا کا
لے گیا رات کو باتون مین لگا کر اونکو — کیونکہ قائل نہون راحت تری تقریر کے ہم
اجل پہلے آوے کہ وہ پہلے آوین — یہی راہ مدت سے ہم دیکھتے ہین
روے قاتل سے خجالت کیون نہو روز جزا — ساتھ میرے ایک عالم ہو لیا فریاد کو
یہ چاہتا ہون کہ راز نہان نہ افشا ہو — تیرے دہن سے زیادہ مرا دہن بند ہے

راحت تخلص ہی وجوان خوش مزاج حلیم طبع شیخ کریم الدین نام ساکن اعظم پور بچپن سے کو کتب فارسی و صرف بخو عربی سے بقدر ضرورت ماہر اور رسائی طبع سے ریختہ گوئی پر قادر ہی شستگی زبان اور تلاش معنی کی طرف مائل اور متانت الفاظ اور دلچسپی مضامین مین سعی یہ دو شعر اوسکے یاد تھے

ہمیشہ گذری قفس مین اسی تمنا مین — کہ اب رہا ہوے اب موسم بہار آیا
خودی کو نیست کیا جب ہوئی بقا حاصل — جب اعتبار کیا تب کچھ اعتبار آیا

راسخ تخلص سعادت علیخان شاگرد مومن خان مرحوم مرد نیک نہاد خوش اخلاق تیز فکر ہی ہر چند شعر گوئی کا اتفاق کم ہوتا ہی لیکن جسقدر ہی خالی لطف سے نہین یہ دو شعر یاد تھے

ہون تو آنکھون مین پر نہین یہ خبر — سرمہ ہون یا غبار ہون کیا ہون
مین بناے جہان سہی لیکن — جبکہ ناپائدار ہون کیا ہون

راغب

راغب تخلص احمد حسین برادر زادہ حافظ محمد بخش عرف حافظ مو تیزی فکر اور جودت طبع کے ساتھ پسندیدگی اطوار اور گزیدگی کردار کو فراہم رکھتا ہی یہ چند شعر اوسکے اشعار سے منتخب ہوے

آوے بھی وہ اگر تو نہ آوے اسے یقین
کیا حال ہو گیا دل امیدوار کا

چھٹ گئے آلام سے راحت کا سامان ہو گیا
بڑھتے بڑھتے درد دل آخر کو درمان ہو گیا

یارب اسے تو چین دے مجکو ندے ندے
جلتا ہی میرے حال پہ دل غمگسار کا

اوس کو سے کیا صبا نے جہان سے اوٹھا دیا
چھوڑا نہ ایک ذرہ ہمارے مجار کا

کیا فہم ہی وہ اپنی شکایت سمجھتے ہین
شکوہ اگر کرون روش روزگار کا

ترغیب خلد اور مجھے راغب خدا سے دور
کیا کم ہی لطف خلد سے کچھ کوے یار کا

مین نے کہا سر کٹنے مین کیا کیا نہ ملے لطف
کہنے لگے لے آو اگر ہی کوئی سر اور

راقم

راقم تخلص شیخ منظر علی خلف شیخ رستم علی شیخ زادہ ساکن قصبہ چار کلیانہ عمر شش برس کی ہی مرد با اخلاق متانت اور نیک نہادی اس بزرگ کے اوصاف کا ایک شمہ ہی فن فارسی کو شاہجہان آباد مین مولوی عبد الباقی مرحوم سے کسب کیا تھا فارسی درنخشہ دونون مین فکر کرتا ہی یہ چند شعر اوسکے افکار سے ہین

اشعار فارسی

قامت ست این یا قیامت یا قیامت قامت ست
یا بلا بر پاست این یا عالم بالاست این

شعر کمار راقم ست این یا نجوم آسمان
یا جواہر ریزہ کان یا دُر دریاست این

اشعار ریختہ

غیر تنہا یہ نہین ہین بت مکار کے یار
دم مین ہین تیے ہین اور ہوتے ہین غمخوار کے یار

تیغ مت کھینچ میان ہاتھ کو پہونچے نہ ضرر
تیر مژگان ہی خدارا دل بیمار کے یار

آفرین دست جنون تجکہ کہ دم کے دم مین
کر دیے خوب مرے جامہ و دستار کے تار

اک جہان قتل کیا جنبش ابرو نے ترکی
کیا ستم دیکھیے دکھلائینگے تلوار کے وار

آج صحرا مین بہے دیدہ تر سے دریا
وار کے وار رہے اور رہے پار کے پار

رحمت

رحمت تخلص ہی جوان وجیہ خوش رو سے نیک اسلوب رحمت علی نام کا ایام شباب مین بہار پر اور روزگار جوانی کمال رونق پہ ہی اور باوجود اس سن و سال کے مزاج مین

خلق اور طبیعت بین سازگاری جناب مستطاب مولوی امام بخش صہبائی کے ساتھ قرابت قریبہ اور اونھین سے تلمذ رکھتا ہی کتب درسیہ فارسی کو بہت تحقیق سے پڑھا اور عروض وقافیہ کو نہایت تدقیق سے تحصیل کیا فکر اشعار فارسی اور ریختہ شایستہ اور ارجمند زبان شستہ اور تلاش بلند ہی نہ رنگینی معنی کی تعریف بیان کی محتاج اور نہ فروغ مضامین مدح کو تفصیل کی احتیاج جیسی نظم دلکش اور رنگین ہی نثر فارسی بھی نہایت دلچسپ ومتین ہی ایک نشاط حدیقہ رحمت نام کہ مکاتیب شوقیہ اور نامہ ہاے محبت افزا سے پر اور نالہ بلبل جوناہر سنگھ راجہ بلپ گڈھ کی تعریف سے مملو اور ایک ملاحت عبارت اور شور تشبیہ واستعارت سے زخم شوق پر نمک افگن اور دوسرے سینہ خاطر پر ناخن زن ہی کمال متانت وفصاحت کے ساتھ ریختہ خامہ شیرین سخن ہی اور ریختہ مین ایک مثنوی ہی مسمی بہ شکایت فلک زبان کی شستگی ایسی کہ اوسکے سننے سے طبیعت سامع کی یکقلم غش سے پاک ہوجاوے اور عبارت کی متانت اسطرح کی کہ اوسکے پڑھنے سے مدنفس رگ یاقوت سے گران تر نظر آوے یہ چند شعر فارسی اور چند ابیات ریختہ اوسکے نتایج طبع سے مرقوم ہوتے ہین

اشعار فارسی

جنس دل گرچہ عزیز ست بمیچش نخرند — این ستم پیشہ نکویان جفاگستر ما
ساقی بریز در قدح من شراب را — دستے بگردن افگن واغگن نقاب را
خشک ست زرکہ ابر بہارش نداد آب — رحمت دہیم رخصت چشم پر آب را
بنوز ساقی ونی یارائے چمن پیرا — چہ جان فزاید ازین نغمہ ہزار مرا
اگر غبار کنندم ز جائے خیزم — چنان نشاندہ براہ تو انتظار مرا
تو جام مے بکف خویشتن بمن دادی — ہمین ہ پیش حریفان بس اعتبار مرا
بعشق نظرج گلشن چرا کنم رحمت — زداغ شد جگر وسینہ لالہ زار مرا
تو وصد گردش چشم ومن وصد آرزو در دل — تو وچشمک باغیار ومن ودر سینہ پیکانہا
من ورعنا جوان شوخی کہ چشم مست او رحمت — بکافر ماجرائے میزند راہ مسلمانہا
ازخور حوصلہ شوق بناشد جامے — بہر ما وقف توان کرد خمستانے چند
گر ہمین نالہ پس از مرگ کشد سر ز دلم — دمد از خاک من خستہ نیستانے چند
غمزہ وشوخی وانداز وستم کردہ ہجوم — یک جگر دارم وجمع آمدہ مہمانے چند

رحمت و کوہکن و قیس بہم آمدہ اند — چہ تماشاست کہ جمع اند پریشانے چند
مدتے شد تا فراہم آمد این چاک جگر — یارب آن بیرحمی خنجر گذاران را چہ شد
غفلت اہل ہنر را چارہ نتوان یافتن — نیمرنگ آمد سخن معنی نگاران را چہ شد
بدل نہ رغبت کفر و نہ میل دین دارم — نہ مہر کعبہ نہ بت پرست کین دارم
جہان بلرزہ شد از جنبش زمین کہ بگو — بخویشتن دل بیتاب ہمنشین دارم
تو در کناری و اندوہ ہجر مے کشدم — کہ ہمچو طالع خود خصم در کمین دارم
نہ کفر دانم و نے دین ہمین قدر دانم — کہ دل بہ بند غم الفت بتان دارم
اگرچہ پاے رسائم ندادہ اند و لے — سری بقافلہ چون گرد کاروان دارم
برائے سوختنہا با حریفان ساختم رحمت — بہر جا رفتہ ام چون شمعہای انجمن رفتم
خمار بادہ غمم در سرش ببین — بر رنگ لالہ داغ اندر برش ببین
دلم ببرد از نگاہے و از نگاہے — دل اندر سینہ چون من مضطرش ببین
ادائے شوخی و انداز جورش — جدا از نرگس جادو گرش ببین
لب نازک کزو از حسرت اکنون — لب و این آرزوے خاطرش ببین
ہجوم آہش اندر سینہ بنگر — و فور گریہ در چشم ترش ببین
چنان کز پہلویم نازش جدا داشت — بعشق از خود بجاے دیگرش ببین

اشعار ریختہ

تخفیف درد سر کا تھا باعث حضور قلب — ورنہ نہ وہ پیر اور نہ کچھ کعبہ دور تھا
گر جانتے تنے کہ نہ سکوگے یہ آفتین — رحمت لگانا دل کا تمھین کیا ضرور تھا
ناصح کہا کیا کہ تو اب ترک کر شراب — اور ہم پیے گئے ہین یوہین عمر بھر شراب
اللہ ری نارسائی طالع کہ ہم صبا — بیٹھے نہ خاک ہوکے بھی دامان یار پہ
دیکھا ہی کسکا جلوۂ حیرت فزا کہ اب — اشک آکے تھم رہے مژہ اشکبار پہ
دل ہی بیتاب بہت شوخی جانان کی قسم — ہدف تیر ہی جان کاوش مژگان کی قسم
طعنے اتنا ہین کہ رخ کی مرے کیا قدر تمھین — مین نے اک روز کہین کھائی تھی قرآن کی قسم
تھا غمزہ تیز مری سے ہوا اور تیز تر — برش مین تیغ کی ہی بہت دخل آب کو
ہنستے تھے کل جو حال پہ میرے سو آج مین — روتا ہون اونکے دیکھ کے حال خراب کو

اہل نظر ہین جلوۂ یوسف مین محو آج
ایک سیر ہو جو تو ابھی اوٹھے نقاب کو

رحمت یہ عمر اور ورع خیر ہی تجھے
بٹا تو کیون لگائے ہی عہد شباب کو

ابر بہار کی سے مجھے چشم تر ملے
جون برق مضطرب مجھے یارب جگر ملے

گردش ہی اس کمینے کی عکس مراد پہ
کم با نگین آسمان سے تو بیشتر ملے

مجکو مخل نہ جان تو صحبت کا عندلیب
کیا نقص نوحہ گر سے اگر نوحہ گر ملے

تیرا ہی کچھ یہ طور نرالا یہان سے
ورنہ یہ رسم ہی کہ بشر سے بشر ملے

آرام ایک حرف تھا رونے سے مٹ گیا
خانہ خراب خاک مین یہ چشم تر ملے

تمکو ہی اوسکا چارۂ وحشت بھی پر ضرور
یارو کہین جو رحمت آشفتہ سر ملے

رحیم تخلص مرزا رحیم بیگ خلف مرزا پیر بیگ وطن اصلی آبا و اجداد اس صاحب سخن عالی نہاد کا شاہجہان آباد اور مولد و منشا خاک سر دھنہ ہی کہ دار الحکومت عمدۂ نسوان بزرگ ہمت زیب النسا بیگم مرحوم کا شمار کیا جاتا ہی حسب اتفاق سن بارہ سو ۱۲ ستاون ہجری مین مطابق اٹھارہ سو ایکتالیس ۱۸۴۱ مسیحی کے قصبہ میرٹھ مین وارد ہو کر حکمت مآب کمالات انتساب حکیم بو علیخان کی خدمت مین تحصیل کمال کا ارادہ کیا فضائل مآب موصوف نے اہلیت ذاتی پہ نظر کر کے فرزندی مین لیا اور شفقت پدرانہ اوسکے حال پہ مبذول فرما کر فرزندان حقیقی سے زیادہ تربیت کیا سن بارہ سو ساٹھ ہجری مین زبدۂ ارباب کمال مولوی محمد بخش نادان تخلص میرٹھ مین وارد ہوے اور مجلس مشاعرہ منعقد ہوئی اور اس صاحب فکر رسا کو تشریف تلمذ سے مشرف کر کے فن عروض و قافیہ سے آگاہ اور علم بلاغت سے کچھ کچھ بہرہ مند کیا ہر چند اوائل مین شعر تخلص کرتا تھا جب انسے تلمذ ہوا رحیم تخلص کیا ذہانت اور اصابت فکر ظرف بیان مین گنجایش نہین رکھتی چند رسالۂ علوم متفرقہ فارسی اور اردو مین اوس سے سرمایۂ استعداد طلباے شوق نہاد ہین اگرچہ جناب مستطاب مولانا و بالفضل اولانا مولوی امام بخش صہبائی سلمہ اللہ تعالے سے تحصیل کتب یا اصلاح شعر کا اتفاق نہین ہوا لیکن ان چند روز مین بعض رسائل مصنفہ اونکے متردد ان جادۂ رسالت کی معرفت جناب موصوف کے مدرسۂ افادت مین پہونچکر معرض اصلاح مین ہین اور علاوہ اسکے رسائل و مکاتیب کے وسیلے سے بسا فوائد علمی بایۂ تحقیق کو پہونچائے بالفعل حسب

فرمائش ارسطوے عہد وجالینوس روزگار حکیم احسن اللہ خان کے کہ وزیر بادشاہ اوان اور ثانی سعد اللہ خان ہین قصص الانبیا کو منظوم کرتا ہی اور قریب ایک ربع کے یہ کتاب انتظام پا چکی ہی اشعار فارسی اور ریختہ مین فکر بلند اور تلاش دل پسند ہی یہ چند شعر اوسکے نتائج افکار سے مرقوم ہوے

ساقی بیا کہ گشتہ سر لالہ زار سبز — بر سبز و بحر سبز و لب جو بہار سبز
دیوار سبز صحن چمن سبز شیشہ سبز — مے سبز و جام سبز و لباس نگار سبز
اغلب کہ از کمال نشاط گل و بہار — مثل چمن ز پردہ بر آید نگار سبز
روے بتان ز سبزہ بر آمد تمام سبز — وز عکس خط روے بتان آبشار سبز

جو کچھ کہا ہون بیان اپنے دل بتیاب و مضطر کا — تڑپتا ہی ہر رگ نبض عاشق تار مسطر کا
یہ کس مضطر کی بتیابی دل کا حال لکھا ہی — کہ نقشہ ہی خط ملفوف مین لوٹن کبوتر کا
خدا جانے کہ وقت ذبح کیا انداز قاتل تھا — کہ نعرہ ہی لب ہر زخم سے اللہ اکبر کا
دلون مین کس کس کو کاک جان کے خواہان ہین بہت — غم جدا فکر جدا درد جدا یار جدا
بل بے گرمی آبلون کی آب کیا تیز آب تھا — پانون پڑتے ہی مرے خار بیابان جا گیا
کسے رحم آئے جز داغ جگر حال پریشان پر — بغیر از شمع روتا کون ہی گور غریبان پر
پس مردن بھی ہم بارندامت لیچلے سر پر — کہ اوڑھکر خون کی چھینٹے پڑے دامان قاتل پر
کہنے ہی کی بات ہی کہنے دو لائے تو کوئی — مجسا عاشق ڈھونڈھا کر معشوق متسا دیکھکر
کیون کہون مین حال دل کیون راز عشق افشا کرون — جان جائیگے نہ کیا وہ رنگ میرا دیکھکر
ابتک تو ہجر مین ہین فقط تن پہ کھائے گل — تقدیر دیکھین آگے کو کیا کیا کھلائے گل
کھیل لا غرمی مین رہگیا ہون کوے جانان مین — کہ مثل بو نظر آتا نہین اور ہون گلستان مین
ایک سینہ ہی رو کے کس کس کو — تیر کو تیغ کو کہ خنجر کو

رسا تخلص شاہزادہ والا مرتب مرزا کریم الدین بہادر سنین عمر قریب شش کے پہونچے ہین طبیعت کی شوخی اور فکر کی رسائی جوانون سے زیادہ ہی خوش مزاجی اور وسعت اخلاق سے طریقہ صلح کل ہین گام زن ظرافت طبع اور شگفتگی خاطر سے پیشانی کا سطح رشک گلشن اوائل عمر سے ابتک اپنا سخن حافظ غلام رسول شوق کے زیور اصلاح سے مزین کیا ہی یہ چند شعر اونکے نتائج افکار سے صفحہ قرطاس پر مرتسم ہوے

بیوفاؤن سے اے رسا تمنے سچ کہو دل لگا کے کیا پایا
ہو گیا اوسکو دیکھ دل حیران بات کرنے کا حوصلہ نہو ا
کھونا غبار آئینہ کا کام کچھ نہین مشکل ہی کام دل سے مٹانا غبار کا
پریشان حالون کی جب قدر جانو جو اسطرح دل ہو پریشان تمھارا
ہو برا غفلت دنیا کا کہ جسکے ہاتھون رہے غفلت مین ہم اور سر پہ سفر آہی گیا
ہمارا دم نہ کہین سنکے یہ نکلجائے خدا کے واسطے تو نام تم نہ جانے کا
دل و دین و قرار و ہوش تک تو دیدیا تجکو سوا انکے وہ کیا تھا اور جو ہنے چھپا رکھا
تم کہو دل لیکے دکھلاؤن نہ اپنی شکل مین ہم کہین دیکھا کرین صورت تمھاری رات دن
یان تلک اوسکے غم مین روے رسا کہ ہم آنکھون کو اپنی کھو بیٹھے

رشید تخلص سید بہادر علی جلیخانہ آگرہ مین عہدۂ محرری پہ مامور ہی یہ شعر اوسکی غزل سے انتخاب ہوا

وہ ترک شوخ جو غیرون سے ہمکنار رہوا رشید گو رہے تھی ہمکو ہمکناری رات

رضا تخلص یگانۂ عالم وفاق زبدہ شرفاے آفاق ماہر دقایق سخن میرزا جیون عنایت سلطانی سے عہدہ دار و عگی ماہی مراتب ہوسکے خاندان مین چلا آتا تھا خیاط ازل نے جامۂ اہلیت اور خلعت آدمیت اوسکے قامت استعداد پر قطع کیا تھا تہذیب اخلاق کی اعانت سے حضور و غیب مین وفاق اور دل و زبان مین اتفاق مشق سخن میر نظام الدین ممنون سے کی تھی ایسا شاگرد عقیدت شعار کم نظر آیا ہی عرصہ دراز ہوا کہ مربع عناصر اور مثلث ارواح اور مخمس حواس اور قطعات انفاس سے سیر ہو کر روضۂ خلد کا مثمن اور قامت حور کا مصرع پسند کیا یہ چند شعر اوسکے نتائج افکار سے مرقوم ہوے

غیر سے گرم اختلاط ہی وہ ہم بھی سنتے ہین اور جلتے ہین
ہاتھ مین تم جو حنا اپنے ملا چاہتے ہو آج دو چار کا کیا خون کیا چاہتے ہو
رنج ایسے مجھے دیتے ہو کہ تنگ آیا ہون مین نے جانا کہ مری جان لیا چاہتے ہو

رضا تخلص محمد رضا آگرہ مین سکونت اور فن سخن مین خاور سے تلمذ رکھتا ہی یہ شعر اوسکی غزل سے انتخاب ہو کر درج تذکرہ ہوا

شب فراق بھی مقتل ہی عاشقون کے لیے تڑپ تڑپ کے کٹی آج اپنی ساری رات

رضوی

رضوی تخلص حکیم جعفر علی ابن حکیم شجاعت علی ساکن قصبۂ جیپور اہلیت ذاتی اور مکارم جبلی مین شہرۂ آفاق فن طب مین دستگاہ معقول حاصل ہی گاہ گاہ شعر اُردو کہتا ہی یہ تین شعر اوسکے نتائج طبع سے ہین

وقت رخصت کیا کہون کس بیکسی سے رو دیا	دل تو مجکو دیکھکر مین دلربا کو دیکھکر
نچہ بیداد سے رضوی نہ چھوٹا مرغ دل	اونگلیان صیاد کی ہین یا قفس کی تیلیان
سر تو دیتا ہون پر اپنی سخت جانی سے مجھے	خوف آتا ہی کہ قاتل کا نہ خنجر ٹوٹ جاے

رضی

رضی تخلص سیف الدولہ سید رضی خان بہادر صلابت جنگ سید صحیح النسب آبا و اجداد اوسکے امراے عظیم الشان سے تھے اور وہ خود حکام وقت یعنی کمپنی کی طرف سے عہدۂ وکالت پر مامور ہوکر بادشاہ فلک جاہ دہلی کے دربار مین شرف حضوری سے مشرف رہتا تھا چند شعر اوسکے ایک تذکرہ مین مرقوم تھے لیکن کوئی شعر ناخن بدل زن نہ تھا ناچار یہ ایک شعر انتخاب ہوا

رضی سے صنم کیون بُرا مانتا ہی	یہ تیرا ہی بندہ خدا جانتا ہی

رفعت

رفعت تخلص ہی رافع رایات سخندانی زبدۂ دودمان امیر تیمور گورگانی جوان خوبصورت وخوش سیرت جادو رقم عطارد قلم سحر ساز معجزہ طراز صاحب طبع سلیم وذہن مستقیم موجد عبارات سلیس گنجور معانی نفیس شاہزادۂ ذوی الاحترام مرزا پیارے نام کا صفحہ اوسکے دیوان کا صفای عبارت سے غیرت آئینہ ضمیر صفای گوہران مطلع اوسکی غزل کا روشنی مضمون سے رشک مطلع خورشید درخشان ہر بیت لذت معنی سے جواب بیت ابروے شیرین ہر مصرع شور فصاحت سے دندان شکن لبہاے نمکین رباعی کے چاردن مصرعہ مانند عناصر اربع چسپان اختلاط قطعہ کا ہر شعر دیوانگان محبت کے خانہاے زنجیر کی طرح سخت ارتباط ابیات عاشقانہ مضامین آہ و نالہ سے رشک دیوان فغانی فکر رسا ایجاد معنی سے غیرت خلاق المعانی روانی طبیعت کے سامنے بحر بیکران ایک قطرہ گوہر باری سخن کے روبرو افکار سحابی ایک رشحۂ الفاظ پاکیزہ سے ابر نیسان کی گوہر باری منفعل اور رنگینی مضمون سے رنگ شفق خجل پر گوئی کا تو یہ حال کہ ہر غزل کی زمین شاخ و برگ اشعار بیشمار سے مجمع ہزار چمن اور خوش گوئی ایسی کہ جو شعر اوسکا گل زمین کا فضالہ اور اوس گلشن کا سبزہ بیگانہ ہی وہی مثل ابروے دلربایان ناخن بدانش کم اکثر معنی نگار اوسکے خامۂ جادو طراز کے ایک رشحہ سے صاحب دیوان اور بیشتر سخن سنج اوسکی

نسیان

رہان کی ایک جنبش سے سجان بیان اوائل مین جناب غفران مآب حافظ عبدالرحمن خان احسان
اللہ لہ سے نسبت تلمذ کی حاصل تھی اور اب جناب فیض مآب مولانا معزومنا شہسوار عرصۂ یکتائی
حضرت صہبائی مدظلہ العالی سے مستفید ہی پیشہ عاشقی شعراے چرب زبان کی فقط قیل وقال ہی
اور اس شیرین گلتار کا حال مدام ماہر و بیان شیرین کلام سے ہم صحبت اور ہمیشہ نیکوان
خوش اندام سے ہم خلوت معشوقہ ہاے ملیح کے خوان وصل سے نمک چش اور خوبان تمییح کے بادۂ
وصال سے قدح کش یہ اشعار گوہر نثار اوسکے درج سخن سے انتخاب ہوے

ہم خوش تھے کہ محشر مین تو دیکھینگے وہ دیدار
لیکن یہ قیامت ہی کہ محشر نہین ہوتا

کس منھ سے کرون دل کی شکایت کہ برا ہی
تجھسے تو جدا وہ کبھی دم بھر نہین ہوتا

کب تک یہ ستم تیرے سہے جائینگے ہمسے
ہوتا ہی جگر سینے مین پتھر نہین ہوتا

مین تجکو نہ کہتا تھا حسینون کو ندے دل
رفعت کوئی ان لوگون سے جابر نہین ہوتا

دیکھیے کرتا ہی کیا دن رات کا رونا ترا
روگ یہ بے ڈھب تجھے اے چشم گریان ہوگیا

آہ کی آتش فشانی سے تھا عالم کا ضرر
اور کیا ضبط اب تو دل سینے مین بریان ہوگیا

رو تو اے شوق شہادت سر پہ اپنے ہاتھ دھر
لوگ کہتے ہین کہ قاتل کچھ پشیمان ہوگیا

مین نے برسون دل کو پالا اپنے بر مین رہے
اور یہ دم بھر مین ایسا دشمن جان ہوگیا

ہو برا بتیا بجز دل کا کہ اسکے ہاتھ سے
راز پنہان ایک عالم پر نمایان ہوگیا

مین لگائے جسکو رکھتا تھا گلے سے رات دن
بار گردن ضعف سے وہی گریبان ہوگیا

تم رہے نہ لفین بنتے وان یہان ہم مرگئے
اتنے ہی عرصے مین کچھ کا کچھ میری جان ہوگیا

حسن کی خوبی سے بھی واقف نہ تھا اپنی وہ شوخ
دیکھتے ہی دیکھتے اک آفت جان ہوگیا

یا الہی در دکس پہ وہ نشین کا تھا کہ شب
دل مین آ بیٹھا اوٹھ کر مرے دل ہی مین پنہان ہوگیا

خدنگ پہلو مین بیٹھا تو اوسکے دیکھ کے پر
مین سمجھا خط کو مرے لیکے نامہ بر آیا

دل و جگر کو نہ جا کر لگی ہو آگ کہین
نفس نفس کے ہی ہمراہ یہ دھوان کیا

مژہ کو چھیڑے تو مدت ہوئی پہ یہ ابتک
چبھے ہی خار سا سینے کے درمیان کیسا

نہ دل کے پاس جگر ہی جگر کے پاس توان
پڑا ہی تفرقہ یارون کے درمیان کیسا

خدا نکردہ کرے نالہ گر ترا عاشق
تو پھر زمین یہ کیسی یہ آسمان کیا

کچھ آنکھ کا گیا نہ گیا کچھ خیال کا
مارا گیا دل اور نہی بے قصور تھا

میرا یہ قتل اور وہ نازک دماغیان — اتنا بھی لطف حق مین مرے تم سے دور تھا
کچھ پاس غیر کچھ وہ تغافل شعاریان — گویا کہ سامنے بھی مین نظرون سے دور تھا
رحم اوسکا ہی کہ نالہ کا اثر کچھ ہو گیا — نزع مین بارے وہ لینے کو خبر آ ہی گیا
وصل کی شب بھی کوئی شب تھی کہ اوس رخ سے نقاب — اوٹھنے پائی تھی کہ ہنگام سحر آ ہی گیا
تھا ہدف غیر پہ اپنا تھا مقدر جو درست — غلط اندازی سے وہ تیر ادھر آ ہی گیا
آج کچھ رفعت دل خستہ کا احوال ہی غیر — جو کہ دھڑکا تھا سو وہ پیش نظر آ ہی گیا
لیجو قصد تو پیکان کے آزمانے کا — کہ زخم دل کو ہی پانی کے ڈھب چرانے کا
لبسان طائر رنگ پریدہ وحشت سے — کسے دماغ ہی اب آشیان بنانے کا
نہ ضرر تھا ہمین ہونے مین خاک کے گر ہم — یہ جانتے کہ وہ دامن نہین بچانے کا
گندھی تھی کونسے بدمست تشنہ لب کی وہ خاک — کہ جس سے خم یہ بنا ہی شراب خانے کا
شب وصال مین دیتا ہی لطف کیا کیا کچھ — ہر ایک بات پہ عالم یہ منہ بنانے کا
بذوق ناز کو دے رخصت جفا کہ یہان — ہمین بھی عزم ہی طاقت کے آزمانے کا
سمجھتا کاش مین اول کہ بیوفا تجھ مین — چرا کے دل کو ہی طور آنکھ کے چرانے کا
نہ اونکو ناز سے فرصت کہ ہمسے ہو کچھ چھیڑ — نہ ہمکو ضعف سے یارا ستم اوٹھانے کا
تری گلی مین ہوے خاک بھی تو کیا حاصل — ترا ہی ڈھب وہی دامن اوٹھا کے آنے کا
گھٹے ہی جون جون ملاقات شوق بڑھتا ہی — کہ ڈھنگ یہ بھی محبت کے ہی بڑھانے کا
اوسی کے ساتھ تھے چرچے جہانکے سارے — سبب رہا ہمین افسوس دل کے جانے کا
برا ہو باد خزان کا کہ دم کے دم مین یہان — کیا ہی فیصلہ بلبل کے آشیانے کا
ہمین ایک وہ بھی کہ تمسے ہر اونکو راز و نیاز — اور ایک ہم ہین کہ منہ تکتے ہین زمانے کا
کم ہو گئی شاید بت و بتخانے کی الفت — کچھ اندرون آتا ہی جو رہ رہ کے خدا یاد
نہ لے تو کسی سے تو ذرا رحم سے پیش آ — دنیا مین کریگا کوئی کیا تجکو بھلا یاد
کچھ میری ہی جانب سے نہی اتنی بھی ورنہ — تمکو تو وہ اقرار بھی اپنا نہ رہا یاد
بیٹھے ہی تیر ستمگر تو دل زار کے پاس — بیٹھے یا رہین دنیا مین سدا یار کے پاس
صبر بھی تیرے ہی کچھ ڈھنگ ہی سیکھا کہ اوسے — عمر آگے ہوے گذری ہی دل زار کے پاس
تجکو لینی ہی تو لے ورنہ اجل لیتی ہی — جان جو کچھ باقی رہی ہی ترے بیمار کے پاس

ہاے پانی بھی چوانے کو نہ آیا دم مرگ	کوئی جز گریہ حسرت ترے بیمار کے پاس
در میخانہ کو سمجھا ہون در کعبہ کہ یان	جب مین آتا ہون تو آنکھون سے لگا جاتا ہون
بعد مرنے کے بھی الفت نہ گئی دل سے کہ مین	خاک ہوکر ترے دامن سے لگا جاتا ہون
آتش عشق سے جل جل کے بنا ہون سرمہ	کوئی دنکو تری آنکھون مین بھی آجاتا ہون
لب ہین جان بخش یہ کیسے کہ مین انکی خاطر	اپنے جینے ہی سے مایوس ہوا جاتا ہون
یون چلے جاؤ تم اور ہم چپ رہین	شب کو تھے کیا جانے ہم کس دھیان مین
منہ مین جو آئے ترے واعظ تو کہہ	پر نہ کہیو کچھ بتون کی شان مین
پوچھے اشک او سنے گمان غیر مین	مر گئے ہم اتنے ہی احسان مین
جان اجل کو دینگے اک جھگڑے کے ساتھ	تو ہی جو دیدین مجھے اک آن مین
رہی بعد از فنا بھی گریہ اس دل کی بیتابی	تو محشر تک رکھیگی زلزلہ مین خاک دفن کو

رفیق تخلص مرد میدان تہور رفیق علی نام کا ہی کہ مدت العمر سے زمرۂ سواران سپاہ انگریزی مین منسلک اور سلسلۂ علائق سے آزاد ہی اسکے سوا کچھ اور حال اوسکا دریافت نہین یہ ایک شعر اوسکے نتائج طبع سے مسموع ہوا

تھی بجھی زہر مین تیغ نگہ یار رفیق	کہ لگا زخم جو دلپر سو وہ ناسور ہوا

رحم تخلص صاحب پایۂ ارجمند حکیم سکھانند فن طبابت مین اپنے عصر کا وحید اور صناعت شعر مین شاہ نصیر مرحوم سے مستفید یہ شعر اوسکے افکار سے ہی

وفور شوق مین رنج کے لیے وہان کے لیے	نہین تمیز کہ بوسے کہان کہان کے لیے

رمز نام نامی و تخلص گرامی ہی اوس والاجاہ بلند پایگاہ کا کہ رستم اوسکے آستانہ کا ایک چاکر اور حاتم اوسکے نعمتخانہ کا ایک دریوزہ گر آفتاب کو اوسی کے پرتو ضمیر سے شعاع ہی اور آسمان کو اوسی کی بلندی جاہ سے ارتفاع زمانہ اگر اوس سے رتبہ افزائی نہ سیکھتا نہ سکندر کو جہانگیر کرتا اور نہ دارا کو تاجدار آفتاب اگر اوس سے مایہ بخشی حاصل نکرتا نہ معدن کو زر سے مالامال کرتا اور نہ ابر کو گوہر بار دریا اوسکے جود کی خجالت سے آب اور کوہ اوسکے حلم کی غیرت سے ہمہ تن اضطراب تیغ شجاعت اعداکے واسطے برق خرمن کمند جرات اشقیا کے واسطے رگ گردن رستم اوسکے عرصۂ پیکار مین زال سے کم دستان اوسکے میدان جنگ مین ہراسان فریدون کو اوسکے دربار عام مین مجال بار نہین اور

جمشید کو اوسکی بزم خاص مین کچھ وقار نہین اوسکی زیادہ بخشی سے دامن ہر سائل کا گلزار
اور اوسکے نیسان لطف مین اشک ہر یتیم کا گنج گوہر کمال شفقت سے گلوے تشنۂ اعدا کو
آب شمشیر سے سیراب کیا اور نہایت مرحمت سے نخل عمر دشمن کو چشمۂ تیغ سے شاداب آہی
صابر شیرین گفتار زبان قلم کسکے حمایل پیشمار سے گوہر ریز ہی کہ ہر سخن سے شوکت چہرہ نما اور
ہر حرف سے ابہت نقاب کشا ہی بیان کو روشن کرا اور دعوے کو مبرہن یہ وہ داور ہی کہ
اگر چشم نرگس مین غبار پڑ جاوے موج نسیم معاتب ہو اور اگر پہلوے گل کو نوک خار سے
آزار پہونچے صبا مخاطب ہو اور یہ وہ داور ہی کہ پایہ اوسکے ایوان رفیع الارکان کا فرق
افلاک پر ہی اور سایہ اوسکے لطف و مرحمت کا تمام روے خاک پر اور یہ وہ داور ہی کہ خار اوسکے
دشت نبرد کا علم کاویانی ہی اور ناخنہ اوسکے جود و سخا کا ابر نیسانی اور یہ وہ داور ہی کہ اوسکے
عہد مین گرگ تہمت خون یوسف سے لرزان ہی اور تغافل آنکھ چرانے کے جرم سے نظر بندی مے
شایان یعنے داور دادگر سایہ گستر قدردان ہنر رتبہ شناس ہنرور دولت پناہ اقبال دستگاہ
گردون رفعت آسمان شوکت جمشید بزم افراسیاب رزم داد کو بمثال خداوند بیہمال آسمان
چاکر چاکر پرور ماحی آثار ظلم و بیداد دافع رسوم شر و فساد قامع بنیان جور و جفا ہادم اساس
رنج و عنا وارث تاج و نگین والی زمان و زمین ولیعہد خلیفۃ الحق شایستۂ خلافت مطلق معین
ارباب شجاعت و تہور مرزا فتح الملک بہادر دام اقبالہ و ضاعف اجلالہ کہ اوسکے حرف معدلت
کے مقابل حکایت نوشیروان افسانۂ دروغ ہی اور اوسکے ذکر شجاعت کے روبرو داستان رستم
بے فروغ تیر اوسکا بید ستاری زہ و گمان سینۂ اعدا کی طرف دوان اور خنجر اوسکا بید گذاری
دست و بازو گلوے دشمن پر روان شہرۂ جود سے نام حاتم بے نشان اور رہنیب حملہ سے پلنگ
سام گریزان صبا کو اگر قواعد جود تعلیم کرے پشت سرو مدام بار ثمر سے دوتا رہے اور اگر نسیم کو
رسوم نشاط سکھاوے دہن غنچہ ہمیشہ فرط تبسم سے وا رہے اس کثرت مہمات خلافت اور ہجوم
اوامر سلطنت پر آرائش سخن کی طرف توجہ اور پیرائش نظم کی جانب التفات اس مرتبہ
ہی کہ اگر باد صبا زبان سوسن کو گویا نکرے تو نہالان چمن کی تربیت سے معزول ہو اور اگر نسیم
دہان گل کو حرف سرا نکرے عذر بے استعدادی نامقبول ہو رزمیہ مین مصرعہاے ابیات تیغ
دودم بزمیہ مین دوائر حروف جام جم تلبیل فصیح زبان کو اوسکی تعلیم سے دریافت ہوا کہ برگ
گل پر قطرات شبنم لفظ آتش رنگ نقاط ہین اور قمری بلیغ گفتار کو اوسکے ارشاد سے منکشف ہوا

کہ ہیں خیابانین قلب ہمنوا بہ سے معمے با فراط ہین سخن عذوبت معانی سے ایسا دلچسپ کہ اوسکی تکرار لب شوق پر قند مکرر ہی نظم حسن مضامین سے ایسا دلکش کہ خاطر عشاق مین جلوہ عرائس سے شوق انگیز تر ہی اسی دلکشی کا اقتضا ہی کہ ہر چند یہ کلام بلاغت نظام ادب کی مصلحت سے افسر کتاب ہو کر گرسنہ چشمان سخن کے واسطے خوان گستر اور قدر شناسان معنی کی نظر مین جلوہ گر ہو چکا ہی فرط شوق نے دامن ضمیر کو ہاتھ سے چھوڑا کہ اس چمن زار سیراب کی گلگشت جب تک دوبارہ نذر تماشا نہو گی نہ خامہ قدم اوٹھا سکیگا اور نہ شغل تحریر ہاتھ بڑھا سکیگا اور حق یہ ہی کہ اس نوباوہ معنی کی لذت سے طبیعت کی سیری محال ہی اور اشتیاق کی کمی وہم وخیال اگر کام ہوس اوس سے چاشنی گیر اور مذاق آرزو اوس سے لذت پذیر نہو ناکامی ابد پر نوحہ اور محرومی دایمی پر گریہ درکار ہی اسواسطے پھر طبائع اہل ہنر کی ضیافت کے واسطے مہیا اور ارباب کمال کی تفریح کا اسباب آمادہ ہوتا ہی

آنکھین تو اوسکو دیکھ کے ہوتی ہین بیقرار — بن دیکھے دل تڑپنے لگا اسکو کیا ہوا
ہوا شوق تماشا جسے تیرے روے نیکو کا — نہ مین قابو کا ہون دل کے نہ دل ہی میرے قابو کا
ڈھونڈوگے جان کو بھی محبت کی راہ مین — پھرتے ہو رمز دل کی ابھی جستجو مین کیا
کیا قتل ظالم نے کس کس ادا سے — ملا مجکو قسمت سے جلاد اچھا
سب کچھ آسان ہی تجھے گردش دوران کرنا — ایک مشکل مری مشکل کا ہی آسان کرنا
دل دیا تھا جسے دلدار سمجھ کر مین نے — رمز اب وہ ہی دل آزار ہوا ہاے نصیب
حال سن سن کے عشق مین تیرا — رمز کرتے ہین خاص و عام افسوس
زیج ہونا میرے حق مین ہی حیات جاودان — آب خنجر مین ترے ہی آب حیوان کا خواص
کیسی زمین کہ غرق ہوا آسمان تلک — اے گریہ اب یہ جوشش طوفان کہان تلک
تصویر صنم پیش نظر رہتی ہی اپنے — کعبہ مین تو جا کر ہوے بتخانہ نشین ہم
اوس شوخ کو مین نامے مین القاب کیا لکھون — مشفق نہین شفیق نہین مہربان نہین
خوبیان ساری خدائی کی تبھون پر ختم ہین — بیوفائی کا مگر شکوہ ہی تجھ سے ہمین
لب ہلے کیونکہ تیری مجلس مین — دیکھکر تجکو جان ہی کس مین
نہ حرم مین جگہ نہ دیر مین جاے — ہم گئے جائین اے خدا کس مین
زیج کر خواہ چھوڑ دے صیاد — آپھسے اب تو ہم ترے بس مین

سرمایہ جو محیط مین دیجے قرار رمز	ہی میرے ایک گوشہ چشم پر آب مین
رمز الفت مین جو چاہو آرام	تو یہ راحت طلبی جانے دو
رمز وہ مست ناز ہی فتنہ	اوسکو سونے دو کیون جگاتے ہو
اگر ہون قابل دیدار آنکھین	جدھر دیکھون اودھر آوے نظر تو
بعد مردن بھی نہ چھوٹا ہمسے ذوق مے کشی	خاک سے اپنی سبوے مے بنے ساغر بنے
ہمنے تو غم یار مین یون عمر بسر کی	مر مر کے جو کی شام تو رو رو کے سحر کی
کاٹ دے اوسکو بھی تو اے قاتل	لگ رہی گردن اُسکی ذرا سی ہی
مل رہیگا وہ کبھی تو ہمنشین	اوسکے ملنے کی تمنا چاہیے

رنج تخلص ہی جناب مستطاب معلے القاب غفران مآب زبدۂ اصفیاے کرام اسوہ کملاے عظام حضرت شاہ محمد نصیر محمدی کا طاب ثراہ وجعل الجنۃ مثواہ کہ سجادہ نشین اور نواسہ حضرت بابرکت قدوہ تخت نشینان قصر فردوس خواجہ میر درد علیہ الرحمۃ والغفران کے تھے کمالات ظاہری وباطنی اس ایک ذات بابرکات مین جمع تھے باوجود وفور اخلاق کے ہیبت بزرگانہ اوس چہرے نورانی سے اسطرح جلوہ گر تھی کہ یکایک گستاخ طبعان شوخ مزاج کو یارا ے کلام نہوتا تھا

ہیبت حق است این از خلق نیست	ہیبت این مرد صاحب دلق نیست

باوصف تعلقات ظاہری کے ایسا قطع تعلق کیا تھا کہ اونکی نظر عالی مین تمام دنیا برابر ذرہ کے قدر نرکھتی تھی نہ دنیا کے جاہ وحشمت کے آنے کی خوشی اور نہ جانے کا غم ایسا اوقات مشاہدہ ہوا کہ جو کچھ پاس آیا سب مستحقین پر تقسیم کرکے آپ بالکل تہیدست رہگئے اگر کبھی متاع دنیا سے اسقدر گنجینہ حصول مین ذخیرہ ہوا کہ حوصلہ حرص وآز بھی اوسکا متحمل نہوسکا تو پیشانی پر شگفتگی کے آثار رہویدا نہوے اور اگر اس سے زائد کبیسہ مراد سے زیان ہوا نشان ملال ناصیہ حال سے پیدا نہوے علم موسیقی اور حساب کو ایسا کمال کو پہونچایا تھا کہ زبان قلم اونکی تقریر اوصاف مین قاصر ہی ایک رسالہ تال مین لکھا ہی اوس سے یہ معلوم ہوتا ہی کہ دعوے یکتائی کا اس فن مین سواے اوس یکہ تاز کمال کو کے دوسرے کو سزاوار نہین اور علم حساب مین جمیع اعمال مین تنصیف سے جبر ومقابلہ تک یک لخت قواعد جداگانہ اور علیحدہ اون قواعد سے جو کتب متداولہ مین ثبت ومرقوم ہین ایجاد کیئے اور ہر عمل کے واسطے نیا طریق مقرر کیا

اور ان ضوابط مختزعہ سے کئی رسالے مرتب کیے وہ سب رسالہ ہنوز مسودہ تھے کہ جہان فانی سے رحلت فرمائی سال بارہ سو اکیسٹھ ہجری غرہ شوال روز یکشنبہ تھا کہ زمین فردوس اونکے قدوم فیض لزوم سے سرسبز ہوئی مومن خان مومن تخلص مرحوم نے کہ جناب جنت مآب موصوف سے خویشی و دامادی کی نسبت رکھتے تھے تاریخ وفات مین یہ قطعہ لکھا

شیخ زمان شد ز دہر روز پر سال وفات	فکر بلندم رہ جنت ماوا گرفت
گفت بمومن ملک خواجہ محمد نصیر	در قدم ناصر و درد نکو جا گرفت

۱۲۶۱ھ

ازبسکہ طبیعت فیض طویت مطالب عالیہ و مقاصد بلند کی طرف متوجہ تھی شعر کی جانب کم التفات فرماتے تھے لیکن گاہ گاہ اس راہ مین بھی آ نکلتے گذرا ور زمین سخن کو رشک فلک الافلاک کا مرحمت ہوجاتا یہ چند شعر بطریق یادگار مرقوم ہوتے ہین

ٹھہرا نہ یہان تو کارخانہ اپنا	افسوس دلا وان دیکھیے ہووے کیا ٹھکانا اپنا
اپنا وہ تھا کہ جس سے بیگانہ رہے	نادانی سے بیگانہ وہ تھا کہ جسکو جانا اپنا
خط دیکھ کے ادھر تو میرا دم اوٹ گیا	قاصد ادھر بدیدۂ پرنم اولٹ گیا
تیرے بن جبتک کہ میرا دم رہا	آہ اور نالہ ہی بس ہمدم رہا
کان کا موتی نہین عاشق کا اشک	سرد مہری سے تری یون تھم رہا
یاد مین اوس گلبدن کی صبح تک	اشک سے تکیہ مرا سب نم رہا
یقین ہوگیا دیکھکر اوسکا قامت	کہ بیشک قیامت مین دیدار ہوگا
کھڑکی نکال جانب دشمن نہ بام پر	کوٹھے چھڑی جو بات کھلے خاص و عام پر
یاد دلوا کے جو ہمبستری یار رولا	سو وہ تصویر نہالی ہی بغل کا دشمن
دل یہ جسکے لیے پہلو مین طپان رہتا ہی	یہ سنا ہی کہ اوسے بھی خفقان رہتا ہی
زندگی تلخ و ناگوار ہوئی	آنکھ سے آنکھ جب دوچار ہوئی

رند تخلص ہی نوجوان سعادتمند اکرام الدین نام کا کہ مولوی عبدالعزیز عزیز اور مولوی عبدالکریم سوز صاحبزادگان حضرت اوستادی کا ماموں زاد بھائی ہی تحصیل کتب فارسی اور کسب فن شعر مولوی عبدالکریم سوز کی خدمت مین کرتا ہی بہت ذہین ہی اور گاہ گاہ تحصیل طلب کی طرف متوجہ ہی اسکی غزل مین اکثر اشعار خصوصاً مقطع اپنے تخلص کا مصداق ہوتا ہی یہ چند شعر اوسکے افکار سے ہین

تری زلف بکھری بکھری جو نہ دیکھتے کبھی ہم
تو نہوتے یون پریشان نہ یہ حال زار ہوتا

نہ وصال اوس سے ہوتا نہ اوٹھاتے رنج فرقت
جو شراب ہم نہ پیتے تو یہ کیون خمار ہوتا

مرے نام سے ہی ظاہر مرا حال میکشی کا
مجھے رند کون کہتا جو نہ بادہ خوار ہوتا

گلہ نہین ہی ہمین کچھ ترے ستانے کا
ہی ابکی طور ہی بگڑا ہوا زمانے کا

وہ مر گئے تری صحبت کے یار کیا اے رند
جو آج کل نہین چرچا شراب خانے کا

تو نے جلا جلا کے ہمین خاک کر دیا
اور خاک ہو گئے تو صبا نے اوڑا دیا

تو نے ہماری یاد کو خاطر سے اپنی ہائے
حرف غلط کی طرح سے ظالم مٹا دیا

لگتی چلی تھی فتنہ محشر کی آنکھ پر
ٹھوکر لگا کے شوخی سے تو نے جگا دیا

ہم پر تو التفات نہ تھی لیک بزم مین
ساقی نے رند جان کے ساغر پلا دیا

رندی مری پینے سے بچتا تھا بہت ہی لیکن
کچھ نکچھ یارون کی صحبت کا اثر آ ہی گیا

آتے ہی فصل گل کے بجز شوق مے کشی
اے رند سوجھتا نہین سود و زیان مجھے

پاس آ کر مرے خفا بیٹھے
بیٹھے گر اسطرح تو کیا بیٹھے

کارگر دل مین یون ہوئی مژگان
جس طرح ناوک قضا بیٹھے

دل مین آنا ترے نہین مشکل
ہو گئے جب غبار آ بیٹھے

ناتوانی پہ بھی کوچہ مین ترے اے ظالم
شوق دیدار اوڑائے لیے جاتا ہی مجھے

ترے مریض کی حالت تبر ہی کیا کہیے
اور اوسکے حال سے تو بیخبر ہی کیا کہیے

رند تخلص سید محمد خان لکھنوی مشتاق قدیم اور صاحب طبع سلیم ہی دو دیوان ریختہ اوس سے یادگار اور حلیہ طبع سے محلی ہو کر اکثر نواح ہندوستان مین منظور سخن سنجان روزگار ہین دو تین برس ہوے کہ دُر دتن کو خاک مین ملا کر صاف کوثر و تسنیم کے شوق مین باغ جنان کی طرف راہی ہوا یہ چند شعر اوسکے مرقوم ہوتے ہین

اب عشق و عاشقی کا زمانہ نہین رہا
جاتا رہا وہ وقت وہ ہنگام ہو چکا

ہوشیاری نے ستمگر تری بیہوش کیا
تری گفتار نے ظالم مجھے خاموش کیا

گل کو دیکھا تو بندھا عارض رنگین کا خیال
غنچہ گر باغ مین دیکھا تو دہن یاد آیا

ناز بیجا اوٹھائیے کس کے
اب نہ وہ دل نہ وہ دماغ رہا

کب مٹا عشق کا نشان دل سے
زخم اچھا ہوا تو داغ رہا

ہم آفتاب بام ہین یا ہین چراغ صبح
کیا اعتبار شام گئے یا سحر گئے

رکھدیا سر کو پاے قاتل پر
مرتے مرتے بھی جی چلا بیٹھے

خاک ہوکر ہی ہم اوٹھین تو اوٹھین
اتبو در پر تمھارے آ بیٹھے

نگین

رنگین تخلص سعادت یار خان اسکا پدر بزرگوار طہماسپ بیگ خان تورانی سات برس کی عمر مین روم سے ہندوستان مین آیا اور پیشگاہ عنایت سلطانی سے منصب ہفت ہزاری وخطاب محکم الدولہ طہماسپ بیگ خان اعتضاد جنگ بہادر سے سرفراز ہوا ہرچند یہ صاحب منصب ہنر زمین سرہند مین متولد ہوا لیکن ایام صبی سے دم واپسین تک خاک پاک شاہجہان آباد لطافت بنیاد مین بسر کی گو کہ گاہ گاہ بطریق سیاحت کے اطراف وجوانب کی طرف متوجہ ہوکر لطف سفر سے بہرہ مند اور چندے شاہزادہ گردون شوکت مرزا محمد سلیمان شکوہ کی ملازمت سے ارجمند ہوا اوائل حال مین شاہ حاتم سے تربیت پائی اور فن شعر کو اوسکی خدمت مین کسب کیا جب شاہ موصوف نے وفات پائی پھر کسی سے اصلاح شعر کا اتفاق نہوا اور ہمیشہ اپنی زور طبع کے اعتماد پر آپ اپنے سخن مین حک واصلاح کی یہ بات اوسکی تراکیب سخن سے ظاہر اور اوسکی بندش الفاظ سے باہر ہے کثرت مشق سے دفتر دفتر اشعار کا لکھنا اوسکے نزدیک ایسا تھا جیسے رقت مداد کے سبب سے کسیکی زبان قلم سے ایک قطرہ بے اختیار کاغذ پر تراوش کرے اخیر عمر تک اس شہسوار عرصہ سخن کے قلم کی سیر مثل جمازہ سوار کے لاینقطع رہی ہرچند اس مرد سخنیدہ نے اپنی زور طبع سے سخن کو موزون کیا لیکن اور کسیکا مقدور نہین کہ اوسکے مجموعہ سخن کو ترازو مین وزن کرسکے پیشہ سخنوری مین ببر ژیان اور نیستان سخن مین شیر غرآن تھا مضامین نازک اوسکے صریر قلم کو نعرہ شعر سمجھکر شگاف خامہ سے سر باہر نہ نکال سکتے تھے اس سرمایہ سخن کی عمر کا سرمایہ چار دیوان ہین اول مسمے بدیوان ریختہ اور دوسرا دیوان مسمے بدیوان بیجنتہ اور اس دیوان کی ہر زمین مین دو غزلہ کا التزام اور اپنے زعم کے موافق شستگی الفاظ وپاکیزگی عبارت مین نہایت اہتمام کیا ہے تیسرا دیوان مسمے بدیوان آمیختہ اور اسمین صرف ہزل گوئی کی داد دی ہے چوتھا دیوان رنگینی کا مسمی بدیوان انگیختہ اور ان چار دیوانکا نام چار عنصر رنگین ہے اور سوا سے دواوین اربعہ کے چند کتب اور یعنے مثنوی شاہزادہ مہ جبین اور رانی سری نگر کے حال مین اور ایک مثنوی مسمے بہ ایجاد رنگین اور نسخہ مجالس رنگین

اور رنگین نامہ محمد فاخر کے جواب مین اور ایک فرسنامہ علم فروسیت مین اوس جامع انواع سخن سے یادگار اور ان سب کتابون کا نام نورتن ہر دیوان دوم کے دیباچہ مین کہ زبان اردو مین اس رنگین نگار چابک رقم کا لکھا ہوا ہر ریختی کو اپنا ایجاد بیان کیا ہر راقم کے عندیہ مین تو ادعاے محض ہر اسواسطے کہ انشاءاللہ خان سے بہت ریختیان مشہور اور السنہ عوام پر مذکور ہین لیکن اسمین شک نہین کہ اس ظریف طبع شوخ مزاج نے ابیات ریختی کو ریختہ کا قصر تصور کرکے اسی شبستان مین اپنا گھر بنالیا تھا اور اوسکی ریختی نے اسقدر شہرت پائی تھی کہ انشاءاللہ خان کی ریختی اہل روزگار کی خاطر سے فراموش ہوگئی تھی اگر راقم سے پوچھیے تو انشاءاللہ خان نے ریختی کی اول بناڈالی اس معمار سخن نے اس بنا کو بلند بلکہ تمام کیا اوسکے بعد جانصاحب لکھنوی نے اس عمارت مین صفائی و رنگینی زیادہ کی نازنین نے اس محل کو اپنی جلوہ گاہ بنایا اور اس قصر دلنشین کو کمال زینت سے مجلۂ عروس کردیا رنگین شیرین کلام میدان سخن مین تو یکہ تاز تھا ہی لیکن فن شہسواری مین ایسا کمال تھا کہ اگر فی المثل اسپ چوبین اوسکے زیر ران ہوتا اس طرح کا چالاک ہوجاتا کہ اگر نگاہ فلک سیر اوس سے ہم جولان ہوتی نصف راہ مین رہ جاتی اور فن فروسیت مین یہ مہارت تھی کہ گھوڑے کے نقش پا سے اوسکا ارادہ معلوم اور نشان سم سے عیب و صواب مفہوم ہوجاتا فرسنامہ اوسکے کمال پہ گواہ اور اس سخن کا شاہد ہر یہ چند شعر اوسکے کلام سے انتخاب ہوے

ربط ہمسے آپ نے جواب بہت کم کردیا
سچ بتاؤ تمکو صاحب کس نے برہم کردیا

یہ طفل اشک مرا ہوگیا ہر کچھ اعتبر
نہین ہر اسکی مری چشم اشکبار مین جا

پڑا یہ ہر ترے کوچے مین کیون شہید نگہ
مگر اسے نہین ملتی کسی دیار مین جا

کیا کرتے ہو ناصح تم نصیحت رات دن مجکو
اوسے بھی ایک دن تم جاکے سمجھاتے تو کیا ہوتا

مجھے جو دیکھتا ہر آج کل کہتا ہر وہ ہنسکر
نظر آتا ہر مجکو اندنون تو کچھ مکدر سا

دل بغل سے لیگئی رنگین وہ دزدیدہ نگاہ
ورنہ دل دیتا ہر کون اپنا کسیکو جانکر

چھپ قہر ہر کسیکی ستم تراش
سب سے تری نرالی ہر کچھ ای صنم ترش

تھی ہوس یہ دیدکی رنگین کہ میری بعد مرگ
رہگئین آنکھین کھلی حیرت سے قاتل کی طرف

قمار عشق مین بازی لگاوین کس بھروسے پر
بساط اپنی مین تھا ایک نقد دل سو ہار بیٹھے

حسرت و حرمان و یاس و حیرت و رنج و تعب — کیا کہون اس ہجر مین کیا کیا ہی اور کیا کیا نہین
وعدہ آنیکا کرکے اے بد عہد — پھر تغافل ترا قیامت ہی

رسا تخلص غلام محمد خان قوم افغان ساکن اکبر آباد شاگرد خلیفہ سید گلزار علی اسیر جدید گو
اوسکا سرکار والی بھرت پور مین عہدہ ہای جلیلہ سے ممتاز رہا اور اوسکے پدر عالیمقام نے
ازبسکہ ایام طفلی مین شوق سلک شوری غالب تھا اوسی سرکار مین عہدۂ سپہ گری پر مامور
ہوکر کثرت اعتبار سے ابناے روزگار مین امتیاز بہم پہونچائی کہتے ہین کہ اس کامل خرد نے
مولوی محمد کامل علیہ الرحمۃ سے کہ نجوم و ہیئت و ہندسہ مین یگانۂ روزگار اور وحید قرون
اور اد وار تھے تمام کتب درسیہ ابتدا سے انتہا تک پڑھی ہین ریختہ مین زبان شستگی اور
فکر بلندی سے خالی نہین ہی یہ چند شعر اوسکے مرقوم ہوے ہین

کیون قافیہ یان تنگ نہو اہل سخن کا — مضمون ہی مرے شعر مین تنگی دہن کا
اللہ ری بناوٹ کہ بگڑنے لگے سنکر — کچھ وصف کیا مین نے جو بیساختہ پن کا
عریان تنی کے لطف اوٹھینگے شب وصال — اوس ماہ نے کیا ہی لباس کتان پسند
دل لگ چلا ہی اوسکا بھی شاید کسی طرف — آنے لگا جو کچھ مرے غم کا بیان پسند
پھرتے ہین یون دل چھپائے ہم ہواے دہر سے — جس طرح لاوے چھپا کوئی نہ داس چراغ
اوسے خیر کی بزم سے کھینچ لایا — ہم آہ جگر کے اثر پر فدا ہین
کی آخر کو رو رو جگہ اوسکے دل مین — رسا ہم تری چشم تر پر فدا ہین
کہنا ترا ہمارے سر آنکھو نپہ ناصحا — پر کیا کرین جو دل ہی نہو اختیار مین
بو آج کسکی زلف معنبر کی لے اڑی — یہ بوے عطر بیز جو باد سحر مین ہی
دریا روان ہو گر مین بچوڑون آسے رسا — عالم سحاب کا مرے دامان تر مین ہی

باب زار المعجنہ

زار تخلص حافظ امام بخش نابینا متوطن شہر کرامت بہر تھا نیسر ہر چند تولد سے چھ مہینے بعد بیماری چیچک سے بینائی جاتی رہی لیکن بقول صائب ؎

دہ در شود کشادہ شود بستہ چون دری — انگشت ترجمان زبان ست لال را

اللہ تعالے نے بعوض چشم ظاہر بین کے دیدۂ دل کو روشن کر دیا تھا اور اسقدر صفائی باطن عطا کی تھی کہ ذہن گویا لوح محفوظ کا ایک ٹکڑا تھا غالباً وہی ایک پردہ تھا کہ باہر سے

اوسکا اور ظاہر پر پڑگیا تاکہ وہ نظر صافی جو پردگیان معنی کی تماشائی تھی نظارہ خسائس ظاہری سے آلودہ نہو مختلف فریقون سے صحبت واقع ہوئی اور ہر ایک کا فیض اس طرح سے اخذ کیا کہ کملا اوسی قوم کے اوس بزرگ کی ذات غرائب سمات کو مغتنم جاننے لگے علم موسیقی کے دقائق کو اس طرح سے معلوم کیا تھا کہ اگر کسی کامل فن کے گانے یا بجانے کے وقت اوسکی سر تحسین کو جنبش یا زبان کو گردش ہوتی اوسکو اپنے کمال پر دست آویز بہم پہونچتی اور اگر یہ ماہر فن زبان تکلم کو ساکت کرتا ہر چند ارباب محفل سب باتفاق حرف آفرین پر شور حشر برپا کرتے اوسکو اپنی استعداد مین شک آجاتا شاعر کا یہ کلام واقعی ہی

صائب دو چیزے میشناسد قدر شعر را	تحسین ناشناس و سکوت سخن شناس

صرف اور نحو اور کچھ رسائل منطق بھی زبان عربی سے آشنا ہونے کیواسطے پڑھے تھے اور اسیقدر استعداد پر بعضے اوقات اشعار عربی مین باعتبار ترکیب نحوی کے سوائے معنی ظاہر کے کچھ اور ایسی توجیہ کرتا کہ سامع کو یکایک حیرت ہوجاتی اور تمام تفسیر حسینی اور کتب حدیث مین سے صرف نصف مشکوۃ پڑھی تھی اور طرفہ یہ ہی کہ حافظہ کی خوبی سے اس نصف کی سب حدیثین از برادر مثل آیات قرآنی یاد تھین ذہن کی رسائی سے صحاح ستہ مین سے جو حدیث عرض کیجاتی اوسیقدر استعداد کے زور سے اوسکو حل کر دیتا اور غالبًا دیکھا گیا کہ وہ تحقیق شائبہ خطا سے پاک ہوتی تھی مذاق شعر فہمی ایسا تھا کہ فارسی کو فارسی اور ریختہ کو ریختہ کے مرتبے مین سمجھکر اوسکی ایسی داد دیتا کہ جان سخن سے آفرین نکلتی اور شاعر کو یقین ہوتا کہ مخاطب صحیح اسکے سوا منصہ وجود پر جلوہ گر نہین ہی کتب درسیہ فارسی مثل سہ نثر ظہوری اور چار عنصر بیدل کے اکثر مقامات اور بعض دواوین مثل دیوان ناصر علی اور اکثر مقامات دیوان جلال اسیر جناب اوستادی مولائی مولوی امام بخش صہبائی سلمہ اللہ تعالے سے پڑھکر اس فن مین استعداد معقول بہم پہونچائی تھی اور اکثر اشعار جلال اسیر کے مولوی منصف علیخان مرحوم سے جو دقیقہ فہمی کلام کملاے زبان فارسی خصوصًا جلال اسیر مین اپنی زعم کے موافق آپ کو یگانہ روزگار جانتا تھا حل کیے تھے ان فنون کے سوا دقائق صناعت کیمیا اور علم دعوت سے بہت واقف کیمیاگر اور مہوسان کہن سال کو تکلم کے وقت اوسکی اکسیر سازی پر یقین ہوجاتا تھا لیکن اس بات مین سوائے سخن آرائی کے اور کچھ نہ تھا مگر اعمال مین البتہ کچھ سخن نہین ہی بعض عمل محنت کشی اور ادائے زکوۃ کے

وسیلہ سے بہت کارگر اور نہایت موثر دیکھی گئی ظرافت طبع کا یہ حال کہ اس قول مشہور کے موافق الہزل فی الکلام کالملح فی الطعام کوئی سخن لطیفے سے خالی نہوتا اس مقام مین خامۂ خام رقم ایک حکایت ظرفہ اور ایک نقل غریب لکھتا ہی کہ ایک شخص کی زوجہ نے بیس برس پہلے اس واقعہ سے انتقال کیا تھا اور اوس نافہم سے کسی منجم ظریف طبع نے یہ کہا تھا کہ بعد ایک مدت کے ایک شخص سے تجکو ملاقات ہوگی اور اوسکی شکل وشمائل بھی بیان کر دی اور کہا وہ شخص تیری زوجہ کو کشور عدم سے پھر دار الملک وجود مین لے آئیگا حسب اتفاق اوس نے حافظ موصوف کو ایک جگہ کسی تقریب سے دیکھا اور وہ صفات اپنے وہم کے موافق اسی بزرگوار مین فراہم پائین پاؤن پر گرا اور مدعا بیان کیا اس بزرگوار نے اول تو انکار محض کیا اور کہا کہ ظالم ایسی حرکات سے توبہ کر اور اس عقیدۂ فاسد کو دل سے نکال کہ یہ امر سوائے رب قدیر کسی کی حیز قدرت مین نہین اوسکو اوس منجم کا قول ایسا خیال مین جما ہوا تھا کہ اس کلام کو عذر لنگ سمجھا اور ہرگز نہ مانا اوس وقت بعض آشناؤن کے اشارے اور اپنی ظرافت طبع کے اقتضا سے کہا کہ یہ کام دیوالی کی شب کے سوا اور ایام مین ممکن نہین کہ سرانجام ہو وہ شخص ہر ایک دیوالی کی شب اپنے مدعا کے واسطے حاضر ہوتا اور یہ شرین سخن اوسکو لطائف الحیل سے اسطرح ٹال دیتا کہ اوسکا الزام بھی اوسیکے ذمے ہوتا یہ مخمصہ بارہ برس تک یونہین چلا گیا اور اوسکو وہم تک نگذرا کہ یہ عذر واقعی ہی یا نتیجۂ ظرافت کہتے ہین کہ ایک شخص نے ایک طفل کو بارہ برس تک شیر سے محروم رکھا اور اوسکے لب کو نالہ سے آشنا اور چشم کو آب گریہ سے تر نہونے دیا یہ حکایت اس چالاک طبع پر صادق آتی ہی طرفہ یہ ہی کہ باوجود اس حرب زبانی کے گرد طمع اوسکے دامن حال پر نہ بیٹھتی تھی حصول مایحتاج پر کہ رزاق مطلق کی رزق رسانی کے وسیلے سے احسن وجہ سے حاصل ہونا قانع تھا گاہ گاہ فکر شعر کی طرف بھی ملتفت ہوتا سخن اوسکا کم تو ہر لیکن سنجیدہ ہی ماہ جمادی الاولی بارہ سو ستر ہجری مین عالم فانی سے رحلت کی اور سینۂ احباب پر داغ مفارقت کو رکھا دو چار شعر راقم کو یاد تھے مرقوم ہوے

دکھلاؤن چارہ گر کو جو زخم جگر تو وہ	رو رو کے یون کہے ہی کہ اسکا نہین علاج
زاری یون دیتا ہون تسکین اس دل غمناک کو	اب کوئی ملتا ہی اوس نا آشنا بیباک کو
آشنا ہوتی ہی اوس لب سے جو دشنام توہم	دل مین کہتے ہین کہ دشنام ہمین کیون نہوے

نہ تو آنکھون مین خواب آتی ہی | اور نہ کچھ دل مین تاب آتی ہی

زاہد تخلص خواجہ ولایت حسین سوائے اسکے کہ مقیم آگرہ اور شاعر اعظم تخلص کا شاگرد ہی حال معلوم نہین یہ دو تین شعر اوسکی غزل سے انتخاب ہوے

خدا کے واسطے فرقت زدونکو مت چھیڑو | نہ پوچھو یہ کہ کٹی کس طرح ہماری رات
کسی فریب سے بھی مین نہ جا سکا در تک | غضب کی تھی ترے کوچہ مین ہوشیاری رات
وہ رشک ماہ شب چاردہ جو ہو برمین | تو کیسی چین سے زاہد کٹے ہماری رات

زرر تخلص شیخ بلاقی ابن شیخ سعداللہ ولد شیخ بلند ولمن اصلی ابا واجداد کا بلدہ لاہور ہی جد بزرگوار اس پسندیدہ اطوار کا انقلاب روزگار و گردش چرخ دوار سے موضع کوہانہ مین وارد ہوا اور اوسی سرزمین مین قیام کیا کبھی پیشہ سپاہگری اور گاہے کاشتکاری کو وسیلہ تحصیل معاش ٹھہرایا اس بزرگ نے والد ماجد کی وفات کے بعد پیشہ سادہ کاری شیخ امام بخش سادہ کار دہلوی سے کہ اس فن مین شہرہ آفاق ہی کسب کرکے خاک اکبرآباد کو مسکن مقرر کیا اگرچہ سیم وزر کے صفائح پر سادہ کاری کرتا ہی لیکن صفحہ کاغذ اوسکے نقش و نگار معنی سے رشک ارژنگ و غیرت کارنامہ بہزاد ہی نسبت تلمذ کی مرزا حاتم علی مہر اور مرزا عنایت علی ماہ سے رکھتا ہی کہ یہ دونون بزرگوار باہم اخوت حقیقی رکھتے ہین یہ چند شعر اوسکے دفتر اشعار سے منتخب ہوے

دل مین جگر مین سینے مین یکسان ہی درد آج | اے چارہ گر بتاؤن کدھر کم کدھر ہے
سیم تن جان لیکے چھوڑینگے | اپنا اے زرر ذرا سنبھالو دل
کبک و طوطی مین کچھ کمال نہین | اون مین تیری سی بول چال نہین
مجھ سے کہتے ہو مرے گھر سے نکل باہر ہو | کب مین باہر ہون بھلا آپ کے گھر سے
خوف افلاس نہین سیم تنونکو اے زرر | زرق و برق اونکو ہوئی ہی مرے یار ایسے
گانٹھ مین کوڑی نہین الفت پریزادونکے ساتھ | زرر تجھے سودا ہی کیا تیرا خیال خام ہی
کونسی صورت ہی ملنے کی تبون سے یہ بتا | وہ تو طالب زرر کے ہین اور یان خدا کا نام ہی

زرکی تخلص محمد مہدی علی ساکن مراد آباد مرد شیرین سخن ظریف طبع خوش کلام تیز فکر طرز سخن اوسکا دل پسند مادہ تاریخ بہم پہونچانے مین بیمثل و مانند بیتیز لکھنؤ مین رہا اور ارباب کمال کی ملاقات سے فیض یاب ہوا ایک عرصہ ہوا کہ نواب مصطفےٰ خان بہادر

شیفتہ تخلص کے مکان مین بزم شعر خوانی منعقد ہوتی تھی اوسی اثنا مین یہ سخن سنج بھی حضرت دہلی مین وارد تھا راقم نے ایک روز مشاعرہ مین اوسکی صورت سے آشنائی اور اوسکے سخن سے دل بستگی بہم پہونچائی اب ایک مدت سے اس گلزمین مین قدم رنجہ نہین کیا یہ اشعار اوسکے نتایج افکار سے مرقوم ہوتے ہین

کھولون ہوا پہ طرہ جو طبع سلیم کا — بس جاے بوے مشک سے دامن نسیم کا
اک پیرہن پہ دل ان روزون جو ہو آیا ہوا — ہر طرف پھرتا ہون دیوانہ سا گھبرایا ہوا
آج تجھ انداز با تونکا ترا کچھ اور ہی — پا گئے ہم بھی کہ ہی غیرون کا سیکھلایا ہوا
بند قبا سے نیل ہی اوسکے بدن مین آج — سوسن کا گل کھلا چمن یاسمن مین آج
چنگاریان سی اوڑتی ہین اپنے سخن مین آج — گویا ستارہ ریز زبان ہی دہن مین آج
جوہر تھے مجھ مین سب ملکوتی خصال کے — انسان بنا کے کیون مری مٹی خراب کی

زیب تخلص مرزا جمال الدین عرف مرزا کلن ابن مرزا بہادر ابن مرزا بخت ابن مرزا محمد عالیجاہ ابن حضرت عالمگیر ثانی شیخ ابراہیم ذوق سے فن شعر کا استفادہ کیا ہی اوسکے اشعار سے یہ چند شعر منتخب ہوے

لہو مین بھر کے جو دامن کو اپنے یار آیا — یقین ہی آج کسی بے گنہ کو مار آیا
ہمارا جوش جنون وہ ہی جسکے ہاتھون سے — نظر کفن کا بھی ثابت نہ ایک تار آیا
قہر معشوق ہین خود سر کہ کسیکو اے زیب — ہمنے دیکھا نہین انسے کبھی برسر آتے
زندگی دیکھیے ہو ہاتھ سے دل کے کیونکر — اسکے آتے ہین نظر اور ہی اطوار مجھے
دیدہ و دل نے مرے مجکو ڈبویا ورنہ — تھا ترے عشق سے کیا یار سروکار مجھے
بعد ایک عمر لگی آنکھ ذرا سونے دے — نکرا اے شور قیامت ابھی بیدار مجھے

زیرک تخلص حافظ قلندر بخش ساکن پاٹی پت تحصیل علم شاہجہان آباد و لکھنؤ مین کی اشعار ریختہ و فارسی دونون اوسکے باغ طبع کے ثمر زود رس ہین قصائد عربی مین عالم تخلص کرتا ہی اوایل مین اشعار اردو مین بیدم تخلص کرتا تھا اور غرور علم و فضل سے دماغ اوسکا آسمان برین سے وری نہین ٹھہرتا ہی یہ شعر اوسکا بہم پہونچا

زیرک شباب ہی مین ہی کچھ لطف زندگی — یہ عیش پھر کہان جو جوانی گذر گئی

باب السین المہملہ

سالک تخلص سالک مسالک ارشاد و ہدایت مرزا نجستہ بخت مغفور ابن حضرت شاہ عالم بادشاہ انار اللہ برہانہ خلفاے قدوۃ السالکین زبدۃ العارفین سید عماد الدین المعروف بہ میر محمدی قدس سرہ العزیز کی سلک مین منسلک اور باوجود ناز و نعم شاہزادگی کے مجاہدہ اور ریاضات نفس مین منہمک طریقہ سخن گستری مین حضرت احسان غفران مآب سے ارشاد طلب ہوے تھے یہ شعر تیمناً مرقوم ہوا

مت دیکھ حقارت سے میری گریہ کو ظالم
یہ اشک مسلسل نہین موتی کی لڑی ہین

سالک تخلص قربان علی مرد اشراف اور نیک نہاد صاحب طبع اور خاندان نجبا ہی پہلے اپنے نام کی مناسبت سے قربان تخلص اور مومن خان مومن تخلص حوم سے مشورہ سخن کرتا تھا اب مرزا اسد اللہ خان غالب کی شاگردی کی راہ مین سلوک کرتا ہی تخلص سالک مقرر کیا یہ چند شعر اوسکے مرقوم ہوتے ہین

جلوہ سے اونکے رہا صبح تلک مین بیہوش
اونسے اس طرح ہوا وصل کہ گویا نہوا

مت پوچھ سبب گریہ کا اے شیخ حرم مین
یہ گھر بھی کبھی غیرت بتخانہ چین تھا

یون عمر گزاری تری فرقت مین کہ ہر دم
جینے کا گمان تھا مجھے مرنے کا یقین تھا

آج اوسکا یہ عالم ہی کہ لب تک نہین آتا
وہ نالہ کہ کل رخنہ گر چرخ برین تھا

قتل قاصد پہ گلا کیا اوس جفا کردار کا
خون ناحق روز ہور ہتا ہی وان دو چار کا

کیا کہا ہی مین نے حال دل کہ ہو کر بیدماغ
آپ کہتے ہین غم ایام کا دفتر کھلا

کیجیے کیا ناتوانی مانع پرواز ہی
ورنہ دروازہ قفس کا رہگیا اکثر کھلا

یہی طول شب غم ہی تو سالک
قیامت ہمپہ گذریگی سحر تک

نسبتین اپنی وصل مین ہی ہی
اور کہنا ترا کہ آج نہین

اے نالہ پر وہ ملے فلک پھونک دے تمام
کچھ تو اودھر کا رازبھی ہوگیان مجھے

ترک عشق اور مین غلط سالک
کون پکڑے زبان خلقت کی

سپہر تخلص دوست صادق الوداد راسخ الاتحاد سرمایہ سرور دل و جان باعث مسرت قلب و جنان مقبول انام شتاب خان کہ راقم تذکرہ سے رشتہ محبت کو محکم اور قواعد الفت کو مستحکم رکھتا ہی جادہ اخلاص مین گرم رفتار اور دعوی صداقت

ہین راست گفتار شایستگی ایک خلعت ہی اوسکے قامت احوال پر راست اور راہیت ایک نقد ہی
اوسکے گنجینہ اوضاع مین بے کم و کاست راستی فکر اور سلاست طبع اور دور گردی خیال کے
اوصاف کا بیان زبان خامہ چرب گفتار کی مجال سے باہر ہی اصلاح شعر صابر دل سوختہ
محبت سے لیتا ہی اگر تلمذ کی نسبت میرے ساتھ درست نہ کہتا تو مین کہتا کہ اوسکا کلام فرط شیرینی سے
صفحہ قرطاس کو کلکہ قند اور لب اعتراض کو بند کرتا ہی اور اوسکا سخن کثرت ملاحت سے مذاق
جان احباب مین لذت رسان اور زخم دل اعدا پر نمک فشان ہی ابیات عرائس معنی کے لیے شبستان
اشعار پر دگیان مضامین کے واسطے ایوان یہ چند شعر لکھکر اوسکے محاسن کلام سے آگاہ کرتا ہون

کیا ہوا گر دہن یار نے چھڑکا نہ نمک
دل تنک ظرف کا شرمندۂ احسان نہوا

بخت کی برگشتگی دیکھو کہ کہتے ہین وہ آج
آتے آتے غیر کی خاطر سے ادھر پھر گیا

اے شور حشر جا کہ مجھے آگئی تھی نیند
کیون تو نے غل کیا کہ مین بیدار ہو گیا

مے کے پینے سے خدا کا مین گنہگار رہا
محتسب تو مرے کیون در پی آزار رہا

خون ہو ہو کے بہا دل تو بلا سے لیکن
سرخ رو تجھسے تو اے دیدۂ خونبار رہا

نام کا بھی نہ ذرا پاس کیا ہائے سپہر
چرخ میرے ہی سدا در پی آزار رہا

ناتوانی مین بڑھا سود اترے دلگیر کا
دیکھیے اوٹھتا ہی کیونکر بوجھ اب زنجیر کا

دیکھتے تھے جون ہلال عید مشتاقان قتل
ایک جھلکا سا ہوا تھا کل تری شمشیر کا

ہی ترا بند قبا یا دل ہی غیر و نکا کہ یون
کام سے جاتا رہا ناخن مری تدبیر کا

اس برے لکھے کی گر ہوتی خبر مجکو تو مین
تھام لیتا ہاتھ اپنے کاتب تقدیر کا

ہو غریق رحمت حق وہ عجب انسان تھا
میکدہ کی پہلے جو موجد ہوا تعمیر کا

حسن کی نیرنگیان دیکھو کہ ہم صحبت تھے اوک
زلف کافر ہو گئی اور رخ مسلمان ہو گیا

ٹھہر تا گر کوئی دم تو مجھے چین آجاتا
ہائے افسوس کہ چارہ مرے دل کا نہوا

اوسکو ظالم جو کہا مین نے تو ہنسکر یہ کہا
تجکو ظالم بھی میسر کوئی مجھسا نہ ہوا

تیرہ بختی بھی عجب شی ہی کہ سایہ کی طرح
مین کسی روز جدا تجھسے خود آرا نہوا

مین نے مانگا دل تو یون بولا پٹک کر ناز سے
یہ دل صد چاک تیرا کس کو یان درکار تھا

کیا تماشا ہی کہ پہونچا تیرے دل تک وہ غبار
تیرے دامن تک پہونچنا جسکو اک دشوار تھا

آنکھ اوٹھا کر بھی نہ دیکھا اوسنے نرگس کی طرف
جو کہ اے بے دید تیرے چشم کا بیمار تھا

کیون رنج دیا تو نے عبث آنکھ ملا کر
گر دل کا ملانا تجھے منظور نہین تھا

رکھایا دتم نے مرے بھولنے کو
عجب لطف کا ہی یہ نسیان تمھارا

نیم بوسہ پہ لیجیے جان و دل کہ اسمین تو
فائدہ تمھارا ہی اور ہی زیان اپنا

نہ پھرا لیکے اب تلک کوئی
رفتگان رہ عدم سے جواب

ہم تمسے بے خبر ہون تو کیا کچھ کرو سپہر
غفلت مین دو گھڑی کی تو کھو بیٹھے جان آپ

ظالم یہ تیز تیز نگاہین تری مدام
کھٹکے ہین دل مین تیر کے پیکان کی طرح

ہوا ہی کسکا کہ ہوگا تمھارا اب وہ سپہر
عبث نہ کیجے آپ اپنی زندگانی تلخ

بے حوصلہ سمجھ کے وہ ہنستا ہی اے سپہر
روتا ہون جسکے سامنے کہکر مین ہاے دل

کہتے نہ ہجر مین لب وصل کی دعا پہ سپہر
تبون کو مانگتے نادان خدا سے کیونکر ہم

دل ہو تو خار گل سے ہو کچھ ربط کی ہوس
اب ناتوانیون کا ہمین تو گلا نہین

کیون انکی بندگی کو دل اب جانتا ہی فرض
یہ بت بھی آدمی ہی تو ہین کچھ خدا نہین

اس بندگی پہ اپنی وہ ناآشنا مزاج
ملتا ہی ہمسے یون کہ ذرا آشنا نہین

کچھ یہ بھی شوخیان ہین کہ رفتار سے تری
ہی کونسی جگہ کہ قیامت بپا نہین

ساغر کشی سے ہاتھ اوٹھاؤن مین کسطرح
زاہد نہین ہین شیخ نہین پارسا نہین

حیران ہون کہ کیا ہی ترا حال اے سپہر
ہی کونسی بلا کہ تو اوسمین پھسا نہین

اپنا ہو گذارا ہو تو کس طرح ترے پاس
وہ بزم نہین جسمین کہ اغیار نہین ہین

تکلیف نماز اور ہمین زاہد سے عجب ہی
بیٹھے ہوے کچھ ہم بھی تو بیکار نہین ہین

سنتا تو نکر ہمسے تغافل کہین کیا ہم
اے نرگس فتان ترے بیمار نہین ہین

اس غیرون مین آبیٹھے اگر ہم بھی تو کیا ہی
ایسے تو کچھ ان لوگون مین ہم خوار نہین ہین

دیکھو نہ سپہر اتنے کہ خو اوسکی ہی نازک
کچھ آپ ابھی ایسے تو سرشار نہین ہین

بیکاریون مین نالہ کرین یا بکا کرین
یہ بھی نہ ہم کرین تو کہو اور کیا کرین

ہوتا ہی کیون تلاش بتان مین خراب دل
چل اپنے گھر مین بیٹھ کے یاد خدا کرین

دنیا سے کام رکھین نہ عقبیٰ سے ہم سپہر
کب تک ادھر ادھر کے یہ قصے سنا کرین

بجھا دیگا ہمارا دامن تر اوسکی آتش کو
جہنم سے نہین کچھ خوف رندان قدح کش کو

ہرا دود جگر کا ہو شب مہتاب مین جس نے
اندھیرے مین بجھایا بزم مین خوبان مہوش کو

کرتا ہی خوج مجکو تو اپنے ہی ہاتھ سے — تیری جفا بتا کہ نکیو نکر پسند ہو
لاویگا اک جہان پہ تو آفت اے سپہر — کرتا ہون تیرے لب سے نہ نالہ بلند ہو
ہم لطف سے تو گذرے پہ تیرا جفا شعار — یہ بھی بڑا ستم ہی کہ ہم پر ستم نہو
لینا ہی امتحان تو اب لے کہ پھر کہین — تو آئے تیغ کھینچ کے اور مجھ مین دم نہو
فلک دکھاے تھا ایک شعبدہ ہنا مجکو — پر اب دکھا کے سجھے کیا دکھائیگا مجکو
تبون کے ہاتھ سے یہ تنگ ہون کہ تا دم مرگ — گلی مین اونکی نہ لیجاے پھر خدا مجکو
ملا ہون جب سے کہ تجھ بیوفا سے اے بیمہر — برا ہی کہتے ہین سب دوست آشنا مجکو
کچھ آج کل مرے دل مین گذرتے ہین اغیار — کھلا نہ آنے کا یان اونکے مدعا مجکو
سپہر گر یہ وزاری کا کیا سبب ہی مدام — تو اپنے حال سے آگہ تو کر ذرا مجکو
جبکہ کوچے مین ترے باد صبا جاتی ہی — آکے گلشن مین بنا گل وہ کھلا جاتی ہی

سحاب تخلص کنور گوپال سنگھ خلف الصدق راجہ سالک رام شاگرد غلام مولے عرف مولا بخش قلق تخلص نوجوان سعادتمند اخلاق حمیدہ واطوار پسندیدہ مین یگانہ ہی باوجود کم مشقی کے لطف زبان اور دلچسپی طرز خداداد ہی یہ دو شعر کہ مذاق طبیعت مین خوش گوار ہین مرقوم ہوے

شمع رو رو کے سر بزم یہ کہتی تھی رات بھر — خاک کرتی ہی مری گرمی بازار مجھے
اے دل رفتہ مگر جان پہ کچھ آنی ہی — چارہ گر اب نظر آتے ہین غمخوار مجھے

سحر تخلص سخن ور شیرین زبان احمد علیخان ابن کرم علی خان نوجوان خوش اسلوب سعادت منش کتب درسیہ فارسی جناب اوستادی مولوی امام بخش صہبائی سے پڑھی ہین ہرچند شعر یختہ مین کسی سے اصلاح نہین ہی بلکہ اظہار سخن کمتر وقوع مین آتا ہی لیکن بزور استعداد اور حسن طبیعت سے کلام بامزہ ولذیذ ہی یہ دو شعر اوسکے طبع زاد ہین

تسخیر ہون کیونکر سحر اپنے پہ آتش رخ — سیکھا ہی فسون ہنسنے لوس نرگس فتان سے
ہوے زخمی مژہ کے اور نگاہ چشم دلبر کے — نہین محتاج ہم نوک سنان وآب خنجر کے

سرور تخلص اعظم الدولہ نواب میر محمد خان خلف الرشید نواب ابو القاسم خان امراے مشہور اور رؤساے معروف شاہجہان آباد جنہون نے عن الشر والفساد کنارہ

علوم ضروری سے آگاہ اور فن شعر مین صاحب دستگاہ تہذیب اخلاق سے بہرہ ور سخن پرور معنی گستر استعداد علمی کی نیرو سے شعر کو سنجیدہ اور سخن کو فہمیدہ کہتا تھا مشق شعر محمد جان بیگ سامی سے کی تھی اور تحصیل علم علماے نامی و فضلاے گرامی سے ایک دیوان ریختہ اور ایک تذکرہ شعراے ریختہ گو کا اوس سے صفحۂ روزگار پر یادگار ہی ایام مشاعرہ مین ہمیشہ شاہ نصیر مرحوم کے مکان مین وارد اور شعر خوانی مین شعراے خوش سخن کے ساتھ شریک ہوتا رہا راقم تذکرہ اوسی مشاعرہ مین اوس والا مرتبت کی ملاقات سے بہرہ یاب اور کلام نیک سرانجام کامیاب ہوا یہ چند شعر اوسکے نتایج افکار سے مرقوم ہوے

درون سینہ اتو سانس نشتر سی کھٹکی ہی — بیان تقریر سے باہر ہی اپنی خستہ جانی کا
رخصت نہین ہی جنبش لب کی بھی اب مجھے — وہ بھی زمانہ تھا کہ جواب و سوال تھا
مانع امید وصل ہوئی ورنہ ہجر مین — قصہ ہی زندگی کا یہ سب انفصال تھا
واں کشمکش تھی پنجۂ شانے سے زلف کو — یان پیچ و تاب رشک سے جینا محال تھا
یہ ٹھہر چکی تھی کہ کبھی اوس سے نہ ملیے — اس بات پہ لیکن دل بیتاب نہ ٹھہرا
سر پر ہر خار ہی خون کف پا سے رنگین — کون یہ دشت مین ہی آبلہ فرسا پتھرا
صبح ہوتی نظر نہین آتی — شب ہجر ان ہی روز محشر کا
تشنہ کامی سے تجھے نوید کہ ہی — آبدار آہن اوسکے خنجر کا
ہی طور یہ نرالا اوس شوخ بیوفا کا — بیگانہ سے ہی الفت دشمن ہی آشنا کا
اس ناتوان کو شاید پہونچاے وان اوڑا کر — رہتا ہون منتظر مین ہر صبحدم صبا کا
ساقی گلفام جام مے نہ دینا بس مجھے — تیری گردش سے نگہ کی کام میرا ہوگیا
قاتل سے کرے دعوے خون روز قیامت — ایسا یہ گنہ سرور رسوا سے ہو کیونکر
دیوانے ہم نہین ہین جو فصل بہار مین — کہنے سے ناصحونکے گریبان رفو کرین
ہجر مین چشم کو ہم اشک سے دولاب کی طرح — کرتے خالی ہین کبھو اور کبھو بھرتے ہین
پھرتی ہی مضطرب سی باد صبا چمن مین — بلبل بتا مجھے بھی کیا گل کھلا چمن مین
دیر و حرم مین اوسکا پایا سراغ کچھ — کیجے تلاش گوشۂ دل مین یہین نہو
رہون دیوانہ ہوکر شہر مین کیا مجکو سودا ہی — کفایت اس گریبان چاک کو دامان صحرا ہی

سرور تخلص شہزادۂ باتمکین مرزا عزیز الدین اولاد امجاد حضرت شاہ عالم بادشاہ

انا راللہ برہانہ اور داماد حضرت ابوظفر سراج الدین محمد بہادر شاہ بادشاہ غازی خلد اللہ ملکہ وسلطانہ اور علمیندشیخ ابراہیم ذوق ہر مروت و اخلاق مین بیمثیل اور اہلیت وسعادت مین بے مانند یہ دو چار شعر اوس بلند مرتبت کے نتایج طبع سے ہین

شمع رو تو نہو بے پردہ کہ پروانہ صفت
دیکھ محفل مین ابھی رشک سے جل جاوینگا

تقدیر سے تو وہ بھی جفا کار ہی نکلا
جس پر کہ بھروسا تھا ہمین مہر و وفا کا

ہوتے ہین آپ چین بجبین بات بات پر
یہ ڈھنگ ہر تو ہو چکی صورت نباہ کی

یہ بھی سرور ترک کیا چاہتے ہین وہ
صحبت جو ہمسے اونسے ہر یہ گاہ گاہ کی

سرور تخلص مرزا فضل علی بیگ برادر حقیقی مرزا نیاز علی بیگ نکہت جوان وجیہ خوش ترکیب تھا مزاج مین ساز و باز اور طبیعت مین سوز و گداز شاہ نصیر مرحوم سے فن سخن مین تلمذ رکھتا تھا یہ شعر اوسکے نتایج طبع سے ہر

آج آتی نہین ہر بانگ درا
ہمرہون نے کہین مقام کیا

سرور تخلص لچھمی رم پنڈت ساکن بلدہ لکھنو ہمیشہ عہدہ نیابت میر منشی سرکار اودھ سے سرفراز رہا زبان فارسی مین فکر شعر کرتا تھا یہ چند بیتین اوسکے افکار سے مرقوم ہوئین

بیتو جان بر لبم و ذوق طپیدن باقی ست
یک نفس فرصت و صد نالہ کشیدن باقی ست

غنچہ سان بے تو بسے خون جگر خوردم و آہ
چون گل از دست غمت جامہ دریدن باقی ست

شبے کسے بدر او طپید و ہیچ نگفت
چنانکہ نہ دل بر کشید و ہیچ نگفت

ہلاک شیوہ آن سرکشم کز استغنا
مرا بپان سر راہ دید و ہیچ نگفت

سحر شنید زبلبل چو وصف روے تو گل
بخون طپید و گریبان درید و ہیچ نگفت

ز درد دل بدرش دوش زار نالیدم
فغان کہ آن بت بدخو شنید و ہیچ نگفت

ز داز دہان تو حرفے بغنچہ با د صبا
ز شرم سر بگریبان کشید و ہیچ نگفت

وفاے سرور شیدا نگر کہ در عشقت
ہزار جور و جفا تا کشید و ہیچ نگفت

سرور تخلص رجب علی بیگ متوطن شہر لکھنو شاگرد و نوازش حسین خان نوازش یک قصہ رنگین دلچسپ مسمی بفسانہ عجایب زبان اردو مین جو بالفعل کارپردازان مطبع لکھنو کے اہتمام سے رواج تمام رکھتا ہی اس صاحب طبع رسا کے تحلم رنگین قلم کا کارنامہ ہی یہ دو چار

شعر اوسکے نتایج فکر سے جو بہم پہونچے مرقوم ہوے

نسیم صبح ہون یا بوے گل یا شمع سوزان ہون — مین ہون جس رنگ مین پیارے غرض دم بھر کا مہمان ہون
وہ بھی ہوگا کوئی امید بر آئی جس کی — اپنے مطلب تو نہ اس چرخ کہن سے نکلے
نہ لگا اسکو مری بات کو تو مان سرور — دل کا لگنا نہین اے یار ضرر سے خالی

سعید تخلص محمد سعید الدین خلف رشید مولوی محمد اساس الدین ابن سرکردہ ارباب کمال ظاہری و باطنی حافظ ابو المؤید خان مرحوم اسکنہ اللہ فی الجنان الخلود ہر چند وطن قدیم سرزمین بدایون ہی لیکن عرصہ دراز سے شاہجہان آباد فیض بنیاد مین قیام کی صورت جلوہ گر ہی گویا اب یہی گلزمین وطن ہوگئی ہی بسکہ خاندان عالی سے ہی اہالی شہر کی نظر مین عزت و ابرو کے ساتھ زیست کرتا ہی سنہ اوسکی عمر کے سکندر کے برابر کہ قول مشہور کے موافق اٹھائیس ہین اور کمالات وہبی و مکتسبی عمر خضر سے زیادہ فن سخن مین نواب زین العابدین خان مرحوم عارف تخلص سے استفادہ کیا ہی یہ چند شعر اوسکے طبع زاد لکھے جاتے ہین

اندام صاف یار مین موے کمر نہین — اس آئینہ مین بال کا ہرگز اثر نہین
ہی برق کا خواص شب وصل یار مین — یعنی ادھر سے لحظہ مین آئی ادھر نہین
ان روزون بیخودی مری کم ہی ذرا مدد — اے ساکنان کنج خرابات چاہیے
گو لامکان تلک تو رسائی ہی آہ کی — پر کیا ہی گر تبون ہی کے دل مین نہ راہ کی

سعید تخلص میر سعادت علی ساکن بلوچپورہ کہ ایک محلہ ہی محلات اکبرآباد سے اول مدرسہ مین عہدہ مدرسی رکھتا تھا اب مولوی سید محمد امیر علیشاہ جاگیردار رئیس اکبرآباد کی سرکار مین تحصیل دیہات و سرانجام امور ضروری رئیس موصوف پر مامور ہی اور عہدہ قضا بھی اوسکی ذات سے متعلق ہی یہ دو چار شعر اوسکے نتایج طبع سے ہین

آنسو ٹپکا کیے ناری سے شب اوس مہرو کی — ٹوٹا اشکو نکا نہ فرقت کی شب تار مین تار
یار بن آنکھون مین اپنی خار ہی گل باغ مین — ہی نمک پاش جراحت شور بلبل باغ مین
اوسکے کوچے مین رقیب روسیہ کا ہی گذر — زاغ اب رہنے لگے ہین جاے بلبل باغ مین
کوچ کی ہین فکر مین آرام کی نوبت کہان — ہر گھڑی بانگ جرس ہر دم صدا ہی کوس کی

سکندر تخلص سکندر خان ساکن شاہجہان پور طالب علمی کی تقریب سے چند سال شاہجہان آباد مین قیام کیا اب چند مدت سے لکھنو مین تحصیل علوم مین سعی ہی جب یہان تھا

گاہ گاہ شعر ریختہ بھی کہتا اور مومن خان سے اصلاح لیتا تھا ایک روز اس شعر مین اوستاد سے مباحثہ کیا

دم لینے مین ہی مجکو تو آئینہ کا لحاظ | اور یار یہ سمجھتے ہین مجھ مین ہی دم نہین

مومن خان اس شعر کو بے معنی بتاتے تھے اور وہ معنی شعر ہی کو کرسی لفظ پہ مٹھاتا تھا جب اونکی طرف سے اس شعر مین مبالغہ حد سے گذر گیا اوسنے ترک مشورہ کیا بعد اوسکے اپنے کلام مین آپ حک و اصلاح کر لیتا تھا یہ تین شعر اوسکے نتایج افکار سے ہین

ہوش کھوتے ترے نظارہ نے ایسے کہ سحر | آئینہ اپنی بھی حیرانی پہ حیران نہوا
کسکا نام اوسکے لبون پر تھا کہ اس نفرت پر | حرف ناصح سے دماغ اپنا پریشان نہوا
ہر دہ کیا قتل سکندر کہ خجل ہوا اوس سے | جبکہ خون ریزی اعدا سے پشیمان نہوا

سلطان

سلطان تخلص نونہال گلشن عمر و شگوفہ باغ زندگانی لخت دل و پارہ جگر سلطان شاہ طال عمرہ خلف مرزا جمیعت شاہ بہادر ماہر تخلص باوجود اسکے کہ ہنوز چمن عمر مین تازہ حزام اور گلشن ایام مین نونہال ہی لیاقت نشست و برخاست اور شایستگی کردار و گفتار اور تیزی فہم اور جودت طبع استعداد ذاتی و ملکہ خداداد پدر دال ہر اول پدر مشفق کو سرگرم سخن سنجی و معنی گستری دیکھکر حفظ اشعار و ضبط ابیات کی طرف التفات ہوئی اور ادب آموزی شوق سے کئی ہزار شعر گنجینہ حافظہ مین فراہم آئے من بعد رہنماے ذہن رسا اور تایید سخن آفرین نے قافلہ کلام کو جادۂ موزونی پر پہونچا دیا یہ وقت اقتضا کرتا ہی کہ اگر مساعدت لطف الٰہی شامل اور اسباب کسب کمال آمادہ رہین تو اوسکا کمال خلوت استعداد سے جلوہ گاہ ظہور مین نقاب کشا اور منصہ وقوع مین جہرہ نما ہو جاوے یہ تین چار شعر اوسکے نتایج طبع سے درج تذکرہ ہوتے ہین

اہی فلک تلفی مین کیا مجنون مین رسم عاشقی | مجکو اس سن مین یہ دنیا عشق کیا درکار تھا
بن جلاے دل و جگر جل جاے | کیا بری آگ ہی محبت کی
آتے آتے وہ پھر گئے گھر کو | یہ بھی خوبی ہی اپنی قسمت کی
عہد طفولیت بھی نہین سلطنت سے کم | سلطان شاہ کیون نکہے اک جہان مجھے

سلیم

سلیم تخلص فخر دودہ گورگانی گوہر افسر سلطانی مرزا سلیم بہادر مرحوم خلف اکبر شاہ بادشاہ ثانی نامدار اللہ برہانہ کہ فرزندان بادشاہ مغفور مین بیشی استعداد سے سرفراز اور کثرت اعتبار سے

ممتاز تھا جیسے وہ بادشاہ کیوان جاہ حسن صورت وسیرت مین سلاطین سلسلہ تیموریہ سے گوے سبقت لیگیا تھا یہ اشرف اخلاف ان دونون صفت مین شاہزادگان والاشان سے امتیاز رکھتا تھا اس مقام مین بلندی شان اور رفعت مکان اور شوکت شاہی اور حشمت والا پایگاہی اور دبدبہ اقبال اور لمعانہ جاہ وجلال کے اوصاف مین زبان قلم کو گویا کرنا ایک امر زائد ہے کہ صدا اس کوس کی فلک اور صیت اس جلال کی ملک تلک بلند ہی قدرے سلطنت معنوی کا حال لکھا جاتا ہی کہ جناب مغفرت مآب میر محمدی مرحوم سے کہ اس روزگار مین اس صفاے باطن کے ساتھ درویش خدا آگاہ رباط عالم مین کم مشاہدہ ہوا ہی شرف بیعت حاصل کرکے مجاہدات اور ریاضات کے ذریعہ سے مدارج کمال کی ارتقا اور مسند سعادت اخروی کے تمکن سے مشرف ہوا جو کہ اس مخدوم حور وغلمان کے بغیر قصور فردوس بے آرایش تھے بادشاہ غفران پناہ کے عہد حیات مین دنیاے دون سے دل اوٹھا کر روضہ رضوان کی گلگشت اور باغ جنان کی تفرج کے واسطے راہی ہوا یہ دو شعر کہ خلاصہ مطالب متصوفہ پر اشتمال رکھتے ہین اوس مرجع مآرب ملائک اور زبدہ متکلمین فیما علی الارایک کے افکار گوہر نثار سے ہین

جھگڑے سے جب دوئی کے فراغت ہوئی ہمین	کثرت مین سیر عالم وحدت ہوئی ہمین
ہر کوئی اپنا خانہ دل بھی عجب مکان	جس مین نصیب یار سے صحبت ہوئی ہمین

سلیمان

سلیمان تخلص مرزا سلیمان شکوہ خلف رشید حضرت شاہ عالم بادشاہ اونکے محامد ذات وحمائد صفات اندازہ تقریر سے زائد اور حوصلہ قیاس سے خارج ہین یہان خاموشی عین مدح اور اعتراف عجز وقصور کمال ستایش ہی مدت تک لکھنؤ اور بیشتر مستقر الخلافت اگرہ مین تشریف فرما رہے ایک دفعہ راقم کی یاد مین حضرت شاہجہان آباد مین رونق افروز ہوے تھے پھر سرزمین اکبرآباد مین تشریف لیجاکر قیام کیا اور بعد مدت کے اوسی گلشن فیض سے گلزار جنان کی طرف کوچ فرمایا شعرا کو اونکی قدردانی سے ہمیشہ حرص پر زر تھی اور دامان اہل ہنر از گوہر جو کہ فکر شعر خاندان تیموریہ کا ذاتی ہی شعر گوئی کی طرف بیشتر متوجہ تھے یہ چند شعر اونکے افکار گوہر نثار سے زیب صفحہ تذکرہ ہوتے ہین

لبون پہ نالہ جو آکر نہ ہٹ گیا ہوتا	تو آسمان وزمین سب اولٹ گیا ہوتا
جنازہ تیرے دیوانے کا اس توقیر سے اوٹھا	کہ شور نالہ ہر اک خانہ زنجیر سے اوٹھا

رہگئے ہوش و حواس و خرد و طاقت سب — یون ترے کوچے سے مین بے سر و سامان نکلا
ترے بیمار کی سنتے ہین یہ حالت ہی کہ اب — جو گیا اوسکی خبر کو سو وہ گریان نکلا
یہ کسکے دست حنا بستہ یاد آئے تھے رات — کہ تا بصبح مرے دل کو اک فشار رہا
شب فراق مین مین کیا کہون سلیمان آہ — کہ کس طرح سے دل اپنا یہ بے قرار رہا
کشتنے کو ترے در سے افسوس لیگئے کل — اور تو نہ اک قدم بھی اے یار گھر سے نکلا
کچھ تو اثر کیا ہی دل کی ترے کشش نے — پڑھتا جو وہ سلیمان اشعار گھر سے نکلا
کبک رفتار اپنی بھول گئی — دیکھ اوسکے خرام کا عالم
اب خدا اچھا ہمین نہ دکھلاوے — شب ہجران کی شام کا عالم
شب دل سے مرے آہ کا شعلہ جو اوٹھا گرم — منقل کی طرح تا بسحر سینہ رہا گرم
گالی نہ دیا کرو کسیکو — بس بس اپنی زبان سنبھالو
یہ لمف اشک آنکھون سے نکلکر — مری چھاتی سے پیرون لگ رہے ہی

سوز تخلص ہی سلالہ خاندان شرافت زبدۂ دودمان نجابت سبکر وح گران علم قلیل الرسن کثیر العلم شیرین مقال بسیار کمال صاحب طبع سلیم مولوی عبد الکریم خلف رشید اوستادی مولائی مولوی امام بخش صہبائی سلمہ اللہ تعالے کا ہرچند سنین عمر کے اعتبار سے کہین پسر حضرت اوستاد ہی لیکن کثرت علم اور افزونی دانش کی جہت سے گویا اکبر اولاد ہی سال عمر اس نونہال چمنستان کمال کے ہنوز اونیس بیس سے متجاوز نہین ہوے لیکن کشور فضل و کمال کی منازل ہزار سے زیادہ طی کی ہین یہ شعر جس نے اپنی شان مین کہا ہی غالبًا اسی فخر خاندان کی زبان سے لیگیا ہی ؎

مراست از مذہب فضل ہفت حصل و ہنوز — میان نوزدہ و بست میکنم تکرار

واہب بے صنعت نے اپنے فضل و احسان کا دروازہ بیدریغ کھولا اور اس زبدۂ اہل رشد دست سعی کو فراخی مژدہ دیا اس سن و سال مین اپنے پدر بزرگوار کی خدمت مین زانوے ادب تہ کرکے سب کتب درسی فارسی کی تحصیل سے خواہ نظم خواہ نثر فراغت کلی حاصل کی اور اس فن مین شب و روز افادہ طلباے مدرسہ کمال مین مصروف ہی گویا تخفیف تصدیع جناب ممدوح مد نظر ہی اور علوم عربیہ مین سے صرف اور نحو اور معانی و بیان و بدیع کو نہایت تحقیق اور تدقیق کے ساتھ پڑھ کر تحصیل منطق اور تکمیل فن طبابت مین مشغول ہی کتب درسیہ

طلب سے کچھ قلیل مقدمات باقی رہے ہین اللہ تعالے عمر مین افزائش کرے اور ترقی کمالات کی
ایسی توفیق دے کہ ہر فن مین یکتائی ہو جاوے جو ناظم دیوان کائنات نے سرو کے مانند جامۂ
موزونی اوسکے قامت استعداد پر قطع کیا ہی اس سن مین پایہ شاعری کا مسلم ہو گیا اور نقد
سخن محک تحسین اہل انصاف پر پہونچ گیا بسیار گوئی اور خوش گوئی ایک نعمت ہی کہ موارد
انعام مقام حقیقی سے جسکے نصیب مین ہو اوسیکو ملتی ہی کثرت سخن اس مرتبہ کہ مشاعرہ
کے روز معمور تک اوسکے گنجینۂ فکر سے اکثر اہل مذاق کو کہ ہنوز استعداد شعر گوئی نے اونکو
مرد میدان مشاعرہ نہین کیا صدہا شعر عطا ہو جاتے ہین ہر چند وہ اشعار اوسکی متاع سخن کی
زکوٰۃ ہین لیکن خود اسطرح نصاب کمال کو پہونچے ہوے ہوتے ہین کہ اگر اونسے مستحقین کرامت
زکوٰۃ لیجاوین تو عجب نہین اور خوبی کا یہ حال کہ اگرچہ وہ اوسکے باغ طبیعت کا فضلہ ہین
لیکن اور ونکے نخل استعداد کے ثمرۃ الفواد سے بہتر پاکی زبان اور شستگی عبارت
اور روح افزائی معنی اور دلاویزی مضمون اور تازگی طرز اور متانت تراکیب کس کس
چیز کی تعریف کیجاوے کہ کثرت خوبیون کی بند زبان تقریر ہی اور مانع جرأت تحریر علم عروض
و قافیہ کی مہارت کا تو کیا کہنا ہی کہ یہ اپنی ہی دکان کی متاع اور اپنے ہی خزینہ کا نقد ہی
طرفہ یہ ہی کہ ان کمالات پر مزاج مین خلق اور طبیعت مین انس ایسا ہی کہ دولب گویا کتاب
اخلاق المحسنین کی دو سطر اور سخن نفحات الانس کا ایک باب ہی گل کی طرح خندہ پیشانی
لیکن ریش خند سے بیزار سوسن کے مانند دہ زبان مگر زیادہ گوئی سے ننگ و عار اگر صفائی
الفاظ کو بیان کیجیے موج نفس صبح کے روبرو ہمسری کا دم بھرے اور اگر رنگینی معنی کا ذکر
ہو تو ہوا سے کلام شفق کے ساتھ برابری کرے مبالغہ شاعرانہ اور اغراق منشیانہ سے قطع نظر
توصیف اس نونہال جوانی کی فی الواقع چیز تقریر سے خارج ہی ہر چند اصناف سخن پر قدرت
اور انواع کلام مین مہارت حاصل ہی لیکن تخمیس مخزل خصوصاً قطعہ لاسیما اوس قطعہ کے
کہ ابیات کثیرہ پر مشتمل ہو جیسے اس سرگروہ سخن سنجان روزگار سے صورت پذیر ہوتی ہی کہن
مشاقان کامل استعداد اوسمین عاجز ہین اب چند روز سے یوہین دیکھا جاتا ہی کہ کمیت توجہ کی
عنان مخمس کرنیکی طرف بہت منعطف ہی اہل انصاف اس سخن سنجی کی داد دیتے ہین اور اوس
کلام کو سخنوری کا معجزہ قرار دیکر بجان و دل مانتے ہین یہ سب کمالات ایک طرف تیرہ گوئی
ایک نعمت عظمی ہی کہ منعم بے منت اور فیاض بے ضنت عمت آلاء و جلت نعماؤہ نے

خوان الوان کرم سے اوسکو عطا کی ماہران فن خوب جانتے ہین کہ التزام کسی چیز کا تکلف سخن کو حد کمال تک پہونچنے نہین دیتا بلکہ بسا اوقات ان قیود کی شامت سے شاہد کلام زیور معنی سے معرا ہوجاتا ہی اور تاریخ گوئی مین عدد خاص کی قید سے تو دائرہ سخن سنجی کا ایسا تنگ ہوتا ہی کہ قدرت انشا کو نیم کام اوٹھانا دشوار ہی اس شہسوار کمال کی مطلق عنانی عرصہ تنگ تاریخ مین تماشائیان انصاف دوست پر واضح اور لائح ہی اس التزام پر فصاحت الفاظ اور جدت معنی اور تازگی تشبیہ اور نزاکت مضامین یہ پایہ رکھتی ہی کہ اگر سامع کو تنبیہ نکرین تو ایانی سیاق اور روانی طرز اور بے تکلفی تراکیب سے قید تاریخ کی طرف وہم کو گذر نہو شیخ ابراہیم ذوق کی تاریخ وفات کا قطعہ کہ اوسکے ترجمہ مین مسطور ہی دیدہ و دان منصف کو قطع نظر اس سے کہ مذاق سخن فہمی کو لذت بخش ہوا کسقدر بر سر انصاف لایا ہوگا کہ دعویداران سخن اس نظم بے عدیل کے سامنے بجز اسکے کہ فرق لاف کو فرو اور زبان گزاف کو بند کرین کیا چارہ رکھین ای مدعی ہرزہ سرا اعتساف و کجی سے تیری طبیعت نارہست دامن انصاف ہاتھ سے چھوڑ کر بیہودہ میدان یاوہ درائی مین خواہ مخواہ سرگرم جولان ہی بسم اللہ اینک گوئے و اینک میدان محاسن ذاتی اور صفاتی جواد امنیگر ہی اور محبت صمیمی اور الفت دلی جو مجکو اوس مجمع مفاخر کے ساتھ ہی علحدہ متقاضی ہی کہ قلم کو تحریر سے اور زبان کو تقریر سے باز نرکھون اور جہان تک حد بشری ہو اظہار محامد مین کوتاہی نکرون اور مین خود بھی اپنے شوق سے سخن سرائی مین سرگرم ہوتا ہون لیکن ان باتون کی حلاوت لب کو بند کیے دیتی ہی ناچار چند شعر اونکے کلام گوہر نثار سے انتخاب کر کے نظر ارباب ذوق سے گذرانتا ہون اور عجیب یہ ہی کہ ہنگام انتخاب ہر شعر کا یہ ہی تقاضا ہی کہ اگر مجکو نہ لکھا کیا لکھا

ز فرق تا بقدم ہر کجا کہ مے نگرم	کرشمہ دامن دل میکشد کہ جا اینجاست

لیکن المناب سخن کے خوف اور اختصار کلام کی رغبت کو ایک حیلہ معقول سمجھکر گزینہ پائی کو بدرقہ بنالیا اور چلتے چلتے مجس پر قلم کا ہاتھ پڑ گیا غنیمت سمجھا اور اوسیکو درج قرطاس مین درج کیا

ہوتے ہی ہوگا اثر اس نالۂ شبگیر کا	راہ پر آنا کوئی آسان ہی چرخ پیر کا
جان کو راہ فنا مین ہوگیا چلنا محال	جبکہ ہر ہر گام ہی کشتہ تری شمشیر کا
مہ کدل مین حسرتین ہین کاروان در کاروان	گم نہو جاوے کہین پیکان تمہارے تیر کا

سوز یاروں نے تو چاہا تھا کہ وہ تجھ سے ملے
پر نہ وہ آئے تو یہ لکھا تری تقدیر کا

کوئی افسانۂ غم دل کے برابر نہوا
لکھے سو حرف پر اک حرف مکرر نہوا

مے کے دینے مین یہ صرفہ ہی تجھے اے ساقی
کہ ستمگر مرا دامن بھی کبھی تر نہوا

تربیت کے بھی لیے اہل ہین درکار کہ یان
اشک قطرہ ہی رہا اور کبھی گوہر نہوا

ہم تو ہر رنگ مین پہچانتے ہین تجکو ورلے
کم نگاہون سے یہ پردہ ترا بہتر نہوا

انزوا واسطے ناقص کے ہی اکسیر کمال
قطرہ آیا نہ صدف مین تو وہ گوہر نہوا

دور سے توڑے ہی مژگان تری سو تو وہ دل
شکر صد شکر کہ ناوک مین ترے پر نہوا

یہ دل کے جانیکا ماتم مگر ہی جان حزین
کہ اک شور ہی سینے مین ہر زمان ہوتا

چمن سے جاتی ہی اس طرح سے بہار اور ہاے
کسی طرح نہین صیاد مہربان ہوتا

ہم اور بیٹھے پریشانیان یہان کھینچین
تم اور بیٹھے بنایا کرو سنگار اپنا

تو مر نجاے کہین سوز غم مین رک رک کر
ذرا تو حال کہا کر کسی سے یار اپنا

فکر مین تھے انتہاے عشق کی مدت سے ہم
ہارے یہ عقدہ ہمین آکر ترے خنجر کھلا

صبا رقیب سے رکھتی تھی راہ کچھ ورنہ
ستم یہ کیون مرے مشت غبار پر ہوتا

یہ سب ہی وسعت دامان رحم سے ورنہ
جزا کا کام نہ موقوف حشر پر ہوتا

خدا ہی جانے کہ کیا سوز دل پہ آن بنی
کہ آج صدمے پہ صدمہ ہی جان پر ہوتا

عالم کو چین دیتی نہین شوخیان تری
اور اضطراب میرے دل بے قرار کا

ساقی ہوا نہ موسم گل مین تو مہربان
اور اب جو مہربان ہی تو موسم ہی خار کا

میرے جنون سے اور ترے حسن شوخ سے
اک کچھ اور رنگ ہی ظالم بہار کا

دھوکے مین غیر کے مجھے ساقی نے دی شراب
مجکو ہوا گمان کہ ہی کچھ ٹھنگ پیار کا

ظالم ترے تشنون کا گلو تر نہین ہوتا
جب تک کہ روان حلق پہ خنجر نہین ہوتا

کچھ ترا شہرہ ہوا کچھ میری رسوائی ہوئی
رفتہ رفتہ یون مین ظاہر راز پنہان ہوگیا

عشق مین ہو ہی چکے تھے ہمتو بے سامان مگر
حسرتین بڑھ بڑھ کے پھر کچھ جمع سامان ہوگیا

کھل گیا سب رند کم ظرفی سے دم مین جی حباب
مین تو اتنا ضبط بھی کرکے پشیمان ہوگیا

سوز نے اچھی نباہی ابتدا مین تو ورلے
انتہا پر آنکر ناداں ہراسان ہوگیا

مین بڑا بول جو بولا تھا شب وصلت مین
سو وہ آگے مرے ہنگام سحر آہی گیا

نہ وہ تم ہو نہ وہ ہم ہین نہ وہ باتین پہلی ؛ تفرقہ تھا جو مقدر مین نظر آ ہی گیا
ابھی دل مین ابھی آنکھون مین ابھی دامن پر اشک مین بھی تری شوخی کا اثر آ ہی گیا
دل جو ہین کعبہ سے اوچٹا تو لگایا نہ گیا کرکے بتخانہ کا نا چار سفر آ ہی گیا
اب کوئی سوز سے بہنے کی نکالو صورت خیر تقصیر ہوئی اب تو ادھر آ ہی گیا
انقلاب دہر کو کبتک کوئی روئے کہ یان کیا سے کیا کچھ ہو گیا اور کیا سے کیا ہو جائیگا
آہ مین ہر چند اثر ہو نا تو ہی دشوار لیک ایسی مایوسی مین کچھ تو آسرا ہو جائیگا
سوز کو بیگانہ ہی پر بزم مین رہنے تو دے رفتہ رفتہ یہ بھی ظالم آشنا ہو جائیگا
وائے قسمت کہ خزان مین رہے گلزار کے پاس اور بہار آئی تو صیاد جفاکار کے پاس
پاس آنے مین نہ کشتون کے لگے دیر کہین لے لیا موت نے گھر ہی ترے دیوار کے پاس
ناتوانی سے جہان بیٹھ گئے بیٹھ گئے کچھ نہین یہ ہے کہ بیٹھے ہین مری دیوار کے پاس
ناتوان گو ہین پہ بیتابی دل یہ ہے تو بس ایک دن آ ہی رہینگے تری دیوار کے پاس
اللہ اللہ تری صیاد تغافل کیشی کہ جو بھولے سے بھی آوے نہ گرفتار کے پاس
ہائے رے جذبۂ صیاد کہ بھاگے بھی جو صید پھر پھرا آن رہے ہے اوسی خونخوار کے پاس
سوز خستہ ہی نہو جلد خبر لے ظالم اک جوان سا ہے تڑپتا تری دیوار کے پاس
اے سوز ابتدا ہی مین بگڑا ہو ہے حال آگے کو رنگ دیکھیے کیا کیا دکھاے دل
لگ چلنے کو کسیکے دامن سے تو بلا ہین گو دیکھنے کو ظاہر مشت غبار ہین ہم
بد عہدیون کی تیری کیا کیجے شکایت جب آپ ہی جہان مین ناپائدار ہین ہم
جتنا جتنا روکا انکو وتنے ہی وہ بپھرے اور طفل تو ہین یہ اشک ابھی پر کتنی شرارت رکھے ہین
یہ تو یقین تم ہم مین ہی ہو پر یہ نہین کھلتا کسنجا ہو دل مین تمنا سینہ مین ارمان جانمین حسرت رکھتے ہین
یون ہی آئی عمر اور یون ہی گئی ہم خدا جانے رہے کس دھیان مین
سوز تھا آخر کو پھر ناکردہ کار کلمہ سے گھبرا گیا اک آن مین
کثرت حجاب کی ہین مانع ہی ورنہ یان وہ کونسی جگہ ہے کہ تو جلوہ گر نہین
ناحق بتون کے سجدے مین اوقات کی تلف تیرے ہین انمین کچھ بھی تو ہوتا اثر نہین
بوسے پہ اوس دہن کے کہ جسکا نہین سراغ ہاتھ تری زبان بت بیداد گر نہین
ارمان ہے کونسا کہ سویدا اے دل نہو امید کونسی ہے جو داغ جگر نہین

ایک مژگان کے تصور سے ترے ای کافر — خار سے خار تھے سینے مین کہ کھٹکے لاکھون
سیکڑون ہین تری اس سادہ مزاجی پہ نثار — اور قربان ہین ظالم تری سٹکے لاکھون
مجکو ہر کھٹکے پہ گذرا ترے آنے کا خیال — اور شب وعدہ مین ہوتے رہے کھٹکے لاکھون
جان سینے مین نظر آنکھون مین دم ہونٹون پہ — اک نہ آنے سے ترے کام ہین اٹکے لاکھون
الفت مین تری ہائے مین اس طرح سے اوجڑ گیا — اور خانہ اغیار ہوا باد غضب ہی
ہمنے نہ کبھی چین سے کی سیر گلستان — جب فصل بہار آئی تو صیاد غضب ہی
سن سنکے دماغ اپنا تو ہوتا ہی پریشان — ای سوز تری زاری و فریاد غضب ہی
چرخ کو آبادی دام و قفس منظور ہی — ایک اوجڑا تھا کہ بنتا آشیانہ اور ہی
کھچ گیا شاید تغافل کچھ ترا مانی سے جو — کھینچتے کھینچتے یہ تری تصویر آدھی رہگئی
رحم بھی آیا تو کب آیا تجھے قاتل کہ یان — حلق مین کٹ کر رگ شمشیر آدھی رہگئی
اوسکے حلقون مین ہی ضعف پاسے سرمہ کا اثر — جو صدائے نالہ زنجیر آدھی رہگئی
ہمنے کچھ ہمت تو کی تھی پر کرین کیا بلک — آتے آتے آہ کی تاثیر آدھی رہگئی
آج یان رسوا ہوا کل وان خرابی مین پڑا — یوہین گھٹ گھٹ کر مری توقیر آدھی رہگئی
اللہ اللہ شوخیان تیری کہ تیرے ناز کی — لوح دل پر جب بنی تصویر آدھی رہگئی
اوسنے چشم قہر سے بھی ہمکو رکھا بے نصیب — ہم یہ سمجھے جرم کی تعزیر آدھی رہگئی
سوز اوسکو دیکھکر حیرت زدہ سا رہگیا — کہتے کہتے زیر لب تقریر آدھی رہگئی
تو بھی دے چاہے جس انداز سے آزار مجھے — مین بھی دیکھون کہ ترے ساتھ ہی کیا پیار مجھے
جی نے چاہا تو گیا بیٹھ کسی کوچے مین — اور نہ چاہا تو ہی پھرنے سے سروکار مجھے
اوسکو ہی شوق ستم مجکو ستم کی خواہش — مین ستمگار کو درکار ستمگار مجھے
اور وہ کونسا عقدہ ہی کہ آسان ہو گا — ایک ملنا تھا تمھارا سو ہی دشوار مجھے
سوز ہی کچھ تو تمنا کہ پڑے پھرتے ہو — کیون یہ کہتے ہو نہین اوس سے سروکار مجھے
ہین تو چمن کے اندر پر جور باغبان سے — آوارہ پھر رہے ہین گم کردہ آشیان سے
حیرت نے ہمکو غنچہ تصویر کا بنایا — اس پر بھی ڈر رہے ہین ہوا دی خزان سے
صیاد پھینک دیوے یا برق پھونک دیوے — اب ہاتھ اوٹھا لیا ہی ہمنے بھی آشیان سے
دیکھا عجب تماشا طرفہ کیا نظارہ — ق گذرا جو صبحگاہان مین صحن گلستان سے

یعنی کہ ایک بلبل بیٹھی تھی شاخ گل پر — رنگ چمن دو بالا تھا اوسکی داستان سے
جون سوز سوز و درد دل اشعار میر برلب — گویا خبر وہ دیتی تھی سوزش نہان سے
او سکے سخن مین ہمدم کیا کچھ بھری تھی گرمی — گویا کہ آتش دل تھی شعلہ زن زبان سے
گہ نالہ و فغان سے عالم کو پھونک دینا — گہ دل ہی دل مین جلنا آہ شرر فشان سے
گہ فصل گل سے شاداں کوتاہ بینیون سے — گہ پیش بینیون سے غمگین تھی وہ خزان سے
او سکو سمجھ کے اپنا ہمدرد و ہم مصیبت — پوچھا یہ مین نے اوس سے تو کہہ تو کچھ زبان سے
کیا حال ہی کہ تیرے وہ زمزمے نہین ہین — اندوہ گینیان ہین ظاہر تری فغان سے
کہنے لگی کہ جو جو مری حقیقتین ہین — سو گفتنی نہین ہین کیا فائدہ بیان سے
لیکن نہین مناسب بالکل بھی چپ رہنا — اب راز دل چھپاؤن او رتجھسے رازدان سے
میری یہ ہی حقیقت میرا یہ ماجرا ہی — یعنی کہ خستہ دل ہون اور تنگ اپنی جان سے
نی بیٹھنے کی جا ہی نی رہنے کا ٹھکانا — آزردہ ہون زمین سے آشفتہ ہون زمان سے
انکے تو جور سہتے اک عمر ہو گئی ہی — صیاد سے گلہ ہی شکوہ نہ باغبان سے
اتبو اک اور تازہ آفت ہی سر پہ نازل — یعنی بقول میر دل خستہ آسمان سے
جب کوندھتی ہی بجلی تب جانب گلستان — رکھتی ہی چھیڑ میرے خاشاک آشیان سے
نالہ او ر اس طرح سے چھاتی پہ داغ رکھتے — سب ڈھنگ اوڑا لیے ہین یہ سوز خستہ جان سے

مخمس

پروانے ہی کی جان نہ کچھ شمع پر گئی — کچھ شمع ہی جلا کے نہ جان و جگر گئی
میری ہی جان پر نہ یہ آفت گذر گئی — تو ہی کچھ اپنے سر پر یان خاک کر گئی
[illegible] اس چمن سے صبا چشم تر گئی

ہین تمریان سو سر و پہ دل کو فدا کرین — اور سرو ہین سو سب سے وہ آزاد ہی رہین
اب آگے بلبلین ہین سو وہ گل پہ جان دین — دیوانہ کون گل ہی ترا جسکو باغ مین
زنجیر کرنے موج نسیم سحر گئی

بجلی ہی جھکی پھرتی ہی ہر شام و ہر بگاہ — نی چرخ پر گذارنہ دل مین کسیکے راہ
کر کے اسکی جیکسیون پر نظر انگاہ — کچھ اثر قبول کہ تجھ تک ہماری آہ
سینے سے ارمغان لیے لخت جگر گئی

ہر جا پہ لڑ ہی جاتی ہی کیا ماجرا کہون — جب یہ ہون اسکے ڈھنگ تو کیونکر بھلا کہون
کہتا نہین مین دل کو کہ کیونکر بُرا کہون — خانہ خراب دل تو ہی لیکن مین کیا کہون
جیسی بلاے جان ہی یہ آنکھ گھر گئی

اول تو دیکھنا ہی نہ تھا گہ ادب سے مین — اپنی نظر کو روکے ہی رہتا تھا سب سے مین
بالفرض اب جو آگے کسیکے سبب سے مین — نظارہ باز بزم تبان کا ہون جب سے مین
تو ہی نظر پڑا مری جیدھر نظر گئی

منظور گر تلافی مافات ہو تو حیف — کچھ درد اپنا رہ مین بھی پھیلا کے خوب پیر
اور گر بھرے ہین دل مین ترے وہی اگلے بیر — مت پوچھ یہ کہ رات کٹی کیونکہ تجھ بغیر
اس گفتگو سے فائدہ پیارے گذر گئی

جون سوز اوسکو کچھ نہ دیا روزگار نے — اور کچھ دیا تو رنج دیا بد شعار نے
جب دے دیا جواب شکیب و قرار نے — سوز و فغان کو خط یہ لکھا اوسکے یار نے
جسوقت اوسکے حال کی اوسکو خبر گئی

اور یہ سنا کہ صبر نہین ہی اوسے ذرا — سمجھا وہ یہ کہ راز نہو جاے برملا
ناچار اوس نے اوسکی تسلی کو یہ لکھا — سن اے فغان جہان مین عاشق جو ہو گیا
معشوق سے اسی روش اوسکی گذر گئی

عاشق ستم اوٹھاتے ہی آتے ہین بیشتر — معشوق ظلم کرتے ہی آتے ہین سر بسر
تو اپنے آپ سوچ کے انصاف دل مین کر — شیرین نے جو رکب نہ کیا کوہکن کے سر
مجنون پہ کیا جفا ہی کہ لیلی نہ کر گئی

نالون کا قمریون کے رہا غل چمن کے بیچ — کھاتے دل و جگر پہ نہ کیا گل چمن کے بیچ
اور آگے کیجیے جو تامل چمن کے بیچ — کل ہی پڑی سسکتی تھی بلبل چمن کے بیچ
ذرہ نہ اوسکے حال پہ گل کی نظر گئی

دل عاشقون کے شب کو یہانتک گلے کہ صبح — آنکھون سے کوئی نالے سے نالے چلے کہ صبح
ظاہر نہ تھی کہ شام ہی آنکھون تلے کہ صبح — پروانے رات شمع سے اتنے جلے کہ صبح
خاکستر انکی لیکے صبا دوش پر گئی

انکے ستم اوٹھانے کو ہین جانتے سبھی — انکی ستم گری سے بھی واقف ہی ہر کوئی

آتی قدیم سے بھی یہی رسم ہی چلی | کچھ تازہ مین کیا ہی کہ بدنامی کو مری
آواز آہ و نالہ تری گھر گھر گئی

شورش سے تیرے نام کو باقی نہین تری | پھرتی ہی تیری آہ سے بجلی ڈری ڈری
شور و فغان سے چرخ بھی بھولا شعگری | حرمت رکھی نہ رعد کی فریاد نے تری
رونے سے تیرے آبروے ابر تر گئی

تو نے بہا کے دل کا لہو چشم تر کی سرخ | دامن پہ تیرے بوند ہین ہین خون جگر کی سرخ
پائے نگار سے یہ زمین سر بسر کی سرخ | لو ہے سے تیرے سر کے ہی دیوار گھر کی سرخ
آنکھون سے موج خون تری بیرون در گئی

عاشق ہی لاتے جسکا جگر تاب درد ہجر | رکھتے ہمیشہ مد نظر تاب درد ہجر
جان کو گنوا ے لاے مگر تاب درد ہجر | دل کو ترے نہین ہی اگر تاب درد ہجر
تو کار عشق سے تو مری جان کر گئی

اور ایسا ایسا اور لکھا نکلے جس سے پیر | جس مین کہ شر ہی شر ہو نہو کچھ بھی بوے خیر
جیسے کلام غیر سے کرتا ہی کوئی غیر | القصہ خط کو پڑھ کے یہ اوسنے لکھا کہ خیر
تیرے ہی دل کی مہر نجانون کدھر گئی

کیا جانیے کہ تیرے ہی خاطر کو کیا ہوا | دل مین نہ تیرے رحم نہ کچھ عادت وفا
شیرین نے کوہکن پہ ستم گر کیا کیا | شیرین کی ایک مین نہ کہون ورنہ بارہا
لیلی جدھر تھا دی مجنون ادھر گئی

آخر پھری ہی اوسکی تجسس مین جابجا | جویا ہو جیسے معنی از یا در رفتہ کا
معنی کیطرح جان کے اک حرف مدعا | یان تک تو گھٹ مین لیلی کے مجنون سما گیا
اس اتحاد سے اونھین باہم بسر گئی

وان رنگ اوڑ گیا رخ گلگون سے وقت فصد | طاقت یہان گئی دل محزون سے وقت فصد
رنگین وہان تو ہاتھ ہوا خون سے وقت فصد | جاری ہوا ہی خون رگ مجنون سے وقت فصد
لیلی کی پوست مال اگر نیشتر گئی

تیرے ہی عہد مین ہی کہ عاشق تو ہو ہلاک | معشوق اوسکے سوگ مین ہووے نہ دردناک
مر جاؤن جب بھی تجکو تو ہووے نہ رنج خاک | ظالم کرو ورگل کا گریبان ہوا ہی چاک

ایک عندلیب گرا جل اپنی سے مرگئی

عاشق کو اپنے آپ جلاتی ہی گو کہ شمع
روشن ہی اوسپہ ظلم یہ کرتی ہی جو کہ شمع
پر اپنے سوز دل سے ہی آگاہ جو کہ شمع
پروانہ کونسا نہ جلا شام کو کہ شمع

روتی ہوئی نہ بزم سے وقت سحر گئی

اب کب تلک یہ لوون ترے آگے ماجرا
بیٹھا ہوا کلام کو دون طول تا کجا
کب تک کہا کرون کہ یہ اچھا ہی یہ برا
یہ گفتگو تو قطع نظر اس سے تجکو کیا

مجھسے جفاے ہجر کی طاقت اگر گئی

مین نے ہی خون دل سے یہ ہی چشم تر کی سرخ
دامن پہ میرے بوندین ہین خون جگر کی سرخ
مین نے ہی اپنے پاسے زمین سر بسر کی سرخ
میرے لہو سے ہی مری دیوار گھر کی سرخ

میرے ہی موج خون کی بیرون در گئی

رویا تھا مین ہی مین نے ہی پھر پاک کر لیا
تونے تو ہاتھ آنکھ پہ میری نہین رکھا
دامن بھرا تو میرا بھرا اس سے تجکو کیا
شکوہ تو کیون کرے ہی مرے اشک سرخ کا

تیری کب آستین میرے لہو سے بھر گئی

سوزان تخلص شاہزادہ والاتبار مرزا امام بخش المعروف بمولوی کلو درویش مزاج اور میان رحیم بخش قدس سرہ کے خلفا مین شمار کیے جاتے تھے جناب غفران مآب حافظ عبد الرحمن خان احسان سے تلمذ رکھتے تھے یہ چند شعر اوس معرفت کوش کے تحریر ہوے

کسے کو کی خاک اوس سے راز نہفتہ
نہین سامنے اوسکے یارا کسیکا
پھر دام سے زلفون کے تا حشر نہ چھوٹیگا
اے دل تو کہین اوسکے پھندے مین نہ آجانا
مین خون دل پیون اور ہنگام بادہ نوشی
بوسہ یہ جام لیوے اوسکے لب و دہان کا
جسے تو چاہتا ہی اوسکو یہ رکھتی ہین نظرون مین
دلا قائل ہون مین آنکھون کی اور تیری قاتلانہ کا

سوزش تخلص زبدۂ جہان حافظ عبد الرحمن شاہجہان آباد مین نقد کمال کی تحصیل کے واسطے وارد اور علوم عربیہ مین کما ینبغی مستعد مقدمات علمی حاضر اور قوت مطالعہ معین یقین ہی کہ مدت قلیل مین تحصیل کمال سے فراغ بہم پہونچ جاوے ہر چند لباس طالب علمی جامۂ جہالت ہوتا ہی لیکن اس صاحب اخلاق نیک نہاد مین انکسار اور تواضع کا ذخیرہ انبا

فراہم ہی کہ درویشان خاکی نہاد اگر اسکے دریوزۂ فیض کے واسطے کاسۂ گدائی ہاتھ مین لین تو کیا عجب ہی یہ نعماے غیر مترقبہ خوان سالار حکمت بالغہ کے قبضہ مین ہین جسکو چاہتے ہین دیتے ہین **مصرع** این دولت سرمد ہمہ کس را ندہند ۔ ہر چند مقدمات علمی کا تو فعل توجہ شعر سے مانع ہی لیکن موزونی ذاتی کی اقتضا سے اس شغل دلپذیر سے گزیر نہوا اور اس سلسلہ مین ابراہیم ذوق کو شیخ وقت پاکر پیر طریقت قرار دیا اور بہت فیض اوٹھایا اکثر مشاعرہ مین تشریف لاکر حاضرین بزم کو کبھی اپنے کلام سے شاد کیا اور کبھی اونکے سخن کی داد دی یہ اشعار اوسکے نتایج افکار سے ہین ؎

اسقدر ضعف ہی بیٹھون ہون تو اوٹھنا ہی محال	ناتوانی سے اوٹھا بھی تو گرا جاتا ہون
واعظا آگے بزم رندان مین	کر نہ روز حساب کی باتین
ہوا منظور میرا رشک جو اوس شوخ پرفن کو	تصور مین بھی ساتھ اپنے لیے آیا وہ دشمن کو
کوئی بجھتی ہی دل مین عشق کی آتش یہ مرون دن	نہین پانے کے تم ٹھنڈا کبھی سوزش کے مدفن کو

بند مخمس

یہ کیا ہی غم کہ ترے عشق نے مجھے مارا	دل و جگر کو کیا پارہ پارہ ہی سارا
مری تو خواہش دل ہی یہی کہ یکبارا	جگر ز بہر تو صد پارہ باد و ہر پارا

ہزار ذرہ و ہر ذرہ در ہواے تو باد

سہراب تخلص مرزا سہراب بیگ متوطن شاہجہان آباد مرد معمر صاحب اخلاق حمیدہ و اوصاف پسندیدہ علم رمل مین دستگاہ تمام اور استخراج احکام مین قدرت مالا کلام خط نسخ سے یاقوت کی آبرو کو خاک پر گرادیا ہی اور جو کہ گوہر رقم اوسکے خطاب مستطاب کا جزو ہی اس نسبت سے گوہر کا وقار بڑھادیا ہی فن سخن کی مشق شاہ نصیر مرحوم سے کی ہی اس فن مین فکر رسا اور تلاش بلند رکھتا ہی یہ چند شعر اوسکے مرقوم ہوتے ہین

اشعار فارسی

الم بسلسلۂ زلف یار در بند ست	چہ گویم آہ کہ این قصہ چند در چند ست
دارم بیاد زلف او ہر لحظہ سودای دگر	من خود بجاے دیگر و دل ہست در جاے دیگر

اشعار ریختہ

صبح دم دیکھ کے نقشہ تری پیشانی کا	آئینہ فرد بنا دفتر حیرانی کا

ہمسے اک بار لگ چلے وہ صبا	پھر تو لگ چلنے کو ہوا ہین ہم
ہر ظہور آپ ہی مین مثل حباب	اپنی ہی ذات مین فنا ہین ہم
دریا ہی موج زن مری چشم پرآب مین	بحر محیط بند ہوا ہی حباب مین
تلپش دل کی فرد ہوتی ہی چشم تر کی دولت سے	رہے جاری اگر یہ رات دن ناسور برسہو

سیارہ تخلص مرزا فخر الدین پسر متوسط مرزا معز الدین ثابت ابن حضرت فردوس منزل شاہ عالم بادشاہ انار اللہ برہانہ جوان عالی طبع خوش وضع صاحب فکر بلند و طبع ارجمند نیک خو کشادہ رو خندہ پیشانی شگفتہ خاطر رسائی تدبیر سے ہر کام کے انتظام کا سلیقہ بہت خوب اور کمال ذکا سے اکثر فنون خصوصاً ستار کے بجانے مین دستگاہ معقول ہی راقم کے ساتھ مرتبہ دوستی کو اخویت کی حد سے آگے بڑھایا ہی اور فن شعر مین حضرت احسان علیہ الرحمۃ والرضوان سے فیض اوٹھایا ہی عاشق پیشگی پسند مزاج اور اختلاط گلرویان سیمن اندام سرمایۂ ابتہاج روز و شب ایک نہ اک معشوقہ راست قامت و کج ادا سے ہنگامہ صحبت گرم رہتا ہی گلشن حیات کی تازگی اور گلزار زندگی کی سیرابی حدیقہ حسن کی گلگشت کو اور خواب راحت کا افسانہ خوبان دلربا کی سرگذشت کو سمجھنا ایک امر طبیعی ہی یہ شعر ہاے خوش مزہ اوسکے حدائق افکار سے لذت بخش مذاق اہل سخن ہوتے ہین

واہ ری شدت گریہ کہ تری دولت سے	کہین دریا کہین نالا کہین تالاب بنا
شوق پابوس یہی ہی تو پس قتل دلا	لوٹتا پانو نہ قاتل کے مرا سر ہوگا
لگے آنکھون سے مین نے جو ہنر اب پانو تو	یہ ضد تو دیکھو کہ پھرون ہین دھوئے آب پانو تک
خدا کے واسطے جاکر کہو اوس آفت جان سے	کہ وقت نزع ہی رخصت تو ہو بیمار ہجراں سے

سیم تخلص میر غالب علیخان میر منشی سرکار گردون مدار حضرت شاہ عالم بادشاہ انار اللہ برہانہ تاریخ گوئی مین ید طولی رکھتا تھا مرد ہ اکرام کی سلے کی تاریخ کمال آب و تاب کے ساتھ اوسکی نتائج طبع سے مشہور اور السنہ خلائق پر مذکور ہی تفریحاً اس جگہ اوس تاریخ کا لکھنا لازم ہوا

یک شب گرمی کن بسرا ے اکرام	اور اوسکی وفات کی تاریخ بھی اس صاحب

طبع کی نتائج فکر سے اور اوس مرحوم کی قبر کی مجمر پیشانی پر جو کہ پایان مزار پر انوار حضرت امیر خسرو دہلوی قدس سرہ العزیز واقع ہی کندہ ہی وہ بھی مشتاقان سخن پسند کی نذر

نذر نگاہ کیجاتی ہے

اکرام بیاسود بپاسے خسرو — یہ چند شعر اوس سخن سنج معنی یاب کے

اذکار سے ہین

مسبب کیا پوچھتے ہو مجھسے میرے زار رونے کا — کسیکو کچھ مرض ہی مجھکو ہی آزار رونے کا
نہ غازہ نہ گلگونہ نہ ہی رنگ حنا تو — اے خون شدہ دل تو تو کسی کام نہ آیا
روکش اندوہ ہجران شب دل بیتاب تھا — تاب کا پانی جگر طاقت کا زہرا آب تھا
دیکھ مداوا کا مرض سے بیشتر پیدا ہوا — مجکو صندل گھستے گھستے درد سر پیدا ہوا
مین اور ترک عشق یہ امکان ہی نہین — ناصح کی پند سننے کو یان کان ہی نہین
موکمر کو ترے سب ہیچمدان کہتے ہین — تو بھی کہہ منھ سے کہ کیا او سکو میان کہتے ہین
جب نہ تب شکل بتان اسمین نظر آتی ہی — دل کو اللہ کا کس رو سے مکان کہتے ہین
یار و مرے بالین سے نہ اٹھو نہ جدا ہو — حالت مری اچھی نہین کیا جانئے کیا ہو

سید تخلص میر علی نقی کہین برادر میر ابو القاسم محب برادر زادہ میر نظام الدین ممنون جوان متین و خوش اخلاق ہی علم ضروری سے آگاہ اور ریختہ گوئی مین صاحب دستگاہ

یہ چند شعر اوسکے درج تذکرہ ہوے

قربان سادگی کے لگا کہنے مجھ سے — کیا جانے آج کیا کھا کہ سید خفا گیا
کس سے پوشیدہ ہو حال زار سید ہمدم — اور کچھ باتین کر و جانہید و ان اذکار کو
کھلے بال شاید کوئی خوبرو ہی — صبا کی لپٹ مین جو عنبر کی بو ہی
نہ چاہون بھلا کیونکہ ایسے کو سید — ہر اک بات مین جسکی شوخی کی بو ہی
عجب انداز سے کچھ اندنون میلے کچیلے ہو — غضب دلکش ادا ہی دشمنون کی سوگوار کی

سید تخلص زبدۂ سادات کرام عمدہ نجباے عظام میر سید علی ولد سید محمد علی کہ یہ خلف عالی وقار تھے نواب افتخار الدولہ مکرم الملک سید فیض الدین علیخان عرف میر جھبو ولد نواب جعفر خان کے کہ سادات صحیح النسب شیعی مذہب اور اولاد امجاد حضرت موسیٰ کاظم علیہ التحیۃ والثنا سے تھے نواب جعفر خان مغفور کے جد امجد خاک ایران دیار سے وارد گل زمین شاہجہان آباد اور مورد عنایات سلطانی ہو کر عہدۂ وزارت سے ممتاز اور میر جھبو مبرور عہدۂ قلعہ داری سے سرفراز ہوے میر سید علی موصوف حقوق سابقہ کی

وسلامت اور سوابق خدمت کے ذریعہ سے ہنوز عطیات خسروانی کے ساتھ اختصاص رکھکر عزت و آبرو سے بسر کرتے ہین باوصفیکہ عین ایام شباب اور گلشن عمر تازہ و شاداب ہر خلق و مروت اور تواضع اور اہلیت ایسی ہر کہ گویا یہ جامہ انھین کے قامت استعداد پر قطع کیا ہر ہر چند طبیعت موزون اور توجہ سراپاے اشعار کی تقطیع کی طرف مصروف ہر لیکن ائمۂ کرام کے اعتقاد کی عنان کشی سے دل صفا منزل قالبتہ مرثیہ و سلام سے مشغوف ہر ہر ماہ محاسلہ کی تقریب سے اونکے دولت خانہ مین مومنین پاک اعتقاد اور محبین صافی نہاد سے مجلس منعقد ہوکر مستمعان فہیم کی طبیعت لطف کلام سے شگفتگی بہار کا ذخیرہ فراہم کرتی ہر جو کہ سخن کی یہ صنف بھی اقسام شعر سے ہر ایک دو بیت صفحۂ بیان پر مرتسم کرکے اوراق کتاب کو رنگینی الفاظ سے روضۂ ارم اور سوز معنی سے بزم ماتم کرتا ہے

جبریہ کہتا تھا شہ کے قدمون پہ	سر فدا اس غلام کا ہوگا
تشنگی شہ کی آئیگی جب یاد	دیدہ پر آب جام کا ہوگا

باب الشین المعجمۃ

شاد تخلص میر یار خان ساکن قصبۂ میرٹھ پلٹن انگریزی مین علاقہ منشی گری پر مامور اور مرد خوش خلق پسندیدہ اطوار ذہین تیز طبع ہر مشق شعر ہنوز بے اصلاح ہر اگر ارشاد استاد دلیل ہو تو راہ پر پیچ سخن اوس تیز قدم پر آسان ہوجاوے بحسب اتفاق ایک دفعہ وارد شاہجہان آباد ہوا تھا اور استادی مولوی امام بخش صہبائی کی خدمت مین راقم سے ملاقات ہوگئی اور چند شعر بھی ذخیرہ گوش ہوے یہ شعر یاد رہگیا تھا کہ ان اوراق مین مرقوم ہوا

زلف صنم ہر مشکبو سارے جہان مین فاصلا	آ ہوے چین جہان ملے جانیو یار کی گلی

شاد تخلص شیو پرشاد شاگرد سید علی میر نسب حسینی تسکین غفر اللہ لہ مرد فہیم اور صاحب ذہن سلیم ہر ترا کیب سخن دلچسپ اور برجستگی معانی شاخن بدل زن یہ شعر اوسکا یاد تھا

جا کے قاصد بھی دہان غیرون مین شامل ہوگیا	اور ایک کا تیا نکل آیا مری تقدیر کا

شاعر تخلص شیخ خدا بخش متوطن سہارنپور شرافت ذات و حسن صفات مین

بعد یل ہر یہ چند شعر اوسکے انکار سے مرقوم ہوے

رو گیا عیسی بھی اپنا زخم خندان دیکھکر
ہنس پڑا شور جراحت کو نمکدان دیکھکر

نہ نو دیکھیں نہ ہم ابروے جانان دیکھکر
سنبل تر کو نہ چھوین زلف پیچان دیکھکر

اوسکے لعل لب سے اسکو دیکھیے نسبت کہ ہین
خون دل ہر دل مین اپنے لعل و مرجان دیکھکر

خود بخود گردن ڈھلی جاتی ہی اپنی اسطرف
ہاتھ مین اوس صید شکن کے تیغ عریان دیکھکر

دہان تنگ دیکھ اوس سرو قامت کا گلستان مین
چھپایا شرم سے غنچون نے منھ اپنا گریبان مین

یہ کیا انصاف ہی اے چرخ ناانصاف سیج بتلا
زلیخا خوش ہو عشرت گہ مین اور یوسف ہو زندان مین

کیا غمزہ نے آخر کار اپنا ایک چشمک مین
بلا ہی ابداری تھی میان اوس تیغ بران مین

اوٹھایا لطف دنیا مین سبھون نے عشق خوبان سے
ہا شاعری لیکن حسرت و افسوس و حرمان مین

شاکی تخلص مرزا بختاور شاہ بہادر خلف الصدق حضرت ظل الہی محمد سراج الدین بہادر شاہ خلد اللہ ملکہ عمر پندرہ سولہ برس کی اور خلق خوش اور اطوار گزیدہ اور تلمذ حافظ قطب الدین مشیر سے ہی یہ دو شعر اوسکے نتایج طبع سے مسجوع ہوے

لالے اے آہ جگر تو اوسے یا نالہ دل یا
کون دونون مین کرے جلد اثر دیکھین تو

ایک پر زخم ایک پہ ہی داغ
دل تو وہ کچھ ہی اور جگر یہ کچھ

شاہ تخلص درویش خدا آگاہ ذاکر لا الہ الا اللہ درویش محمد شاہ ایام جوانی مین مشق سخن کمال کو پہونچی تھی اب کہ عمر شریف قریب ستر برس کے پہونچی اگرچہ کثرت عبادت سے اور طرف کمتر متوجہ ہوتے ہین لیکن موزونی ذاتی گاہ بگاہ گلگشت سرزمین سخن کی طرف کھینچ کیجاتی ہی یہ دو شعر جو الہامون مین زبان گوہر بیان سے سنے گئے مرقوم ہوے

کیا سہرو سا خوبرویان سمن اندام کا
ان پہ مرنا ہاتھ سے کھونا ہی ننگ و نام کا

روزی اغیار ہی ہو ویگا میخانہ تمام
اور بھی ہی مستحق کوئی سبو و جام کا

شاہی تخلص مرزا نور الدین نبیرہ مرزا سلیمان شکوہ ابن شاہ عالم بادشاہ ایک عرصہ دراز سے شہر لکھنو مین ساکن اور اوس خطہ لطافت بنیاد مین مشاہیر شعرا سے مستفید ہی عرصہ دو سال کا ہوا کہ کسی تقریب سے حضرت شاہجہان آباد مین پہونچکر چرب زبانی کے وسیلہ سے مزاج سلطانی مین دخل پایا اور سخنان بے فروغ کو آب و نان کی تحصیل کا ذریعہ ٹھہرایا اوسی ایام مین

دربار عام مین گیتی خداوند کے ارشاد سے محفل انشا و اشعار آراستہ ہوتی تھی اور راقم بھی حاضران بزم سے ہوتا تھا اوس محفل مین اوسکے کلام کو بکرار سُنا اور اوسکے نیک و بد پر تفصیل مطلع ہوا یہ شعر اوسکا یاد تھا کہ لکھا گیا

مژدہ باد ای مرپ پرستو میکدہ کا در کھلا	خم سر شیشہ کھلا شیشہ سر ساغر کھلا

شائق تخلص شیخ عبد اللہ ساکن سہارنپور اوسکے اشعار مین کوئی شعر دلچسپ بلکہ مرلوٹ نہ پایا ناچار یہ شعر کہ گویا اون اشعار کا فہرست تھا لکھا گیا

لگائے اور سے پروانہ لو پر وانہین اوسکو	جلادیگی محبت جو کہ ہر شمع شبستان مین

شتاب تخلص مرزا غلام عباس پسر مرزا آغا جان مضطر مرحوم اولاد امجاد حضرت شاہ عالم بادشاہ سے ہر نوجوان خوش وجاہت اور شعر گوئی کی طرف چند روز سے ملتفت اور مرزا رحیم الدین حیا سے مستفید یہ شعر اوسکا سنا گیا

دست بردار ہوے تم کسے لکھون کاغذ	آرزو کسکی کرون اور کسے بھیجون کاغذ

شجاع تخلص مرزا کریم الشجاع خلف مرزا دارا بخت بہادر مرحوم ولی عہد سابق ابن حضرت ظل سبحانی دام ظلہ شاگرد حافظ قطب الدین مشیر یہ شعر اوسکا طبع زاد ہی

کیسے شجاع مضطر نالے بھرے ہی آکر	کوچے مین اوسکے گھر مذکور ہی تو یہ ہی

شرر تخلص میر حافظ نام نواسہ صوفی خدا آگاہ حافظ اشرف حافظ تخلص مرحوم دو امر اس مرحوم خدا جوے کے خاندان مین جاری و ساری ہین حفظ قرآن اور خاکساری سو یہ دونون اس نیک نہاد مین جمع ہین اہل دل خم تواضع کی بدولت مثل ابرو اوسکو قبلہ دعا ٹھہراتے ہین اور نیکوان عالم افتادگی کی برکت سے کاکل کی طرح اوسکو سر پہ بٹھاتے ہین جو کہ شعر گوئی اسکے خاندان مین ارثی ہی قافیہ پیمائی اور موزونی سخن کی طرف متوجہ ہی اور اصلاح کے واسطے صرف اپنے بزرگان سلف کی روح کو مددگار اور اپنی طبیعت کو اوستاد وافی ہدایت تصور کرتا ہی یہ چند شعر اوسکی نتائج طبع

نہ تاب جان مین رہی ہی کہ آفتین سہون	نہ حال دل مین رہا ہی ستم اوٹھانے کا
شرر کا پردہ ہی پوشیدہ ہونا خوب ہوا	خدا ہی جانے وہ رسوا کہان کہان ہوتا
یہ بیخودی ہی شرر کو کہ جانتا ہی نہین	زمین ہوتی ہی کیسی اور آسمان کیسا
تم جانتے تو تھے کہ مروت نہین ذرا	مرنا تمھین تبون پہ شرر کیا ضرور تھا

یہان تک داغ کھائے مین نے دل پر — کہ سینہ بنگیا رشک گلستان
اللہ اللہ ترے ابرو کا اشارہ قاتل — سر عشاق گرے بزم مین کٹکے لاکھون
آج وہ جوش جنون ہی کہ نکل کر گھر سے — منھ اوٹھائے ہوے صحرا کو چلا جاتا ہون
اللہ اللہ یہ سجدے کی تمنا مجکو — اوسکے ہر نقش کف پا پہ جھکا جاتا ہون
تری تقدیر مین ہونی تھی اسیری ورنہ — ساتھ لیکر تجھے ہم اے دل مضطر آتے

نثر

نثر تخلص نہسا رام قوم کائیتھ جوان متین صاحب اخلاق پسندیدہ و اطوار برگزیدہ ذہن معدن علم طبع کان حلم علم فارسی و عربی جناب مستطاب مولوی امام بخش صہبائی سلمہ اللہ تعالے سے تحصیل اور فن شعر بھی اونھین کی خدمت سراسر افادت سے کسب کیا ہی یہ چند شعر فارسی اوسکے مرقوم ہوے

شانہ گردانی کند گر از کمند زلف او — الفت زنجیر دارد شوق بے پروائے ما
نازشوخیہاے او مشق ستم میدان کردہ ایم — سرمہ چشم غزالان گشتہ خاک پاے ما
صحبتے داریم با داغ دل از جوش جنون — گل ہم آغوشی کند با بلبل شیدائے ما
ما کہ سوز عشق را در سینہ پنہان داشتیم — بخیہ از کار افگند این آہ شیون زاے ما
چرخ سرگشتہ غبارے کہ ز دامان برخاست — مہر رخشندہ شرارے کہ ز افغان برخاست
گو جنون ہمرہ ما باش کہ در جادۂ عشق — نوک ہر سبزہ بصد خار مغیلان برخاست
زلف پیچان و عذار تو بگلزار چو دید — سنبل آشفتہ و گل چاک گریبان برخاست

نثر

نثر تخلص مرزا غیاث الدین خلف مرزا قمر الدین شیدا تخلص نبیرۂ شاہ عالم بادشاہ نور اللہ مرقدہٗ نوجوان خوش طبع ظریف مزاج جامۂ اہلیت اس صاحب مروت کی قامت پر قطع ہوا ہی گاہ گاہ فکر شعر کرتا ہی اور استفادہ سخن شیخ ابراہیم ذوق غفر اللہ سے کیا ہی یہ چند شعر اوسکے بمعزاد لکھے جاتے ہین

تجھے دکھا دون تماشا مین بے وفائیکا — یہ کیا کرون کہ مجھے منھ ہی آشنائیکا
نگاہ ناز ستمگر ہی تیر سے سیدھی — ولیک شیوہ ہی کافر مین کج ادائی کا
نثر خدا سے ڈر کل سجدۂ بت مین — اور آج تم کو یہ دعوے ہی پارسائی کا
لاکھ پردہ مین وہ پوشیدہ رہا پر ہنسے — دیکھا جب دل کی نگاہون سے نظر آہی گیا
روز کے ظلم و ستم اوٹھ نہ سکے اے ظالم — تنگ آخر ترے ہاتھون سے مترر آہی گیا

چشم دریاے خون ہی یہ طوفان — کیا بلا ہی یہ ماجرا نہ کھلا
گھر کے گھر بند رہگئے ظالم — کس پہ دست جفا ترا نہ کھلا
دل مین تجھے رکھ لیجے کہ آنکھین تجھے دیکھین — تو ایک ہی اور شوق ہی کیا کیا نہین ہمکو
ہر جفا کو ترے وفا کہیے — یہ نہ کہیے تو اور کیا کہیے
اور سے کہیے یا نہ کہیے پر — اے شرر ہم سے مدعا کہیے
دلا کچھ بھی ہی ناز و غمزہ کی حد — تجھے کیا بت ملاوینگے خدا سے
شرر ہین جبہ سا بت خانہ مین آج — نظر آتے تھے کل تو باخدا سے
ہم کرین اب وفا کسی سے کیا — ہم سے بھی کی وفا کسی نے ہی

شرر تخلص مرزا جعفر کہین برادر مرزا محمد عشق تخلص باشندہ شاہجہان آباد مدت ہوئی کہ حیدرآباد مین جاکر عالم باقی کا سفر کیا یہ شعر اوسکا سنا گیا

اے عشق جگر سوز شرر کی تجھے سوگند — اک شعلۂ جان سوز کہ مشتاق فنا ہون

شرم تخلص تہور بیگ نام ہ بہین تفاوت رہ از کجاست تا بکجا کبھی اصلاح شعر کی حافظ اشرف اور کبھی شاہ نصیر سے لیتا تھا کسی نے اوس سے خوش طبعی سے کہا کہ آپ شرم ہین اور آپ کا دولت خانہ شرمگاہ نہایت غضب سے تلوار کھینچی بارے لوگون متوسط ہوکر راہ صلح کو وا کیا یہ شعر اوسکا مشہور ہی

تری محفل مین جانے کی مجھے رخصت اگر ہوتی — ہر رنگ شمع قوت پا نون کی بھی صرف سحر ہوتی

شریر منشی کریم الدین مرد پنجاہ سالہ اور سوداگران پنجابی کٹرہ سے ہی اور یہ ایک محلہ ہی محلات شاہجہان آباد لطافت بنیاد سے کہ مسکن بل مسقط الراس مشاہیر تجار دکھنی کا ہی یہ شعر اوسکی نتایج افکار سے یاد تھا لکھا گیا

ہمکو خالق نے کیا بے سر و سامان پیدا — نہ تو دامن ہی میسر نہ گریبان پیدا

شہشید تخلص مرزا روشن الدولہ ابن مرزا آغاجان مضطر مرحوم ابن مرزا سلیمان شکوہ نواسۂ عرش آرام گاہ محمد اکبر شاہ بادشاہ انار اللہ برہانہ حلیم مزاج متواضع نیک اخلاق پاک طینت نجیب الطرفین بسبب طلاقت لسان اور فصاحت بیان کے داستان طرازی اور افسانہ گوئی کو سرحد کمال تک پہونچا دیا اور سلیقہ شعاری کے بدولت اس حرف پا در ہوا کو بر اسہ ایک فن بنا دیا فن شعر مین نسبت تلمذ کی مرزا رحیم الدین حیا کے ساتھ

رکھتا ہی یہ اشعار اوسکی نتایج فکر سے صحیفۂ کاغذ پر ثبت ہوے

کام آونگا کبھی نہین ہی حشر مین اپنا مگر — آن نکلینگے تری خاطر اگر آنا ہوا
جنون پہ دست درازی کی ہی عبث تہمت — کہ اپنے ہاتھ گریبان ہی تار تار کیا
ناتوانی کا بُرا ہو کہ اوٹھا نے نہ دیا — ایسا کیا بوجھ بہت طوق گلوگیر مین تھا
الٰہی کسکی مژگان کا تصور ہی یہ تشدر کو — کہ جون نشتر کھٹکتا ہی نفس ہر دم رگ جان مین
ستم کا یہ مزہ ہی دل کو الفت مین کہ ای ظالم — لیے پھرتے ہین ہم سر پہ سدا گردون سے دشمن کو

شتشدر تخلص مرزا حاجی قادر بخش خلف مرزا بلند بخت ابن حضرت عرش آرام گاہ معین الدین اکبر شاہ بادشاہ مرحوم مرد صاف باطن خدا آگاہ ہی اور درویش حقیقت پناہ عابد شاہ سے فیض باطن اور فن سخن کو کسب کیا ہی یہ دو شعر اوس تقدس سرشت کے مسموع ہوے

پھر فصل بہار آئی شاید کہ گلستان مین — آیا وجود دون سے زندان نظر آتے ہین
دیکھکر اوس غزال رعنا کو — مجکو وحشت ہوئی زمانے سے

شفقت

شفقت تخلص زبدۂ خاندان نجابت اسوہ دودمان شرافت موسس آساس نیک نہادی بانی بناے والا نژادی مظہر سعادت نشانیتن میر محمد حسین متوطن قصبۂ کلادھی کہ سالہاے دراز سے کسب کمالات کے شوق مین قدم بہار توام سے گل زمین شاہجہان آباد کو رشک ارم کیا ہی روز و شب علوم درسی کی تحصیل مین ساعی ہو کر تکمیل مراتب و فاق اور تتمیم مکارم اخلاق سے تہذیب نفس کا ساز و سامان مہیا اور گزیدگی اطوار اور پسندیدگی کردار کے اسباب مستوفی رکھتا ہی زبان فارسی کی شستگی سے گلشن ایران کی بلبلون کے ساتھ ہم نوا اور روزمرہ اردو کی صفائی سے شکرستان ہند کی طوطیون کے مقابل زمزمۂ پیرا سلک نظم کو عقد ثریا سے ہمسری اور جواہر نثر کو آب و تاب نشہ سے برتری بلندی مدارج کمال کو اوج عرش سے ہمدوش کیا اور کیفیت سخن کو بادۂ طہور کا سرجوش رسائی لمبع سے تلاش معنی بلند مین آمادہ اور حضرت مستوفی اوستاد الا نامی زبدۂ کملاے نامی مشہور فی الاطراف مستغنی عن الاوصاف علم افراز عرصۂ یکتاے مولانا و مخدومنا مولوی امام بخش صہبائی کی جناب سامی خدمت گرامی مین سرگرم استفادہ ہی اگر خوبان دلربا کے ذہن کا وصف لکھے صفحۂ اوراق پر بال عنقا سے مسطر کرے اور اگر شاہدان رعنا کی رفتار کا حال تحریر کرے

حرکت قلم کو فتنۂ محشر سے ہمدم کرے بہار یہ ہین نقاط حروف خوردۂ گل اور نوک خامۂ منقار بلبل اور رزمیہ ہین زبان قلم دم شمشیر اور ضربہ کلک نعرہ شیر قصد اختصار کی دراز دستی وصف طرازی شوق کی عنان گیر ہو کر متقاضی ہی کہ اب نقد اوقات کو ایجاز کلام کے معاملہ ہین خرچ کرے اور چند شعر اوس عندلیب گفتار کے اوراق تذکرہ ہین درج کرے

نہین ہی تو تو ہی محفل مین ایک حشر بپا — فغان صور ہی گویا کہ نالہ بلبل کا
کیا بہار نے تیرے چمن مین کا رخزان — کہ دیکھتے ہی اوڑا رخ سے رنگ ہر گل کا
چل اب کہ آئیگی کس کام پھر مسیحائی — لبون پہ دم ہی ترے کشتۂ تغافل کا
کرون جو یاد مین اوس چشم سرمہ سا کی فغان — چمن مین بند ہو دم نغمہ ہاے بلبل کا
اگر ملے تو مین جان تک بھی دیکے لیلون صبر — کہ درد و رنج مین سامان ہو کچھ تو کل کا
تغافل اے بت نا آشنا کہان تک اب — نہ ہم ہی وہ ہین نہ یہ وقت ہی تامل کا
وہ چشم مست ہین ساقی کہ جنکی گردن پر — بغیر جرم ہی خون لاکھ شیشۂ مل کا
شوخی کسے جسکو ایک جگہ پر ہو قرار — نقشہ جو کھینچے کوئی تو کیا اوس نگار کا
جاتی ہی اپنی جان سحر کی امید مین — آفت ہی کوئی طول شب انتظار کا
صحرا کو چل کہین دل وحشی کہ ابکی سال — آتا ہی کیا ہی دھوم سے موسم بہار کا
پانی ہو آب خضر جو آجاے نام لب — شرمندہ ہو مسیح سنے گر کلام لب
کاش اوسکے ایک بوسہ لب سے ہون کامیاب — قند و نبات دونون ہین جسکے غلام لب
کیا کیا دسترس ہوئی مین خون دل مین پر کبھی — نکلا نہ اپنا اوس لب شیرین سے کام لب
اوس فتنہ گر کے قامت رعنا کی یاد مین — شور و فغان سے حشر بپا ہو تو کیا عجب
دو دن گئے کہ خواہان تھے وصل کے اور اب — اک لطف کی نگہ کے امیدوار ہین ہم
بو اہوس چشم حقیقت مین تری نور نہین — ورنہ ہر سنگ یہان جز حجر طور نہین
کیا طرح آج جان کو کچھ اضطراب ہی — سینے مین دیکھنا کہ کہین دل تپان نہو
مشکل نگاہ گرم روان رہ فنا — چلتے ہین اس طرح کہ قدم کا نشان نہین
جون شمع یان کٹیگا سر ایک ایک بات پر — شفقت عبث تو بزم مین آتش زبان نہو
تیرے بیمار کی کہتے ہین حالت آج ابتر ہی — لبون پر جان ہی اب کوئی دم کا اور مہمان ہی
مرنے کے بعد بھی اثر انتظار سے — نرگس کے دستے اوگتے ہین اپنے مزار سے

چلتی ہی جب تو میری ہی جانب ہی التفات — کیا دشمنی صبا کو ہی میرے غبار سے
کس کس سے مین بچاؤن دل ناتوان کو آہ — اوس فتنہ گر سے یا فلک بد شعار سے
داغ فراق جاتے ہین سینے مین ہم لیے — اب کام کیا رہا ہین شمع مزار سے
برنگ خاک ہین ظاہر مین گرچہ اوفتادہ — پہ یہ دماغ ہی کو یا کہ عرش پر سر ہی

شفقت تخلص میر بشارت علی ساکن قدیم شاہجہان آباد اور گردش تقدیر اور انقلاب روزگار سے تلاش معاش مین ہمپاے گرد باد ہی بالفعل خاک حیدرآباد مین مقیم اور وجہ معاش سے فارغ دل ہی یہ ایک شعر اونہی کے کتب خانے کی ایک کتاب کے حاشیہ پر نظر مین آگیا تھا سو درج کیا

دل مین بستا ہی حسینان پری رو کا خیال — بند کی ہمنے ہی افسون سے پری شیشے مین

شفق تخلص اختر برج ہمیشالی گوہر درج بہمانی فرمان روائے کشور اقبال حاکم محاکم جاہ و جلال سرنوحہ نسخہ کامگاری بیت القصیدہ نظم بختیاری انوار الدولہ سعید الملک نواب سعد الدین خان بہادر صولت جنگ خلف نواب احمد بخش خان بہادر بتیاب تخلص ابن نواب ناصر الدولہ بہادر ناصر تخلص ولد وزیر الممالک نواب عماد الملک غازی الدین خان بہادر نظام تخلص بناے دولت و اقبال کو اونکے بخت کامگار کی معماری سے بلندی اور مراتب جاہ و جلال کو اونکے طالع ہمایون کی سعادت سے ارجمندی فن سخن مین سیادت مآب نجابت انتساب کلیم کلام مسیح پیام شاعر فصیح زبان ناظم بلیغ بیان سید امجد علی قلق سے استفادہ کیا ہی خاک لطافت بنیاد کاپی کو انکے قدم بہار توام سے گلستان ارم پر ناز ہی اور اوس خطۂ بینوظیر کی نسیم انکے ہواے انفاس کی بدولت باد مسیحا سے ممتاز ہی شعر اونکا شعری سے ہم پہلو اور نظم اونکا ثریا سے دوبدو بام عرش تلاش فکر کا رہگذر اور صحراے قدس جولان خیال سے پرسپر رنگینی معنی سے قلم شاخ گل اور کیفیت مضامین سے سواد سطور موج مل چند شعراونکے کلام بلاغت نظام سے انتخاب ہوکر نذر تماشائیان کمال ہوتے ہین

پرکالہ ایک میرے دل پاک باز کا — سرمایۂ دکان ہی ہر آئینہ ساز کا
شب جو دل گرم فغان یاد بت پرفن مین تھا — نالہ ناقوس کا عالم مرے شیون مین تھا
ٹھوکرین کھاتا ہی میرا کاسۂ سر خاک مین — بعد سر کٹنے کے بھی اک دردسر پیدا ہوا
بعد مردن بھی نہ دیکھا اوج میری خاک نے — ربط ہوتے ہی ہوا سے ابر تر پیدا ہوا

کرین امید وفا خاک اہل محفل سے	صراحی نرکی جو رونے لگی ایاغ ہنسا
آرزو دل کی نہ ای شوق شہادت نکلی	سخت جانی سے مری خنجر قاتل ٹوٹا
کس نے روے آتشین دھویا ہی اپنا آب مین	شعلہ جوالہ کا عالم ہی ہر گرداب مین
کیون فریب زندگی مین کھاکے آفت مین پھنسا	مجکو آنا تھا سمجھ کر عالم اسباب مین
بگولے لیتے ہین تعلیم مجھسے ہر ذرہ گردی کی	کہ آندھی ہون مین صحرا جنون کی خاک اڑاتے ہین
یا دہی چشمہ خنجر کی روانی مجکو	کہ دیا نزع مین کس لطف سے پانی مجکو
ہم سبک روح چلے جانب گلزار عدم	سیر ہستی کی مبارک ہو گرانجانون کو
آرزو اتنی ہی میری ساقی ایام سے	جب مرا پیمانہ پر ہو منھ لگا ہو جام سے
اک دل تھا سو وہ پہلے آئے کہا نسے اور	پہلو مراد وکان نہین آئینہ ساز کی
چتون ہی سحر اوس پری کی	آنکھین اوستاد سامری کی

شفق تخلص دولت رام گلفروش فرش دکان اوسکی بہار اخلاق کی گل افشانی سے رشک چمن اور بزم احباب اوسکی رنگینی صحبت سے غیرت گلشن گاہ گاہ شعر کی فکر کرتا ہی یہ شعر اوسکا سنا گیا

پس از مردن بھی گردش ہی زبس اپنے مقدر مین	بگولے کی طرح رہتی ہی میری خاک چکر مین

شفیق تخلص تلسی رام شاگرد منشی کیول رام مہیار تخلص یہ اشعار اوسکے مرقوم ہوے

ترے رخسار مین جو ہی طراوت	گل گلزار مین اتنی کہان ہی
کہون کیونکر قمر عارض کو تیرے	تفاوت از زمین تا آسمان ہی
مرے سینہ کی سوزش کا بیان کیا	فلک آہون کا میری اک دھوان ہی

شکیبا تخلص شیخ غلام حسین نام شاگرد میر تقی میر خوش فکر و شیرین سخن اور پاے تخت حضرت اکبر بادشاہ خلف شاہ عالم بادشاہ انار اللہ برہانہما کے شعرا مین تھا سوا ان اشعار اور کچھ اوسکے کلام سے گوش آشنا نہوا

نیم بسمل اوسنے گر چھوڑا شکیبا غم نہین	پر یہ غم ہی اعتبار دست قاتل اوٹھ گیا
ہمین قتل تنے کیا کیا نہین کہتے ہم کہ برا کیا	یہ بھلا کیا یہ کہوگے کیا جو کوئی کہے کہ یہ کیا کیا
چنگاہون مین طبیب یہ امکان ہی نہین	تو نبض دیکھتا ہی یہان جان ہی نہین

قطعہ جب سے تمہارے ہو رہے ہین — مخالف سب ہمارے ہو رہے ہین
تری چین جبین ہی موج طوفان — اسی سے ہم کنارے ہو رہے ہین
نہ پوچھو ماجرا ہجران کی شب کا سخت افتاد ہے — مہ تابان بھی میرے سر پہ خورشید قیامت ہی

شوق — شوق تخلص عنایت اللہ نام متوطن فرید آباد نجابت نسب اور شرافت حسب کو اوسکی نسبت سے افتخار اور سعادت و اہلیت کو اوسکی اوضاع پسندیدہ سے اعتبار آبا و اجداد اوسکے ہمیشہ مساعدت روزگار سے اوقات عمر کو فراغ بالی سے گزارتے تھے فارسی و ریختہ مین مولوی امام بخش صہبائی سے استفادہ کیا بالفعل روزگار کی تقریب سے ملک پنجاب مین خوشحالی کے ساتھ بسر کرتا ہی سخن اوسکا جلوہ سے آفتاب اور تازگی تراکیب سے گل شاداب پر ناز کرتا ہی
یہ چند شعر اوسکے نتایج طبع سے لکھے جاتے ہین

تبرک دوست مفرماے بعد ازین ناصح — نماندہ بر دل خود ہیچ اختیار مرا
من و طپیدن دل از غمت بکنج قفس — اسیر دام توام با چمن چہ کار مرا
ز ضبط نالہ نیارم بلب ولے ترسم — کز اہل درد نیارند در شمار مرا
از تماشاے چمن طرف نہ بندم کہ مرا — سینہ از چاک بود در شک گلستانے چند
روش دیدم خالی از مینا و ساغر میکدہ — شد کجا ساقی ہجوم میگسارا نرا چہ شد
غم تو روز و شب اے دوست ہمنشین دارم — ز در دچشم تر و خاطر حزین دارم
چہ نقش خدمت مسجد نشیندم بر دل — کہ گرد سجدہ اصنام بر جبین دارم
نمے نالم ز درد و میکشی کز شعلہ آہم — گمان ہمے کز مزارم رست شد شمع مزار من
مرو دامن کشان از تربتم اے آفت جانہا — کہ شور صد قیامت خیزد از مشت غبار من
بشبے بیجو اہم اے شوق ار کند بختم مدد گارے — کہ تنہا من بخلوت باشم و باشد نگار من

ریختہ

شوق کا ملکے بیٹھنا سب مین — روتے ہین یاد کر کے سب اجباب
نہ پوچھتا ہی کوئی جب تو اپنے حال کو دیکھ — مین آپ ہی کہتا ہون ہی ہی یہ کیا ہوا مجکو
کرون مین شکوہ اغیار کس طرح جب شوق — ملا ہو یار ہی قسمت سے ہو فا مجکو
وہ چشم جو کہ رہی تھی مدام محو جمال — ہی رلتا اب اوسے دامان آستین کے ساتھ
دوون گئے کہ جو تھی تاب ضبط اور اب تو — نپش ہی برق کی ہر آہ آتشین کے ساتھ

شاعری کچھ نہین شعار اپنا | کہہ یا دل کا ماجرا ہی یہ
ایک عالم کو ہی آرام کی خواہش پر دل | نہین معلوم غم و درد کا خواہان کیون ہی
نظر قہر سے بھی دیکھتے گر میری طرف | آپ کا عین کرم عین عنایت ہوتی

شوق تخلص حافظ غلام رسول شاگرد شاہ نصیر مرحوم عہد طفولیت سے ابتک باوجودیکہ سنین عمر بشر کے قریب پہونچے شغل سخن مین مصروف ہی مشکل زمینون مین بیشتر گامزن اور قوافی تنگ مین اکثر گرم سخن ہی جو کہ اشعار عاشقانہ و دلچسپ یا تشبیہ و تمثیل ایسی کہ مذاق شاعری مین گوارا ہوا وسکے نتایج طبع سے کم کیا کہ مطلق مسموع نہین ہوے ناچار یہ ایک شعر کہ بہ نسبت اور اشعار کے فی الجملہ حالیہ صفا سے محلی تھا مرقوم ہوا

رونگٹے پانون مین چبھتے ہین نزاکت کے سبب | فرش مخمل پہ وہ گلرو جو قدم رکھتا ہی

شوکت تخلص ہی زبدہ جوانان موزون طبع میر حسین علی نام کا سعادت اور اہلیت مین یگانہ تہذیب اخلاق مین مشہور زمانہ ابروے خوبان نے وضع تسلیم اوس سے دام لی نرگس محبوبان نے طرز حیا اوس سے یاد کی علوم رسمی سے بقدر ضرورت آگاہ اور فن سخن مین صاحب دستگاہ الفاظ کی طرح اہل معنی سے آشنا اور معنی کے مانند نا اہل سے بیگانہ مثل زبان سخنوری مین یکتا اور مانند نگاہ دیدہ وری مین یگانہ کمال متانت سے خوبرویون کی شوخی ناز نامطبوع اور نہایت تمکین سے غمزہ کی بیباکی مین حسینون سے عذر دلربائی نامسموع مدت تک حاکم انصاف کیش دادرس عدل اندیش نصفت آئین مفتی محمد صدرالدین خان سلمہ الرحمن کے محکمہ عدالت مین عہدہ نظارت پر مامور رہا اور شیوہ کارگزاری اور آئین ہوشیاری مین مشہور اب انقلاب ادوار اور گردش فلک دوار سے خانہ نشین اور کنج عزلت مین گوشہ گزین ہی فکر باوصف تیز عنانی کے علم طبعی کے تقاضے سے آہستہ خرام اور مشغلہ سخن مین پاس انفاس کے لحاظ سے احتیاط تمام بعد فراغ امور ضروری کے خواہ اجابا تقاضا باعث ہو خواہ موزونی طبیعت کا اقتضا گاہ گاہ گلگون طبیعت کی عنان گلشن معنی کی طرف منعطف ہوتی ہی اور شبدیز قلم کی زمام عرصہ سخنوری کی جانب منصرف حق یہ ہی کہ باوجود کم مشقی کے خوبی تراکیب اور بلاغت اسلوب اون اشعار کی دل پر ناخن زن ہی یہ چند شعر بطریق یادگار مرقوم ہونے ہین

آفتِ جان ہی عشق اک بُت ترسائی کا
جا بجا شور نہ کیون ہو مری رسوائی کا

وا دلین کس سے ترے حسن کی اے غیرت ماہ
عذر رہی دیدۂ یعقوب کو بینائی کا

زاہد خود کام کرتا ہی ستائش حور کی
تو بھی تو رخ سے نقاب اپنی پری پیکر اُٹھا

دور چشم یار مین سب ہو گئے باہم رقیب
ایک اونے یہ مزیب نرگس مستانہ تھا

تجکو آغوش عدو سے کھینچ لایا بے طرح
جذبۂ دل کام مین اپنے عجب مردانہ تھا

پوچھتے کیا ہو کیا اثر میری شب دیجور کا
کہ یک شب تاب کا عالم ہی مہ گے نور کا

ہی تصور دل مین میرے اوس بت مغرور کا
جسکا تلوا دیکھ کر پھر منھ نہ دیکھین حور کا

بادہ خوارون کو نکیونکر ہو قوی حق سے امید
ابر رحمت ہی مری خوشۂ انگور کا

جرم سے مستی کے کعبہ مین نہین رہا تو نہو
میکدہ کا تو خدا کے فضل سے ہر در کھلا

ہر رکھای سے تری عالم تھا آنکھون مین سیاہ
چھوٹنا زلفون کا رخ پر اک بہانا ہو گیا

وعدۂ امروز کو فردا پہ پھینکا ہم نفس
یار کا آنا قیامت کا کچھ آنا ہو گیا

بھول کر رکھا تھا اوس بت نے کبھو در پر قدم
اک جہان کا سجدہ گہ وہ آستانا ہو گیا

اوس سنگدل کے دل مین تو تاثیر کچھ نکی
کیا نالۂ فلک سے جو نالہ گذر گیا

جی لگ گیا قفس ہی مین اتو نہین ہی دھیان
موسم بہار کا کدھر آیا کدھر گیا

ساقی ترے طفیل سے سبکو مدام ہی
معلوم ہی نہین کدھر آیا کدھر گیا

شوکت نے جان دی ترے در پر ہزار شکر
وہ مرتے مرتے آہ بڑا کام کر گیا

اس مین مرقوم جو وصف رخ دلدار ہین سب
صفحے دیوان کے مرے تختۂ گلزار ہین سب

تھک نزاکت سے بجاے اب کہین بازو دو دست
کچھ مدد تو بھی تو کر اے خنجر ابروے دوست

اب نہین رخصت کہ پھوڑون سر بھی اوس یوسف سے
ایک دن وہ تھا کہ سر اپنا تھا اور زانوے دوست

ہین اگر طالع رسا سر کے تو اے جوش جنون
اوسکے دروازے کا آجاتا ہی پتھر ہاتھ مین

جبکہ ابرو کا اشارا ہی کرے عالم کو قتل
اوس ستمگر کی بلا لیتی ہی خنجر ہاتھ مین

تھی عار جنکے نام سے کی اونکی التجا
لگ جاے آگ اس دل خانہ خراب کو

نبر شہید ناز مین رحمت سے بھیجنا
حورون کو اے کریم سوال و جواب کو

شکر مین کرنے لگا تھا پر جفاے یار سے
لب تک آتے آتے وہ سب حرف افغان ہو گئے

سنگ اطفال حسین کو میرے سر سے عار ہی
کوہ مین جا کر اب اسکو نذر خارا کیجیے

وصل کا وعدہ نہین تو قتل کا وعدہ سہی
دل کے بہلانے کو میرے کوئی صورت چاہیے

پردے پردے مین چلا جاتا تھا کام اپنا یون ہین
ہو گئے ناکام ہمدم جب سے رسوا ہو گئے

بزم مین اغیار پر کھلنے پائی بات کچھ
نظرون نظرون مین اشارے اونسے کیا کیا ہو گئے

فکر مضمون دہان تنگ مین گلرو ترے
ایسے ہم کھوئے گئے گویا کہ عنقا ہو گئے

انکھ الفت کی بھی چھپتی ہی چھپائے سے کوئی
راز اپنا کس طرح سے اونسے نہان کیجے

شہرت تخلص مرزا حاجی خلف الرشید مرزا قیام الدین ابن حضرت فردوس منزل انار اللہ برہانہ خوش گو خوش خو اوایل حال مین حافظ عبد الرحمن خان احسان علیہ الرحمۃ والغفران اور پھر فخر الشعرا میر نظام الدین ممنون اور بعد اسکے افضل علماے انام مرجع کملاے عظام مفتی محمد صدر الدین خان بہادر صدر الصدور دار الخلافۃ شاہجہان آباد سے استفادہ کیا اب اپنی زور استعداد سے بنا ے کلام کو بلند اور پاے سخن کو ارجمند کرتا ہی یہ چند شعر اوسکے افکار سے درج تذکرہ ہوتے ہین

ہم بڑی چیز سمجھتے تھے پہ پیمانہ مین
نکلا اک جام کی قیمت بھی نہ ایمان اپنا

غبار اوٹھا نہ ترے دل سے ورنہ اے ظالم
ہماری جان کو اک وہ بھی امتحان ہوتا

رکھا کچھ اپنے ہی دل نے نہ اعتبار اپنا
وگرنہ یہ بھی دو عالم کا راز دان ہوتا

ہی بیخودی مین بھی ہشیاری کہ اب اوسکا نقاب
رخ سے سرکا ہی تو ہی اک یو ہین سا سرکا ہوا

اہل عالم کی نظر مین شان ظالم ہی بلند
ہی فلک ان سبکی نظرون مین بڑا ٹھہرا ہوا

پھوٹ کر رونے سے اپنے زخم دل خندان ہوے
ہم اگر روے تو اس رونے پہ بھی ہنسا ہوا

تیر سے نالے وہ اب ہوتے نہین سینے کے پار
ہی کہین یا مر گیا نا کام **شہرت** کیا ہوا

خدا خراب نکرتا جو تجکو اے **شہرت**
تو کیون تو شیفتہ شیوہ بتان ہوتا

کچھ نشان مجھ بے نشان کا بعد مردن بنگیا
حسرتین ہو ہو کے اک جا جمع مدفن بنگیا

دل ہی کی صورت گرہ ہو ہو کے ارمان ہو گیا
دل گیا اور اوسکی جا اک اور دل دہان ہو گیا

ایک دن دو دن کہان تک تو ہی کچھ انصاف کر
یہ تو جلنا روز کا اے سوز ہجران ہو گیا

ہی ترقی جوہر قابل ہی کے شایان کہ مین
خاک سے پتلا بنا پتلے سے انسان ہو گیا

کفر و دین مین تھا نکچھ عقدہ بجز بند نقاب
اوسکے کھلتے ہی یہ کار مشکل آسان ہو گیا

پہلے دعواے خدائی اوس بت کافر کو تھا
کچھ درستی پر جو آج آیا تو انسان ہو گیا

ملے جی بھر کے وہ دیدار میسر نہوا
حشر کا دن شب غم کے بھی برابر نہوا

مہلت بقدر گردش ساغر تو دے فلک
ساقی کو ڈھب پہ لائے ہین سوا التجا سے ہم

تھوڑی امید وصل پہ رسوا لیان ہوئین
جان دینی اب قبول پہ کرنی دعا نہین

یون بیٹھے ہو کہ جیسے کیکو کسی سے کچھ
مطلب نہین مراد نہین مدعا نہین

نکلجائیے کہ پردہ ہی رہوے تو خوب ہی
اب تک بھی اپنا راز کسی پر کھلا نہین

ہی زمزمہ پہ زمزمۂ تازہ خون چکان
گلشن مین اور قفس مین تفاوت رہا نہین

کھینچے ہین مستیان مری اسپر فلک سے دور
یہان تک کہ کوئی اپنے سوا سوجھتا نہین

یہ تو خبر نہین ہی کہ کیا حال ہی پہ آج
شہرت کا بار بار ہی آتا جگر پہ ہاتھ

تبون پہ آنے نہ پایا تھا اپنے حرف امید
کہ اتنی دیر مین وہ ہو گئے خفا ہمسے

نچھوٹا زلف سے دل اور نہ دل زلفین تا سے
یہ وہ جنجال تھا جس سے نہ تم نکلے نہ ہم نکلے

صبا مین بو یہ تھی کسکی کہ سوے مصر حسرت کے
روانہ قافلے کے قافلے ہین شہر کنعان سے

شہرہ تخلص مرزا نصیر الدین حیدر فرزند بلند اقبال مرزا آغا جان مضطر نواسۂ حضرت عرش آرامگاہ محمد اکبر بادشاہ انار اللہ برہانہ فیض جناب جنت مآب حضرت احسان علیہ الرحمۃ والغفران سے سخن کو محاسن اسلوب کے حلیہ سے آراستہ کیا ہی یہ تین چار شعر اوس بلند مرتبت کے مرقوم ہوتے ہین

یہ قصہ درد فرقت کا بہت ہی لکھ نہین سکتا
اگر تو آپ آجاتا مفصل ہی بیان ہوتا

غرق کر دیگا ابھی سارے جہان کو نیرا
ایک بھی اشک اگر دیدۂ گریان نکلا

نہ ایک وعدہ پہ وہ یار بیوفا ٹھہرا
سحر تو ہو چکی اب وقت شام کا ٹھہرا

دیکھا جو خط مشکین اوس ماہ سمن بر کا
شرمندہ ہوا شبکو ہالہ مہ انور کا

کچھ آہ کا بھی ہوتے مطلق نہ اثر دیکھا
اوس بت کا مرے یارو دل ہی کوئی پتھر کا

شہید تخلص مولوی فخر الدین حسین خان مرحوم وطن اصلی اوس نیک نہاد کا شاہجہان پور ہی لیکن خاک پاک حضرت شاہجہان آباد اسقدر اوسکی سکونت سے مشرف ہوئی تھی کہ گویا یہی دیار آباد وطن اصلی ہی صاحب اخلاق حمیدہ و اطوار پسندیدہ تھا قامت استعداد حلیۂ علم سے آراستہ لوح طبیعت نقوش علم سے پیراستہ علم فارسی مین یگانہ اور فن انشا مین یکتاے زمانہ نثر فارسی بیشتر مرزا طاہر وحید کے طرز پہ جلوہ گر ہی اوستادی مرشدزادہ آفاق مرزا شاہرخ مرحوم کے وسیلے سے چندے سررشتہ دار الانشاے سرکار شاہی

اوسکے قبضۂ اختیار مین رہا ہمیشہ دربار رس اور علو مرتبت اور بلندی مدارج سے مرجع کلاے
صحیح نفس تھا ہجوم خدمات مفوضہ سے کم اتفاق ہوتا تھا کہ امور ضروری کا انتظام اور مہام
ناگزیر کا انتساق صورت پذیر ہو سکے ناگاہ جذبۂ توفیق عنان گیر ہوا اور شوق طواف بیت الحرام
اور زیارت مرقد نورانی مقبول انام علیہ الصلوۃ والسلام نے بے اختیار دامن طبیعت کو کھینچا
فی الحقیقت اگر خلوص اخلاص رہبر نہوتا اتنی سبک جولانی اس راہ دور و دراز مین باوصف
اذن عوائق و موانع کے ممکن نہ تھی اوس خاک راہ کی بدولت برکت وانوار لے اوس کے
گرد دامن کا حکم پیدا کیا اور اوس دشت وصحرا کے خار کے طفیل ہر گلزمین نے اوسکے نقش قدم
سے گلشن کا مرتبہ بہم پہونچایا پانچ چھ مہینے ہوے کہ دنیاے دون کو مضمون مبتذل جانکر
مثل معنی بلند ابیات فردوس مین تمکن اختیار کیا یہ چند شعر اوسکے افکار گوہر نثار سے بطریق
یادگار درج تذکرہ ہوتے ہین

سینہ ہر آئینہ میرا اوس مین ہر تیرا خیال
دل نے تیری شکل کا اک دوسرا پیدا کیا

وہ طپش ہر میرے نامہ مین کہ بس تڑپا کیا
جب تلک بال کبوتر سے نہ اوسکو وا کیا

رہ بس روشن فتیلہ ہر مرے ہر داغ سوزان کا
رہا کنج لحد مین بھی مرے عالم چراغان کا

شب تاریک سے اپنی فروغ صبح پیدا ہی
تصور مجکو رہتا ہی جو اوسکے روے رخشان کا

نہ چھوٹیگا کبھی وحشت نے ایسا اوسکو الجھایا
یہ جسم زار اپنا خار ہی صحرا کے دامان کا

ہوا سینہ مین آتش زن تصور کسکے عارض کا
کہ بھایا داغ دل کا رشک ہی خورشید تابان کا

روان جو ناقۂ لیلے ہوا تیری طرف مجنون
مگر ناقون پہ تیرے تھا گمان صوت حدی خوان کا

روے تابان کو مین تیرے مہ روشن سمجھا
خط رخسار کو اک ماہ کا خرمن سمجھا

مرغ دل چہرۂ گلفام کو گلشن سمجھا
حلقۂ کاکل پیچان کو نشیمن سمجھا

آستین سے جو ترا پرتو سا مہ دیکھا
شمع کافور کو فانوس مین روشن سمجھا

دست ہر خار بیابان سے یہ چھوٹے کیونکر
مرے دامن کو وہ اک دشت کا دامن سمجھا

تھا خیال رخ جانان پس مردن جو مجھے
شمع اپنی لحد تیرہ مین روشن سمجھا

رخ دلدار ہی بوسے کے تصور سے کبود
مین سمن زار مین پھولا گل سوسن سمجھا

شہیدی تخلص ہر سخنور شیرین زبان شاعر رنگین بیان کرامت علی نام ساکن لکھنو کا
اشعار مین شستگی زبان اور پاکی الفاظ کا لحاظ زیادہ رکھتا تھا بعضے اشعار بلندی معنی سے

فرق اعتبار چہ خ برین تک لیگئے علم عروض سے بہ نسبت امثال کے واقفیت زیادہ رکھتا تھا
مدت تک پنجاب اور گجرات مین رہا اور آزادگی و وارستگی و وسیع المشربی کے ساتھ بسر کی
اخر الامر توفیق رہنمون اور جذبۂ الٰہی دامن گیر ہوا مکہ معظمہ کو جاکر حج بیت اللہ کو ادا کیا
اور پھر روضۂ منورہ جناب خیر البشر کی زیارت کے واسطے سرزمین مدینہ کی طرف روانہ ہوا
اتفاقاً اثنائے راہ مین تپ محرقہ عارض ہوئی اور شدت عوارض سے گمان مرگ غالب ہوا
بتقاضائے اخلاص سے مجیب الدعوات سے چاہا کہ زیارت روضۂ اطہر سے پہلے جان ناتوان
تن سے مفارقت نکرے سنا گیا کہ غلبۂ حرارت سے کچھ ہوش نہ تھا لیکن ہر دم چونک پڑتا
اور ہمراہیون سے روضۂ مبارک کے مد نظر ہونے کا سوال کرتا گویا طمانین غیب سے آگاہی
رکھتا تھا ناگاہ رفیق راہ نے گنبد مقدس کا پیش نگاہ ہونا بیان کیا اس مخلص بے ریا نے
کمال شوق سے آنکھ اوٹھاکر دیکھا اور جان سوختۂ عشق کو اوس خاک پاک کی محبت
مین نثار کیا

قسمت نگر کہ گشتہ شمشیر عشق یافت	شعر مرگی کہ زندگان بدعا آرزو کنند

ربنا فاغفرلنا ذنوبنا وکفر عنا سیئاتنا وتوفنا مع الابرار دیوان پاک بنیان اس شہید
خنجر محبت کا اکثر احباب کے پیش نظر ہی یہ اشعار منتخبہ ہی کر لکھے گئے

ہزار مرتبہ دیکھا ستم جدائی کا	ہنوز حوصلہ باقی ہی آشنائی کا
فضائے باغ سے ہی گوشۂ قفس خوشتر	گر اپنے دل مین نہو وغدغہ رہائی کا
کسی غریب کی جان مفت جائیگی اک دن	طریق خوب نہین عاشق آزمائی کا
بیچ مین اور تو بیدرد نرہا تھا شب وصل	گر یہ شادی اگر آکے نہ حائل ہوتا
سخت معیوب ہی معشوق سے زر کی خواہش	حق سے تو دولت دنیا کا ہی سائل ہوتا
عام ہین اوسکے توالطاف شہیدی سب پر	تجھسے کیا ضد تھی اگر تو کسی قابل ہوتا
آندوہ وایمی مین کٹی کس خوشی سے عمر	گر مجھکو غم نہو طرب گاہ گاہ کا
عبث رنج دیتا ہی تو مجکو ناصح	نہو گا یہ سودا ہی جب سر نہو گا
مین تو سمجھاؤن ہزار اوسکو شہیدی لیکن	میرے سمجھانے سے کب یہ دل شیدا سمجھا
صلح مین عربدہ جو مستعد جنگ رہا	شب عشرت مری آغوش مین وہ تنگ رہا
جب گیا غیر تری بزم سے دل شاد گیا	جب مین آیا ترے کوچے سے کھدر آیا

جلد انصاف چکا خلق کا اہی داد رحشر
پھر قیامت ہی جو وہ شوخ ستمگر آیا

نام میت کا سنے سے جسے غش آتا ہو
وہ جنازے پہ شہیدی کے مقرر آیا

دل مین کچھ سوچ کے شرمندہ سا رہجاتا ہی
گھر مین سن سن کے وہ چپ چاپ مری سودائی کا

کسکے دل محزون کو ستایا تھا کہ اک عمر
خجلت سے نہ سر زلف چلیپا نے اوٹھایا

اغیار کا منھ تھا مجھے محفل سے اوٹھاتے
ہیچ یون ہی ترے رنجش بیجا نے اوٹھایا

چاہیے صبح کے مانند ترے عاشق کو
چاک کرنے کے لئے روز گریبان نیا

قدر سب چاہنے والون کی ترے دیکھ چکے
خوار رہتا ہی پرانا تو پشیمان نیا

میرے دم تک اوس گلی مین حشر کا ہنگامہ تھا
اپنا لاشہ اوٹھتے ہی سب شور و شر جاتا رہا

شہیدی حشر کے دن بھی ہمارا ہوچکا اوٹھنا
یہی عالم رہا بعد از فنا گر ناتوانی کا

مین معتقد ہون عشق خوش عندلیب کا
کہتے ہین گل عرق ہی خدا کے حبیب کا

کانون ہی سے سنتے تھے کہ جادو بھی ہی کچھ شی
آنکھون سے تری نرگس فتان نے دکھایا

وعدہ شام پہ کی ہمنے عبث جاگ کے صبح
وہ اوسی وقت نہ آتے اگر آنا ہو تو نا؟

شہید

تخلص مرزا قمر الدین مرحوم معروف بمرزا کلو ابن مرزا قیام الدین مغفور ابن شاہ عالم بادشاہ انار اللہ برہانہ حضرت ابوظفر سراج الدین محمد بہادر شاہ بادشاہ خلد اللہ ملکہ کی دامادی کے شرف سے سرفراز اور اقران و امثال مین ممتاز تھے مشورہ سخن شیخ ابراہیم ذوق سے تھا یہ چند شعر اونکے کلام سے منتخب ہوے

عدم سے آئی نہ یاران رفتگان کی خبر
خبر نہین وہ کہان جاکے قافلہ ٹھہرا

کہتے نہ تھے ہم اہی دل مت نامے وفا کا
تونے وفا کا ثمرہ خانہ خراب دیکھا

مارا گیا مقرر شہیدا کہ اوس گلی مین
لاشہ پڑا ہوا ہی آج ایک نوجوان کا

عمر ق دیکھتے ہی رخ نازنین پر
پڑی اوس بلبل گل یاسمین پر

ہم اس چمن مین غنچہ تصویر ہین صبا
کب ہی بہار مین ہوس داستان ہمین

ایک مدت سے ہی تہی پہلو
نہین معلوم کیا ہوا دل کو

غیرون سے اونکو اتنی بھی فرصت نہین کہ ہم
کرلین اب اونسے بیٹھ کے اک جا کلام دم

ہم نہ کہتے تھے کہ شہیدا اوس پر یوش سے نہ مل
اک نگہ مین کر دیا دیکھا نہ دیوانہ تجھے

درد و غم رنج و الم یاس و تعب داغ فراق
تھا کہ دل مین مرے کتنے ہین مہمان بھرے

اسطرح سے جو مضطرب دل ہی
دل ہی یارب کہ مرغ بسمل ہی

کسکی شامت ہی کہ زلف پر شکن سے لگ چلے
جان پر کھیلے تو مارِ راہزن سے لگ چلے

عشق مین شیدا یہ لاغر ہون کہ وہ مین گر پڑون
گر صبا بھی میرے جسم ناتوان سے لگ چلے

شیدا

شیدا تخلص اسلام بیگ نواسۂ جالینوس زمان بقراط دوران حکیم نصراللہ خان صاحب نوجوان خوش صورت نیک سیرت پسندیدہ اخلاق تیز طبع ہی جو کہ فن طبابت خاندانی ہی اوسکی تحصیل مین اوقات شبانہ روزی صرف ہوتی ہی لیکن بسبب موزونی ذاتی کے گاہ گاہ فکر شعر بھی جادۂ گریبان مین عنان کش ہوتا ہی یہ اشعار اوسکے نتایج طبع سے ہین

تھا نام کو تو قطرہ پہ طوفان ہوگیا
دیکھو تو جوش گریۂ بے اختیار کا

اللہ ری دشمنی کہ مرے بعد مرگ وہ
ضد سے نشان مٹاتے ہین لوح مزار کا

خالی نہ دل تصور جانان سے چاہیے
آئینہ کیا وہ جسمین نہ جلوہ ہو یار کا

میری امید وحسرت وارمان کی طرح
پایان نہین ترے ستم بے شمار کا

دوست کیا دشمن جانی بھی ستمگر نہوا
ہمکو تقدیر سے مرنا بھی میسر نہوا

سر ہبت فتنۂ محشر نے فلک پر کھینچا
پر ترے قامت دلکش کے برابر نہوا

جوش وحشت کے ولولے نہ گئے
مین گریبان سدا سیا ہی کیا

ہم ہی پر زور ہی ترا ناصح
اوسکی باتین تو تو سنا ہی کیا

لاکھ نا آشنا تھا وہ شیدا
ہمنے اوس بت کو آشنا ہی کیا

ہی آج کی شب کچھ قلق ایسا کہ نہین چین
گر حال یہی ہی تو مین جانبر نہین ہوتا

بلائین لکھین تھین اپنی ازل سے قسمت مین
کچھ اور ہوتی بلا گر نہ آسمان ہوتا

شاید کسو پہ تو بھی مرنے لگا ہی شیدا
درد والم عیان ہی جو تیری گفتگو سے

موج صبا نے اوسکو بھی برباد کر دیا
کچھ خاک رہگئی تھی جو اس خاکسار کی

ہی تند دام یہ عالم کہ اسیران قفس
آپ کو سمجھے ہین آزاد گرفتار مجھے

پھر ابکی دھوم دھام ہی ابر بہار کی
رہ جاے آبرو مژۂ اشکبار کی

شیدا

شیدا تخلص آبرو یگانۂ عالم اہلیت میر جھو جان مرحوم کا شوخی جوانی اور متانت پیری اوسکی ذات مین فراہم تھی اور ادب حکما اور ظرافت ندما اوسکی طبیعت مین

باہم تبسم و فقرا خلاق کا ایک باب سخن رموز و فاق کی کتاب مومن خان مرحوم سے تلمذ اور محمد مصطفے خان بہادر شیفتہ تخلص سے محبت جانی رکھتا تھا کئی مہینے ہوے کہ عین ایام شباب مین دوستداران یکدل کے سینے و دل پر داغ مفارقت رکھکر عالم فانی سے رحلت کی یہ چند شعر اوسکے نتایج طبع سے بطریق یادگار مرقوم ہوے

مگر عدو سے ہی وعدہ کہ خود بخود شیدا
کچھ اضطراب مین ہین دل کے اضطراب سے ہم

وہ نہین دل جو کسی کے لئے بیتاب نہین
وہ نہین چشم جو آلودۂ خون ناب نہین

ترے رخسار کو کس چیز سے دیجے تشبیہہ
گل مین یہ آب نہین شمع مین یہ تاب نہین

جان گو جاے پہ کب دل سے تپش جاتی ہی
گشتۂ ناز ترا گشتۂ سیماب نہین

سیر عالم نظر آتی ہی ہمین مستی مین
جام جمشید سے کم جام مرا ناب نہین

ناشکر ہم نہین ہین ادھر کو نگاہ ہی
پردہ نگاہ جس سے عنایت عیان نہین

کیا جانے خندہ زن ہین وہ کس خستہ حال پر
بجلی چمک رہی ہی پیہم نقاب مین

دریا بہین کہین کہین مژگان بھی تر نہو
مرجاے کوئی اور کسیکو خبر نہو

حد سے فزون ہجوم ہی ابر سیاہ کا
دل تفتگان شوق کا دود جگر نہو

کہتے ہین اوسکے کوچے مین مارا گیا کوئی
مجکو یہ خوف ہی کہ مرا نامہ بر نہو

وہ دشمنی مین پورے ہون یہ بات بھی نہین
کہتے ہین زہر دیکے الٰہی اثر نہو

معلوم ہو کس طرح تری بات کا سر پاؤن
کب کام پڑا تمکو کسی بے سر و پا سے

یہ امتحان ہی کیسا کہ تم ستاتے ہو
جو ایک بار عدو کو تو لاکھ بار مجھے

کہین وہی نہو شیدا کہ اوسکے کوچہ مین
نظر پڑا تھا کل اک مضطرب غبار مجھے

شیدا رامپوری تخلص حال و حسن تخلص سابق مولوی ابو الحسن متوطن فرید آباد اوس نیک نہاد کے اطوار پسندیدہ کے اوصاف حمیدہ بیان اور اندازۂ تبیان سے خارج ہین حلم اور خلق اس مرتبہ مین کہ باوجود سن شباب کے جزو ناری کو خاک تواضع مین داب رکھا ہی ایام خورد سالی مین وطن مالوف سے حضرت شاہجہان آباد مین وارد ہو کر علم فارسی اور عروض و قافیہ کو مولانا مخدوم مولوی امام بخش صہبائی کی خدمت مین باستیعاب حاصل کیا اور چند مدت مدرسۂ شاہجہان آباد مین وظیفہ یابان سرکار انگریزی کی سلک مین منسلک ہو کر علم ہندسہ و ریاضی مین رشک اقران ہوا مہین مدرسۂ نے علوم

مذکورہ مین بیمثیل اور فن فارسی مین یگانہ دیکھکر مدرسۂ اکبرآباد کا مدرس مقرر اور ساٹھ سو روپیہ کا مشاہرہ معین کیا ہنوز اوس گلزمین مین اچھی طرح جاے گرم نہین کی تھی کہ ناگہان مژدۂ اقبال ابدی پہونچا اور نوید حصول سعادت سرمدی سامعہ نواز ہوئی یعنی اوسی نواح مین ایک درویش صافی ضمیر اور روشن دل آفتاب تنویر کی خدمت سراپا افادت مین نیاز حاصل اور اوس بزرگ جذبۂ باطن سے دل دوام ملازمت کی طرف مائل ہوا ایک دو صحبت کے بعد اعتقاد راسخ کی تحریک سے شرف بیعت سرمایۂ تحصیل کمال ہوا اور اوہام باطلہ کا موجب زوال فی الواقع صحبت اہل اللہ اکسیر سے کم نہین چند روز مین ضمیر اعتقاد تکمیر کو ایسی صفائی بہم پہونچی کہ اسرار غیب اس آئینہ مین مثل عکس ظاہر ہونے لگے اور رموز خفیہ اوس جام گیتی نما مین ماہر اس آغاز شباب مین متانت پیران اور اس جوانی مین وقار کہن سالان جو اس سرگروہ ارباب سعادت کو حاصل ہی شاذ و نادر ہی عنایت الٰہی سے اتبک اوسی شہر مین اوسی عہدہ پر مامور اور نہایت خوش اوقاتی و بلند نامی کے ساتھ بسر ہوتی ہی اشعار فارسی کی فکر بیشتر و امنگیر شوق اور تہذیب کلام دری کی توجہ اکثر ہمہ ذوق ہی خوبی مضامین اور متانت عبارت اور چستی تراکیب اور تازگی طرز کی توصیف دائرہ امکان سے خارج ہی یہ اشعار جو بالفعل ذخیرہ حافظہ مین مرقوم ہوتے ہین

سبکے ز پہلویم منشین تنہ رطل گران بر کف — کہ مے بالا برد کار نشاط نوجوانی را
این طفل اشک بین کہ بخلق آشکار کرد — در دل ہر انچہ بود ز عشقت نہان مرا
ساقی کفایت ست ز چشم تو گردشے — دیگر میازمائے بر طل گران مرا
ز ان ہدایائے کہ در پاے عزیزان افگنند — جز مے بر کف نباشد تحفۂ مقدور ما
نیست این سر لائق پالیش یقین دارم حسن — مے بر د پاے ملخ پیش سلیمان مور ما
بہر خون جگر مے خور و نہ امطلب — ز نعمت دو جہان در د امتلا مطلب
اگر تو معتکف کعبۂ دلے زنہار — بطوف کعبہ مرد از صفا صفا مطلب
نیاز مند مسیحا مشو بعشق بتان — بذوق لذت غم جان دہ و دوا مطلب
بہجر عشق تلاطم گرت دہ جا بہ درد — تنت سپار بطوفان و ناخدا مطلب
صاحب نظران را نکند دل بسوے خلد — روے تو در جنت و ابروت کلید ست
ہندست بہشتے کہ گرد بر در طوبے — آن سرو بلندے کہ ازین باغ دمید ست

گر زتاب عکس رویت آب دریا آتش ست — از تف داغ دل من خاک صحرا آتش ست
عکس روی دوست افتاد ست در رنگش میزند — بر غلط بستند یاران اینکه صهبا آتش ست
فیض جنت اهل عشرت را چو دوزخ مے گزد — نونهالان چمن را با دسرما آتش ست
اینقدر فهمیده ام از بحث کفر و دین حسن — روے خوبان جنت ست و خوے آنها آتش ست
دیگرم با چشمهٔ زمزم چه کار — مشکه از سر چشمهٔ چشم وضو ست
یک نگه کردی و کردی مسلمم — بار دیگر یک نگاهم آرزو ست
نی غمم راحت مرا نی بیم رنج — هر چه بر من میرسد شادم کزو ست
گم کردگان راه بمنزل رسیده اند — شور درست باطل و بانگ جرس عبث
گر هندو ست خال تو هرزا ست خوف و زد — در شب رو است زلف تو پاس عسس عبث
رفتم بزیر خاک و زدم در کفن صبوح — زانرو که خوشترست بصبح وطن صبوح
عمرے تلف بکعبه نمودیم بعد ازین — مائیم و بر کف تبک بر همن صبوح
یارب آنانکه ندارند بعشقت معذور — رگ جان شان ببرند نشتر مژگانے چند
نیم بادست هم نرگس خاکم که شدم — گشتهٔ نرگس دزدیده نگاهانے چند
قدر سرمستی لعل تو حسن میداند — جرعهٔ چند بکارم کن و احسانے چند
یاد آن زمان کاندر غمت سر داشت سودائے دگر — واین دیدهٔ خونبار من از اشک دریائے دگر
رفتم بطوف کعبه و افتادم اندر میکده — شوق تو از جائے مرا آورد در جائے دگر
سودا مگل کردو آخر در سرا پایم گرفت — من که در طفلی بدل از عشق انگبرد اشتم
صحبت یاران رنگین لمعهٔ ما را زنده کرد — ورنه شیدائی دل پژمرده در بر داشتم

شیدائی تخلص مرزا رمضان بیگ ساکن شاهجهان آباد قوم مغل خاندان والا و در دودمان معلے سے ہین باوجود تاہل اور تعلق کے کمال آزادی و وارستگی متمکن ہے اور اس آزادی پر خوش خلقی کی نہایت نہین کتب درسیہ فارسی اوستادی مولوی امام بخش صہبائی سلمہ اللہ تعالے سے کمال تحقیق و تدقیق کے ساتھ پڑھین ہین گاہ گاہ اشعار فارسی اوس صاحب لمعہ کے زبان خامہ سے آشنا ہوتے ہین یہ دو شعر اوسکے نتایج فکر سے مرقوم ہوے

با خضر احتیاج نه افتد بره نما — جز عشق نیست پیر طریقت پناه ما

هر دو جهان کہ تاج سر حرص عالمیست		کمتر بود ز خاک بہ پیش نگاہ ما

شیفتہ تخلص نواب معلی القاب موسوم ساس قبول و اقبال بانی بناے فضل و افضال مسند نشین قصر دولت و جاہ اقبال پناہ جلالت و شکوہ زبدہ نام آوران جہان نواب محمد مصطفےٰ خان سلمہ الرحمن قصر دولت و اعتبار کا پایہ آسمان افتخار سے بلند ہی اور فرق تسلیم زمین خاکساری پر نگون ایوان جاہ و جلال کا بام سپہر برین سے ٹکر کھاتا ہی اور سر نیاز آستانہ فقر سے مقرون اوسکے طرز و انداز کے فرہنگ مین لفظ ناز سے معنی نیاز مفہوم اور اوسکی اوضاع و اطوار کی راہ مین شوخی رفتار سے نقش قدم کا عجز معلوم آفتاب اگر عجز ذرہ ظاہر کرے یا آسمان پستی زمین بے نیازی و استغنا اوج گیر ہو نہ ہمت تنزل گزین

کسانیکہ راہ خدا داشتند	بیت	چنین خرقہ زیر قبا داشتند

خامہ ثنا طراز نے جب یہ دو چار کلمہ بے اغراق منشیانہ اور بے مبالغہ شاعرانہ اس جامع ضدین دین و دنیا کے حق مین زبان سے آشنا کئے عندلیب گلشن شیراز نے اپنے ممدوح کی ثنا سے اندک خجل ہو کر دل مین انصاف کیا اور بے اختیار طرز کلام کو تغیر دیکر کہا

بدر و شتی ثناے مصطفےٰ خان میکنی آرے		خوشا مدگوئہ تا روے حشمت در میان بینی

لیکن تقاضاے انصاف دامن گیر ہی اور اگر نظر غور سے دیکھا جاے تو سیاق اس تقاضا کا بھی دل پذیر ہی کہ امر واقعی کے بیان مین کیا نقصان اور حرف راست کے اظہار مین کیا زیان تو نہین دیکھتا کہ علو شان اوج سپہر سے بالاتر ہی اور سمو مکان کنگرہ عرش سے والاتر آفتاب اوسکے شبستان دولت مین شمسہ ایوان اور آسمان اوسکے قصر جاہ مین خاک آستان اوسکی صید گاہ مہابت مین شیر نقش قدم سے پا بزنجیر اور اوسکے دریاے ہیبت مین نہنگ دام امواج مین اسیر تیر آرش اوسکی کمان کا خانہ زاد قدیم اور گرز فریدون اوسکی تیغ رستمی سے دونیم ذوالفقار جاہ کی بلندی اوسکے ایوان رفیع کی آستان تک پہونچتی اگر مانند گرد اوسکی نعلین کی ملازمت بہم پہونچاتی اور پایہ حشمت کی رفعت اوسکے قصر بلند کے کنگرہ سے ٹکر کھاتی اگر گل و خشت کے حیلہ سے اوسکے معمار کے ہاتھ مین آجاتی لیکن بے پایانی اوصاف سے خائف ہون اور افزونی ستائش سے

ترسان کہ مبادا منزل مقصود سے دوری رہے اور مقتضاے مقام سے حرمان ناچار پایہ سخنوری کے حرف اور رتبہ ہنر پروری کے ذکر سے کہ تو نگران سخن کا پایا اوسکی زکوۃ سے نصاب کمال کو پہونچا ہی واقفان دقائق کمال کو آگاہ کرتا ہی کہ علوم رسمی سے کما ینبغی آگاہ اور فنون متداولہ مین کامل دستگاہ اصناف سخن مین قدرت تمام اور فنون شتی مین مہارت تام کمال مرتبہ شناسی سے ہر سخن اپنے موقع مین اور ہر نکتہ اپنے مکان مین جلوہ گر غزل مین شوخی جوانی کا اظہار اور قصیدہ مین متانت پیرمی کا روز بازار معنی وحدت الفاظ رباعی سے آشنا ہنگامہ کثرت مثنوی سے جلوہ نما اگر اس کلام کو اعجاز کہتے لب دلبران کی خجالت کا خوف رہزن تقریر ہی اور اگر سحر لکھتے نرگس خوبان کی ندامت کا بیم مانع تحریر جس طرح تیغ ہندی ریختہ شاہدان شنگول کے غمزہ سے زیادہ ترناخن بدل زن ہی اوسی طرح بادہ شیراز فارسی خوبان سیہ مست کی چشم سے زیادہ تر خمار شکن ہی اور جیسے اوس تیغ آبدار کے سلحشور اس شہسوار ہنر کو شیفتہ کے نام سے مشہور کرتے ہین اس بادہ صاف کے سرمست اوس میگسار کمال کو حسرتی کے اسم سے مذکور کرتے ہین جو کثرت اوصاف مہربان اور وفور محامد بذر بان ہی ناگزیر تقریر اوصاف اور ذکر مدایح سے تحریر افکار گوہر نثار پر قناعت اور مستعان سخن رس کو اوس نعما کے لطف سے محو لذت کرتا ہون

اشعار فارسی

تہدید از ریا کردی شیخ شہر ما را — امروز ساغرے خوردیم آشکارا
در عشق نوجوانی از دین و دل گذشتیم — از ما سلام گویید پیران پارسا را
خندہ چہ خوش شیوہ ایست از لبہاے خشم و عتاب — لذت دیگر بود زخم نمک سود را
این لالہ کہ رست از گل ما — داغی ست کہ بود در دل ما
صرفہ چرا کند بجز از غم عذر فارغ ست — شاد بہیچ مے شود طبع وفا سرشت ما
دستے کہ بود در گرو زہر حسرتے — گستاخ تا بہ بند قبا کردہ ایم ما
کار رہبت نہ باندازہ طاقت باشد — مرغ بسمل شدہ را ہم سر پروازے ہست
زشور حشر دران انجمن سخن میرفت — بعشوہ گفت کہ یک فتنہ از خرام من ست
من خود نگویم این کہ تو و بیم مدعی — طرز نگاہ و سوسہ فرما گواہ کیست

دانم که بهر شیوه دلم میرود از دست
دیگر نشناسم که چه لطف و چه عتاب است

گاهی بسوی غیر نظر کردی و هرگه
دانست که میسوزم ازین بیشترم سوخت

بر طرهٔ پرشکن چه نازی
آخر ز دلم شکسته ترنیست

چشم بدور از جمالش
مے بینم و طاقت نظر نیست

بعاشق آن که بیاموخت راه و رسم وفا
بدلبران نه برای شکست پیمان گفت

تو بد گمانی و در پهلوی تو خوش پسری
نگه بروی تو زین رو بمشکل افتاد است

فگنده ست بپهرم به بند صیادی
که گاه دام نگسترد و در کمین ننشست

غزون ز زلف کشد خط سبز او دل ما
بدیده بیش خلد سبزه که نو خیز است

حیرتم گشت که هر لحظه چپان میکشدم
آنکه در دست نه تیری نه کمانی دارد

صد پرده بروی دوست بستند
زان جمله یکی جمال باشد

خوش آنم کز هجوم شکوه تلخی زیر لب گویان
تو برخیزی و ناز و حسرتی در دامن آویزد

شیوهٔ ناز تو با نیاز کمندانشت روا
لاجرم از ستم و هرا مانم دادند

اینها که میکنی تو بمن من کنم با او
گر دانمی که با تو مرا آشنا که کرد

با سادگان خویش وفا می توان نمود
دل برامید وعدهٔ فردا نهاده اند

او خموش از سر کبر ست و دل من خورسند
که سخنهای مرا فکر جوابی دارد

پهلوی غیر به بزمش نکنم جای که نیست
چشم آنم که نگاه غلط انداز کند

جای رحم ست بران بسمل مسکین که هنوز
نیم جانی به تنش باشد و قاتل برود

خدایا حشر برپا کن بهنگامی که عاشق را
بیطل حسرت بگردن دشنه بر لب آفرین باشد

خاکم بسر که عاشق کار آزموده ام
دانم که بار رقیب نخلوت چها رود

چندین میازمای که ترسم در اضطراب
ناگه شکایتی ز تو ام بر زبان رسد

بیا و طاعت مقبول را بیغما بر
خلل بکار دعاهای مستجاب انداز

برای شاهد و می پارهٔ بمن مے بخش
ندیم از تو دگر حاصل ربیع و خریف

نگه از ناله بلبل برخ گل کردم
روی گل دیدم و صد خنده به بلبل کردم

گهی در صحن مسجد گاه در میخانه ها افتم
سر شوریده دارم مهر جای ز پا افتم

جواب طعنه حرمان و طنز ناکامی
همین بس ست که معشوقه نازنین دارم

ظلمت شب برقرار و صبح ناپیدا ہنوز
حسرتے بیجا سر از خواب عدم برداشتم

سخن بے ربط گوئی حسرتے لیکن نمے گیرم
ہمین روداد من ہم بود چون یارم بپرسد ازمن

باجان برون برآمد و انیم گمان نبود
صد حیف ناوکت زدل آسان برآمدہ

اے کہ تلخ از سخن تلخ تو شد عیش مرا
میتوانی کہ تلافی بشکر خندے کنی

آن چنانم زتو آزردہ کہ مشکل دیگر
دل من شاد بصد وعدہ و سوگندے کنی

جان از رقیب خواہی و اصرار میکنی
کارے ست سہل حیف کہ دشوار میکنی

کونین رونمائے جمالت نہ مے شود
ما را چہ دادہ کہ خریدار میکنی

اشعار ریختہ

یکتا کسیکو ہمنے ندیکھا جہان مین
لمول اس جواب ہی زلف دراز کا

روداد مین ہین شیفتہ کی مختلف اقوال
پوچھینگے وہان سے جو کوئی معتبر آیا

ہم طالب شہرت ہین ہمین ننگ سے کیا کام
بدنام اگر ہونگے تو کیا نام نہو گا

کیا حال تمہارا ہی ہمین بھی تو بتاؤ
بیوجہ کوئی شیفتہ اُف اُف نہین کرتا

تم لوگ بھی غضب ہو کہ دل پر یہ اختیار
شب موم کر لیا سحر آہن بنا دیا

مشاطہ کا قصور سہی سب بناؤ مین
اوسنے ہی کیا نگہ کو بھی پر فن بنا دیا

اظہار عشق اوس سے نکرنا تھا شیفتہ
یہ کیا کیا کہ دوست کو دشمن بنا دیا

مصروف ہی بہت ہی ہمارے علاج مین
ہم بھی ذرا علاج کرینگے طبیب کا

اے مرگ آکہ میری بھی رہجائے آبرو
رکھا ہی اوسنے سوگ عدو کی وفات کا

ہائے اوس برق جہان سوز پہ آنا دل کا
سمجھے جو گرمئ ہنگامہ جلانا دل کا

نقش تسخیر غیر کو اوسنے
خون لیا تو مرے کبوتر کا

خوبی بخت کہ پیمان عدو
اوسکو ہنگام قسم یاد آیا

اوس سے مین شکوے کی جا شکر ستم کر آیا
کیا کرون تمہارے دل مین سوز بان پر آیا

کب طالع خفتہ نے دیا خواب مین آنے
وعدہ بھی کیا وہ کہ وفا ہو نہین سکتا

سودا زدہ کہتے ہین ہوا شیفتہ افسوس
تھا دوست ہمارا بھی سنبھل جاے تو اچھا

محبت نہ ہرگز جتائی گئی
رہا ذکر کل اور ہر باب کا

پڑے صبر آرام کی جان پر
مری جان بے صبر و بتاب کا

شکوہ مجھے نہو جو مکافات حد سے ہو — وہان صلح اک دم ہی لڑائی تمام شب
کیا ہو سکے کسی سے علاج اپنا شیفتہ — اوس گل پہ غش ہین جس مین محبت کی نو نہین
دشمن کہین گیا نہو آنکھون سے شیفتہ — اوسکی گلی مین آج نشان قدم نہین

شیون تخلص حافظ سید اکبر علی مبر در ہمشیرہ زادہ مفتی محمد اکرام الدین مغفور غفر اللہ لہما کہ اوائل مین حافظ تخلص کرتا تھا علوم متداولہ مین تدقیق و تحقیق کا رتبہ بلند اور سخن سنجی اور شعر گوئی کے طرز دلپسند تہذیب اخلاق مین یکتاے روزگار حلم و بردباری مین شہرہ شہر و دیار کتاب موجز کو کہ علم طب مین مصنفات قرشی علیہ الرحمۃ سے ہی زبان فارسی مین طرز دلپسند کے ساتھ ترجمہ کیا ہی سنہ بارہ سو اڑسٹھ ہجری مین سفر آخرت اختیار کیا یہ چند شعر اوسکے نتائج افکار گوہر نثار سے ہین

گشتہ تیغ نگاہ تو بخون مے غلطید — جان ہمی داد و دگر زخم تمنا مے کرد
دین و ایمان ہمہ در باختہ بیک غمزہ او — شیون از بیخودی دعوے تقوے میکرد
کلک قضا کہ نقطۂ مشکین بدل گذاشت — آنرا برائے مہر بتان انتخاب کرد
نامہ و قاصد بدوست چون تو اندر رسید — رنگ رخ جستہ را بال پریدن دہیم
شد بندۂ کسے کہ گرفتش بہ بندگی — باید بحال زار و لیخا گریستن
آبے بروے کار نیا ورد گریہ ات — اے دیدہ شرم باد ز بیجا گریستن

باب الصاد المہملہ

صابر تخلص ہی ہیچ نشناس مکتب دانش ناشناسے کشور بینش راقم اوراق پریشان قادر بخش ہیچ نفہم ہیچمدان کا کہ مثل دہان خوبان ہیچ اور مانند زلف محبوبان دل شکستہ ہی بہ رنگ نقش قدم فارسا اور بسان موج آب وارستہ ہی اگر بستر خواب پہ پانون پھیلاوے کمال لاغری سے کلیم دیدۂ مور کا طول اوس سے دو چند نظر آوے اور اگر راہ سعی مین قدم اوٹھاوے نہایت ناتوانی سے توہم حرکت کی لیاقت اوسکا ایک اعجاز شمار کیا جاوے اوسکی رسائی کو نقش قدم کے ساتھ دعوے ہمسری اور اوسکی سعی کو موج سراب سے لاف برابری ضعف کی اعانت سے رنگ پریدہ کو اوسکے حق مین حکم فلاخن اور جوش وحشت سے فراخی صحرا اوسکے قدم کے سامنے تنگی دامن آہ اگر اوسکے لب سے بلند نہوئی کہرۂ نار کا کیہ

اثبات ہوتا اور اشک اگر اسکی آنکھ سے نگرتے ابر سوا یہ گوہر سے کسطرح تو نگر ہوتا شفق
ایک قطرہ ہی اسکے خون جگر کا سحاب ایک ٹکرا ہی اسکے دامن تر کا گریہ اوسکی آنکھ کی بدولت
با آبرو نالہ اوسکے لب کے طفیل آسمان سے دو بدو اگر اسکی خاک اکسیر نہین تو باد صبا کو
اسقدر جستجو کیون ہی اور اگر اسنے اوسکے دانت کھٹے نہین کئے تو رقیب اسکے سامنے
چین با برو کیون ہی فغان جب اسکے سینے مین آیا کیا سے کیا ہو گیا اور نالہ جب اسکے لب سے
گذرا برق بلا ہو گیا اگر یہ عاشق مزاج نہوتا عشق و ہوس مین کیا تمیز ہوتی اور اگر یہ خون
دل سے گل فشان نہوتا خاک چمن کیونکر گلخیز ہوتی اس ضعف مین گریبان تک ہاتھ لیجانا اسکی
ہمت ہی اور اس ناتوانی پر اپنے غبار کو ہوا کے ساتھ دست و گریبان رکھنا اسکی جرات ہی
معشوق کو صفائی چہرہ کی تعلیم یا آئینہ کا ایجاد ہی یا اس صاف دل کا دلربا کو بار بار کی
شوخی کا سکھانا کچھ ناز بیجا کا شعبدہ ہی کچھ اسکی نیاز باشی متصل کا داغ جگر رشک لالہ حلقہ
آہ ہمدوش نالہ چاک گریبان اس تطاول پر دست جنون کا شکر گزار زخم جگر اسقدر خراش
ناخن الم کا سپاس دار سوسن کے مانند باوجود دہ زبانی کے خاموش اور گل کی طرح باوصف
خوش نفسی کے ہمہ تن گوش سرو کے مانند موزون طبع لیکن نالہ و فغان سے مسرور صنوبر کی
طرح سراپا دل مگر سر سے پاؤن تک زخمون سے چور بلبل خوش الحان ہی گلرخسارون کی
یاد مین نغمہ پیرا قمری سجع خوان ہی سرو قامتون کی جستجو مین کوکو سرانہ دل سوائے نالہ عشق کے
کسی بات سے مالوف اور نہ طبیعت بجز حرف محبت کسی سخن سے مشغوف مانند سایہ وضع خاکساری
ایک جامہ ہی اوسکے تن پر راست اور مثل محراب انداز تسلیم ایک شیوہ ہی اوسکی سرشت مین
بے کم و کاست نارسائی سے اپنے آپ کو نہین پہونچنا اور کمال رفعت کے تصور مین پستی
اعتبار کا حرف نامسموع اور خود نشناسی سے اپنی حقیقت کو نہین پہچانتا اور آپ کو دور سمجھکر
کور فہمی کا طعنہ نامطبوع پستی کو اوسکے علوشان کے مقابل اپنی بلندی پر افتخار اور حضیض کو
اوسکے اوج کے سامنے اپنی رفعت کا پندار افسوس مین کہان اور کہان یہ سخن طرازی کجا
راقم اور کجا یہ افسانہ پردازی ہنگامہ عجیب برپا ہی اور ماجرائے غریب جہرہ کشا ہی کمال کی
پندار اور نسب کے کبر اور حسب کے نخوت سے قطع نظر کشمکش اجاب اور تقاضائے شیخ و شباب
ہر دم دامنگیر ہی کہ اقتضائے اہلیت اور داعیہ انسانیت سے عجز و قصور پر اعتراف کرنا اور گو کہ
طبیعت خداداد و نشناء علوم اور مبدا فہوم ہو اپنے آپ کو جہل و بیدانشی سے منصف جاننا انجا

فہم اور ارباب درایت پر واجب تو ہی لیکن نہ اسقدر کہ مرتبہ واقعی اور رتبہ نفس الامری پر نگاہ نکرین اور اپنے جوہر طبیعی اور ہنر ذاتی سے اغماض کرکے دانستہ ایک گوہر بے بہا کو خاک مذلت پر گرادین لاف نامعقول اور گزاف فضول کو پایہ بلند جاننا اور ناحق و ناروا اپنی لیاقت سے بالاتر کسی محل کو تلاش کرنا تو ناسزاوار ہی ہی لیکن یہ بھی نہ چاہیے کہ جن جن مراتب کا استحقاق ہی اونسے بھی قدم فروتر پالگا ہین رکھکر حفظ مراتب کا سررشتہ یک لخت ہاتھ سے دیدین علو پایہ آبا اور بلندی شان اجداد تو کچھ تیرے قلم کی چرب زبانی اور تیرے خامہ چابک رقم کی رطب اللسانی کی محتاج نہین یہ تو وہ آفتاب ہی کہ عالم اوسکے فروغ سے کامیاب ہی اور تہذیب اخلاق اور حلم و تواضع کا حال تو ظاہر ہی کہ اپنی زبان سے کسقدر فقرے مضمون فروتنی اور بیان عجز و انکسار مین مسلسل تقریر کیے کہ پاس آشنائی نے ہم دل سوزان صداقت منش کو اتنی تہدید پر مستعد اور اسقدر سرزنش پر سرگرم کیا اپنی نظم ثریا پایہ کے مرتبے کو دیکھو اور اپنی نثرہ نثار کی رفعت پر نگاہ کرکر فروغ معانی کو خیال کر خوبی عبارت کو ملاحظہ فرما نظر غور اور نگاہ تامل کی وہ باریک بینی کدھر گئی اور طبیعت شوخ و فکر رسا کی وہ چالاکی کہان ہی اپنے سخن والا رتبہ اور کلام عالی درجات کے صفات ظاہرہ اور اوصاف باہرہ سے یہانتک چشم پوشی کرنی تیرے مرتبہ مین تو البتہ نقصان نہین پیدا کرتی اور یہ بھی مانا کہ تو اس خمیازہ پر راضی اور اس گمنامی سے خوش دل ہی خود سخن کی داد و بیداد کا کیا علاج اور کلام معجز نظام کے شکوہ کا کیا چارہ تیرے دیوان مین بنائے سخن کی متانت ایسی ہی کہ نقش مسطر اوسکے اثر سے گویا پتھر کی لکیر ہی اور طراوت الفاظ اس طرح کی کہ تمام سطور اسکی تاثیر سے بعینہ موج آب کی تحریر ہی نظم کا مرتبہ ایسا بلند کہ نظر جبتک دوش فکر پر متمکن نہو اوسکے ادنے پایہ پر پہونچ نہ سکے اور نثر کی دستگاہ ایسی وسیع کہ نگاہ مطالعہ جب تک وحشت عاشق سے تیزی رفتار وام نہ لے ابد تک اس میدان سے قدم باہر نہ رکھ سکے نقطہ اور دائرہ سخن کا فروغ معنی سے ماہ اور ہالہ اور طراوت لفظ سے قطرہ شبنم اور برگ لالہ حنا سے عبارت خطوط سے اسطرح جھلکتی ہی جیسے پردہ شب سے سفیدہ صبح کا ظہور روشنی معنی دوائر حروف سے ایسی چاہ گہر جیسے افق سے آفتاب کا نور معانی سوزناک اگر الفاظ مطرا مین نہ ادا ہوتی کاغذ جل چکا ہوتا مضامین جنون انگیز اگر عبارت متین مین نہ بندھی ہوتے ورق کاغذ باد کے مانند ہوائی ہوگیا ہوتا ابیات غزل وصف خط و خال سے حجلۂ عروس رفتار قلم خوبی تحریر سے جلوہ گاہ اُنس

رباعی عارفانہ مین الفاظ عبارت جلوۂ اسرار سے سینہ ارباب کشف وشہود اشعار عاشقانہ
مین دوائر حروف ملاحت سخن سے جراحت نمک سود سطر اثر سوزونی سے سر وصفحۂ رنگینی نفوس سے
بال تدرو غفلت کے فریب مین آکر اپنے رتبہ بلند سے انحاض نکر اور کسر نفس سمجھ کر فروتنی
کو کام نفرا اپنے حق مین وصف مبالغہ آمیز قبیح ہر نہ بیان واقعی یہ وہ سخن ہر کہ اوسکے اوصاف
واقعی اگر الہام کی شان مین مذکور ہون ارباب تحقیق اوسکو مبالغہ تصور کرین اور بلاغت
اسکا نفس الامر وحی کے حق مین بیان ہو اصحاب فہم اوسکو غلو واغراق مقرر کرین یہ تاثیر
اہل وداد کی دلسوزی اور کمال اتحاد سے باعث سامعہ افروزی ہین اور بشریت کا تقاضا
اور ہوس کا اقتضا چشمک زن ہر کہ اہل روزگار کا گروہ فراوان اخوان زمانہ کا لمطراق یون
زبان پر ہو اگرچہ خلاف واقع ہی سرلبر ہو اور آپ کنج خمول مین بسر کیجیے اور اپنے
استحقاق سے کسیقدر شناس کو خبر نہ کیجیے یہ کس ہوشیاری کا ثمرہ اور کس عقل کا نتیجہ ہر
اور غیرت ہمسری اور پاس ناموس کی یہ تحریک ہر کہ بلند پایگان عظام کی صف مین بیٹھنا
اور مربع نشینی کی ہوس مین انکے ساتھ ایک مسند پر متمکن ہونا اور زرین لباسان مرصع پوش
حلقہ مین ہمچشمی کے ارادہ سے قدم رکھنا اور پھر اپنی وضع کو تغیر نہ دینا اور لباس سادہ و
کسوت بے تکلف کو ارباب زرق وبرق کے سامنے موجب خجالت نہ سمجھنا اثر غفلت کا ہی
نہ ثمرہ آگاہی کا یہ اوامر اجباب کا مجبور اور یہ مغلوب طبیعت مشہور گلیم اطاعت سے پانون
دراز نہین کر سکتا اور جادۂ انحراف مین قدم نہین دھر سکتا ہی اور اہل انصاف کے گوش
گذار کرتا ہی کہ ہر چند آبائے عظام اور اجداد کرام کی بدولت نسبت شاہزادگی سے مشرف
اور بہرہ بلند نامی سے کامیاب ہو لیکن دولت کمال کے طفیل اور افاضل روزگار کی
ترتیب کے اثر سے اوس نسبت کا نیازمند اور اوس وسالت کا محتاج نہین ہی ؎

المنتہ للہ کہ نیازم بہ نسب نیست	اینک بشہادت طلبم لوح و قلم را

جوش وخروش ہوس اور غلبۂ دنارت طبیعت خواہی نخواہی مجکو ورطۂ ہلاک کی طرف
کھینچکر لیچلا تھا کہ قاعدہ توفیق نے رہبری اور خضر سعادت نے رہنمائی کی کہ اے مست
شراب غفلت زبان اس یاوہ گوئی سے بند کر اور شیوۂ خاموشی کو پسند کر اور مثل
یاران شیرین سخن کے اپنے جواہر آبدار کو بھی طبق اوراق پر جلوہ دے کہ بوے مشک
اور راز عشق کو خود چھپنے کی صلاحیت نہین اگر اس برق مین کچھ تابش اور اس جلوہ مین

کچھ شوخی ہی نگاہ تماشا خود خبردار اور طبیعت ارباب شوق خود بیقرار ہوجاویگی ضمیر حیا تحمیر اور طبیعت شرم لویت نے اس اندر ذکو مناسب مزاج کے اور اس نصیحت کو موافق ارادہ کے پاکر چند شعر فارسی اور ریختہ ثبت اوراق کیئے

اشعار فارسی

رشک خورشید میہمان من ست — آسمان رتبہ آستان من ست
جگرم خون شدہ ست در عشقش — زان سبب خون چکان بیان من ست
دوش از شور فغانم ہمہ بیدار شدند — بخت خوابیدہ من بود کہ بیدار نبود
در چمن ہر گہ کہ ذکر آن رخ گلگون کنم — چشم بلبل را ز اشک لالہ گون پر خون کنم
صبح امید مانہ دمیدست اگر دمید — این طمع راز دود جگر شام کردہ ایم
لرزد فلک ز شرم جفاہای خویشتن — اکنون کہ نیم نالہ سرانجام کردہ ایم
منعم از الفت ترسا بچہ منع ان کردن — دہ چہ دشوار بود کبر مسلمان کردن
کار عالم ہمہ از دون ہست دہد جمعیت — جان و دل را گرو زلف پریشان کردن
دہ چہ زیباست برے تو ز خود رفتن باز — حرف صد شکوہ زدن دست بدامان کردن
با من فریب ای بت خوشا دمے کنی — ہر دم بوعدہ دگرم شاد مے کنی
خواہد غبار من کہ بیفتد بدامنت — کردم سرت بگو تو چہ ارشاد مے کنی
دانستہ ام کہ در نظر تست مرگ من — با من کہ شرح قصہ فرہاد مے کنی
رنجد ز نالہ تو دل نازک حبیب — صابر خموش باش چہ فریاد مے کنی

اشعار ریختہ

عصیان کی دولت اب تم حجلت سے بعد مرگ — اوٹھا مرے غبار کا دشوار ہوگیا
محفل مین ہین تو اوس لب میگون کے سامنے — نام شراب لیکے گنہگار ہوگیا
نظارہ برق حسن کا دشوار ہوگیا — جلوہ حجاب دیدۂ بیدار ہوگیا
حائل ہوئی نقاب تو ٹھہری نگاہ شوق — پردہ ہی جلوہ گاہ رخ یار ہوگیا
معلوم یہ ہوا کہ ہی پرسش گناہ کی — عاصی گنہ نکردہ گنہگار ہوگیا
اوسکی گلی مین آنکے کیا کیا اوٹھائے رنج — خاک شفا ملی تو مرہیا ر ہوگیا
پیری مین ہمکو قطع تعلق ہوا نصیب — قامت خمیدہ ہوتے ہی تلوار ہوگیا

ہی غلط انداز کتنی ہستی موہوم آہ
اسکی دولت سے جو اپنا تھا وہ بیگانا ہوا

ہی بنائے خلق ایک ہنگامہ پردازی تری
منزوی ہونے پہ بھی کیا معرکہ آرا ہوا

ہی نگاہ آشنا کو ہر جگہ جلوہ سے ربط
دیر بھی کعبہ تھا جب مین ناصیہ فرسا ہوا

تیری رہ مین جان دینی ہی حصول زندگی
نقش پا زیر قدم مٹتے ہی پھر پیدا ہوا

لب تلک آکر سخن پھر جاے ہی دل کی طرف
حرف یان کسکا زبان نطق کو سرما ہوا

صفحۂ ہستی پہ یان ہرگز نہ تھا حرف دوئی
نیستی کسکی مٹانے کا تجھے سودا ہوا

ہیبت اپنی جو سمجھے راز تیرا کھلگیا
ہمکو اپنا ہی گریبان دیدہ بینا ہوا

مین ہون خود دریا دلے کوتہ نظر کے سامنے
ظرف موج و قطرہ میرے رخ کا اک پردا ہوا

بند کرنا دان زبان کو حق کو سب کہتے ہین تلخ
لب کے وا کرنے پہ یان منصور کیا رسوا ہوا

گہ حرم مین اور گاہے دیر مین دیکھا اوسے
طور ہر جائی پنے کا اوسپہ کیا زیبا ہوا

وصل سے عاشق نے پایا مرتبہ معشوق کا
قطرہ خود دریا ہوا جب واصل دریا ہوا

ختم ہین نیرنگیان تجھ پر کہ تیرے حسن سے
اتنی ہیرنگی پہ کس کس رنگ کا جلوہ ہوا

ہاے پہونچا نہ گیا قید خودی سے اوس تک
اپنے ہی دام سے چھٹنا مجھے دشوار رہا

مجھ مین اور اوسمین ہی آئینہ وتمثال کا ربط
دور بیٹھے پہ بھی پاس اپنے وہ دلدار رہا

مجکو حسرت کے نکلنے نے نکالا گھر سے
ناتوانی سے سبک کیا یہ تن زار رہا

خفتہ بختی بھی عجب مایۂ آگاہی ہی
طالع غیر کے مانند مین بیدار رہا

منھ پہ کہدیتے ہین جو دل مین ہی آئینہ نمط
تم ہٹے اور نہ یان دل مین کچھ اے یار رہا

خشک جب پایا وہان مرہم دل نخچیر کا
آب کا قطرہ بنا پیکان تیرے تیر کا

خوف کیا آہن دلونکو آہ کی تاثیر کا
شمع کے شعلے سے منھ مڑتا نہین گلگیر کا

آگ ہی گویا کہ خون گرم اس نخچیر کا
سوکھتا ہی یا تنک آتے دم تری شمشیر کا

آتش دل کے سبب دست مصور مین بنا
کاغذ آتش زدہ صفحہ مری تصویر کا

مثل زر تیری کدورت سے مری رنگت ہی زرد
حکم رکھتا ہی ترے دل کا غبار اکسیر کا

تو تو کیا دیوار زندان بھی نہین رکھتی ہی کان
ہی گران کچھ اس طرح نالہ مری زنجیر کا

تیرہ بختی کا کھلا عقدہ نہ اوس سے مثل شب
ماہ نو ہی گو پیا ناخن مری تدبیر کا

لطف سوزش کو کہون یا درد کی لذت کو ہائے
دل کے ایک اک داغ پہ ہی زخم سو سو تیر کا

ہی فغان کو کیا زبان درکار وقت پیچ و تاب
بے زبان نکلے ہی منھ سے نالہ ہر زنجیر کا

اوسکی آنکھین خوبی جوہر پہ رہتی ہین مدام
ہی چرا گاہ غزالان سیزہ اوس شمشیر کا

عمر بھر چھوٹے نہ ہرگز کشمکش کے دام سے
ہم جسے سمجھے تھے ہستی دام تھا تزویر کا

ظالمون کے واسطے کج طینتی بھی حسن ہی
خوبی ترکیب مین داخل ہی خم شمشیر کا

رسائی غیر کی مشہور تجھ تک ہی ولے
مزا ہی دل مین ترے جب نہ تب غبار آیا

ہماری خاک مین اتنی کہان رسائی ہی
نہ جانین دل مین ترے کس طرح غبار آیا

مین اوسکی آنکھ مین کیا پاؤنگا جگہ صابر
مری نظر مین مرا جب نہ جسم زار آیا

چھپنے سے بڑھا شوق و گرنہ کبھی اتنا
ملنے کا ترے پہلے تو کچھ دھیان نہین تھا

کہتے ہین کہ ہی واہمہ خلاق یہ سچ ہی
جس جا پہ گیا وہم ہمارا تو وہین تھا

خفت سے مرا پلہ یہ اونچا تھا کہ مجھسے
نیچا کئی فرسنگ سر عرش برین تھا

وہی بت قاتل ہی جسکو عمر بھر پوجا کیے
ڈر ہی کیا منھ لیکے جاؤن داور محشر کے پاس

ہوتا ہی فیض اہل توکل کو غیب سے
ایک قطرہ بحر سے نہین لیتی کبھو صدف

اہل صفا کے ربط سے بڑھتی نہین ہی شان
پاتی نہین گہر سے کبھی آب و صدف

رخ کی اس گرمی پہ مژگان کی کجی ہی وہی ہی
آگ سے بھی تو نکلتے نہین اس تیر کے بل

تیرنگیون سے اپنی ہین رنگ کی نمود ین
باغ جہان مین گویا فصل بہار ہین ہم

گر کچھ وہ منھ لگاتا تو دیکھتے تماشا
اس قہر پہ تو جاتے وان بار بار ہین ہم

وحشت کے کام سارے اس ضعف نے چھوڑائے
بیٹھے ہین یون کہ گویا کردہ کار ہین ہم

اک برق سی چمکتی ہی رہ رہ کے سامنے
وہ برق وش قریب کہین میہمان نہو

کیونکر بچون مین دست اجل سے جو ضعف سے
پوشیدہ یون نظر سے تن ناتوان نہو

ای موت ابھی نہ آ کہ ہوس وہ نکال لے
پہلے تو اوسکو اپنی جفاؤن کا تھا نہ شوق

تھمتی نہین ہی خون کی دھار اس سے ایکدم
خنجر ترا مری مژہ خون چکان نہو

اس بن مین جانے دیتے ہین انسان کو آنکھ مین
یون طفل اشک چاہیے ہرگز جوان نہو

اوسکو کہان چھپاؤن کہ رخ کے فروغ سے
آوے خیال مین بھی تو ہرگز گمان نہو

مرتا ہون قبر مین بھی اسی خوف سے کہ ہاے
پوشیدہ زیر خاک کہین آسمان نہو

ایسا گدا نوعم نے گھلایا کہ مثل شمع — گر تن مین ڈھونڈھیے تو کہین استخوان نہو
یون ہاتھ سے جہان کے سخن مین پناہ کیا — اوسجا زمین تو ہو گی اگر آسمان نہو
آنکھو نپہ میرے چلکے وہ اغیار سے چھٹے — پا نوین سراغ کیا جو قدم کا نشان نہو
خوش طالعون کو قید تعلق نہین پسند — ورنہ ہما اور اوسکے لیے آشیان نہو
دیکھو تو ضد کہ مرتے ہی کرتے ہین مجکو دفن — تا ایک شب بھی مردہ مرا میہمان نہو
صابر گیا تھا کعبہ پر ابتک نہین پھرا — رستے مین لگ گیا کہین پیر مغان نہو
اول مزے ہی بخت کو جا کر کیا سیاہ — دود فغان چڑھا جو مرا آسمان پہ کچھ
مجکو بسان نقش قدم چھوڑ کر چلے — صابر نہ اعتماد رہا ہمرہان پہ کچھ
مجکو جگہ کہان ہو کہ آتا نہین نظر — دل مین ترے تو غیر سے خالی مکان مجھے
مجھسے ہی چاہتا ہی وہ ہر ہر ستم کی داد — سمجھا ہی اپنے ظلم کا اک قدردان مجھے
جاؤن کدھر مین بچکے کہ رکھتا ہی پائمال — ظالم ادھر تو اور اودھر آسمان مجھے
ظالم جفاکشی کی ہوس تو نکال لون — تجھسا ستم شعار ملیگا کہان مجھے
کہتا ہون اضطراب مین ایک ایک سے حال دل — رسوا کریگی خلق مین میری زبان مجھے
اتنا یہ بار نعم جو نکرتا گران مجھے — ساتھ اپنے چرخ تک لیے جاتا فغان مجھے
رسوائیون کے شوق نے ہرگز نہ مثل بو — غنچہ مین بھی دیا کبھی رہنے نہان مجھے
نقش قدم ملک نہین رکھتی رہ عدم — ملتا وگرنہ قافلۂ رفتگان مجھے
اس چرخ بیدماغ نے سوسن کی طرح سے — رکھا خموش دین بھی اگر دس زبان مجھے
اس اضطراب دل سے مین اٹھتا ہون چونک پو — حاصل ہوئی نہ مرکے بھی خواب گران مجھے
اتنا تو ناتوان ہون مین اسپر بدگمان کہ شوق — ساتھ اپنے کھینچ کھینچ کے لایا یہان مجھے
مرگ شب وصال کی خوبی ہی ورنہ یار — رکھتا نہ گھر مین تا بسحر میہمان مجھے
چھپتا پھرون ہون خلق کی نظرون سے پر فلک — کرتا ہی بوے گل کی طرح سے عیان مجھے
پیری مین جانتا ہی محمد ہر جوان مجھے — قد نے خمیدہ ہوکے بنایا کمان مجھے
چھپکے نہ پاتک آتے سراپا مین کیون سخن — دکھلائی دے نہ بیچ مین جب وہ میان مجھے
خواب عدم سے چین ملا مجکو بعد عمر — بیدار کر نہ دے کہین یہ نوحہ خوان مجھے
کیا ہم کلام ہون کہ خدا نے بنا دیا — اے یار بے دہان مجھے اور بے زبان مجھے

ہون مین بھی اپنے شیشۂ دل کی صفا سے تنگ — مشکل ہوا ہی راز کا رکھنا نہان مجھے
چھوڑا نہ تیرے تیر نے یان مرغ نام کو — بیجان دکھائی دیوے ہی زاغ کمان مجھے
مین بھی ہون اوسکی راہ مین گویا کہ نقش پا — پایا وہین ہی چھوڑ گئے تھے جہان مجھے
دل مین بھی دی جگہ تو کدورت کے ساتھ دی — رکھتے ہین خاک مین ہی ملاے بتان مجھے
ناخن غم نے کیا مثل نگین مجکو کہ ہی — سینہ کاوی سے مری نام تمھارا باقی
چلتے چلتے ہی گئی عمر ہین مثل نفس — اور رہا منزل مقصود کا رستا باقی
ہی ہجوم نگہ شوق ترے رخ پہ نقاب — بے حجابی مین بھی اب تک ہی وہ پردا باقی
تیغ کھینچے ہوئے ابرو ہی مرے سر پہ ولے — ہی فقط چشم سخن گو کا اشارا باقی
لاغری نے یہ کیا گم کہ جہان مین اپنا — نام ہی نام رہا صورت عنقا باقی
ہون وہ میکش کہ ہوا میرے ہی انگور مین صرف — تھا جو منصور کے خون کا کوئی قطرہ باقی
ہمنشین لطف شب وصل تو تھا ہی کہ مجھے — یہ گمان تھا کہ رہے کچھ نہ تمنا باقی
پر کہون کیا دم رخصت جو مزا تھا کہ مرے — دل مین ارمان ہی اوس لطف ادا کا باقی
رات بھر جاگنے سے نیند کا آنکھون مین خمار — اور کچھ کچھ اثر نشۂ صہبا باقی
بھینی بھینی سی وہ رنگت وہ پریشان ترکیب — لب پہ بدرنگ سا کچھ پان کا لاکھا باقی
آنکھ کے ڈورون مین کم کم سی وہ سرخی کی نمود — تھوڑا تھوڑا سا اک انداز سے سرمایا باقی
ایک اک گام پہ بل موے کمر مین سو سو — کانٹا شاق نزاکت سے وہ رستا باقی
اب نہ وہ شب کا مزا اور نہ وہ صبح کا لطف — رہگیا اک کف افسوس کا ملنا باقی
کچھ نہ پوچھو فرط حرمان کو کہ میرے حال سے — درد ہی سو داغ ہی حسرت ہی سو مایوس ہی
حال میرا تجھسے کہدیتا ہی اے عالم فریب — جو مرا ہمراز ہی گویا ترا جاسوس ہی
ہون وہ لاغر کہ لوٹاتی ہی صبا کو سون تک — بوے گل جان کے ہر جانب گلزار مجھے
دیر مین آکے ہوے اور ہی جلوہ سے دوچار — رہ گئی رہ جو ضلالت سے پڑا کار مجھے
مجکو سامان کے نہ ملنے سے ہوئی افزائش — کیا بنایا تھا تمنائے خریدار مجھے

صاحب تخلص شیر زمان خان نبیرۂ یکتاے روزگار وحید شہر و دیار حافظ عبدالرحمن خان احسان تخلص غفرالله له جناب مرحوم کی اوقات حیات مین اصلاح شعر اوسی جناب تقدس مآب سے لیتا رہا جب اوس نفس مقدس نے سفر ملک آخرت اختیار اور

مستفیدان اعتقاد منش کو اپنی مفارقت ناگزیر کے اندوہ والم سے ہمکنار کیا شیخ ابراہیم ذوق مرحوم سے استفادہ سخن کیا مرد خوش اخلاق و نیک نہاد ہی یہ دو تین شعر اوسکے نتایج افکار سے ہین

مشرمندہ ہی ناکامی فرہاد سے اتنا	ہرگز کبھی تیشہ کا سر اوپر نہین ہوتا
کس کس کو مین بتاؤن کہ بار غم فراق	دل پر نہین جگر پہ نہین جان پر نہین
ذرا انکھون مین رکھنا اسکو صاحب	کہین یہ طفل اشک ابتر نہووے

صادق تخلص محمد عزیز الدین ولد مولوی اساس الدین نبیرۂ زبدۂ کملاے دہر حافظ ابو الموید خان مرحوم تغمد اللہ بغفرانہ برادر حقیقی محمد سعید الدین سعید تخلص ہر چند وطن اصلی اوسکا بدایون ہی لیکن عرصہ دراز ہوا کہ انقلاب روزگار نے زمین فیض آگین شاہجہان آباد حرسہا اللہ عن الشر والفساد پر برات روزی مقرر کرکے اس گلزمین کو وطن بنا دیا سنین عمر اوس گزیدۂ اطوار کے تیس اور اوصاف حمیدہ ہزار در ہزار ہین سابق مناسبت نام سے عزیز تخلص تھا اسیواسطے بعض غزل کا مقطع اس تخلص کے زیور سے بھی متقطع ہی استفادہ اس فن کا مرزا اسد اللہ خان غالب سے کیا ہی یہ چند شعر اوسکے نتایج افکار سے ہین۔

اس تنگنای دہر مین ہم جسکو ای عزیز	دلدار سمجھے تھے وہ دل آزار ہوگیا
رہی تا بعد مردن بھی علامت جذب کی باقی	بنا ناسنگ مقناطیس سے صادق کے مدفن کو
ہم دم ذبح تجھے بھر کے نظر دیکھ تو لین	کاش کے تیز ترا خنجر خونخوار نہو
لیگئی دل اک نگہ مین اوسکی چشم نیمخواب	مست ہم سمجھے تھے اوسکو پر بہت ہشیار ہی
ایک نگاہ ناز سے ہی کام یان اپنا تمام	قتل کرنے کو مرے کیا تیر و پیکان چاہیے

صادق تخلص تھوریگ وطن آبا و اجداد اس نیک نہاد کا شمس آباد ہی کہ ایک معمورہ ہی قریب فرخ آباد کے مسکن و موطن افاغنہ اور مولد اوسکا شاہجہان آباد سنا گیا کہ زمرۂ سواران بادشاہی مین منسلک ہی شعر ریختہ کہتا ہی یہ ایک شعر اوسکی غزل سے منتخب ہوا

آوارگان عشق کو مانند گرد باد	اک جا قرار ہو تو کوئی جستجو کرے

صادق تخلص شیخ محمد صادق قریشی سنین عمر چالیس سے متجاوز اور میر نظام الدین ممنون سے فن سخن مین تلمذ رکھتے ہین سات مہینے کے عرصہ سے مفقود الخبر ہی یہ دو شعر اوسکے یاد تھے ہو

یوسف کو خاک کیجیے بلجا نیاز کا — اوسمین نہ یہ جفا نہ یہ انداز ناز کا
فی جنگ ہی کا طور نہ کچھ صلح کی ہی ڈھنگ — ساماں نہ سوز کا ہمین حاصل نہ ساز کا

صالح تخلص مرزا مصلح الدین فرزند ارجمند مرزا حسین بخش حضرت ظل سبحانی کا نواسہ اور مرزا فتح الملک بہادر ولی عہد خلیفہ دوران کا ہمشیرہ زادہ ہی کتب فارسی کی سوا درد شن اور خاطر کو شگفتگی سے رشک گلشن رکھتا ہی ریختہ گوئی مین مرزا پیارے رفعت تخلص سے تلمذ ہی یہ چند شعر اوس خوش فکر کے تحریر ہوتے ہین

نکلتی جان تو کیو نکر نکلتی — کہ دم تو یار مین اٹکا ہوا تھا
وہ لوگ کون تھے کہ جو برسون ستم سہے — اپنا تو دو ہی دن مین عجب حال ہو گیا
ہم خاک ہوے تو بھی رکھی چھیڑ صبا نے — نکلی نہ کسی طرح سے آرام کی صورت
دل اوس سے پھیر تو لیتا مین ناصح مشفق — یہ کیا کرون کہ نہین ہی اپنے بس کی بات
مانا یو ہین ہی آپ نے مجھسے جو کچھ کہا — لیکن زبان خلق کی تدبیر کیا کرون
ہمکو تو دل لگی مین اوٹھین ہین حلاوتین — سو دل خدا جو دیوے تو سو جا لگایئے
زندگی کی نہین صورت نظر آتی اب کی — درد دل مین یہ اوٹھا ہی کہ خدا خیر کرے

صبر تخلص اجودھیا پرشاد قوم کالیستھ ساکن شاہجہان آباد جوان خوش مزاج حلیم طبع نیک نہاد اوایل مین منشی بسنت سنگھ نشاط اور بعد اوسکے شاہ نصیر مرحوم سے اصلاح لیتا تھا پھر ایک مدت کے بعد مومن خان مرحوم سے اعتقاد بہم پہونچا کر غزل اونکی نظر سے گذرانے لگا یہ چند شعر اوسکے انتخاب ہوے ہ

نہین گمان کہ وہ آئے ہمارے قابو مین — اونھین یقین کہ مرے ہاتھ اک شکار آیا
خزان کے روز تو رو رو کے باغ مین کاٹے — پھنسے قفس مین جواب موسم بہار آیا
دل لگانے کو بتاتا ہی تو مشکل ناصح — ترے نزدیک چھڑانا مگر آسان ہوگا
کس بھروسے پہ کرین ترک صنم واعظ تبا — نام ہی سنتے ہین منھ دیکھا ہی کس نے ہو کا
زیست کم حسرت بہت کس کس کا شکوہ کیجیے — طالع خوابیدہ کا یا دیدۂ بیدار کا
صبر کب دیتے تھے ہم اوس کا کن یہ جان کو دل — آپ سے مانگا تو پھر موقع نہ تھا انکار کا
نا بہ تجھے خبر ہی نہین یہ بتان دہر — ملتے ہین اوس سے جس پہ خدا کا کرم ہوا
سیر دیکھی نہ تڑپنے کی مرے — مرگ آسان نے پشیمان کیا

خط لیتو چلا ہی تو مگر دے اوسے جبدم | رکھ لیجو مرے نام پہ اوس نامہ بر انگشت
لیگیا خط کی جگہ راکھ کی چٹکی قاصد | مشتعل تھا جو مرے گرم سخن کا کاغذ
مانگا جو جواب اوس سے تو خط کے مرے پرزے | قاصد کو دیے ناز سے دو چار اوٹھا کر
کوئی وحشی نہ پھٹکتا تھا یہان قیس کے بعد | ہمنے آباد کیا پھر کے یہ ہامون آکر
گم ہوے ایسے کہ اک حرف نہ آیا لب پر | رہگیا دل مین دہن کا ترے مضمون آکر
دو جہان موتے ہین ایک ایک قدم پر پامال | کوئی آفت ہی ہمارے ستم ایجاد کی چال
بدنامیان ہین باعث نام آوری یہان | ہم جانتے تھے عشق مین کچھ عزوشان نہین

صبور تخلص شیخ معین الدین ابن شیخ محب اللہ وطن اصلی اسکا ایک موضع ہی مواضع نوح نارنول سے لیکن اب چند مدت سے قبائل وعشایر کے ساتھ مقیم شاہجہان آباد ہی گاہ گاہ فرنگیان پلٹن کی تعلیم کی تقریب سے اطراف ہندوستان کا سفر اختیار کرکے وجہ معاش کی تحصیل مین سرگرم رہتا ہی مرد سنجیدہ اور موزون طبع ہی یہ شعر اوسکا اوسی کی زبان سے سنا گیا

صبور

در پیچ وخم کوچہ گیسوے تو بردل | از کشمکش شانہ چگویم کہ چہا رفت

صدر تخلص محمد صدر الدین علوی نسب سولہ شترہ برس کے سن مین وارد دہلی ہوکر چندے تحصیل ہنر مین ساعی ہوا اب ہم صحبتان لاابالی کی ہمنشینی سے شوق شناوری اور ہوس شکار اوسکے مزاج پر غالب ہی گاہ گاہ شعر بھی موزون کرتا ہی یہ شعر اوسکا سنا گیا

صدر

کرتا نہین ہی تو جو ادھر منھ تو زلف نے | کیا جانیے کہ کان مین کیا کہدیا ترے

صدق تخلص شیخ محمد اشارت علی خلف شیخ نوازش علی بنیرہ نواب ابو محمد خان کمبوہ ساکن قدیم بیرٹھ مرد نیک نہاد خوش اخلاق اور شیوہ مہر ووفا مین شہرہ آفاق ہی فن شاعری سے مناسبت طبیعی اور تاریخ گوئی مین مہارت تام ہی یہ چند شعر اوسکے انتخاب ہوکر مرقوم ہوے

صدق

ای صدق ضعف سے مری آواز بند ہی | اوس بدگمان کو وہم کہ مغرور ہوگیا
فکر مضمون سے چھٹا صدق تو ہی فکر معاش | سر پہ رہتا ہی ہمیشہ مرے بار ایک ایک
فروغ اپنی جسے منظور ہو آفت مین رہتا ہی | کہ اک آتش لگی رہتی ہی دایم شمع کے سر مین

یہانتک شمع رویون کو مری قربت سے نفرت ہی — کہ گل ہووے چراغ و شمع گر آوے مرے گھر مین
اگر اسباب عشرت بھی میسّر ہو تو جاتا ہون — کہ مرا کاک آگ ہوجاتی ہی آکر میرے ساغر مین
مین کہان وہ کہان کہان — جلسے — چشم بد لگ گئی مقدر کو

صغیر بتخلص زبدۂ جوانان متین میان نجم الدین خلف ہر گروہ شعرائے نامور شاہ نصیر علیہ الرحمۃ ترمی جیا گوہر شاداب کی موج سے برتر اور گرانی علم گوہر نایاب کی قیمت سے ہمسر اخلاق حمیدہ کو اوسکے ضمیر صافی سے ارتباط اور اوضاع پسندیدہ کو اوسکی طبع کریم سے اختلاط کلام کی شیرینی سے اعتراض کا لب بند اور مضامین کی غرابت سے ہر بیت دل پسند خلق و مروت مین یگانہ اور لطف و کرم مین یکتائے زمانہ سلامت روی کے اقتضا سے گوشہ گزینی مین مجبور اور صفائی وقت کی طلب مین صحبت اہل روزگار سے نفور بالفعل دو تین شعر کے سوا کچھ اوسکی نتایج افکار سے دستیاب نہوا

گریہ ای پردہ نشین چپکے کیا کرتے ہین — غم دوری مین بھی ہم پاس و فا کرتے ہین
آہ صحبت ہوئی کیا شبنم و گل کی باہم — جتنا روتا ہون وہ اوتنا ہی ہنسا کرتے ہین
صغیر دیکھو تو دریا پہ بھی نصیب ہی شرط — پیاس سے لب ساحل کے تڑپا کرتے ہین

صفا تخلص مرزا سعید الدین عرف مرزا ننھے کہین برادر مرزا رحیم الدین حیا صاحب ذہین سلیم اور طبع حلیم و قائق سخن کو اپنے برادر بزرگ سے کسب کیا کرتے ہین ابتدا مین ردا تخلص نقاب صاف طینتی سے صفا مقرر کیا جیسا باعتبار سن کے جوان ہی باعتبار شوخی طبع اور برجستگی مضامین کے بھی جوان ہی فکر کی رسائی اور طرز سخن کی دل کشائی احاطہ بیان مین نہین آسکتی یہ چند شعر اوس نیکو نہاد کے مرقوم ہوے

پوچھتے ہین کہ کہان رہتے ہو اور جانتے ہین — کہ بجز دشت ٹھکانا نہین دیوانون کا
روز کے ظلم و ستم انصاف کر — چرخ اتنا دم کہان انسان مین
گھر مین بیٹھے ہین اور اتنا نہین کہتے منھ سے — کون ٹکرائے ہی دیوار سے سر دیکھو تو
کیے پھرتی ہی در بدر مجکو — یاد اوس کا کمل پریشان کی
ای صفا او سکو تو فنیمت جان — جو گھڑی کٹ گئی مصیبت کی
مانا کہ وہ بیرنج ہی اور راحت جان ہی — کچھ ہو یہ صفا جی کا لگانا ہی زیان ہی

صفا تخلص پیرن شاہ ولد زبدۂ مشایخ خدا آگاہ رتن شاہ مرحوم حلم و حیا سے آراستہ

اور خلق و مروت سے پیراستہ فن سخن مین شیخ ابراہیم ذوق کے شاگردان باستعداد اور راقم کے دوستان صادق الوداد سے ہی یہ چند شعر اوس حق پژوہ کے مرقوم ہوے

رونے ہم کلبۂ احزان مین جو تنہا ہوکر — بہگیا چشم سے دل خون کا دریا ہوکر
ہمکو یہ ڈر ہی کہ پھر طوفان کہین برپا نہو — ڈھنگ تیرے آج کچھ اور ہی زیدۂ ترا در ہین
مین نے بوسہ طلب کیا تو کہا — یہ خرابی ہی منھ لگانے مین
چپ رہیے خدا کے لیے اے حضرت ناصح — اسوقت خدا جانے مرا دھیان کہان ہی
جی مین ہی سو رہین کچھ کھا کے کسی روز صفا — تنگ ہم آئے ہین ہر روز کے غم کھانے سے

صفدر

صفدر تخلص صفدر بیگ ولد حیدر بیگ ساکن قدیم کرنال کتخدائی کی تقریب سے چند سال ہوے کہ خاک پاک شاہجہان آباد مین مقیم اور مشق سخن مین گرم ہی باوصف نومشقی کے استعداد کا رنگ اوسکے کلام سے جھلکتا ہی یہ شعر اوسکی زبان سے مسموع ہوے

مین اگر دل کھولکر روتا تو کیا ہوتا کہو — ایک آنسو آنکھ سے ٹپکا تھا سو دریا ہوا
کیون لگی ہی دیر یارب اب تلک آیا نہین — حال قاصد کا مرے کیا جانیے وان کیا ہوا
پلاتے مے نہ عدو کو نہ مجکو رشک آتا — جگر نہ سینے مین جلتا نہ دل پیان ہوتا
یہ دل کی آگ دکھا ئیگی رنگ کیا صفدر — کہ میرے سینے کے باہر نہین دھوان ہوتا
بوسہ مانگا تو وہ کہنے لگے صفدر افسوس — اب تلک تم مری عادت سے خبردار نہین
پیتے کسیکو دیکھین ہین جب ہم شراب کو — پیری مین یاد کرتے ہین عہد شباب کو
آرام تھا گلی مین تری نقش پا کی طرح — ظالم اوٹھا کے کیون مری خاک خراب کی
اس طرح سمجھا مجھے ناصح کہ دل سمجھے مرا — پند کرنا اور ہی اور سر پھرانا اور ہی
دل نکیجو تو حسرتین برباد — عمر بھر کی مری کمائی ہی

صفدری

صفدری تخلص میر صادق علی کہین برادر حقیقی میر نظام الدین ممنون جوان وجیہ خوش رو خلیق بردبار تیز طبع خوش فکر ایسا جوان یوسف طلعت اگر آسمان سوگردش کرے عرصۂ وجود پر خرامان نہین کرسکتا افسوس کہ اس تنگ چشم کم حوصلہ نے نچاہا کہ یک چند دیدۂ روزگار اوسکے جلوۂ رخسار سے نور یاب ہے بہت جلد اوسکے مرقع جمال کو درہم

اور اوس عالم تصویر کو صفحۂ ہستی سے محو کر دیا اسکا قصہ عالم مین مشہور ہی مختصر آیہ ہی کہ اوسکے گھر کے قریب ایک نشست گاہ تھی احباب ایک وقت معین پر وہان فراہم ہوکر سخنان دلپذیر سے باہم ضیافت طبع کرتے تھے ایک روز سرشام ایک جوان جہالت سرشت چندر بھان نام قوم پنڈت بھی حاضر وقت تھا ایک مرسہل پر قصہ بڑھ گیا اور اوس ظالم بیداد کیش نے اس نوجوان گرم وسرد روزگار رندیدہ کے جسم نازک کو لباس خون سے مزین اور زیور زخم سے آراستہ کر دیا اور کمبخت یہ نہ سمجھا کہ چشم کوکب اگر تا ابد انتظار رہین وا رہیگی پھر ایسا جمال آشنائے نظر نہوگا جب تک دوست وآشنا خبردار ہون یہ سید عالی نسب حدیقۂ جنان ہین خرامان ہوکر اپنے جد والا مقام کے سایہ الطاف مین آسودہ ہوگیا اور وہ یزید کردار گرفتار ہوکر بعد اثبات خون کے مطلوق اور مسلسل گوشۂ زندان مین محبوس ابدی ہوا یہ قتل خون سیاوش سے بھی زیادہ چندے اہل روزگار کے واسطے سرمایۂ عبرت رہا ہر چند اس سانحہ کو عرصۂ دراز ہوا لیکن داغ اوسکا سینہ بے کینہ پر ہنوز تازہ ہی یہ چند شعر اوسکے بطریق یادگار لکھے جاتے ہین

نہین معلوم پڑا پاے حنائی کس کا
پیچھا ہوتا ہی حنا کی سی گل قالین پر

ہاتھ مت رکھ دل پر آتش وبے تسکین پر
نہ پھپھولے کہین پڑ جائین کف سیمین پر

شاید نسیم مصر کا آتا ہی قافلہ
خوشبو کی اک لپٹ سی ہی بیت الحزن کے پاس

نہین معلوم دل مین صفدری کے درد کیسا ہی
کہ ہر دم ہاتھ سینے پر وہ بیتابانہ رکھتے ہین

صفدری سینہ مین دل کوئی ملے گا اے ہی آج
منع مت کر متصل کرتا اگر فریاد ہون

صفدری قد کو کہین اوسکے کہا تھا کل سرو
سیدھی اوس شوخ نے کیا کیا نہ سنائین مجکو

آنکھ اپنی یہ کسکے دُر دندان پہ پڑی ہی
جو اشک مسلسل ہی سو موتی کی لڑی ہی

ہی شکایت یہی کہ غیرون نے
آشکایت ہماری آپ سے کی ہی

صفوت

صفوت میر صفوت علی ساکن قدیم لہاری کہ مدت دراز حضرت اجمیر مین معتکف ہوکر روح مطہر پیشواے سلسلہ چشت خواجہ معین الدین رحمۃ اللہ علیہ سے فیض یاب ہوے اوراب سات مہینے کے عرصے سے وزیر آباد کی چھاؤنی کے قریب ایک موضع غیر مشہور مین سکونت رکھتے ہین کتب حدیث کو علماے مکہ سے پڑھا اشعار متصوفانہ زبان فیض ترجمان سے سامع افروز اور طالبان حقیقت کے دل سے ظلمت سوز ہوتے ہین یہ دو شعر ایک مزید

باخلاص کی زبان سے مسموع ہوے

ای از ہمہ بروں و ہم آغوش با ہمہ — گشتی زما جدا و نہ گشتی جدا ہنوز
چون مرز شیشہ حسن تو بیرون دہد فروغ — در پردہ و با نگمے آشنا ہنوز

صفیر تخلص زبدۂ خاندان اہلیت اسوۂ دودمان مروت یگانۂ دوران میان جان جامۂ خلق و حلم اس نیک طینت کی قامت پر راست اور ودیعت سعادت و اہلیت اوسکی گنجینۂ طبیعت مین بے کم و کاست موزونی کے ساتھ مناسبت تمام اور سخن کا مذاق مالا کلام مشورہ اس فن کا اکثر مومن خان مرحوم سے رہا یہ چند شعر اوسکی نتائج طبع سے مرقوم ہوتے ہین

کیا خبر تھی کہ اوسی گھر پہ پڑیگا جا کر — بد دعا کرتے نہ گھر غیر کا ویران ہوتا
لب شیرین کے جو بوسہ سے نہوتے لب بند — ہمسے ہرگز بھی ترا راز نہ پنہان ہوتا
جو دل مین یار کے بیٹھا ہی ایک مدت سے — عجب ہی لطف جو ہووے وہی غبار اپنا
نہ تم سے ترک جفا اور نہ ہمسے ترک وفا — نہ اختیار تمھارا نہ اختیار اپنا
کہتے ہو جان جائے تری اور تمھین ہو جان — ہی ہی خدا نخواستہ یہ تمنے کیا کہا
چڑھتے ہین ہزارون گل تربت پہ صفیر اپنی — مرنا مرا بلبل کی قسمت مین لکھا ہوتا
ای رشک گل صفیر کو کیا جانے کیا ہوا — تیری گلی مین آج صدائے حزین نہین
ہو اہو سہو تو پھر خوب یاد کر لیجے — کہ رہ نجاتے کوئی جور امتحان کے لیے
کچھ ایسا مضطرب ہی نالۂ شوق — گرہ کھلتی نہین بند قبا کی

صفیر تخلص میر امداد علی اوسکا حال کچھ اور معلوم نہین ہوا یہ دو شعر اوسکے سننے گئے سو مرقوم ہوے

وہان تو عیش مین سرمست خواب ناز ہو تم — تڑپ تڑپ کے گذرتی ہی یان ہماری رات
صفیر میری شب ہجر ہی مہیب ایسی — کہ چاندنی نہین آتی ہی گھر مین ہماری رات

صفی تخلص محمد صفی اللہ ساکن شاہجہان آباد پچپن چھبیس برس کی عمر ہی اور صرف و نحو کی تحصیل مین مصروف لیکن گاہ گاہ اشعار ریختہ کا بھی فکر کرتا ہی اول لغات مشکلہ و غیر مانوس سے زمین سخن کو سنگ لاخ سے صعب گذار تر کر دیتا تھا لیکن اب سخن سنجان صفا گو کا کلام دیکھکر اوس طرز کو ترک کیا چند روز سے اوسکے اشعار مین کچھ صفائی بہم پہونچی جاتی

اس مناسبت کے ساتھ اگر کسی سے مشورہ بھی کرے اور جہل طالب علمانہ سے نجات پاکر اس راہ مین چلنے کو سہل نہ سمجھے تو یقین ہی کہ کچھ راہ پر آجاوے یہ ایک شعر اوسکا قابل تذکرہ معلوم ہوا

اللہ ہر اک دل کے ہی احوال سے آگاہ	گر نالہ فلک رس نہین اپنا تو نہو ہے

صلاح

صلاح تخلص محمد صلاح کشمیری الاصل اگر شاہجہان آباد مین اقامت گزین ہو غالبًا اوسکی استعداد علمی اور درستی خط سے اہل شہر کو فائدہ عظیم پہونچے یہ دو تین شعر اوسکے اوسیکی زبان سے مسموع ہوے

نفس کز سوز دل خیزد زند آتش جہانے را	مبادا بر سر حرف آوری آتش زبانے را
تو ئی کز گرمی رخسار گلشن رنگ مے بازی	کجا دانی چسان میسوزد آتش تفتہ جانے را
جہانے نیم بسمل مے طپد اے از خدا غافل	مکن آزردہ ہر دم بہر مشق ظلم جانے را

صمیم

صمیم تخلص مرد آزادہ مزاج لاابالی وضع تلسی داس محبت ارباب دنیا سے نفور اور ملازمت فقرا صافی نہاد سے مسرور لب ہندی مین ماہر اور مجربات بیدک کے وسیلہ سے اکثر امراض مزمنہ کے ازالہ پر قادر ہی خصوصًا کشتہ ہاے فلزات کے استعمال مین مہارت تمام اور علاج جذام اور وجع مفاصل و خیرہا کی تدبیر مین قدرت مالا کلام رکھتا ہی زبان فارسی سے بقدر ضرورت آگاہ اور کتب ہنود علی الخصوص فن موسیقی کی پوتھیون سے صاحب انتباہ ستار بجانے مین ہوش سر سے اور جان تن سے نکال لیتا ہی مین نے اوسکے نغمۂ دلنواز کو اپنے کان سے سُنا اور اوس کیفیت سے حظ دلخواہ اوٹھایا گاہ گاہ ریختہ کی طرف بھی التفات کرتا ہی دو تین شعر اوسکے اوسیکی زبان سے سُنے تھے یہ شعر یاد رہگیا

بھولی بھولی تری صورت سے پڑے دیکھو میز	تو تو عیاروں کا عیار ستمگر نکلا

صولت

صولت تخلص قاسم علیخان خلف کاظم علیخان متخلص بحیران ابن نور خان رستم دستان متخلص بہ آگاہ ابن قائم خان مزاری سکنائے بنارس اور روشناس مردم معتبر ہی یہ چند شعر اوسکی نتایج فکر سے ہین

قربت مین آنکھین بعد فنا بھی کھلی رہین	تھا زیست مین مزاج مجھے انتظار کا
ملتے ہو رقیبون سے مرے گھر نہین کرتے	اللہ تمھین اتنی بھی فرصت نہین ملتی
کیونکر کرے نظارۂ گل گنج قفس مین	صیاد سے بلبل کو اجازت نہین ملتی

ہر شغل غزلخوانی بہت خوب پہ صولت | دنیا کے ہین رنج سے فرصت نہین ملتی

صہبائی تخلص جناب فیض انتساب حضرت اوستادی استاد الانامی قدوۂ کملاے روزگار اسوۂ افاضل شہر و دیار ماہر فنون عجیبہ واقف علوم غریبہ مخدومی مولائی مولوی امام بخش سلمہ اللہ تعالے وطن اباے اس جناب مستطاب کا شہر کرامت بہر تھا نیسر ضاعفہ اللہ عن الشر اور مولد گلزمین لطافت آئین حضرت شاہجہان آباد حفظہا اللہ عن الفساد ہر سلسلہ انکے نسب کا سلالہ الاماجد والد ماجد مرحوم مغفور کی طرف سے توفاروق حق و باطل عمر فاروق ابن خطاب علیہ الرضوان اللہ الوہاب تک اور زبدۂ مستورات سراپردۂ عصمت و عفت حضرت والدہ شریفہ غفر اللہ لہا کی جانب سے قدوۂ واصلان درگاہ رہنماے سالکان عرفان دستگاہ محبوب سبحانی سید عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ تک پہونچتا ہے حضرت کے اباے کرام و اجداد عظام سے اکثر ایسے ہین کہ اونکا قامت احوال یا لباس سربلندی ظاہری سے آراستہ تھا یا زیور کمالات باطنی سے پیراستہ زبان قلم اگر اس حضرت کی بزرگی و عظمت سے ایک حرف کہے کاغذ بقدر کتاب مہیا کرے اور اگر انکی بہار خلق کی مدح کو لکھیے ورق برگ گل سے پیدا کرے بساط ہستی پر اس جامعیت کے ساتھ کم کسی نے قدم رکھا ہے سخن اس مجمع فضائل کی قدرشناسی پر کیونکر ناز نکرے کہ نکات و معنی و حقائق بیان و محسنات بدیعی و تحقیق لغات و تفتیش مصطلحات و تجسس اوزان عروضی و تفحص احوال قوافی جس تفصیل سے یہان محقق ہین دعویداران کمال سے کسکے خزانۂ طبع مین مشاہدہ ہوے ہین صناعت عروض مین تلاش اوزان کی ایسی داد دی ہے کہ خلیل ابن احمد دیار عرب مین اور مولانا یوسف گلزمین عجم مین اگر اب موجود ہوتے تو تحقیق حقائق و تدقیق قوافی کے ارادے سے سفر ہند پر کمر باندھتے تحقیق دوائر مین ایک رسالہ عجیب و عجالۂ غریب تالیف کیا ہے کہ نکات باریک جو کملاے فن کے واسطے مذاق اقدام اور مذاق اقلام شمار مین آتے ہین اوسمین اس بسط و تفصیل سے مرتسم ہین کہ اونکا مطالعہ باریک بینان دشوار فہم کی نظر مین طرفہ افادہ ہے لیکن افسوس کہ کم فرصتی اسقدر مہلت نہین دیتی کہ تبییض تک نوبت پہونچے اور علم قوافی مین ایک رسالہ موسوم بکافی اس زبدۂ ارباب تمیز نے عبارت وجیز مین ترقیم کیا ہے ہر چند ایک ورق عبارت سے بیش نہین لیکن تفصیل معانی سے ایک کتاب سے زائد تصور کیا جاتا ہے اور اوس مجمل کی شرح مین ایک اور رسالہ تحریر فرمایا ہے مسمے بوافی کہ

مسائل دقیقہ کمال تفصیل سے صورت پذیر ہوئی ہر ماہران فن انصاف کرینگے کہ مطالب متہمہ کی توضیح علے الخصوص اوصاف والقاب کا بیان اور تجرید یعنی اون اوصاف سے قافیہ کے خالی ہونے کی حقیقت مین اختلاف مذاہب کی تفصیل کس طرز جدید اور انداز تازہ کے ساتھ جلوہ گر ہے دشوار پسندان باریک بین نے اس نسخہ کو دیکھکر صاف دلیتی کی داد دی اور کمال منصفی سے زبان پر لاتے کہ ہم رسائل مشہورہ مین تحصیل کے وقت ان مسائل باریک سے کچھ اپنی ناواقفی اور کچھ ادیب کے لیے اعتباری سے ایسے غافل گذر گئے تھے کہ راہ پر نشیب و فراز مین گویا کچھ نشیب و فراز ہی نہ تھا ازبسکہ طلب پیشگان علم پر انواع تفضل اور اصناف ترحم مبذول ہین اکثر کتب درسیہ فارسی پر شروع مبسوط مرقوم کی ہین کہ حل دقائق متن کے سوا اور مطالب دقیق اور مسائل غامضہ پر مشتمل ہین اور جو کہ یہ فوائد جلیلہ نعماے لاریب اور فوائد غریبہ مواہب غیب سے تھے ارباب کمال غنیمت کبرے سمجھ کر ہر طرف سے دوڑ پڑے اور مثل خوان نعما کے ہاتھون ہاتھ لیگئے سواد ہندوستان مین کوئی قطعہ نہین کہ یہ نسخہ دل کی طرح ہر ایک کے بر مین نہو ایک بار یہ بیت ملا کو کبی معانی کی حضرت کی نظر سے گذری بیت

کشت امید حاصل ازان ماہ پر عتاب	تیمے ز آب سرکش و نیمے نیافت آب

اس بیت سے سینتیس نام استخراج پاتے ہین اور سب اصول قواعد معما سواے تصحیف جعلی اور اسلوب رقمی کے زعم مصنف کے موافق اوس ایک بیت مین جاری ہوتے ہین مبدا فیاض کی اعانت سے اس صاحب دستگاہ تو نگر دل کو ایسا ایک خزانہ غیر متناہی بہم پہونچا کہ اگر گنج شایگان اسکے عوض مین دیوین تو گوہر بے بہا کو رایگان کھوین یعنی ایسی ایک بیت خلوت فکر سے جلوہ گر ہوئی کہ ہزار گنج شایگان اور صدہا گنج باد آورد اوسکے گوشہ مین دو بیت ہین وہ بیت بھی نظر احباب مین گذرانتا ہون تاکہ معلوم ہو کہ فیض بے دریغ اسیکو کہتے ہین اور بخشش بے ضنت اسیکا نام ہے بیت

چو آن مہ روے خود از پردہ بنمود	دل از ما برد و آخر کرد نابود

اصول شانزدہ گانہ تو بالاستیعاب اوس شبستان مین بزم آرا ہین ان اعمال کے فروع سے بھی اسقدر اوس منظر سے جلوہ گر ہین کہ تجلی کی طرح اون شاہدان قدسی کی نقاب کشائی تکرار نہین رکھتے معہذا سائر [illegible] تین سو نام اوس سے مستخرج ہوتے ہین اور اسکی شرح مین

ایک کتاب مرتب فرمائی گنجینۂ رموز نام کہ اطراف دیار مین برات روزی کی طرح سے ہر وقت حیات کے ہاتھ مین ہو اور اس کتاب کی تالیف کے بعد خواصی فکر نے صدف تنگ حوصلہ اور کیسۂ تنگ ظرف یعنی بیت کو کبھی سے ڈیڑھ سو گوہر بے بہا حاصل اور جمیع اصول اور بیشتر فروع اعمال معما سے اوس مین جاری کئے اور عجب یہ ہو کہ جناب مستطاب کی رسائی فکر سے وہ دونون عمل کہ مصنف کا دست فکر اونکے دامن احوال تک نہ پہونچا تھا اس خوبی سے اوسمین جاری ہوے کہ زبان سوسن باوصف کم سخنی کے صدائے تحسین کو ضبط نکر سکے اسکی شرح مین بھی ایک رسالہ علیحدہ مرتب ہوا مخزن اسرار نام اہل انصاف فرماوین کہ عہد آدم سے اس دم تک مالکیت اس فن کی سوائے اس صاحب فضل وافضال کے کس خداوند کمال کو حاصل ہوئی ہو صحیح تو یہ ہو کہ فاتوا بسورۃ من مثلہ اسی طرح کے کلام کا وصف حال ہو سبحان اللہ کیا جوہر قدسی ہو کہ اگر زبان ہزار رسا جنبش کرے اوسکے اوصاف کمال کا ایک حرف بیان نکر سکے اور اگر نفس سو قرن سخن سرا ہو اوس کتاب کا ایک نکتہ عیان نکر سکے نثر کا رتبہ نثر سے بہتر اور نظم کا مرتبہ نثر یا سے برتر ریزہ جواہر کہ ایک نیشتر متین اور انشاے دل نشین ہو حضرت ظل سبحانی خلیفۂ ربانی سراج الدین بہادر شاہ خلد اللہ ملکہ و سلطانہ کی ستایش مین کمال شہرت سے محتاج ثنا نہین ہو وہ نثر دلکشا اور وہ انشاے جانفزا ایسی مقبول ہو کہ مثل دعاے سلطانی شام و سحر اہل عالم کے ورد زبان اور مانند ثناے بادشاہی کے شب و روز ارباب روزگار کا وظیفہ لب و دہان ہو اور انواع کلام اور اصناف سخن کی کثرت کا تو کیا بیان کیجے کہ صندوق سینۂ افلاک مین گنجایش پذیر نہین اس تذکرہ مین چند ابیات غزل اور کچھ اشعار قصیدہ اور بعضے نظم معما یتمنا مرقوم کرتا ہون تاکہ ارباب فہم و فراست پر واضح ہو جاوے کہ اسکے سوا جو سخن کہا بکم کے اشارات بلکہ حیوانات عجم کے اصوات کے قبیل سے ہو

یارب آن کن بجنون دل دیوانۂ ما
کہ شود بال پرے نالۂ مستانۂ ما

منکر کفر مشو گر سر ایمان داری
کعبہ یک پارہ سنگ ہست ز بتخانۂ ما

چون شرر حاصل ما در گرو دست فناست
برق بارایشہ کند سر بہ براندانۂ ما

حسن بر آئینہ وقف ہست و نگہ واقف نیست
ہمہ بر خویش بود جلوۂ جانانۂ ما

وای گر ناز عنانش بہ تغافل ندہد
ہست نشتر بکف شوخی افسانۂ ما

جلوه برخود غلط و عشق نظر باز عیور — شمع داغ ست ز خود داری پروانه ما
طرفه کان بت برخ کعبه روان هم خندد — دست در گردن غیر ست ز جانانهٔ ما
عقل مے تازد و از سر یقین آگه نیست — نسخهٔ جهل بود مبحث فرزانهٔ ما
کن اشنای لب دوسه حرف عتاب را — از بهر ما دو آتشه ساز این شراب را
رنگ خم چو گل پر پرواز مے زند — دارم خزان رسیده بهار شباب را
دارد اثر ز چین جبین موج خنده ات — یک رنگ کرده ناز تو لطف عتاب را
امروز تا کرشمهٔ لطفش چه مے کند — رحمت فگنده ست لب و احساب را
چون شمع آرمیدن عمر ست اضطراب — دارد سبز رنگ بهارم شتاب را
لبریز حرف شکوه دلدار میروم — خواهم دراز مدت روز حساب را
صهبا بیا بوسعت رحمت نگاه کن — یک سو نبه شمار گناه و ثواب را
آرام ما ز طمع جهان شد زرد ما — خیز د خزان عالمے از رنگ زرد ما
مشق جنون نکرده بوادی قدم مزن — اے گرد باد پا دل صحرا نورد ما
صبحیم ضعف ما منگر و از اثر ترس — آتش نهفته زیر بغل آه سرد ما
نه هوائے کعبه در دل نه سر کنشت ما را — چو از و شدیم دیگر چه ز خوب و زشت ما را
بنظاره گاه محشر دل و دیده باز بخشند — نشدیم خاک و آخر نم او نهشت ما را
چنانکه باده در انگور و نیست باده بنام — بهر کجا که توئی نیست اعتبار مرا
قبول خاطر کونین را نے ارزم — ز بیکسی لحد آورد در کنار مرا
چو بے طلب ببر دوست میروم چه عجب — که عشق پیشرام و با طلب چه کار مرا
فلک کاشم یاران رفته صهبائی — سپرد داغ دل و چشم اشکبار مرا
شد دلم جلوه گه حسن تو و جانم سوخت — آتش از خانه من سر زد و سامانم سوخت
آتشے بود که جز کعبه بنا شد سنگش — برق آن کفر که در خرمن ایمانم سوخت
جلوه اش در شب و انگاه در ایمن نه حیا ست — برده از دیده و پنهان به بیابانم سوخت
بوسے پیراهن اگر چاره گر آید وقت ست — دل به بینائی غمدیده کنعانم سوخت
مرد ره قناعتم دل مزه خوشترک نخواست — گر فلکم بمے نواخت کام طلب گرک نخواست
در خور طمع چرخ نیست از همه امتیاز من — خود سره در عیار خویش نا سره مشترک نخواست

بشان حسن نگر کز کجا و تا چند ست — که بنده گشته و در رتبهٔ خداوند ست
بحیرتم که چو از من بمرگ را ضی نیست — بزندگانی دشمن چگونه خرسند ست
بکفر من منگر عذر اضطرارم نه — که شوق در طلب و بت بدست مانند است
زذوق حسن نگر هر نفس بخود بالد — که هر گمش نگرم جامه در برش تنگ است
به نیم گام توان شد زهند تا بشیراز — که شوق ماست بچولان و عذر ما لنگ است
پیام دوست زهر ذره صد زبان دارد — تو بر جنون زده از غفلت این نه فرهنگ است
اگر گل ست و گر خار دل توان دادن — بهار جلوه بسیه مست جام نیرنگ است
کرشمه اش چه عجب گر بسوخت خرمن طور — که مست گرم شتاب است و عرصه اش تنگ است
پرد براه فنا یم مجال عنقا نیست — بگوشه که منم راه دیگری وا نیست
بکن بکن بخصومت فضول نتوان شد — تو خود نمی کنی آنرا که در خور ما نیست
تو نیز پای ترا از شوق خویش و ان رم دوست — مهر کجا که رسیدی نشانش آنجا نیست
بگوی هر تقیم ای خرد به خویش بیا — که باب خاطر نازک دلان تقاضا نیست
بحسن دوست بگو شوخ تر تجلی کن — نگاه شوق من است این نگاه موسی نیست
تو خواهی از بت و خواهی ز کعبه جلوه فروش — فریب میخورد آن دیده که بینا نیست
گشتن گران ز شکوه بطبعت گناه من — خستن بحرف غیر دل من گناه کیست
گفتی که میکشد دلم امشب بیک طرف — غیرت برم که جذبه بخت سیاه کیست
هر کس کنند دسته بهار و خزان خویش — امروز تا قبول تو مشت گیاه کیست
بحیرتم که دلم قطره بیش نیست ولی — تو تا خدنگ زدی جوش خون فرو ننشست
گفتم از سر ازل کیست کند آگاهم — گفت در دل کنی از راه توانی دانست
گفتم آن کیست که در پرده کند زمزمه گفت — کم کسی هست که این رمز نهانی دانست
گفتم این دل زچه بیمار بود حیرانم — گفت این رسم ورد از چشم فلانی دانست
گفتم اندر دو جهان برگ طرب روزی کیست — گفت هر کو بجهان قدر جوانی دانست
گفتم از خال لبش قاعده دان گشتم گفت — هر که این نکته بفهمید معانی دانست
جام مرد و قف حریفان شد و من خرسندم — صبر بخشید بمن آنکه بمن جام نداد
یاد آن روز که کس محرم اسرار نبود — حسن را جلوه گه و جوش خریدار نبود

پرده برداشت گه از یوسف وگاهی زرخت
عشق آن خانه خراب است که بیکار نبود

خانه را کز بت بود وکنی کعبه و من
بت پرستیدم و گفتی که سزاوار نبود

جلوه در روی تبان نقد و خرد نسیه گزید
ساخت دشوار به خود آنچه که دشوار نبود

عشق و حسن اند عیور انیقدر افزود نزاع
ورنه رنج من و آوان همه بسیار نبود

تو و کوثر من و این مو که خرد حکم نداد
گشتن اندر طلب آنچه بباز ار نبود

غفلت از جلوهٔ مطلوب نسازد محرم
دیدهٔ آئینه یوسف شد و بیدار نبود

جلوه با ایمن و با طور نمی ساخت وسی
در خور عشق بجز وادی و کهسار نبود

همچو یوسف بنده چرخش گر بباز ار آورد
رشتهٔ چندی بهاز الی خریدار آورد

من خم و خالی و چشم تشنگان هر سوی من
دستگیری کو که بردارد و بخمار آورد

به که نقد کار صهبائی بحشر از دست دوست
ترسم ایزد را برحم از چشم خونبار آورد

از پاس او بهاست که در معرکه خونم
گیرش تو بر گردن و در پای تو یا بند

گو غمزهٔ لیلی برو گو عشوهٔ شیرین
دلها همه در زلف چلیپای تو یا بند

زان فتنه که گم گشته در آشوب قیامت
گیرند سراغ و بته پای تو یا بند

یک بوی مرپیراهن خود هم بصبا ده
کان محو سپر را تمنای تو یا بند

آنجا که ز غوغای قیامت اثری هست
هنگامه در صهبائی شیدای تو یا بند

دارم ضعفی که ناله از دل
عمری باید که تا لب آید

صهبائی اگر بیدی امروز
زان به که ترا دگر شب آید

تر تر بخشک فزون گیرد آتش ای زاهد
تو خوش که خرمن رند خراب میسوزد

خیال غمزه اش از بس دلم رهر رگم دارد
چو مژگان خون برون از نشتر فصاد می آید

سفر از دیر سوی کعبه کردم لیک هر ساعت
بحسرت دیدن بت در دو اعم یاد می آید

شب از غوغای من آگه شد و گفت از کجا یارب
صدای ناله صهبائی ناشاد می آید

شوق صیدش بین که ظالم را هنوز
تیر در شست است و پیکان می رود

هر فتنه کان گسست عنان از نگاه اوست
در عهد دوست شکوه گردون نکرد کس

آن زخم ز د نگاه تو بر دل که از بتان
آن زخم را بجز رخ خود افزون نکرد کس

دارم دل دیوانه صد داغ هجران در بغل
چشمی و چندین نسخهٔ خواب پریشان در بغل

در سینه آتش مشتعل در دیده دریا موج زن
هر شعله دوزخ آفرین هر موج طوفان در بغل

چشمت فریبی میکند در کار زاهد کش بود
یک جرعه پنهان و قفا لب یک جام پنهان در بغل

دیدم سحر صهبای آشفته در میخانه
جامی بکف شعری بلب اوراق دیوان در بغل

همچو شبنم خویش را فارغ ز عالم ساختم
محرم خورشید گشتم با خسان کم ساختم

مردم و در چشم مردم عالمی تاریک شد
من مگر شمعم چو رفتم بزم برهم ساختم

عیش عالم نیست باب من در ماتم زدم
در خورم نبود نشاط و هر بها غم ساختم

رنج و راحت هر دو بی درد سر منت نبود
نی نمک بردم بزخم و نی بمرهم ساختم

کفر در کیشم سپاس نعمت دیدار اوست
جلوه در هر رنگ دیدم گردنی خم ساختم

جرم عشقم را جزا شد حور و من از هجر دوست
داغ بر دل هم دوم و خلدش جهنم ساختم

آنچه گرمی بود یارب این چه نم کاخر از و
سینه آتش خانه کردم دیده را یم ساختم

نیست صهبائی چو جام جم نصیبم گو مباد
می ز خون دل کشیدم خویش را جم ساختم

یاد آیامیکه شور عشق در سر داشتم
دل بغم میسوختم در سینه اخگر داشتم

شد نمی غماز و عالم را بطوفان بر درخت
ورنه من یک عمر پاس دیده تر داشتم

در دل شیرین و لیلی هر که شد زخم تو برد
بسکه در دل نیش مژگان تو کافر داشتم

شب خطا ئیکه رفت از دست من عذرش بنه
آن زر و بی اختیار و شوق مضطر داشتم

صحبت ام الجنائث کرد صهبائیم نام
ورنه پاس عصمت شرع پیمبر داشتم

چه گرمی داشت با پروانه دیدم شمع محفل را
تغافل ها ئی او در دل گذشت از انجمن رفتم

بلب صد نغمه از آزرده یا حسرتی در دل
باین داغ وفا از پیش یاران وطن رفتم

منگر همت آن جمع که یک گام سفر
افگنده تشنه لب از بادیه بزرمزم شان

هجوم اشک در چشم ترش بین
وفا پرورده من در برش بین

گذشته از سر خویش و چو هاروت
بفکر زهره جا دو گرش بین

مرا اندر بر دندان حسرت
چو شبنم نذر کلبرگ ترش بین

نه زهرش در نگه نی دم بمژگان
معطل آن سنان وان خنجرش بین

نیفتد گه نظر بر حال خویش
یکی چشم تغافل گسترش بین

شکایتها که میکردم ز دستش
همه وقف لب جان پرورش بین

ز شرم آنکه سحرش را اثر نیست | حیا در نرگس افسونگرش بین
ستم نرخ وفا بست ست بر خویش | گرانی اینقدر در کشورش بین
چو صهبائی شدی در آخر کار | اثرهای دل و چشم ترش بین
امر نماز و نهی مے بر سر و چشم ما و لے | جبر نفس کافر یم انیمه اختیار کو
شوق بره نشسته را حیله کفایت است و بس | جلوه دوست گو مباش وسوسه غبار کو

من قصیده

صبح بزم صوفیان از پی بیع جام زر | میفگند ز آستین آنچه ز رشتش همری
موج پیاله دام کن صید امید صید تست | کاهوے زرد در برره کند چرا خوری
نقطه زر به پهلوے صفر حمل نهاده اند | تا رقم یک از برش هم زمات بشمری
خاک چمن بصبح گاه گشته ز باد عطر خیز | هیچو زباد گر نه بید کرده بمشک یاوری
لخلخه سای دهر شد نافه کشای صبحدم | طبله مشک شد مشام این نفس از معنبری
گاه چو چشم عاشقان گریه بر آرد ابر تر | گه چو دهان گلرخان خنده کند گل طری
گوهر ژاله صبحدم بر رخ شاه اسفرم | برده زهره شان چه خ رونق آب پیکری
بلبل ژند خوان بصبح زمزمه زد چو زرد هشت | شاخ لقب ببر سمش شهرت گل بآذری
از چه باین ملایمی دل نکشد ببا ده ات | سنگ نموده شیشکے کرده بلور ساغرے
از پی جمع شاهدان خواسته بر بساط بزم | مرز حباب افسری ساز زبر ده معجزے
ساقی سیم ساق را در بر شاخ لبتدین | لعل مذاب موج زن گشته بجام گوهرے
عصمت مهر بکرے غنچه نگه نداشتند | دخت رز ست بیحجاب دست چرا نے بری
از پی جام محکمن ابروے خود پر از گره | از پی مهر عقده را خاصیت ست ازوری
چون متعلم ادیب گشته بمکتب نشاط | ساغر باده جمله کوش بلبله در سخوری
کاوسفابی از دهن گوهر شب چراغ ریخت | عنبر لا بر فشان تا بر از و د گر خوری
گر نه بقصر نیلگون رسم عزاست مستمر | بر سر این سه دختران از چه جنازه بنگری
بلبله مرغ خوش نواست آتش ترغدے او | گنبده حباب مے کرده به پیش اخگری
خیمکتے است بے روان جان جهانش در نهان | بوے تنش چو انگزد نکهت جانش عنبری
زاغ شبه مثال را نورے لعل در شکم | دیوزنے سیاه رو حامله گشته از پری

من قصیده

تا ز نوال مطربان چاشت زنغمه واکشد | آمده کاسه رباب غیرت کعب نگری
چنگی آتشین زبان زمزمه بر لبش دوان | داده بآتش فغان بادمسیح راتری

معمیات اسمار الٰہی اوس رسالہ کے کہ اوسکا نام جواہر منظوم ہی

ملک

عمرے بنہاد آن صنم کا فوریش | ز الماس ذخیرہ ہا ز بہر دل ریش
آخر ز دہان او بصد دشواری | نیم لبش آمد بکام دل خویش

سلام

خوبان کہ شکیب از دل ناکام برند | از چشم تو طرز غمزہ تا دام برند
جاے کہ رخ تو ہست از مہ چہ سخن | بنہا رخ مہوش ار ز مہ نام برند

میمن

ہر کس تاب سہیل راشد بندہ | بر خیزگی نگاہ او زن خندہ
کو چہرہ یار بین وز دیدہ بپوش | بر جاے سہیل بین مہ تابندہ

عزیز

خورشید بجولیش داشت زین پیش گمان | کاین چرخ نیاورد نظیرش بجہان
چون قصہ آفتاب رویش گفتم | خور یافت رخ چو خویش را نام و نشان

باری

اے از تو چمن ز خرمی گیرد کام | وے از تو بہار سرخرو از ایام
ہر مرغ کہ در چمن زند نالہ شوق | مے سازد از تو ہر یکے از بر نام

خافض

حسنش کہ بر نگاہ انور بینی | چون خور بینی اگر مکرر بینی
آخر ز ان شوخ بین تمام انداز ش | زان گونہ کہ ہر دمش فزون تر بینی

غفور

یارب گنہم زبسکہ از حد افزود | گفتی لا تقنطوا یاسم نزدود
آرے ناجی شد آن کسی کش از شرم | با عفو تو راز دیدہ جزا شک نبود

حسیب

طوفی ست کہ از دہن بریزم
واز لب بم مکتوبے انگیزم
پس گاہ بروف اول مراد دارند
دگاہ ز حروف آخر آرند
نم آن الفاظ ست دوال آن دوان
کہ عبارت از نیم ملفوظے ست
یا سے تحتانی ست کہ در وسط
سی شود پس این ہر دو یا تغیر
یکے مراد از نیم اول شہرت ست
سین مکتوبے بہ است در ادا زدہ دم
لام مکتوبے ز دہ ام آن لام ملفوظی
شد ا ز ین ہر دو حرف اسم حاصل
چون بر الفاظ ین نظر کنی
لفظ خویش باز خوانی
ز خوانندہ و نویسندہ
از نخستین زست تحتانی
معادل دنیا سے تحتانی
بہ کہ شود چون ادا سے تحتانی
بخشش ہا بر ی با کہ گوید
شہ دانی ست مجموع عزیز
یکے از بر ا دو جزو ساختہ
از لفظ

ما قصهٔ حسن را شنیدیم همه | بر حرف سمن بران رسیدیم همه
نام رخ حور و مهر باهم گفتند | هر یک پایان نداشت دیدیم همه

حق

عالم چو بعشق آن ستمگر آشفت | او خواست که جنس دل ازو گیرد مفت
چون دید که خصم آن تمام عیار ست | در ما ز میان نمود و آخر نهفت

قوی

یارب هر کس ز شوق آتش افروز | گر دیده براه تو سعادت اندوز
چون دیدهٔ ما عاشق شیدا شده است | هر سو افشانده یک دو اشک از سر سوز

حمید

چون پرده ز کعبه رخ آن ماه کشود | آن خال بران چون حجر الاسود بود
چون زلف نمود خویش را بر دو هنش | آن خال که مے نمود آخر نه نمود

معید

هر کس تبلاش یار اندر تک و پوست | چشم دو جهان بجانب جلوه اوست
عالم شب یلدا ست ز هجرش لیکن | میگردد مشرق ار نماید رخ دوست

مقتدر

این چشم من از گهر بساطے پرداخت | چون دید فلک سبوے آن گوهر تاخت
گوهر بخمر فزود دمفت از دزدی | لیک انچه ربوده بود آخر انداخت

قطعه که اوس سے اللہ علی سے نکلتا ہی اور علی اللہ سے اور پھر تعمیم قاعدہ کی کہ ہر ایک نام سے ہر ایک نام مستخرج ہو سکے بشرطیکہ حروف دو نون نام کے ساوی ہون ؛

منم نصیرے آن حاوے سبل که بود | ز جیب شاهد کنعان قدس چهر گشاے
دلت چو سخره بازیچه هاے وهم دوتی است | علی یکے چه شماری ز نه نود اسماء
چنین که جاده وحدت سپرده ست بود | انا الحق از وے واز حق انا علی زیبا
علی ست نتیج نام آله ونام آله | بود ز چهره نام علی نقاب گشا
مزن جراحت منکر براین سخن زانکار | دلیل قاطع من بس بود براین دعوا

که عین هم الف و هم الف نماید عین — ز لام لام و ز یا ها و یا ز ها پیدا
ز هر دو نام چو گیری حروف ملفوظی — حروف مفرده اش گرد و از دگر گویا
وگر بقلب بری آن حروف را دانی — که این طریق توانی سپرد در همه جا
سخن که رهرو ملک وسیع اسرار ست — عنان براه دگر پیچدم ازین ماوا
اگر باهل سخن تازه نغمه زد قلمم — شگفت نیست که گویا طلب کند شنوا
حروف مفرد ملفوظی علی ست علی — حروف مفرد ملفوظی خداست خدا
به بین بقاعده کاصل اصول این فن است — فروع را بود از اصل برگ نشو و نما
الف یک است و همان یک سی ست و سی باشد — گهی بلام و گهی سوی عین را نهما
ز لام زلف تو ان کرد حاصل و آن زلف — تو خواه جیم شمر خواه دال کو عمدا
ز عین شمس و ازان سین بگیر و سین شمست — ز شمست گاه نود گاه پنجه جلوه نما
نود بچشم تو صاد ست و میم و پنجه نون — ز نون بیا سوی حوت و ز حوت جانب یا
هم از نو بسوی نی توان شتافت ولی — چو فی ست اسم توان یافت زد مسمی را
چو یا ده ست زده راه گیر جانب نه — وگر تو خواهی ازان ده دو گیر و از دو با
ز نه بطار و دهم نه چو هست پنجه و پنج — ازان به پنج رو انپنج رو بجانب ها
ز ها که شش بود اشارت او پیدا کن — ز شش دو حرف شمار و بخار معجمه آ
چو طا گرفته و طا نه هست حا بر گیر — چو حا بدست توافتاد ره بسر سوی زا
ز یا الف دو یا هست و هر دو بست بود — ز بست کاف برآور دنت بود بلا
رهی دگر ز الف گیر کان یکی ست و زان — چهل شمار و ازان جا بسوی میم بیا
هم از الف بسی ار سی برو بشهر و ز شهر — بجاه ره برو از ماه رو بجانب را
اشارتی چو بتصحیف نیست غیر از هشت — که آن ست تا و ثا ذال و شین و ضاد و ظا
وگر ازان همه عین ست و قاف این جمله — ز یکدگر بدر آیند چون قمر ز دجا
دو اسم کان بشمار حروف متفق اند — باین حساب یک از دیگر ست چهره گشا
برآمد ست ز زهرا حسین بهر مثال — بدان صفت که برآید حسین از زهرا
هم از حسین بزهرا چنان فتد رهبت — که از بسیر رهبت افتد بسیرت آباد
ازین طریق همان قلم بگردانم — چو گرد باد دراین ره کجا شدم ز کجا

علی بود در شهر علوم و کس در شهر — بغیر او نتواند که واگزارد پا
حدیث لحمک لحمی نیوش و چشم مپوش — بدین چگونه تواند جدا شد از اجزا
نصیرم نکنی ظن ازین سیاق سخن — که این طریقه تو ان بود سنت الشعرا
بشعر بندهٔ اصنام گشتن آئین است — چه شد که بنده شدم پیش خواجهٔ دوسرا
گمان مبر که شدم شیعه اندرین قطعه — نعوذ بالله ازین شیعه بودن وحاشا
قدم زهر که بود از مدیح بر فلک است — رخ سخن سوے او در چراست نازیبا
سخن که جادهٔ دیگر گرفت از ره رفت — بیا بسوے حقیقت بگیر ره اهدنا
پس از رسول ابو بکرؓ و بعد از وست عمرؓ — پس ز جامع قرآن علی عقده کشا
قدم چگونه توانم دران طریق نهاد — که نیک آگهم از عثره های ابن سبا
قریب او بخداع وزیرے ماند — که رخنه کرد در ایوان ملت عیسے

باب الضاد المعجمة

ضابط تخلص مهر علی نوجوان خوش وضع نیک نهاد اور چند روز سے یہ بزرگوار کے ساتھ جذبۂ حب وطن سے تازہ وارد شاہجہان آباد لطافت نیا دہی صرف و نحو عربی اور قدرے طب سے بہرہ مند ہی دو تین غزل اوسکی نظر راقم سے گذرین یہ چند شعر انتخاب ہوکر مندرج تذکرہ ہوے

حشر مین خاک سے سب لوگ تو نکلے لیکن — قبر عاشق سے جو دیکھا تو دھوان سا نکلا
نام کی تو شرم کر ضابط خدا کے واسطے — یہ ترا گریہ تجھے آخر بہا لیجائیگا
یون تو ہر ایک سے وہ خلق سے پیش آتا ہی — پر ہمین سے نہ کبھی اوسنے کہی پیار کی بات
اپنے شکوے سے تو ہرگز نہین ہوتا مانع — پر نکو ناصح نادان کبھی اوس یار کی بات

ضاحک تخلص شیخ مراد بخش خیاط درویش صاف باطن ہی جسقدر لباس لوگون کو سیکر پہنایا ہی اوسیقدر اپنا گریبان دست شوق کی درازی سے پھاڑا ہی مولانا فخر الملة والدین کے خاندان ہدایت نشان کا مرید عقیدت نہاد ہی اوایل مین گاہ گاہ شعر بھی کہتا تھا ایک دوست نے اوسکے اشعار سے یہ شعر راقم کے سامنے پڑھا

چاک جگر کے سینے مین ٹوٹا ہزار بار — ضاحک یہ رشتہ بھی کہین پیمان یار ہے

ضامن تخلص مولوی ضامن علی اوسکے حال سے سوا اسکے کہ ایک مرد بزرگ

خوش اخلاق اور مشایخ وضع اور موضع جلال آباد مین مقیم ہی اور کچھ اطلاح نہین یہ شعر اوسکے افکار سے ہی

بت ہوا اوس بت عیار کے آگے ضامن — کچھ تو بن آتی جو کچھ بات بن آئی ہوتی

ضامن تخلص محمد ضامن اکبر آباد مین سکونت قدیم اور حیدر آباد مین راجہ چندو لال کی سرکار مین صیغۂ طبابت رکھتا تھا اول شعر ریختہ بے اصلاح کہتا تھا جب شاہ نصیر مرتبہ اول حیدر آباد مین وارد ہوے اور اونکی شاعری کا شہرہ اوس گلزمین مین بلند ہوا کئی غزلین اونکی نظر اصلاح مین گذرانی شاہ نصیر اوسکے اوصاف حمیدہ اور محامد پسندیدہ سے اکثر تر زبان رہتے تھے اور اوسکی سنین عمر ساٹھ سے زیادہ بیان کرتے تھے اب غالب ہی کہ عالم فانی کو پدرود کیا ہوگا یہ چند شعر اوسکی غزلیات سے انتخاب ہوے

ہی آج ہر نفس نفس واپسین مجھے — گر قتل کر کے جائین تو احسان ہی آپکا
حاضر ہین دونون چاہو اسے چاہو اوسکو لو — جان آپ کی ہی دل بھی مری جان ہی آپکا
تمکو کیا کیا وفا کے دعوے ہین — خیر کہیے مجھے یقین آیا
کون اوٹھکر گیا کہ تو ضامن — آپ مین اتبلک نہین آیا
چین لینے بھی نہ پایا تھا کہ پھینکا دل کو — اتنا اے زلف تو شانہ کو بد آموز نکر
شیوۂ ظلم مین مشہور رہو عالم مین — قتل سے میرے ہو اور تجھے کیا حاصل

ضایع تخلص میر خیر الدین ناگوری مقیم شاہجہان آباد سادات صحیح النسب سے ہی غالبًا کچھ سرمایہ موروث فراہم ہی وگرنہ باوصف خانہ نشینی اور بے روزگاری کے فراخ دستی کے ساتھ معاش کرنی محل تعجب ہی گاہ گاہ فکر شعر کرتا ہی نام شاگردی سے ننگ اور نکتہ گیری اور تعرض غلاط اوسکے واسطے محرک جنگ ہی یہ دو شعر اوسکی زبان سے گوش زد ہوے

آخر کو ناتوانی اک دن بٹھا ہی دیگی — دوش صبا پہ کب تک مثل غبار پھرتا
ضایع کا اے عزیزو کچھ ڈھنگ ہی نرالا — تا صبح روتے رہنا تا شام خوار پھرنا

ضبط تخلص کالے خان اوسکے احوال سے بتفصیل اطلاع نہین مگر اسقدر معلوم ہی کہ سابق پلٹن انگریزی مین مرد سپاہ مین منسلک تھا اب مدت ہوئی کہ تعلق سے قطع اور پاے بندی سلسلہ چاکری سے دور ہی کبھی حضرت قطب الاقطاب خواجہ قطب الدین بختیار

اور کبھی سلطان المشائخ رحمۃ اللہ علیہ کی درگاہ فیض بار کی زیارت سے استفادہ باطن کرتا ہی
بعض معتبرین مدارج اعلا کا من اوسکی نسبت رکھتے ہین راقم جب اوسکی ملاقات سے
مشرف ہوا اپنی زبان سے کہا کہ اوائل مین گاہ گاہ اشعار فارسی زبان قلم پر گذرے تھے
اب بھی کبھی حضرات کی شان مین دو چار شعر کہنے کا اتفاق ہو جاتا ہی اوسوقت جو پڑھا
تھا کچھ کچھ راقم کو یاد رہگیا جو کہ بزرگان بارگاہ الٰہی کا ذکر برکت و میمنت سے خالی نہین
ایک شعران اوراق مین مندرج ہوتا ہی

عالم ہمہ از فیض در شیخ بکام ست	سلطان سلاطین جہان شیخ نظام ست

ضرغام

ضرغام تخلص مرزا بہادر بیگ نوجوان پہلوان وضع ریختہ گوئی مین نومشق یہ دو تین
شعر اوسکے افکار سے ہین

کیا پوچھتا ہی ہمدم حال شکستگان کو	جانتے ہین ہم وہین کو اوٹھتا ہی منھ جہان کو
ای ستمگر سبب خاطر ناشاد نپوچھ	ہمسے مغموم مزاجون کو نکر یاد نپوچھ
خاک ضرغام کا کو سون نہین لگتا ہی بتہ	تیری شوخی نے کیا کیا اوسے برباد نپوچھ

ضرورت

ضرورت تخلص محمد جمیل ساکن قدیم پانی پت بالفعل مقیم شاہجہان آباد اور معلم صبیان ہی
گاہ گاہ راقم تذکرہ سے سرراہ ملاقی ہو جاتا ہی یہ شعر اوسکے نتایج
افکار سے منتخب ہوا

تاثیر آہ و نالہ معلوم ہی جو کچھ ہی	کیا لوگے ای ضرورت گر پھر بکا کروگے

ضعف

ضعف تخلص ہی عابد حسین نامے جوان خوشرو نیک خوسندیدہ اخلاق کا کہ
اہلیت اوسکی چہرہ چون آفتاب سے عیان اور کوکب بخت اوسکے ناصیہ سعادت سے
تابان ہی فن شعر مین نومشق اور قابل تربیت ہی یہ تین چار شعر اوسکے افکار
تازہ سے لکھے جاتے ہین

ایسا نہو کہ دست نگارین سے گم ہو دل	ای شوخ خوفناک ہین در و حنا سے ہم
افتادہ رہگذار مین ہین اس لیے کہ گاہ	کچھ رہروون کا راز سنین نقش پا سے ہم
ناصح کیون ضعف کے پیچھے پڑے ہو خیر ہی	وہ غریب اب ہی گرفتار آپ اپنے حال مین

ضعیف

ضعیف تخلص شجاعت علی اوائل حال مین نواب شمس الدین خان مرحوم والی
فیروز پور جھرکہ کی رفاقت مین اسودہ حال اور تحصیل معاش سے فارغ البال زیست

کرتا تھا جب سانحہ ہوش ربا اوس رئیس صاحب اقتدار کا اہل روزگار کے واسطے عبرت افزا ہوا اور پرگنہ مذکور حکام ذوی الاحترام کی ضبطی مین آیا اس عزیز نے والی جیپور کی سرکار مین فی الجملہ ناخن بندی بہم پہونچاکر اور حصول لب نان کو مغتنم جانکر قبایل اور عشایر کے ہمراہ اوسی سرزمین کی سکونت اختیار کی گردش فلکی نے وہان بھی اوسکا قدم جمنے نہ دیا آخر الامر نواب وزیر الدولہ والی ٹونک کی خدمت سے شرف اندوز ہوا اوس خاک دامنگیر مین چندے خرّمی خاطر کے ساتھ قیام کیا چندروز کے بعد اوس نواح مین وبای عام نے اقویاے تنادر کو ضعفاے لاغر اندام سے بھی تاتوان تر کردیا اور بازار موت کا گرم ہوا یہ بزرگ وابستگان جگرخستہ کو ہمراہ لیکر روانہ شاہجہان آباد ہوا کچھ لوگ تو اوسی مرض سے راہ مین ملک بقا کو راہی ہوے اور دو فرزند یہان پہونچنے کے بعد ہیضہ وبائی سے مرگئے بعد اس سانحہ کے تاہل کو ترک اور آزادی کو اختیار کیا اب فقیرانہ زیست کرتا ہی اور جو کہ دست سوال کوتاہ کرلیا ہی اہل دنیا کی طرف پاے استغفار دراز کرنے مین کچھ باک نہین راقم تذکرہ سے مخلصانہ ملتا ہی لیکن اسقدر لطف وشفقت پر سررہ کے سوا اور کہین ملاقات میسّر نہین ہوئی یہ دو تین شعر اوسکے اوسی کی زبان سے سنے گئے

عشق کا بوجھ جب لیا سر پر	بارہستی کو دوش سے پھینکا
اس کلوخ نجس کو ہاتھون سے	کتنے جوش وخروش سے پھینکا
ہم بھی گویا کہ نقش پا ہین ضعیف	جس جگہ بیٹھے پھر وہین کے ہوے

ضمان تخلص میر محمد کامل شرفاے شاہجہان آباد اور اس خاک فیض بنیاد کے روسا قدیم سے تھا نیک وبد روزگار کو بینایانہ دیکھا اور گرم وسرد زمانہ کو ہشیارانہ چکھا اوس بارہ برس ہوے کہ سفر آخرت کیا شعر گوئی کا بہت ذوق تھا ایک دوست کے پاس دو بیاضین اوسکے اشعار سے سیاہ ہین یہ دو شعر تحریر تذکرہ کے وقت یاد تھے

بھلا دیا ہی ضعف نے گو جسم زار کو	پر پھرتی ہی لیے مری وحشت غبار کو
نہ پہونچی اوسکے دامن تک مری خاک	مجھے شکوہ رہا باد صبا سے

ضمیر تخلص نرائن داس پنڈت ساکن بشہر کرامت بہر شاہجہان آباد فنون شاعری سے کماہی آگاہ اور عروض وقافیہ مین فصاحت دستگاہ زبان فارسی مین فکر شعر کرتا تھا گو خود ہندی الاصل تھا لیکن اوسکے اشعار ایرانی تراد تھے بارہا تلاش معاش مین سرگردان ہوکر سرہند کی طرف گیا اور اوس نواح مین یاوری بخت سے

کامیاب ہوا کئی سال ہوے کہ زوال دنیا کے شعبدون سے متنفر ہو کر ملک عدم کا سفر اختیار کیا
یہ چند شعر اوسکے نتائج طبع سے ہین

تا گل عکس تو رفت از کنار آئینہ را	مے خلد جوہر زتن مانند خار آئینہ را
چیدہ دامے ہمچو صیادان زجوہر تا شود	طوطی عکس خط خوبان شکار آئینہ را
صاف دل را کے بود با خاکساران دشمنی	نیست در خاطر ز خاکستر غبار آئینہ را
صد شیشہ شراب بہ بزم طرب شکست	دلہا ز دست محتسب بے ادب شکست
شاخ گل با غنچہ از خاک شہیدان سر زدہ	بر سر تربت ز خون آلودہ پیکان کسے ست
مستی چشم یکے سرخوشی بادہ یکے	نشۂ آن بت میخوار دو بالا فتاد
شد چمن میکدہ تا نرگس او ضمیر	غنچہ را در بس تبسم لب میخوار کسے

ضمیر تخلص گنگا داس شاگرد شاہ نصیر علم رمل مین صاحب دستگاہ تھا یہ شعر اوسکے افکار سے ہی

جسکو دیکھا کانپتا ہی وہ شرارت سے تری	برق کو بھی ابر مین ہمتو طپان دیکھا کیے

ضمیری تخلص مرزا مظہر تاجدار ساکن بنارس وارستہ مزاج درویش وضع گاہ گاہ خاک شاہجہان آباد بھی اوسکے نقش قدم سے صفحہ ارزنگ پر ناز کرتی تھی سیاحی کے وسیلہ سے نوادر روم و شام اور غرائب شرق و غرب اوسکی نظر عبرت نگر سے گذر گئے تھے اشعار فارسی اوسکے ہر چند تلاش معنی سے خالی تھے لیکن پاکی زبان اور دہلی محاورہ سے خالی نہ تھے زبان ریختہ بھی صاف ہی مگر اوس سے کم مشقی تراوش کرتی ہی اب عرصہ دس برس کا ہوا کہ عالم پیری سے سفر آخرت اختیار کیا یہ چند شعر ریختہ ہم پہونچگئے

ہم نہ کہتے تھے ضمیری بیوفا ناصح نہ مل	اپنے کامون کا نتیجہ تجکو حاصل ہو گیا
ہاے مطعون شیخ و شاب ہوے	تجھسے ملکر بہت خراب ہوے
یون عادتون کو تیرے کیا کیا نہ جانتے تھے	لیکن تجھے ستمگر ایسا نہ جانتے تھے
کیا دن تھے وہ کہ تیرے تھے نام سے نہ واقف	اور اس گلی کا ہر گز رستہ نہ جانتے تھے

ضیا تخلص منشی کمال الدین ساکن قدیم الہ آباد ہی عمر اوسکی نوے برس سے متجاوز اور مدت سے اختلال حواس اور فقدان بصارت سے خانہ نشین اور کنج عزلت

مین خلوت گزین ہی

سینے مین رہی آگ بھڑکتی کی بھڑکتی — اے دیدۂ تر تو تو کسی کام نہ آیا
عشاق تفتہ جان پہ کبھی اک نگاہ بھی — اے برق منتظر ہی یہ مشت گیاہ بھی
مشکل نہین ہی ربط کسی کا کسی کے ساتھ — پر اوسکے ساتھ شرط ہی کچھ اک نباہ بھی
دیکھنا ہی تو دیکھ لو ضو کو — آگے کیا جانیے کہ کیا ہو جاے

ضیا تخلص ولی اللہ اکبر آبادی یہ دو شعر اوسکے سنے گئے

رہیگی یون ہی اگر دل کو بیقراری رات — خدا ہی جانے کہ کیونکر کٹے ہماری رات
نہین امید کہ تا صبح اپنی جان بچے — یوہین رہا جو رگ و پے مین روزگاری رات

ضیائی تخلص زبدۂ سادات کبار رسلالہ شرفاے عالی تبار میر بدرالدین فن فارسی مین دستگاہ تمام اور نظم و نثر مین قدرت مالا کلام ہی اخلاق پسندیدہ مین اور الموار برگزیدہ کردار کو گفتار کے ساتھ پیوند اور باطن ظاہر کی طرح ارجمند طبیعت بہت سلیم اور فکر نہایت رسا پایۂ شعر کی بلندی اور طرز سخن کی خوبی اندازہ بیان سے خارج ہی یہ چند شعر اوسکے نتایج طبع سے ہین ؎

ضبط آہ و نالہ مدت سے کیا کرتے تھے لیک — اب وہ راز دل ہمارا آشکارا ہو گیا
تو بہار آئی جنون کا دل مین پھر طغیان ہوا — پھر گل داغ جگر کے واسطے سامان ہوا
پاس اپنے کیا دھرا تھا اے فلک جز نقد دل — وہ بھی اے ظالم نیاز نازخوبان ہو گیا
کیا کیا ہی ناز حسن رشک آفتاب کو — چہرہ سے تو بھی اپنے الٹ دے نقاب کو
ساقی نکال شیشے سے جلد اب شراب کو — پردے مین کیون بٹھاے ہی اس بے حجاب کو
کعبے مین اور دیر مین دیکھا نہ ہمنے فرق — پایا ہر ایک نبض مین اک اضطراب کو
چشم پر آب پر مری کرتا ہی چشمگین — چشم حیا ہی دیکھیو تو کچھ بھی حباب کو
پیکا لہو نہ چشم ضیائی سے آخر بہا — مدت ہوئی تھی بہتے ان آنکھون سے آب کو
جوش و حشت اس جہان مین لیکر آیا ہی ہمین — اب کہان جاوینگے یان سے ٹھوکرین کھاتے ہوے

ضیغم تخلص شاہ کلو درویش بے نوا فقراے ملتان کے ساتھ قدم اعجاز توام خلاصۂ اولاد و طین رسول مقبول کی زیارت کے واسطے بعد ایک سال کے وارد دہلی ہوتا ہی آزاد محض اور وارستہ محبت ہی خط نستعلیق اور شفیعا مین بمثیل کلام مجید کو ایام کہو

حفظ کیا قدما کے اشعار سے زیادہ یا داور وضع بے پروائی سے دل شاد ہی یہ دو شعر اپنے نتائج طبع سے کاپی کے کاغذ پر اپنے ہاتھ سے لکھکر راقم اثم کو دیے تھے ہر چند یہ اشعار بھی اچھے ہین لیکن وہ رقم سر خط تعلیم اور صاحب دولتان اقبال مند کی خط تقدیر کے مانند سر پر رکھنے کے لائق ہی وہ اشعار نظر تماشائیان تذکرہ سے گذرتے ہین

ساقی بہ یکے جرعہ خرد از سر من بر	زین ہوش ربا بادہ دمی بے خبرم کن
ای سایۂ رحمت کہ تو از سایہ شدی پاک	دامن ز سر لطف بیاور بسرم کن

باب الطاء المہملۃ

طالب تخلص محمد یعقوب فرزند رشید وخلف سعید قاضی فیض اللہ جوان نیا نہال دانشکدہ اونیس برس کی عمر ہی اور علوم ضروری سے بہرہ وافر رکھتا ہی طیب اخلاق سے نکہت گل جلد اور سنگینی حلم سے گرانی کوہ منفعل رسائی طبیعت اور اصابت فکر اور سلامت ذہن حد وصف سے خارج ہی بسبب موزونی طبعی کے شعر گوئی کی طرف ملتفت ہی اور حافظ قطب البلدین میشر سے مشورہ کرتا ہی یہ چند شعر اوسکے نتائج افکار سے مرقوم ہوتے ہین

گھبرا کے میرے گھر وہ گل اندام نہ آیا	یہ جذبۂ الفت بھی کسی کام نہ آیا
کیونکر دل بیتاب کو تسکین ہو طالب	قاصد نہ پھرا وصل کا پیغام نہ آیا
تو مجکو ستاتی ہی عبث حسرت دیدار	روزن بھی ہوا بند وہ دیوار کا ابتو
ہر بات پہ وہ آگ ہوا جاے ہی ہمدم	اولٹا ہی اثر آہ شرر بار کا ابتو
دل لیتے ہی وہ بات رہی اوسکی نہ طالب	ہی اور مزاج اوس بت عیار کا ابتو

طالب تخلص حافظ طالب ساکن بام پور شاگرد مولوی قدرت اللہ شوق تخلص کہتے ہین کہ کتب درسیہ عربی کو نہایت تحقیق وتدقیق کے ساتھ پڑھا تا ہی یہ شعر اوس صاحب استعداد کا مسموع ہوا

چیرے ہے سینے کو شوق کیجے دل دلگیر کو	یہی دو جاگہ ہین اور کیا کھا گیا مین تیرکو

طاہر تخلص محمد طاہر قندھاری زبان فارسی مین بہت سلاست روانی کے ساتھ حکم کرتا ہی عروض وقافیہ سے بھی فی الجملہ واقف ہی اور صرف ونحو عربی مین استعداد کامل اور مسائل ضروریہ صوم وصلوٰۃ کا استحضار معقول ہی محبت اہل ہند سے زبان اردو صاف اور ریختہ کا طرز دلچسپ ہی یہ شعر اوسکا یاد تھا

نازکرتی ہوئی ہم پر جو صبا آتی ہی | کوچۂ زلف سے اوس شوخ کے کیا آتی ہی

طرب تخلص ہی زبدۂ جوانان اہلیت گزین اسوۂ سعادت کیشان زمانہ حال وپیشین خوش اطوار پسندیدہ کردار سلالہ خاندان کرام مولوی رحیم بخش نام کا کہ کرم اخلاق اور طرز وفاق مین مشہور اور نواسہ حضرت بابرکت قدوۂ ارباب صفا عارف معارف ہدے مرتقی مدارج کمال امام ائمہ حال وقال شیخ نور محمد قادری تھانیسری مغفور کا ہی طبیعت قویم کی اعانت اور ذہن سلیم کی امداد سے کتب متداولہ فارسی کو تحقیق وتدقیق کے ساتھ پڑھا اور ضروریات نظم ونثر کو کماہی دریافت کیا استفادہ فوائد علمی کا مرجع جناب اوستادی مولائی مولوی امام بخش صہبائی مدظلہ العالی علی مفارق الانام اور اصلاح شعر کے واسطے آپ صاحبزادے حضرت اوستاد ممدوح مولوی عبدالکریم سوز سلمہا اللہ المنعام اگر مشق سخن کا سلسلہ یونہین دراز رہیگا تو یقین ہی کہ پایۂ کلام ارتقا اور فرق سخن سنجی اعتلا بہم پہونچاوے کہ طبیعت تحقیق طلب اور سلامت ذہن رہنما ہی اور تاریخ گوئی مین تو مبدأ فیاض نے ایسا ید طولے عطا کیا ہی کہ اوسکی مدح حیز تقریر سے خارج ہی یہ چند شعر اوسکے طبعزاد ہین

مرغ دل اشتیاق ہی تیری مژہ کے تیر کا | دل نہ توڑا چاہیے صیاد اس نخچیر کا
برگشتگی سے طالع بلبل کے خوف ہی | پھر جاے آتے آتے نہ موسم بہار کا
آتش مزاجیون کا نتیجہ ہی مفلسی | خالی رہے ہی پنجہ ہمیشہ چنار کا
قتل تو کرتا ہی مجکو پر مین ہون برگشتہ بخت | خوف یہ ہی منھ نہ پھر جائے تری تلوار کا
سمجھتے ہین کہ ہی صیاد درپے آزار | اور اسپہ دھیان ہی گلشن مین آشیانے کا
دو ہی دن مین کچھ سے کچھ احوال میرا ہوگیا | جو مجھے دیکھے ہی کہتا ہی تجھے کیا ہوگیا
ہمصفیرون چھوٹنا کیسا کہ آتی ہی بہار | اور وہ ناملسم میری جان پر ہونے لگا
بیکسی دیکھیئے کس کس ستمزدے کی داد | کبھی جو عرصۂ محشر مین فتنہ گر آیا
اے طرب عشق سے پرہیز ہی لازم تجکو | جان جائیگی کسی بت پہ اگر دل آیا
آفت زدے تھے اور بھی دنیا مین اے فلک | کیا خاک مین ہمین کو ملانا ضرور تھا
شہرت ہی ملتی ہی اوسکی طرب سے کچھ صورت | موا پڑا ہی ترے در پہ اک جوان کیسا
ہین ہاتھ مین سفاک کے یہ تیغ وسنان آج | دو چار کے سر جائینگے دو چار کی جان آج
لیویگا کیا طرب تو کوے بتان مین جاکر | مرد خدا کوئی دن بیٹھا خدا خدا کر

آگے کو دل لگانے کی توبہ ہی ای طرب — پر اب کسیطرح مرے قابو مین آئے دل

آو رہنما ہی نہین مجکو ٹھکانا کوئی — پھر پھر اکر ترے دروازے پہ آجاتا ہون

ایک دم کی تو ہی کل زیست طرب مثل حباب — اور پھر موج حوادث کے ہین کھٹکے لاکھون

نہ پھینکا اس طرف تیر نگاہ اوسنے تغافل سے — تو ہم سمجھے کہ ہم پر رحم آیا ناوک افگن کو

ہمارے سینے مین دل ہمارا ہین پہ آفت دکھا رہا ہی — عدو کے جورون کی کیا شکایت کہ دوست اپنا ستا رہا ہی

ہوائے شوق سے اوڑ کر چمن مین پہونچنگے — نہین سہی ہم اگر بال و پر نہین رکھتے

کیون کر و ترک ملاقات کو رفتہ رفتہ — یو ہین کہدو کہ ترے ملنے سے ہی عار مجھے

طرب تخلص موتی لال شاگرد شاہ نصیر مرحوم اوسکا حال سوا اسکے کہ قوم کھتری اور روزگار پیشہ تھا اور کچھ معلوم نہین ایک شعر اوسکے نتایج افکار سے مسموع ہوا طرز سخن سے معلوم ہوتا ہی کہ اوستاد کے طرز مین اہتمام اور اس وضع خاص مین قدرت تمام رکھتا تھا

نہین گوندھی ہی چوٹی دست مشاطہ نے جانان کی — یہ مشکین باندھ لین مین اوسنے دزدین ایمان کی

طرب تخلص دھومی لال برادرزادہ حقیقی راجہ کنول نین قوم کالسیتھ متوطن شاہجہان آباد شاگرد شاہ نصیر مرحوم صاحب طبع سلیم اور سخن سنجی مین مشاق قدیم ہی مکان شاہ نصیر مرحوم مین بضرورت تو یہ کبھی ایسا نہین ہوا کہ شب مشاعرہ کو سخنوران شیرین کلام کے ساتھ ہم ترانہ نہوا ہو یہ اشعار اوسکے دیوان سے انتخاب ہوے

مین ہی کیا تنہا ترے کوچے سے دیکر سر اوٹھا — جو بشکل نقش پا بیٹھا سو وہ مٹ کر اوٹھا

جو گرا آنکھون سے پھر ہوتا نہین ہی سربلند — کس نے دیکھا ہی کہ اشک آنکھون سے پھر گر کر اوٹھا

اک بار کر و قتل تو جھگڑا ہی یہ چک جاے — ہر روز کا تو جور و ستم اوٹھ نہین سکتا

ابرو مینا و مے و ساقی و مطرب ہی طرب — کیا مزا تھا جو مرے پاس وہ دلبر ہوتا

تیرے مجنون کے گلو مین نالۂ آہن گداز — آنکر اٹکا تو پانی طوق گردن ہو گیا

طرز تخلص ہی احمد حسین کا کہ تلمیذ ہی جناب فیض مآب اقبال پناہ دولت و شنگاہ ماموے صابر ہیچدان مرزا محمد خدا بخش قیصر تخلص کا جوان موزون طبع اور خوش فکر ہی یہ چند شعر اوسکے افکار سے انتخاب ہوے

دل کا ترے ستانا جا تھا نہ ہمنے ورنہ — تو گریہ بے اثر تھا تو نالہ نارسا تھا

پڑی ہین حسرتین خون گشتہ لاکھون — مرے مدفن سے اوسکے رہگذر تک

اتنا تو صبر دے ہمین یا رب کہ بہر وصل
جلدی کرین نہ اوس بت بیوفا سے ہم

دیکھنا خال وخط وزلف کا منظور نہین
طرز ہم قدرت خالق پہ نظر کرتے ہین

ابکی ملجاے وہ تو کام نہین
اگلی پچھلی حکایتون سے ہمین

باب الظاء المعجمۃ

ظالم تخلص ظالم سنگہ برہمن اوائل حال مین زمرۂ متصدیان سرکار بیگم شمرو مین منتظم تھا جب بیگم موصوفہ نے وفات پائی اور پرگنہ اوسکا ممالک محروسہ حکام وقت مین داخل ہوگیا فرط خانہ نشینی سے تہیدست اور تنگ عیش ہوا اور کثرت احتیاج سے گدائی تک نوبت پہونچی آخر تعلیم الطفال کو وسیلۂ تحصیل معاش کرکے اوقات عمر کو تنگی و ترشی سے بسر کیا اکثر شعر فارسی اور گاہ گاہ فکر ریختہ کرتا تھا یہ دو شعر اوسکے مسموع ہوے

ہم رہے گلچین ہمیشہ گرچہ باغ عشق سے
مفلسی کا داغ سوزان تر ہی داغ عشق سے

دن تو رو پیٹ کر کٹے لیکن
ہجر کی شب پہاڑ آتی ہی

ظاہر تخلص رام پرشاد قوم کھتری شاگرد مرزا رحیم الدین ایجاد نوجوان خوش اخلاق ہی اور فن سخن سے مناسبت تمام رکھتا ہی ابتک عالم نوشتگی ہی رفتہ رفتہ سخن ایک اسلوب دلپذیر پکڑ جائیگا یہ چند شعر اوسکے کلام سے تحریر ہوے

مین خاک ہون ہوئے شاید مجھی کو راہ وان
یہ لوگ کہتے ہین دل مین ترے غبار آیا

وہ کس ستم سے خجل ہی کہ ہر وہ حد سے زیاد
کہ اب جو سامنے آیا تو شرمسار آیا

نہار آئی ہی ظالم خدا کرے
مٹا نشان نہ بلبل کے آشیانے کا

تغافل اور یہ دل کی کشش خدا کی ہی شان
یہ ڈھب ہی اونکا لاہی دل چرانے کا

بچے دل اوس بت بیداد گر سے کیا ظاہر
کہ سادگی پہ وہ عیار ہی زمانے کا

ظاہر گر ایکبار بھی جاوے تو یون کہے
آنا مجھے پسند نہین بار بار کا

ہمارے سر پہ کوئی آئے کوئی جائے پہ ہم
سوائے گریہ کسیکی خبر نہین رکھتے

صبا ترے ڈر سے ہون خاموش ورنہ یان
مین اور چین دیوے گھڑی بھر فغان مجھے

ظاہر تجھے وہان سے نرد کون تو کیا کرون
نادان بہت عزیز ہی تیری تو جان مجھے

ظرافت تخلص ہی ایک زن پردہ نشین کا اگرچہ کسی عہد مین شوخ ادایان دلربا کے زمرہ مین

شمار کیجاتی تھی لیکن اب جو گلزار حسن مین خزان اور کنعان جمال مین قحط ہی اوس نہال حمیدہ کو شاخ خمیدہ کے ساتھ مشابہت بہم پہونچی اور وہ صاحبی بندگی کے ساتھ مبدل ہوگئی بیہات یہ کیا بات ہی ایک طرح کے حسن سے اب بھی خالی نہین پہلے حسن خلقت تھا اب حسن خلق ہی کہتے ہین شعر بھی کہتی ہی غالبًا شکایت یاران دلچسپ جو اوسکو اب منھ نہین لگاتے اس پردہ مین دل سے نکالتی ہی ایک شخص نے کہ اوس سے معرفت سابقہ رکھتا ہی راقم حروف کے سامنے پانچ چار شعر پڑھے تھے ہرچند کوئی شعر قابل تحریر معلوم نہوا لیکن تذکرہ کی ضرورت سے یہ ایک بیت مرقوم ہوئی

اوسکے لب ہین شراب سے بہتر	حسن ہی آفتاب سے بہتر

ظریف تخلص میر امان اللہ اصل اوسکی لاہور ہی لیکن چالیس برس سے ترک وطن کیا اور بیشتر بنارس اور کمتر شاہجہان آباد مین مقیم رہا اب حسب ضرورت عیال اور اطفال کے ساتھ بلدۂ لکھنؤ مین ہی یہ شعر اوسکا یاد تھا

وعدۂ وصل تلک کیون نہ جیے صدافسوس	مرکے ہم ایسے پشیمان ہین کہ جی جانے ہی

ظفر نام نامی اور اسم سامی آرائندہ ملک وکشائندہ اقلیم طرازندہ تخت فرازندہ دیہیم مالک رقاب امم خورشید علم مریخ حشم ماحی آثار جور وبیداد قامع نیران شر وفساد بانی بناے جہان بانی موسس اساس مملکت ستانی جہانیان پناہ ملائک سپاہ والی زمان وزمین صاحب تاج ونگین سکندر شوکت دارا حشمت کسرے ایوان افراسیاب توان حاتم سخاوت رستم شجاعت فریدون فر جمشید افسر سلیمان جاہ زینندۂ افسر وگاہ سراج الدین محمد بہادر شاہ خلد اللہ ملکہ وسلطانہ وافاض علی العالمین برہ واحسانہ کہ گردش چرخ اوسکے حکم قضا توام سے وابستہ ہی اور توسن فلک اوسکے امر نافذ کی عنان کشی بغیر پاشکستہ ہی نوشیروان اوسکے ایوان کا ادنی دربان اور حاتم اوسکے مائدۂ احسان پر ناخواندہ مہمان ہستم اگر اوسکی حمایت پر تکیہ نکرتا تن تنہا صف اعدا پر حملہ آور نہوسکتا اور دریاے نیل اگر اوسکے مجاہدان عساکر کے غرق سعی سے طغیان مین نہ آتا لشکر فرعون کو نہ ڈبو سکتا باد صبا کو حکم ہی کہ کیسہ غنچہ کی گرہ بے احتیاط نہ کھولے تاکہ زر گل مین نقصان نہ آوے اور باد صرصر کو تاکید ہی کہ صحن چمن مین بیباکانہ نہ چلے تاکہ ضعفاے سبزہ کے سر وگردن مین ضرب نہ پہونچ جاوے نیزہ اوسکا متاع شجاعت کے تولنے کے واسطے سینۂ اعدا مین ترازو ہی اور تیغ اوسکی فتح اور

نصرت کی پشتی کے لیے دوستون کی قوت بازو ہی اوسکی سخاوت کے عہد مین زر کو دست
لئیم سے نجات اور اوسکے انصاف کے دور مین ستم کی جان مور و آفات ناموس شریعت کے
پاس سے دختر رز پر دہ مینا مین مستور خاکساری طریقت کے لحاظ سے منصور کی انانیت
بندگی کے نام سے مشہور اقبال اوسکے دولتخانہ کا دربان اور دبدبہ اوسکی بارگاہ کا پاسبان
تیرارش اوسکے میدان شجاعت مین زبان خار سے فجل اور گرز فریدون اوسکے عرصۂ مہابت
مین سرتازیانہ سے منفعل قدردانی سخن سے عبارت مین دوائر بیمانی زر اور الفاظ منثور و
گنج گوہر سخن اوسکے لب سے ہمپایۂ اعجاز اور مضمون نیاز اوسکے اشعار مین ہم پہلوے ناز شاہد
محفل قدس ہر راہ سے اوسکے جادۂ قلم مین عنان افگن ہین اور نازنینان ملک تقدس
ہر طرف سے اوسی کے میدان صفحہ مین گامزن ہین اوسکے قلم کی صریر ہی یا خوشخرامان معنی کی
آواز یا اوسکے الفاظ سے فروغ معنی جلوہ گر ہی یا مینا سے پری نقاب کشا سلسلہ اسطور پر تو
مضامین سے شبستان صفحہ کے واسطے فتیلہ چراغ دوائر حروف کیفیت معنی سے بزم اور ان مین
خط ایاغ بزمیہ معنی کی رنگینی پر تو مجزر میہ مین مداوی تری خون وخوے حرفون کے دائرے اشعار متصوفانہ
مین دیدۂ بینا اور ابیات عاشقانہ مین چشم گریزا اور بین السطور بہاریہ مین خیابان اور
فلکیات مین کہکشان نفس شگفتگی الفاظ سے نسیم چمن اور نگاہ تازگی رقم سے ریشۂ یاسمن
مصرع قامت شمشاد بیت ابروے خوبان خلخ و نوشادہان اسی خامۂ سبک جولان آہستہ
خرام کرکہ ثنائے شاہی وہ صحرا ناپیدا کنار ہی کہ پیک خیال ہزار برس بالا دوی کرے اوس
راہ دراز سے ایک مور ضعیف کے نقش پا کے برابر طی نکر سکے اب اس شغل خطیر سے ہاتھ اوٹھا
اور یہ تو بیان کرکہ اس شہنشاہ گردون بارگاہ کے نام بلند مقام کو اسامی رعایا کے ساتھ
بالش صفحہ پر ہمنشین کرنا کس مشیر کی اجازت اور کس صلاح کار کی رخصت ہی ہیہات ہیہات
اسکا جواب مدعاے عاشق سے زیادہ ترلب اظہار پر آمادہ ہی اور سایہ سے زیادہ پیش پا افتادہ
اس باب مین مشیر کے مشورہ کو کیا بار اور صلاح کار کی اجازت کو کیا گزار مشرق مطلع سے
مغرب مقطع تک اوسی آفتاب گردون قباب کی سیر گاہ ہی علاوہ اسکے یہ باب تو اوس شاہ
خورشید کلاہ کے نام بلند مقام کے واسطے حکم تختگاہ کا رکھتا ہی اور کیونکر متصور ہی کہ تختگاہ
قدوم ہمایون شہنشاہ سے مزین نہو ہر کیف ضمیر معنی یاب مناسب دیکھتا ہی کہ جو ثنا رمدح سے
ہاتھ کوتاہ ہی اس مقام مین اشعار شعری شعار سے کچھ کچھ درج صفحۂ تحریر کرے کہ ارباب

مذاق اس سے لذت اور اہل دل اوس سے معرفت حاصل کرین

دل کا کچھ کام نہ تجھسے بت پرفن نکلا
دوست جانا تھا تجھے جان کا دشمن نکلا

عشق نے کیا جانے کیا سینے مین بھڑکائی ہی آگ
اب جو سینے مین مرے ہر داغ اخگر سا بنا

شمع نے رو رو کے کاٹی رات سونی پر تمام
شب کو جو محفل سے تو اوسے زیب محفل اٹھ گیا

سونون مین کیا کہ مرے پاؤن کو بھی زنداں مین نہا
آ زر وے خلش خار نے سونے نہ دیا

یاس و غم رنج و تعب میرے ہوے دشمن جان
اے ظفر شب انھین دو چار نے سونے نہ دیا

دیکھکر اوس بت کافر کے ستم
اے ظفر مجکو خدا یاد آیا

یاد مین اوسکے گل عارض کے افشانخون سے رات
لی جدھر کروٹ اودھر بستر گلابی ہوگیا

گردش چشم بتان سے دل کو ہو کب مخلصی
حلقہ گرداب سے نکلے ہی کب ڈوبا ہوا

خار سا کھٹکے ہی جی مین اوسکی مژگان کا خیال
ہر رگ جان مین یہ نشتر کیا غضب ڈوبا ہوا

آیا مژگان سے میری جیب پہ سو بار سرشک
پر غبار اسکے نہ دل پر کبھی دھوکر آیا

مثال نقش قدم بیٹھ کر اوٹھون کیونکر
ازل سے حق نے مجھے ناتوان بنایا تھا

بیان کیجے اگر احوال اپنی شام غربت کا
گریبان تا بدامن چاک ہو صبح قیامت کا

جنون صد آفرین کیا ہی اور ائین بیجیان تونے
رہا پر زانہ دامن کا نہ اک ٹکڑا گریبان کا

خاک ہوکر بھی بگولے کی طرح چین نہین
حال اتبر ہی نہ کچھ تیرے ہواخواہون کا

جلا جی نہ دل مفت نیکر کسی کا
کہا بھی تو مان اے ستمگر کسی کا

بیطاقتیِ دل سے یہ حالت ہی کہ اب تو
اشک آنکھ سے بھی میری روان ہو نہین سکتا

ظہور تخلص زبدۂ اہل کمال قدوۂ ارباب فضل و افضال واقف اسرار خفی و جلی مولوی ظہور علی
وطن اصلی اس مظہر آثار اخلاق کا ہریانہ اور اب مدت سے مسکن و ماوا خاک شاہجہان آباد ہی
چھ سو برس کا عرصہ گذرتا ہی کہ مولانا شیخ کریم الدین جو اس زبدۂ اہل فضل کے جد امجد تھے
بخارا سے ہندوستان مین تشریف فرما ہوکر چندے قصبہ رہتک مین قیام پذیر اور پھر
ہجر مین ساکن ہوے لیکن من بعد بزرگان والا قدر نے قصبہ وادرے مین تو طن اختیار کیا سلسلہ
اوسکے اجداد کا محمد ابن ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ تک پہونچتا ہی اور والدہ ماجدہ اوسکی زبدۂ
اولاد امجاد غوث الثقلین سید عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ اور بنت مولوی فضل علی مغفور ہی
اور یہ غفران مآب حضرت سید شیر محمد قادری برہانپوری کی اولاد سعادت نژاد سے تھے

یہ حال ہی اوسکے آبائے کرام اور اجداد عظام کا اب اوس معدن مکارم کے اوصاف مذکور ہوتے ہین کہ اوسکی ذات تقدس صفات مین خلق اور تواضع ایسی ہی جیسے گل مین آب اور دل مین کرم و مروت اس طرح جسطرح خورشید مین تاب دقائق علوم سے آگاہ اور غوامض فہوم مین کامل دستگاہ فن سخن کو جناب مغفرت مآب حافظ عبدالرحمن خان احسان اور شاہ نصیر اور مومن خان مومن مرحوم سے کسب کیا ہی تاریخ گوئی کی طرف توجہ تمام اور ماذہاے غریب کے استخراج کی جانب التفات تمام ہی والد ماجد اس یکتاے عصر کے مولوی فتح علی نام فن فارسی مین یگانۂ روزگار اور وحید شہرہ دیار تھے الولد سر لابیہ کا مضمون اس زبدۂ اہل استعداد کے ناصیہ حال سے واضح ہی کہ علوم ادبیہ خصوصاً شعر کو رونق و بہا اور تحقیق و تدقیق مقاصد کو ضیا ایسی دی ہی کہ زبان اوسکے اوصاف مین لال ہی یہ چند شعر اوس صاحب سخن کے صفحۂ تحریر پر جلوہ طراز ہوئے ہین

قصد ستم سے پہلے یہان دم نکل گیا	نکلی نہ ہاے اوس ستم ایجاد کی ہوس
گردش ہی مجھے چشم کے مانند ہمیشہ	آوارہ ہین گھر مین ہون مسافر ہون وطن مین
عالم مین ہی یون ہستی موہوم ہماری	موے کمر یار ہو جس طرح بدن مین
خط کے آنے پہ کہان وہ رخ گلگون کی بہار	باغ سبز اب نہ کھا اے گل خندان ہمکو
سامنے اوسکے نکلنے کی نہین بات ظہور	گھر مین تم بیٹھ کے باتین ہی بنا جانتے ہو
ہی چار طرف حسن کی جسکی یہ تجلی	وہ شاہد یکتا نہین معلوم کدھر ہی
اے اشک مرے دیدۂ نمناک سے باہر	جاتا ہی کہان تو تو مرا لخت جگر ہی

ظہور تخلص احمد جان اصل اس جوان لطیف نہاد کی مرشد آباد ہی لیکن ایام طفلی سے کسی امر سہل پر والدین سے آزردگی بہم پہونچا کر چندے بنارس مین قیام کیا اور کچھ لکھنؤ مین رہا وہان کتب فارسی سے کچھ کچھ روشن سواد ہو کر شاہجہان آباد مین وارد ہوا اور اب یہین طالب علمی مین صرف اوقات کرتا ہی کبھی کبھی شعر ریختہ کہتا ہی یہ شعر اوسکا تحریر تذکرہ کے وقت ایک آشنا کی زبان پر آگیا تھا مرقوم ہوا

ہم خاک ہوکے اوسکی گلی مین رہے تو کیا	باد صبا کو ضد ہی ہمارے غبار سے

ظہور تخلص محمد ظہور حافظ قرآن اور فی الجملہ روشن سواد ہی کئی بار مشاعرہ مین آیا اور سامعان سخن فہم کو مسرور کیا بعضے کہتے ہین کہ شعر خوانی مین ناقل محض اور حاکی صرف ہی بہرکیف یہ شعر

اوسکا یاد تھا

باتون پہ تیری بھولے ہوے تھے پر اب یہ لوگ	حالت کو میری دیکھ کے ہشیار ہوگئے

ظہیر تخلص زبدۂ دودمان سیادت قدوۂ رہروان سعادت مالک ازمۂ دل وجان والی کشور قلب وجنان یوسف رخ رستم توان سید محمد جان لمعۂ آفتاب اوسکے فروغ چہرہ کے سامنے محتاج نقاب ہے تو ماہ اوسکی روشنی رخسار کے آگے جویاے حجاب باوصف سادہ روئی کے مردم آمیز اور باوجود بے پروا مزاجی کے مہر انگیز سواد استعداد عبارات فارسی مین روشن اور طبیعت رنگینی مضامین سے گلشن اشعار رنگینہ اپنے پدر بزرگوار میر یحیی ناظم کی نظر اصلاح سے گذرانتا ہی یہ چند شعر اوسکے نتایج افکار سے ہین

یا ان حرف بیوفاؤن کا تھا برسبیل ذکر	ہمنے خدا نخواستہ تمکو نہین کہا
اک دلربا کے کہنے پہ اتنے ہوے خفا	کچھ جنگجو جو کہا نہین بدخو نہین کہا
اتنا گران نہو کہ کبھی کچھ بہ ابھلا	اب تک تو اے ظہیر کبھی تو نہین کہا
وہ بھی کیا ملک عدم ہی اے ظہیر	اوس گلی مین جو گیا آیا نہین

باب العین المہملۃ

عاجز تخلص عالی منزلت والامرتبت واقف حقائق مقید ومطلق پیر جی شرف الحق کو توال شہر لطافت بہر حضرت شاہجہان آباد صانہا اللہ عن الشر والفساد یہ پسندیدہ اطوار سلالۂ خاندان شرافت توامان زبدۃ العارفین اسوۃ العاشقین شیخ جلال الدین تھانیسری قدس سرہ ہی تفویض عہدۂ کوتوالی کی ابتدا سے ابتک امور مفوضہ کو نیک نامی ودیانت کے ساتھ سرانجام دیا ہوشیار خرامی وغور مقدمات دائرہ تبیان سے خارج ہی حق رسانی خلائق اور پاس مرضیات خالق ہر کام مین پیش نہاد خاطر ہی علم ضروری سے مایہ دار اور فہم وتمیز مین یگانۂ روزگار تفویض عہدۂ سے پہلے گاہ گاہ فکر شعر کا اتفاق ہوتا تھا اب کہ صرف انتظام امور عباد وبلاد مین اوقات صرف ہوتی ہی اسطرف توجہ کم ہی پہلے واردات زمین سخن کا فکر دامنگیر تھا اب اون واردات کا کہ زمین ربع مسکون مین سانح ہوتے ہین اندیشہ لاحق رہتا ہی آول صرف گفتار تھی اب محض کردار ہی ہر چند روزمرہ شعر کا روزگار قدیم کے موافق ہی لیکن صفائی اور متانت سے خالی نہین یہ چند شعر افکار گوہر نثار سے ہین

مژگان پہ نکل لخت جگر آتے ہین کیا کیا	یہ خار وخس اب دیکھ ثمر لاتے ہین کیا کیا

سنبل کو آج باغ مین ہی زندگی محال — اوس سرو قد کی زلف گرہ گیر دیکھکر
ترے ہجر کا اب علاج ای مسیحا — اگر دیکھتے ہین تو سم دیکھتے ہین
مدت سے چھوڑ بیٹھا اس جسم ناتوان کو — دم تیرے دیکھنے کو آنکھون مین آرہا ہی
خوف ہی اوسکی جبین پر جو تری رہتی ہی — تیغ ابرو پہ یہ کیون آب دھری رہتی ہی
کسکے یہ دیدۂ گریان کے نظر کا ہی اثر — کاہ جو دشت مین بے آب ہری رہتی ہی

عاجز تخلص مرزا عبداللہ بیگ ابن مرزا احمد بیگ ساکن کھاری باولی کہ ایک محلہ ہی محلات شاہجہان آباد سے جوان خوش اخلاق و نیک نہاد و نیک منظر ہی حلم و حیا گوشہ طبیعت مین جاگزین اور شرم و مروت خلوت دل مین زاویہ نشین طبع مین سلامت ہی اور ذہن مین استقامت معنی مین بلندی ہی اور الفاظ مین جستی راقم کے ساتھ سولے تلمذ کے رشتۂ محبت و صداقت کو ایسا استحکام دیا ہی کہ برادر کو برادر حقیقی کے ساتھ وہ معاملہ مشاہدہ نہین ہوا یہ چند شعر اوسکے افکار گوہر نثار سے منتخب ہو کر مرقوم ہوے

جنون نے ہاتھ کو ناچار ہو کے کھینچ لیا — نظر نہ جب کہ گریبان مین ایک تار آیا
کہا نہ تھا کہ نکر برق تو مری تقلید — بتا کبھی بھی تجھے آج تک قرار آیا
اللہ اللہ رے نزاکت ترے رخ کی ظالم — کس نے دیکھا کہ نشان اوسپہ نظر کا نہوا
تیرا ناکام شہادت قتل کی حسرت مین ملے — دیکھنا کس کس نگاہ شوق سے تلوار تھا
خدا ہی جانے کہ کیا آپنے کیا ہی عاجز پر — کہ اک گھڑی مین ترے پاس لاکھ بار آیا
روتا ہون تو ہنستے ہین وہ کم ظرف سمجھ کر — کرتے ہین خجل مجکو مرے دیدۂ تر اور
یاد آئے ہی جب اوس نمکین لب کا تبسم — دیتے ہین مزا مجکو مرے زخم جگر اور
لخت دل صد پارہ ہی ہر نوک مژہ پر — ہی آج تو کچھ رنگ ہی ای دیدۂ تر اور
کل تو جانے کی قسم کھائی تھی تنے عاجز — آج پھر جاتے ہو اوس شوخ ستمگار کے پاس
جفا اوٹھیگی کہان تک کہ ہم بھی انسان ہین — اسیطرح سے رہا گر وہ بیوفا ہمسے
لبون پر جان تو پہونچی ہی اور روان — وہی باتین ہین وہ ہی امتحان ہی
اپنی ہی سانس کے ہمراہ اوڑا جاتا ہون — ناتوانی نے بنایا یہ سبکبار مجھے
جنس دزدیدہ ہون مین دہر مین گویا عاجز — کہ وہین پھیر دیے لیوے جو خریدار مجھے

عارف تخلص نواب زین العابدین خان مرحوم خلف رشید نواب غلام حسین خان مبرور

مسرور تخلص شاگرد مرزا اسد اللہ خان غالب غفر اللہ تعالے زبان اُردو کو ہم پلہ فارسی اور مضامین شعریہ کو ہم پایہ حکمت کر دیا تھا رنگینی سخن سے کاغذ ہم رنگ گل اور دلپذیری کلام سے قلم منقار بلبل اصناف سخن پر قدرت اور انواع کلام پر اقتدار غزل صحرائے شوخی کا غزال قصیدہ گلشن متانت کا نہال مخمس جسم کلام کے واسطے حواس رباعی مانند عناصر اربعہ پیکر سخن کی اساس سن بارہ سو ارسٹھ ہجری مین رخت سفر باندھکر گلشن جنان کی طرف راہی ہوا میر حسین تسکین کی تاریخ وفات بعینہ اس بلبل باغ جنت کی تاریخ ہی تماشا یہ تذکرہ اوس مقام کی سیر سے ان مقدمات پر مطلع ہو چکے ہین کاش عارف کے احوال مین تجاہل عارف کو کام نفرماوین دیوان ضخیم اوس سے یادگار ہی یہ چند شعر انتخاب ہو کر مرقوم ہوے

غم ہو یا خون جگر ہو قوت کچھ درکار ہی
کھا لیا فرقت مین تیری جوہیر ہو گیا

اہل دولت کو نہین دیتے ہین استعداد عشق
اشک ہونے سے رہا جو قطرہ گوہر ہو گیا

ملائک کیون نہ قائل ہو کے سجدہ کرتے آدم کو
طرف داری مین حق نے ہی بہایا جانشان کا

ہماری خاک سے اوسکو کدورت کب کی تھی یارب
سکھایا ہی ہوا سے چلنا اوٹھا کر جسنے دامان کا

کہان سے آگئی اسمین تری رفتار کی تیزی
کہ چلنا قتل کرتا ہی ہمین شمشیر بران کا

سخنشرائے مین اتنا نہ سمجھتا تھا اونھین
چھیڑتا تھا تو کوئی شکوہ بیجا کرتا

رسوا ہوا تو اہل وفا مین ہوا عزیز
اچھا ہوا وہ حق مین مرے جو برا ہوا

وعدہ کیا تھا کبھی آنے کا اوسنے ادھر
شغل ہمین ہو گیا جانب در دیکھنا

تنگ گو ہاتھ سے وحشت کے ہون پر ہو گھر مین
جیب و دامان تو نہین ہون کہ نکل جاؤنگا

شوخی وہ بھری ہی کہ ذرا جا نہین پاتی
دشوار ہی آنا ترے آنکھون مین حیا کا

جگر و دل کوئی پتھر کا کہانسے لاوے
اتبو بیٹھا نہین جاتا ترے بیمار کے پاس

یا در رفتار صنم مین سو گیا تھا خواب مین
صبح تک دیکھا کیا شور قیامت خواب مین

دے چکا ہی ترے بیمار کو عیسے تو جواب
لب جان بخش ترے دیکھیے کیا کہتے ہین

عارف بتا کہ سر ہی یہ کس دن کے واسطے
پھرتا ہی آج تیغ وہ عریان کیے ہوے

بیکسی مین مجھے ہوتی ہی غلیمت وہ بھی
کوئی جسوقت مرے سر پہ بلا آتی ہی

عاشق تخلص عاشق علی مسکن اور موطن اوسکا معلوم نہین ایکبار مقدمہ خون ریزی مین

گواہی کی تقریب سے مہین دا ور شاہجہان آباد کے محکمہ مین وارد ہوا تھا راقم تذکرہ کے سامنے اشعار طبعزاد سے دفتر دفتر پڑھے تھے لیکن بحسب اتفاق یہ شعر یاد رہگیا

آتے ہین تو کچھ باتین کیا کیا وہ بناتے ہین | پر غور سے جب دیکھو اوپر کی ہی باتین ہین

شیفتہ

عاشق تخلص مرزا نظام الدین پسر مرزا ولی الدین ابن مرزا زاہد الدین مغفور ابن حضرت فردوس منزل شاہ جنت وستگاہ شاہ عالم بادشاہ انار اللہ برہانہ اخلاق حمیدہ اور کردار پسندیدہ اوس والا تبار کی ذات نیک صفات مین فراہم ہین ستار بجانے مین مہارت تام اور اوسکی صدائے ساز مین تاثیر تمام ہی فن شعر مین سلسلہ شاگردی کا اوسیکے اس مقطع سے ظاہر ہوتا ہی

مجھے فیض سخن عالی سے یان پہونچا ہی اے عاشق | کہ اونکو فیض ثابت سے ہی اور ثابت کو احسان سے

یہ دو شعر اوسکے اشعار سے منتخب ہوے

روز فراق جور تبان نالہ ہاے شب | کن کن مصیبتون مین خدایا نہین ہون مین
اوس گل کی مگر باغ مین آنے کی خبر ہی | ہر غنچہ لیے ہاتھ مین اک مشت جو زر ہی

شیفتہ

عاشق تخلص اقبال حسین خلف منشی نور الدین مرحوم شاگرد مرزا اسد اللہ خان غالب مرحوم جوان خوش اسلوب تیز طبع ہی طرز سخن سنجی دلپذیر اور وضع انشاء شعر خوش آیندہ یہ چند شعر اوسکے افکار سے ہین

تھا وہم دوئی تفرقہ پرداز وگرنہ | جس مرتبہ تو دور تھا او تنا ہی قرین تھا
ربط کچھ داغ و جگر کا ہی چسپان عاشق | ورنہ اس درد مین کوئی بھی کسیکا نہوا
مرکے پردہ رہ گیا عاشق کا یہ اچھا ہوا | دربدر کوچہ بکوچہ مدتون سے خوار تھا
توبہ تو کر چکا ہون مگر کچھ کچھ اندنون | دیتی ہی دم بہار کی آب وہوا مجھے
اپنی طرح پہ کوئی بھی مختار یان نہین | شوخی اوسے قرار ندے آسمان مجھے
گر ہماری بندگی ہی ناقبول | تو بتون کی اب خدائی ہو چکی

شیفتہ

عاشق تخلص مرزا رحمت بخش عرف منجھلے مرزا پسر مرزا محمد بخش مرحوم ابن شاہ عالم بادشاہ جوان خوش مزاج اور حلیم ہی فن سخن مین مرزا رحیم الدین حیا کی پر تو التفات اور اثر تربیت سے طبیعت خداداد کو روز بروز ترقی ہی یہ دو شعر اوسکے نتائج افکار سے ہین

دوستون نے پس مردن یہ کیا مجھسے سلوک
کہ رکھا اوس ستم آثار کی دیوار کے پاس

پچھلے نہ دل تبون کا نہ دل غیر کا جلے
نالون کے اب اثر وہ خدا جانے کیا ہوئے

۱۳۱ عاصی تخلص گھنسام رائے قوم کالیستھ شاگرد قدیم شاہ نصیر مشق سخن کو کہنہ کردیا اور طرز کلام کو نیا صاحب دیوان اور خوش خلقی و نیک نہادی مین مشہور جہانیان ہی یہ چند شعر اوسکے نتیجہ فکر سے ہین

ترے کاکل کے سودائی سدا آباد ہون مجنون
جہان کے خانہ زنجیر سے ویران رکھتے ہین

آپ ہی تک اپنی ابرو سے پہ خم کو دیکھیے
تیغ دو دم کو دیکھیے اور ہمکو دیکھیے

فوارہ کا ساحوصلہ اتنا نہ کیجیے
چلو بھرے ہی پانی مین گر بھر اوچھل پڑے

تری شوخی نظر آتی ہی ہمین چشم غزالان سے
دیا تھا ہاتھ سے دل شہر مین پایا بیابان سے

۱۳۲ عالی تخلص معالی منقبت مرزا عالی جنت بہادر ابن مرزا فیروز بخت بہادر ابن شاہ عالم بادشاہ انار اللہ برہانہ اوائل حال مین شاگرد سخن مرزا معز الدین شاہزادے تھا اونکے انتقال کے بعد حافظ عبد الرحمن خان احسان علیہ الرحمۃ والغفران سے استفادہ کیا خلق و مروت اوس نیک نہاد مین بحد کمال اور سخنوری کی مشق اوسکے ہم سن و سال ہی یہ دو چار شعر اوسکے متاخر افکار سے ہین

مژگان ستمگر کی طرح روز ازل سے
جو شخص کہ تیز رہا ہی وہ سیدھا نہین ہوتا

حاضر ہوا جو یار تو قسمت کا پھیر دیکھ
معدوم وہ کمر ہوئی غائب دہن ہوا

آب دم شمشیر کا کسکے ہی بیان ذکر
پانی جو بھر آیا ہی لب زخم جگر مین

جون نخل شمع ہون نہ کبھی سبز آب سے
آتش اگر ہو سر پہ رہون آب و تاب سے

۱۳۳ عالی تخلص زبدۂ خاندان سیادت اسوۂ دودمان سعادت مولوی امیر علی تھانہ دار گنج مرادآباد اجداد اس عالی تبار کے باوصفیکہ بذل عنایات سلطانی سے امتیازات ظاہری اور مدارج امیری کی بلندی سے جاہ و منصب کا قدم فرق آسمان پہ رکھتے تھے کمالات باطنی اور سعادات معنوی سے بھی مشرف اور ممتاز تھے اگر اوسکی طبع اخلاق سے شمہ مرقوم ہو اوراق دفتر برگ گل بن جاوین اور اگر اوسکی صاف دلی سے ذرہ لکھا جاوے صفحات کتاب آئینہ مصفا نظر آوین لب ہر یا لطائف معنی کا نسخہ ہی دہن ہر یا نفائس بیان کی کتاب زبان ہی یا نسخہ فصاحت کی ایک فصل ہی دل ہی یا مجموعہ بلاغت کا ایک باب ہی فن [illegible]

سخن کی تدقیق مین اقران و امثال سے ممتاز اس فن کی تحصیل اور اس صناعت کی تکمیل جناب فیض مآب اوستادی مولوی امام بخش صہبائی کی التفات باطنی کے اثر سے اس کم مدت مین صورت پذیر ہوئی کہ تیز فہمان بلند فکر کو اوسکے اضعاف مضاعفہ مین متصور نہین متانت الفاظ اور بلندی معنی اور سلاست طرز اور فصاحت بیان حیطہ تقریر سے خارج ہی یہ چند شعر اوس جناب کی نتایج فکر سے مرقوم ہوتے ہین

تا لاکشیدہ شعلۂ آتش زداغ ما	روشن بود بظلمت شبہا چراغ ما
فتد در نامۂ اعمال مردم روز حشر آتش	گر از رخ پردہ برگیرم در انجا داغ پنہان را
گرفتہ اینکہ رود مہر دلبران ز دلم	چو گرد با دلم طبعی ست اضطراب مرا
شکایتے چہ کنم از تبان کہ خود دل من	ہمیشہ دشمن جان بود در کنار مرا
گاہیدہ ایم آنقدر از غم کہ بعد مرگ	جوید صبا نشان و نداند سراغ ما
ما نشنویم پند تو ناصح نفس مسوز	از ضعف تاب حرف ندارد دماغ ما
عرض دادند بمن حوری و نگشودم چشم	تا وفا خوردہ نگیرد کہ سزاوار نبود
نخل شمع آفت از دوران نمے یابم ہنوز	آتشم در برگ و بار افتاد و سیرابم ہنوز
با تو خواہم شرح غمہاے دل محزون کنم	وین دل دیوانہ از پہلوے خود بیرون کنم
باید امشب نظرے بر رخ جانان کردن	خاطر غم زدہ را خرم و شادان کردن
بیعت ما بکف پیر خرابات بس ست	مے توان بر در او کار مریدان کردن
قیس و فرہاد بہ فتند کنون از ما بود	سر بکہسار زدن سیر بیابان کردن
شب تنہائی و ظلمت کدہ دارد حالی	باید از داغ دلش سازی چراغان کردن

عبرت

عبرت تخلص دولت رام قوم کالسیتھ ابن رائے ہیرالال ساکن کوچہ بلاقی بیگم کہ ایک محلہ معلات آباد شاہجہان آباد سے ہے مرد معقول اور متصدی پیشہ اور فن سخن مین شیخ ابراہیم ذوق مرحوم سے مستفید ہوا یہ چند شعر اوسکے اشعار سے بتحریر تذکرہ کے وقت ہاتھ آئے

سخت جانی تو نے شرمندہ کیا قاتل سے ہاے	وقت کشتن پھر گیا منھ یار کی تلوار کا
زرد و سیاہی گواہ ہے عشق مین ہمنے بہت	لیک مانند نگین نام اپنا روشن ہو گیا
ہر دم صبا سے ہو طلب بوے زلف یار	لڑتے ہین بات بات مین اتو ہوا سے ہم
کونسا ہے وہ پری رو کہ جسے تم عبرت	دیکھے دل ایسے نہ پھرتے ہو دیوانے سے

عزیز تخلص زبدۂ خاندان عزو وقار جامع گفتار و کردار قدردان علم و ہنر صاحب طبع فیض گستر ہمین آپکے ادراک و تمیز مولوی محمد عبد العزیز مہین پور جناب کمالات انتساب اوستادی مولائی مولوی نامدار بخش صہبائی سلمہ اللہ تعالے باوجود ایام شباب کے مزاج حلیم اور طبیعت بردبار اور باوصف اقتضائے جوانی کے حرکت مین سکون اور سکون مین وقار و حیا کو اوسکی پیشانی کے بغیر محل اور نہ شرم کو اوسکی آنکھ کے سوا مسکن نہ سخن کو بجز اوسکی طبیعت کے منزل اور نہ معانی کو بدون اوسکے دل کے موطن انسانیت کو ملکیت کے ساتھ فراہم کیا ہی اور بلندی مرتبہ کو پستی تواضع سے پیوند دیا ہی کتب درسی کو اپنے والد ماجد کی خدمت مین نہایت تدقیق کے ساتھ پڑھا ہی اور مناسبت طبعی اور مذاق جبلی سے اوراق کتاب جزو لاینفک اور مطالعہ علوم لوازم ذاتیہ سے ہوگیا ہی اور اس توغل علمی پر سخن سنجی و تلاش معنی کی طرف ایسی التفات ہی کہ کثرت مشق سے الفاظ کو شمع زبان کا پروانہ اور مضامین کو فکر کے ساتھ ہم کلشانہ کردیا ہی اگر رنگینی معنی کا بیان کیجیے تو زبان برگ گل بن جاوے اور اگر صفائی الفاظ کو بغور دیکھیے تو سیاہی مداد مین آبحیوان نظر آوے اگر سیاہی رقوم کا پردہ نہو تو فروغ معنی سے نگاہ ادراک خیرہ ہوجاوے اور اگر مضامین سوزناک کی گرمی مقاومت نکرے طراوت عبارت سے چشم تماشا کاغذ کو نمناک پاوے غزل کے اشعار عاشقانہ غزال دشت محبت اور قصیدہ کے ابیات مدحیہ مسکن شان و شوکت شعور معانی سے پیچ و خم حروف رشک دخان ہی اور دہان دوات لبریز فغان راقم تذکرہ کے ساتھ وداد خالص اور محبت صادق ایسی ہی کہ برادر حقیقی کو برادر سے یہ حال ہم نہ پہونچا ہوگا ہرچند سخن اوس معنی یاب کا اکثر قابل انتخاب بل سراپا انتخاب ہی لیکن اوراق مین یہ چند شعر بطریق اختصار لکھے جاتے ہین

فی کام ہی مسجد سے فی دیر سے کچھ مطلب — ہمکو تو وہی کعبہ وہ شوخ جہان آیا
نہین ہی رحم و مروت جو تجھ مین خیر نہو — ذرا خدا ہی کا کچھ تیرے دل مین ڈر ہوتا
تجھی کو غیرون کے ملنے سے کرتے ہین بدنام — مرا تو کچھ نہین اس بات مین ضرر ہوتا
خدا نخواستہ کیا اوس سے ہمکو تھا انکار — عزیز کعبہ اگر کوچۂ بتان ہوتا
تم بھی تو ذرا اوس سے چلو مل لو کہ یا نسے — بیمار محبت کا ارادہ ہی سفر کا
ساقی جلے ہی بزم مین کسکا جگر کہ آج — ہر سو روان ہی قافلہ بوئے کباب کا
دیکھا تھا ہمنے آج عزیز جگر فگار — کچھ بدلا بدلا رنگ تھا خانہ خراب کا

خرام ناز مبارک تجھے ولے اے برق
خیال رکھیو ہمارے بھی آشیانے کا

مین نقش پا کی طرح ہون فتادہ راہ مین اور
ارادہ رکھتے ہین رہرو مرے مٹانے کا

تیرے لب پر تو ز راشکوہ بھی کچھ آیا نہ تھا
کیون تو اپنے جور سے ظالم پشیمان ہوگیا

حسب معنی وحدت ہوے ظاہر تو یہ جانا
یہ شیخ و برہمن ہین جو جھگڑا تھا بوہین تھا

یک قلم کیونکہ تمنا کو مٹا دون ظالم
اک خدا اور بھی ہے دل مین کوئی بندہ نہوا

تیری شوخی سے تو چھپتا نہ کبھی خون عزیز
پر ہمارا ہی یہ تھا ضبط کہ چرچا نہوا

جون شمع شغل تیرے سراپا نیاز کا
جلنا جو سوز کا ہے تو رونا گداز کا

کج فہمیون سے خلق کی دیکھا کہ کیا ہوا
منصور کو حریف نہوا تھا رازکا

ہم عاصیون کا بار گنہ سے جھکے ہے سر
او خلق کو گمان ہے ہم پر نماز کا

ابکی کچھ اور ڈھنگ سے ہے دل کا اضطراب
کیا جانے شہید ہوا کس کے ناز کا

مغرور تھا ہی اور وہ مغرور ہوگیا
اسمین گلہ نہین مجھے آئینہ ساز کا

اور دل کے ساتھ لطف سے تھا صورت نیاز
یان بڑھ گیا دماغ تغافل سے ناز کا

کیا جائین میرے کہ بس اب دل بھی لگ گیا
پاکر تمون مین طور کچھ اوس عشوہ ساز کا

کٹ کٹ کے خون آنکھون سے آتا ہے بار بار
خنجر رکھا ہے پہلو مین میرے بجاے دل

اختیار اب مرا وحشت کے ہاتھ ہے گلرو
پھرتے پھرتے کبھی اس طرف بھی آجاتا ہون

یاد کرتے ہو مجھے گرچہ بری طرح سے پر
مین اسی بوجھ سے احسان کے دبا جاتا ہون

وہ نہین لطف و وفا ہی نہین
تو تو گویا کہ آشنا ہی نہین

ہے اگر مہربان نہین تو نہون
کہین بندہ کا کیا خدا ہی نہین

اب جو دیکھو تو ہے یہ صاف وہ تیغ
کہ کسی کا لہو پیا ہی نہین

رہروان فنا ہین نکہت گل
کہ کہین اونکا نقش پا ہی نہین

آگئے کہنے مین اس دل کے کرین کیا ہم صبر
تھے نہ قابل کہ بلاواسطہ دیکھین اوسکو

ہمدرد اک ملا ہے ہمکو عزیز خستہ
ایسا نہو کہ وہ بھی جاے نکل کہین کو

تیری اس شوخی رفتار سے نکلی ہے
خاک ہوکر جو تھی اک دل مین تمنا باقی

کچھ قولدت ہے کہ ہے سودہ الماس پہ بھی
اب تلک زخم کو کاوش کی تمنا باقی

خار او جھتے ہین جو صحرا مین مرے دامن سے
یا نکے رہنے سے بھی کرونگے یہ بیزار مجھے

اگرچہ پست ہین اہل ہنر پہ ہمت سے
نظر صدف کی طرح ابر پر نہین رکھتے

رہا نکرنے مین صیاد ہر بہانہ طلب
کہو نہ منھ سے اسیر وکہ پر نہین رکھتے

پارسائی کو ہی سلام کہ ہم
میخچون کی گلی مین آ بیٹھے

بیقراری کا کیا سبب ہی عزیز
کہین دل تو نہین لگا بیٹھے

عزیز تخلص مرزا عزیز الدین کہ اولاد امجاد حضرت شاہ عالم بادشاہ مغفور اور تلامذۂ حافظ عبدالرحمن خان احسان مبرور سے ہی خلق و مروت مین عزیز الوجود ہی یہ تین شعر اوسکے نتایج طبع سے ہین

کہون ہمدمو کیا کہ اس دل کے ہاتھون
نہ تھا دیکھنا سو وہ ناچار دیکھا

تو جو تیغہ کو ادھر قاتل اوٹھا کر رہگیا
مین ادھر حسرت سے اپنا سر جھکا کر رہگیا

مین یہ حیران ہون عزیز وآہ یہ کیا ہوگیا
بیٹھے بیٹھے عشق کا آزار کیسا ہوگیا

عزیز تخلص نوجوان عبدالعزیز نام متوطن فریدآباد مدت تک شہر شاہجہان آباد مین طالب علمی مین صرف اوقات کرکے عربی اور فارسی مین استعداد معقول بہم پہونچائی بالفعل اپنے وطن مین مقیم اور جادۂ مزاولت علوم مین مستقیم ہی ہرچند عمر چھوٹی ہی مگر استعداد بڑی ہی حسن خلق و سنجیدگی اوضاع اصالت طبع اور شرافت حسب پر علاوہ ہی شعر سے مناسبت طبعی اور مذاق سخن جبلی ہی جو کہ جوان لاابالی مزاج ہی تالیف اشعار کیطرف کم توجہ ہی یہ دوچار شعر ہاتھ آگئے تھے کہ مرقوم ہوئے

یا سمجھتے تھے کبھی گھر کو ترے گھر اپنا
یا گذارا نہین ہوتا ترے در پر اپنا

پھوڑنا سر ہی کا گر اپنا مقدر ہی عزیز
کاش اوس کوچہ کی دیوار ہو اور سر اپنا

سوز غم منھ پہ سینہ پہ سو داغ کھا چکے
ایک قصہ درد دل مین ہی دیکھین وہ کیا چکے

عالم مین اے عزیز نسیم وصبا کے ہاتھ
کیا کیا اوڑی نہ خاک ہمارے غبار کی

عزیز تخلص نواب زادۂ بلند مکان یوسف علیخان آبا و اجداد اوسکے خاندان صاحب اعتبار سے تھے فکر شعر کرتا ہی یہ دو شعر اوسکے سنے گئے

اب خاک گر خون سے کرون ارتباط عشق
نہ تو رو کی جا ہی نہ مرہم کا ہی مقام

وہ دل نہین داغ نہین وہ جگر نہین
کوئی علاج زخم دل اے بخیہ گر نہین

غریب

عزیز تخلص مہاراج سنگھ قوم کایستھ انسانیت مصور اور اخلاق مجسم ہی شاگرد قدیم شاہ نصیر مرحوم اور مشق سخن مین اکثر سے ممتاز ہی از بسکہ شاہ مغفور کثرت تلامذہ اور افراط مشغلۂ اصلاح اور مشغولی فکر شعر سے اپنے دیوان کی ترتیب کی طرف متوجہ نہوتے تھے ان نیک نہاد نے فرط اعتقاد سے کہ خدمت اوستاد مین رکھتا تھا اوس کلام پریشان کو جمع کیا اور اشعار متفرقہ اور غزلیات پراگندہ کو مختلف مقامون سے فراہم کرکے صورت کتابی بخشی گویا ع بقفس کرد پر و بال پریشانی را ؛ یہ چند شعر اسکے نتائج طبع سے ہین

اتبو ٹک ای چشم طوفان زا کہین بہ رونے سے تھم	اشک کا ہر قطرہ اپنا رود کش جیحون ہوا
اوس دہن کا ذکر چھیڑا کسنے ای موج نسیم	غنچہ لالہ سحر کھانے کو جوا فیون ہوا
ہوا نہ صاف وہ آئینہ رو کبھی ہمسے	سدا ہماری طرف سے اوسے غبار رہا
پہلے ہی کشتہ تھے ہم اوس نرگس مخمور کے	آسیہ کافر اور یہ سرمہ کا دنبالہ بنا
جام مے گلرنگ سے واقف نہین ساقی	غنچہ کی طرح پیتے ہین خون جگر اپنا
اسکے نقد دل کبھی جو ایک بھی بوسہ ندے	ای عزیز اوس مفت بر سے کسطرح سودا ہے

غمگس

غمگس تخلص نو دفنون روزگار بدرالدین نام ساکن ٹیکمل کہ ایک محلہ ہی محلات شاہجہان آباد سے مسجد جامع کے قریب اور خوبی بنا اور لطف عمارات سے دلفریب عقل و دانش اوس افلاطون وقت کی ایسی تھی کہ ابن ہیثم کو کمینہ اوسکا شاگرد سمجھنا اوسکی کمتر توصیف ہی اور تناسب اعضا اس درجہ مین کہ فلینظر الی الابل کیف خلقت اس عجیب الخلقت کی شان مین جاننا اوسکی اوسنے تعریف ہی الفاظ پوچ و پا در ہوا کو پیرایۂ موزونی سے آراستہ دیکھا اور اوسکو تین قسم ٹھہراکر شعر کا نزاد رماده اور استاده نام رکھتا عرصہ دراز ہوا کہ قافیہ حیات کے تنگ ہونے سے مضمون فنا کی فکر مین گریبان لحد مین سر فرو کیا جو کہ اوسکے اوصاف احاطۂ تقریر سے خارج ہین اس ایک شعر پر کہ اوسکے کمال ہنر اور بلاغت فضل پر اول دلائل اور اعدل شہود سے ہی کفایت کرتا ہی

کیون بے اوسکے چلا تھا کیا یہ جھگڑا رات کو	کس کیے آیا تھا تیرے گھر وہ مکرات کو

عسکری

عسکری تخلص زبدۂ نوآئینان عالی منزلت اسوۂ بلند پایگان والا مرتبت ہمارے اوج بلند نظری محمد حسن عسکری کہین ہر اور تلمیذ اقبال پناہ دولت دستگاہ نادر حسین خان ہاشمی تخلص اوصاف حمیدہ اس بلند مرتبت کے خامۂ مشک شق کے ذریعہ سے ذخیرۂ کتاب کرنا

ایسا ہی کہ تیغ ریختہ دم کے وسیلے سے کسی اقلیم کو حیطۂ تسخیر مین لاوین عزت وشان کو اوسکی نسبت سے عزوشان اور جاہ وحشمت کو اوسکے آستانہ سے علو مکان سخن ترقی مدارج سے آسمان سے برتر اور کلام عرنج معارج سے عرش سے ہمسر لفظ اوسکی زبان پر قند سے شیرین تر اور معنی اوسکی طبیعت مین گل سے رنگین تر حضرت استادی مآ استاد الانامی نے درج تذکرہ کے واسطے جب اوس زبدۂ سخنوران بلیغ سے اشعار طلب کیے ایک غزل قطعہ بند مسمی بذریعۂ نیاز اپنے افکار گوہر نثار کے ساتھ شہر کاپی سے جناب ممدوح کے پاس بھیجی اور اوس قطعہ مین خلق و مروت کی داد دی ع بنازم بانصاف صافی دلان ؛ اوسکو نذر نگاہ اجاب کرتا ہون تاکہ اوسکا مطالعہ تعارف غایبانہ کا سبب ہو

ہی لطف شاہ جو ملک سخن آرائی کا
اوسکے در پر ہی مجھے شوق جبین سائی کا

ذوق ہی زمزمہ پیرا ے گلستان سخن
چاشنی گیر ہون مین اوسکی شکر خائی کا

اسد کلک فصاحت کا مین اوسکے ہون ثنا
شیر غالب ہی نیستان سخن زائی کا

فیض سے اوسکے نہ کیونکر ہو مرے دل کو سرور
جام لبریز لطافت سے ہی صہبائی کا

مین ہون طوطی صفت آیینہ ہی دیوان حضور
سخن شہ ہی معلم مری گویائی کا

چاشنی قند بلاغت کی سخن کو دیکر
ذوق نے شوق دلایا سخن آرائی کا

غازہ مل مل کے فصاحت کا ہی غالب نے کیا
شیفتہ روے سخن کی مجھے رعنائی کا

لطف گلزار سخن دیکھ کے مجکو بھی ہوا
شوق بلبل کی طرح زمزمہ پیرائی کا

حالی کلک کیے نالۂ موزون مین نے
گو سلیقہ بھی نہین قافیہ پیمائی کا

جام اظہار مین مے ریزی کا تھا کچھ نہ خیال
پر اشارہ ہوا اسباب مین صہبائی کا

ہر لیات اپنی سے کچھ شعر ہین ارسال کیے
تاکہ غیبت مین ذریعہ ہو شناسائی کا

پیکر نظم اگر نقص کا پہنے ہو لباس
ملے اصلاح سے خلعت اوسے زیبائی کا

عسکری ہاشمی استاد برادر ہی مرا
کیون نہو شعر مین دعوے مجھے یکتائی کا

چھوٹا نہ عسکری کبھی دل اوسکے دام سے
زلف اوسکی اک نمونہ ہی قید فرنگ کا

اوجھنا دل کا خم زلف شعلہ رویون مین
ہماری جان کو اے عسکری عذاب ہوا

آپ بے رہا اگر سیا ہی ہو
حال لکھو ن مین دیدۂ تر کا

بیٹھے ہین چپ کچھ آپکا اسمین ضرر نہین
نالہ نہین فغان نہین کچھ شور و شر نہین

یارے غصّے کے وہین ہونٹھ چباتا ہی وہ شوخ — لب پہ دھوکے سے جو آجائے مرا نام کہین
عسکری لے لی جنون مین خانۂ دلبر کی راہ — ایسے مطلب کی نہ سوجھیگی کسی ہشیار کو
عنبر افشان ہی صبا ہند سے لے تا بہ ختن — کسقدر زلف مسلسل تری عطر آگین ہی
آمدِ گل ہی طرب ساز صبا پھرتی ہی — بلبلو مژدہ کہ گلشن کی ہوا پھرتی ہی
بس آگے اتنا نہ چھیڑو کہ راز کھل جائے — تمھاری ہم ہین بہت پردہ پوشیان کرتے
طرۂ یار کی خوشبو لیے کیا آتی ہی — جو ہوا ؤنپہ چڑھی با دِ صبا آتی ہی
عسکری لے چلو گلستان کو — دل مرا تنگ ہی نشیمن سے
اون ہونٹون سے قند کا ہی منھ بند — باتون سے ہوئی نباتات پھیکی

عشرت تخلص مرزا کلن بیگ پسر مرزا حیدر شکوہ ابن مہابت شکوہ مرحوم یہ نورِ چشم مرزا پیارے رفعت تخلص کا داماد اور فن شعر مین اونھین سے مستفید ہی اوسکی خوش صورتی کا حرف زبان پر لاؤن یا نیک سیرتی کا ذکر احباب کو سناؤن فن فارسی کے اکتساب مین کمر ہمت کو چست اور عزم رسا کو درست کیا ہی یہ چند شعر اوسکے افکار سے مرقوم ہوتے ہین

صبا جب آئی تو اور مر کر مرا غبار آیا — موے پہ بھی ترے کوچے مین لاکھ بار آیا
خاک ہونا بھی ہوا حق مین ہمارے کیمیا — ورنہ دامن تک پہونچنا اے فلک دشوار تھا
کر دیا آسان وہ تیری نگاہ قہر نے — ورنہ مرنا سخت جانی سے مجھے دشوار تھا
قیس جنگل مین رہا کوہ مین فرہاد رہا — بے ٹھکانون کا تمھارے ہی ٹھکانا نہوا
کیا بھروسا ترے وعدہ کا کرین ہم کہ کبھی — جھوٹون بھی ہمسے تو اے شوخ تو سچا ہوتا
کشتی تو لو متی تھی پر قتل گہ مین قاتل — خنجر کو دیکھتا تھا اور اپنی آستین کو
تم جو کہو سو سچ ہی کسواسطے کہ ناصح — دیکھا نہین ہی تمنے ابتک کسی حسین کو
اتیو ستم ہمین پر ہین روز تازہ تازہ — پر یاد بھی کروگے اے دل ربا ہمین کو
خوشبو کی آج پہلین آنے لگین کہان سے — کھولا ہی او سنے شاید پھر زلف عنبرین کو
عشرت تجھے کچھ اپنے مرنے کا غم نہین ہی — دشمن ترے جہان مین جاتا ہی تو وہین کو
تن سے بھی او ترکر نہ گرا پاؤن پر اوسکے — کیا کیجیے قسمت ہی بری ہی مرے سر کی

عشق تخلص جالینوس فطانت ارسطو ذہانت حکیم عزت اللہ خان خلف رشید حکیم

قدرت اللہ خان قاسم تخلص مرحوم کتب درسی خصوصًا طب کو اپنے پدر عالی مقام کی خدمت میں کمال تحقیق و تدقیق سے پڑھا اور معالجہ مرض کو حد اعجاز تک پہونچایا صاحب دیوان رختہ ہی اور اشعار اوس صاحب استعداد کے اگر شوخی معنی سے خالی ہین متانت الفاظ اور رزانت تراکیب سے خالی نہین عرصہ چند سال کا ہوا کہ جہان فانی کو بدرود کیا یہ چند شعر دیوان سے منتخب ہوکر بطریق یادگار رقوم ہوے

قفس سے تجکو اور زلف بتان کے دام سے مجکو
خدا کس رنگ سے اب دیکھیے بلبل نکالے گا

برنگ نکہت گل خانہ بردوش آیا ہون جسمین
یہ آتے ہم بھی ای باد بہاری تک ٹھہر جانا

زنجیر پا دست بسر داغ بدل ہاے
ای شوخ یہ ہی تیرے گنہگار کی صورت

کیونکر آوے نہ مجھے اب کہ یار پسند
فکر باریک ہی اور معنی دشوار پسند

سرگذشت اپنی لکھون کیا خاک او سکو نامہ بر
حال دل جو بدگمان لاوے نہ باور دیکھکر

بہ سواے خلق تو نے محبت کیا مجھے
میرا نہ جانتا تھا کوئی نام اب تلک

عظیم تخلص زبدۂ اہل فضل و اسوۂ ارباب کمال مولوی فضل عظیم مہین برادر جامع معقول و منقول حاوی فروع و اصول استاد الانام مقبول طبایع خاص و عام علامۃ الورا مولانا و ہادی الفضل اولنا مبطل الباطل و محق الحق مولوی محمد فضل حق سلمہما اللہ تعالے علاوہ کسب علوم عقلیہ و نقلیہ کے کہ خاصہ اس خاندان فضیلت نشان کا ہی فن سخن مین سعدی کو اوسکی تحسین سے افتخار اور حافظ کو اوسکی آفرین سے اعتبار سخن نے اوسکی طبیعت سے رتبہ پیدا کیا ورنہ اوسکی خوبی مین کلام تھا شعر نے اوسکی نسبت سے اعتبار بہم پہونچایا والا کج بحثون کی زبان درازی سے کیا کیا بدنام تھا بیاض اوسکے اشعار عاشقانہ سے فغانی کا دیوان آیات اوسکے معنی ایجادی سے خلاق المعنی کا دبستان اوائل سے سرکار انگریزی مین عہدہاے جلیل پہ مامور اور انتظام امور اور حسن خلق مین مشہور ہی اب چند سال سے نواح سہارنپور مین عہدہ ڈپٹی کلکٹری سے سرفراز اور عدالت و انصاف کے شیوہ مین ممتاز ہی راقم تذکرہ ہر چند اوس مظہر محاسن کی ملاقات سے کامیاب نہین ہوا لیکن گوش محامد نیوش نے اوصاف حمیدہ اور اطوار پسندیدہ کا ذخیرہ اسقدر حاصل کیا ہی کہ حصول آشنائی کے واسطے چشم دیدار طلب کی وساطت کو کچھ دخل نہین رہا خصوصًا استماع اشعار اور استفادہ افکار گوہر نثار یہ تو بے اختیار دل رہا ہی اور کشان کشان عالم تجرد کی طرف رہنما ہی یہ شعر عارفانہ روم عشق کا غالبا انھین اشعار شعری شعار کی صفت ہی

این زمزمہ مرکبے ہست مرروح ترا	بردارد وخوش بعالم یاربرد

یہ چند شعر کہ صفاہین آب گوہر اور لذت ہین کوثر سے کم نہین مندرج تذکرہ ہوے

مرگ میجوید بسے لیکن نمے یابد عظیم	درتن لاغر سراغ جان ناشاد ترا
خیز و بجلوہ تیز کن تیغ نگاہ نازرا	رخصت قتل عام دہ نرگس نیم بازرا
بادنصیب خاطرم دولہ کہ جذبہ اش	سوے حقیقت آورد موے کشان مجازرا
پرسی ازمن کیستی دانستہ نادان گشتہ	گویا این ہم نمیدانی کہ میدانم ترا
زشوخی توچہ گویم کہ وقت اظہارش	نشعر نیست زشوخی قرار مضمون را
رفت دست ازکار چون دامان یارازدست رفت	دست واین غم کہ دست ازکار وکارازدست رفت

عظیم مرزا عظیم بیگ ساکن شاہجہان آباد اس مرد قدوسی نہاد کی عادت مستمرہ تھی کہ جب گھر سے نکلتا ایک بٹوا برگ پان اور اوسکے لوازم سے لبریز خادم کے ہاتھ مین ہوتا اور جو آشنا راہ مین ملاقی ہوتا ایک گلوری اوسکو تواضع کرتا گویا اس بہانہ سے آپکو سرخ رو اور مدعیان ہمت کی زبان لال کرتا اور دس پانچ روز درمیان ایک پیالہ کباب لذیذ کا ہر دوست کے گھر بھجواتا ایسی ہمت کم کسی مین مشاہدہ ہوئی ہی خصوصًا ایام تنگدستی مین ظاہرا ایسا شخص اس شہر مین غریب سے امیر اور امیر سے سلاطین زادگان والا تبار تک نہوگا کہ اوسکی سرخی پان کا شرمندہ نہو یا اوسکے کباب کا حق نمک اپنی گردن پر نہ رکھتا ہو جو کہ پان کی تواضع بہت مشہور ہوگئی تھی اسواسطے اوسکو عوام عظیم بیگ گلوری باز کہتے تھے شعر پختہ بھی اکثر کہتا یہ شعر اوسکے اشعار سے انتخاب ہوکر مرقوم ہوا

تو پان کھاکے ہاتھ سے غیرون کے ہی خموش	منھ لال ہوگیا ہی زبان لال تو نہین

علوی تخلص جناب فیض مآب اسوہ کملاے نامدار قدوہ اکابر شہر ودیار صیرفی نقود کمال گنجور خزینہ افضال بانی بناے سخن گستری مانی ارژنگ ہنر فردی قطب فلک بلند خیالی عضادہ اصطرلاب ہمثالی قافلہ سالار سخن سنجان مولوی عبداللہ خان اسکنہ اللہ فی الجنان بالغفران کمالات ظاہری وباطنی اور فضائل صوری ومعنوی اس مجمع محامد اور منبع فواضل کے حوصلہ شمار اور ظرف تعداد مین جب گنجائش پذیر ہون کہ حساب اودار فلک محاسب فہم یا دبیر وہم ضبط کرسکے ازبس تدریس کتب فارسی اور تتبع محاورات زبان دری اور مشق انشا نثر وابداع نظم کی طرف میل طبیعت بیشتر تھا عوام یہ سمجھتے تھے کہ اوس جناب کی آستین استعداد کا طرازہ ہی

فنون ہین وگرنہ علوم غریبہ اور فنون عجیبہ مین سے وہ کیا ہی جو اوس جامع مکارم انسی وملکی کی دقت فکر سے کامیاب نہ تھا اور دقائق حکمت سے کونسا دقیقہ ہی کہ اوسکی آبیاری مطالعہ سے سیراب نہ تھا موزونی تو گویا اوسیکی طبع کی خانہ زاد تھی کہ زمین سخن سے جو نہال نکلا سرو ہوگیا فکر کی رسائی طبع کی بلندی سخن کی سنجیدگی تراکیب کی متانت طرز کی تازگی مضمون کی رنگینی نکات کی برجستگی اشارات کی شوخی الفاظ کی آشنائی معنی کی بیگانگی کلمات کی تنگ درزی ربط کی چسپانی جسقدر اس حضرت کے نظم و نثر مین دیکھی گئی ہی نہ خاقانی و انوری کے قصائد مین ہی نہ سعدی و حافظ کی غزل مین نہ نظامی و فردوسی کی مثنوی مین ہی نہ رباعیات سنجانی و افضل مین اصناف سخن کو اصناف طرز سے مزین کرنا ایک اعجاز ہی کہ خدائے عزوجل نے اوسی خاتم نبوت سخن مین ودیعت رکھا تھا حشمت الفاظ خاقانی کو مناسب قصیدہ اور چستی تراکیب نظیری کو شائستہ غزل اور متانت بناے سخن نظامی کو لائق مثنوی سمجھ کر ان اصناف کو غالبًا انھین طرزون سے مطرز کرتے تھے والا جس صنعت کو جس طرز پر ارادہ کرتے بہتر اوس سے کہتے ایک مثنوی ناتمام کہ آٹھ ساتھ جزو کے قریب ضخامت ہی تحفۃ العاشقین کی بحر مین اور دوسری مثنوی قریب دو تین جزو کے گل کشتی میر نجات کی وزن مین کمال قدرت سخنوری پر دال ہی سامع طرز شناس خاقانی کو اپنے سامنے گویا پاوے اور میر نجات کو اپنے روبرو زبان آور دیکھے انشاے صفیر بلبل نام نثر متین و مغلق اور صحت نامہ علوی عبارت سلیس و شستہ مین ایسے ہین کہ اگر سواد دیدہ ملک کی مداد اور مژگان حور کا خامہ میسر آوے تو ارباب انصاف اونکو سینۂ صافی کی بیاض پر تحریر کرین تلامذہ کے اشعار جانے اصلاح سے لباس تازہ پہنتے اور خلعت نو بہم پہونچاتے شاخ نہال ہو جاتی اور نہال طوبے قطرہ موج بنجاتا اور موج دریا جو کہ اصلاح شعر مین صرف محبت معنوی کا افادہ ہی چاہا کہ شکنجۂ امراض بدنی کے گرفتار بھی صحت صوری سے بہرہ یاب ہون خلعت نہر طراز جامعیت سے مطرز اور لوح استعداد تماثیل کمال سے متمثل ہو جاوے اور از آمنہ صوری و معنوی سے کسی کی پیشانی خال داغ محرومی کے اثر سے متاثر نہو سبب حقیقی کی کارسازی قابل حمد و ثنا ہی کہ یہ حدیقہ طراز کمال جب گلزار مین لب کی باغبانی کی طرف متوجہ ہوا کیا کیا گل کھلائے معجزہ عیسوی کو اوسیکے انفاس فیض اقتباس سے جلوہ نمائی اور بیمار کی صحت کو اوسیکے نسخہ کی نقاب سے چہرہ کشائی تھی نبض شناسی سے چشم خوبان کی بیماری متعین اور تشخیص امراض سے زلف خوبان کا سودا متیقن باغبان کو پارچہ زر دیا سمن سے

دیدۂ نرگس کے رمد کا علاج تعلیم کیا اور شاخ گل سے جنون سنبل کا چارہ تفہیم مزاج گل کو تبرید نسیم سے معتدل کر دیا والا کثرت ساغر کشی سے قارورہ شبنم ناری ہو جاتا لالہ کا خون فاسد نشتر خار سے کم کر دیا وگرنہ فرط احتراق سے سارے بدن مین داغ کے سوا کچھ نظر نہ آتا ازبسکہ حصول روزی گردش آسیاے گردون پر منحصر ہی اتفاقاً فرخ آباد کا سفر درپیش ہوا اور اُس اطراف کے باشندے اُس حضرت کے افادات سے کامیاب اور اوسکے چشمۂ فیض سے سیراب ہوے مرزا دولھا نامی رئیس شمس آباد نے کہ نواح فرخ آباد مین ایک معمورہ دلچسپ ہی کمال دلگرمی سے نان جوین پر قانع کیا اور اسطرح محبت وخدمت گزاری سے پیش آیا کہ رئیس مذکور کی رفاقت کا خیال اس حضرت کے دل مین مستحکم ہو گیا اس عرصہ مین کئی موزون طبع اوسکے مایۂ فیض سے پایۂ شاعری کو پہونچ گئے اور کتنے طالبان کمال منافع علمی اور فوائد دانش سے بہرہ مند ہو گئے اور بہت علیل مزاجون نے اوس مسیحا نفس کے قانون علاج سے شربت صحت چکھا آخرالامر چرخ سفلہ نہاد کو اس چشمۂ فیض کا جاری رہنا پسند نہ آیا اور امراض گوناگون کی فوج کو اونکے شہر تن پر مسلط کیا کئی مہینے تک بدن افادت مسکن آغوش بستر سے الگ نہوا باوجود انواع تکالیف سن بارہ سو اڑسٹھ ہجری مین بہ کشادہ پیشانی خجستان عالم قدس کے گلگشت کا قصد مصمم کر کے گلشن جنان کی طرف سمند عزم کو گرم جولان کیا ہر چند اس واقعہ کو آٹھ نو برس کا عرصہ ہوا لیکن مخلصین کے دل سے داغ الم اب تک دھویا نہین گیا حضرت اوستادی اوستاد الانامی مولوی امام بخش صہبائی کہ اوس جناب مغفور کے ساتھ نسبت تلمذ رکھتے ہین تاریخ وفات یہ پاکی رباعی

علوی کہ چو او ندا دکس داد سخن	چون او نرسیدہ کس بفریاد سخن
ناگہ زجہان رخت اقامت بربست	ہاتف گفتا فتاد بنیاد سخن

ہر چند ریختہ کی طرف متوجہ ہونا ایسے عالی فطرت کی استعداد کا ننگ تھا اور قاطبۂ ہمت بلند نہمت کو انشاء نثر عربی کی طرف بیشتر مصروف رکھتے اور طالبان کمال کے افادہ کے واسطے نظم ونثر فارسی ریختہ کلک گوہر سلک فرماتے لیکن گاہ گاہ کسی مخلص قدیم کی تحریک سے دو چار شعر ریختہ بھی موزون کرتے تھے جو کہ اشعار ریختہ بہت کم ہین اول اونکو نذر تماشائیان ہنر کر کے پھر جواہر گران بہاے فارسی کو طبق عرض پر جلوہ گر کرونگا تاکہ معلوم ہو عبارت فارسی

اس فارسی سے عبارت ہی

مضمون کی فکر کیا کریں ویسے نزاکت ہیں ہم
کم ہیں خیال تنگیِ کنج دہن میں ہم

کیا دم تھا گل جو دیکھیے یارب نسیم صبح
غنچہ تھی طرح پھول گئے پیرہن میں ہم

دل غم سے تنگ سینہ سراپا الم سے خون
لالیں ہیں بخت غنچہ مگر اس چمن میں ہم

دامن سے ڈھانک جیسے کوئی لے چلے چراغ
جاتے ہیں سوز عشق لیے یوں کفن میں ہم

مت پوچھ ہمنشیں کہ یہ راتیں فراق کی
کس طور سے ہیں کاٹتے رنج و محن میں ہم

چھوٹے گر کی فکر کے جو پیچ و تاب سے
او لجھے خیال زلف شکن در شکن میں ہم

اشعار فارسی

نالہ بر بانگ دہل کن شغب نوحہ کم است
ماتمے گرم ترک باید ازین شیون ما

ہیمہ از طوبےٰ و آتش ز جحیم آوردیم
بیم و امید بسوز د ہمہ در گلخن ما

دشنہ را کہ کسے بر دل کافر نزند
مے زند بر دل ما ترک وفا دشمن ما

من و آئینہ بہ چشمت ستم آموز شدیم
خون عالم ہمہ در عہد تو بر گردن ما

خاک گشتیم و ہمان دیدہ براہے داریم
شمع را زندہ مدارید سر مدفن ما

نخواست عارف دست زمانہ باغ مرا
درون سینہ نہان داشت عشق داغ مرا

گر چنین جام دہد گردش چشم ساقی
پشت بر شیشہ گذارد شب آدینہ ما

صبح عید است کنون مغبچہ شوخ کجاست
کہ بے رنگ کند خرقہ پشمینہ ما

ہمچو گل آتش افسردہ ما شعلہ نداد
تا نجنباند صبا گوشہ دامانے را

علوی این گریہ کہ در روز وصالش کردی
تا چہ در کینہ نہادی شب ہجرانی را

ہزار قلزم خون مے کشیم و تشنہ لبیم
ز آب تیغ تو گویا سرشتہ شد گل ما

گذشت عمر در آمد شد وجود و عدم
قضا بگردش چشم کہ بست محمل ما

بفتنہ گرمی ہنگامہ طرب داریم
فروز دا ز نفس صبح شمع محفل ما

دلم شکست ستمہاے زلف او یارب
شکستہ تر شود آنکس کہ بشکند دل ما

تو فکر باز دوے خود کن کہ مشتاق شہادت را
بر نگ شمع گر بری سری دیگر شود پیدا

ایضاً غزل حضرت عبداللہ خان علوی علیہ الرحمۃ

بر شعلہ جاد ہم دل پر التہاب را
دامن ز آتش ست سر شک کباب را

چون مے دہد میان وجود و عدم غریب
نازم خراب شیوۂ مہر و عتاب را

تا حشر مست خال لبت هوشیار نیست — حسن تو لشت داد ز افیون شراب را
مرگ ست آرمیدن عاشق که چون نفس — ما آزموده ایم در رنگ و شتاب را
قربان آن زمان کنم تو گوئی بمے کشی — علوی جگر بیار که خواهم کباب را
عشق نه پسند و اگر در و تو ما در زا نیست — ولہ — همچو ماهی از محیط نیستی بسمل برا
با همه دیوانگی هشیاری و صلش طلب — با صبا عاقل شود با ناصحان غافل برا
چه سادگی ست یوسف نظاره دعوی عشق — تو پاک دامن و کافر نگه بها مطلب
صبر ما را عشق میداند ولے ریش درون — از برا ے عبرت دشمن نمایان کردن ست
تن چو گل خون دل برنگ لاله دانم کرده اند — ولہ — محشر چندین بهار باغ در اغم کرده اند
آمدم تا از عدم از خویش پنهان زیستم — دل شکاران از کجا علوی سر اغم کرده اند

ولہ علیہ الرحمۃ

دل ما را نگاهے که نداند گردش — آنقدر دور مبر دی که کسے باز آرد
گردش چشم تو ام جنبش گهواره بود — که گهے مے برد از خویش و گهے باز آرد
ناله چند انکه بود کرم نم از دل به برد — سوز این نغمه بشدتی که کشی ساز آرد
اشکم رود از دیده و مقدار ندانند — این نو قدم اندازه رفتار ندانند
گر جیب نماند ست بزنجیر در آویز — آن کن که کسے بیند و بیکار ندانند
دانم ز دل ساده که خوش کرده بهر خوب — ارباب تماشا ز خریدار ندانند
بے همرهی غیر نیاید بگلستان — این ساده تو گوئی ره گلزار ندانند
جان مے طلبد در بدل نیم نگاهے — نقصان خود و سود خریدار ندانند
اگر درد تو در آب و گل یک دل فرو ریزد — فشارد آنقدر تنگش که آب از گل فرو ریزد
در آئین وفا سعی تپیدن آنقدر باید — که خون کشته هم از گردن قاتل فرو ریزد
فدا ے شست صاف دل نگاه تیز چولانی — که گر دو نیم بسمل رنگ و بر بسمل فرو ریزد
بگرد کلفت مجنون هجران دیده مے ماند — مبادا ے سار بان این گرد بر محمل فرو ریزد
بچشم من اگر جا گرم کردی آنقدر نشین — که بگذارد نگه در دیده و بر دل فرو ریزد
ز خاک علوی ای محشر خرام آهسته تر بگذر — که نبشیند اگر بر دامنت مشکل فرو ریزد
من بنده آن نگه که خنجر — بر دل زده و اند جگر بر آورد

نازم سحر مژه که بر دل موے زند و نیشتر بر آورد
دل زغمهاے تو فغانی نشود در شب هجر یک شب از دهر بقدر گلهٔ مے خواهد
شکم آید که زیارت گهِ عشاق شود ورنه مردن بسر کوے تو دشوار نبود
عروج نشئه فقرم بجام جم نفروشم بجز و بالیده ام یعنی بطرف کم ننمے گنجم
طریقت وسعتے دارد که تا دوزخ بود سیرش من اے علوی بمسجد خاند چون آدم نمے گنجم
مے گریم از فراق تو غافل ازین ملال باید براین گریستن ما گریستن
صد ساله آتش ست که پرورده ام بدل اے دیده خوش بود بسراغ گریستن

رباعی

دے بر سر کوے میفروشم بردند تا داده هنوز مے ز هوشم بردند
تقوے دامن کشید و رندان دستم القصه ز فتم و بدوشم بردند

رباعی

آنانکه ز دهر خبر خطه نشناسند صد ساله کنند و یک اثر نشناسند
این بست و کشاد مژه بر روے جهان جز جنبش دست مویه گر نشناسند

قصائد

دلے دارم کز الفت جا دهد در دیده عمانش محبت گر بفشارد چکد زرعزم زوا نانش
بدوزخ گر برافشانند دامان ترش شاید که جز سرما نسوزد در وے مجموعان زندانش
حباب موج سازد کشتی و اژدر گردون را بعالم گر بجوشد از تنور دیده طوفانش
ازین سو رخنهٔ دیوار جنت چشم ناسورش وزان سو مایهٔ تسعیر دوزخ باد و دامانش
بحنظل گیرد از دنیا لبشکر در نگلو ریزد ولے با چشم زمزم ریز منت گیر آن لعلے
تعالے الله چه شکر و شت آن لعل حیات اور که گشته حوض نعمان قند و زمزم مانده نخاشش
سکندر دولتے و پیرو او خضر و اسکندر سویدا دشت ظلمات ست و سودا آب حیوانش
خضر اما نه تنها خور چو یابد قطره آبی سکندر لیک دیا چون سکندر بخت حیرانش
چو در میخانه آید جم بود یک جام بدادش چو بر سجاده شیند خضر گیرد آستانش
چه گفتم پرده ها سے دیده جم لاے پالایش چه گفتم طیلسان خضر رد پاک دفو دانش

چه دل صد شرک رانده بر زبانها شکر توحیدش | چه دل صد کفر حرز آیینه برده زایمانش
مجوسی ملتی وروے خوبان آزر آبادش | مسلمان سیرتے وزلف جانان کعبه جانش
غباریے بر سر دوش از رخ زردش یهودا سا | زآه حلقه حلقه بسته زنجیرے چو رهبانش
دمش چون آتش نمرود و هیمه تخت نمرودش | دلش چون آزر و چون پور آزر دیده بستانش
گهے در دیر پیمان است بالطریق و نسورش | گهے بر طور پیوندست با موسیٰ عمرانش
گهے در کعبه تصحیح سور با کعب احبارش | گهے در ربیعه بیغتهاست با قیس و مضرانش
گهے از زند کرده کبست دیگان نسک را زیر | گهے شرح مناسک یاد از هیپاره قرآنش
برلے دیر صد تعویذ برده خط تجریدش | بروے کعبه صد لبیک رانده لب بهر بانش
کسے کین دل دلیل اوست حاجت نیست با خضرش | کسے کین دل ضمان اوست برکس نیست نکلانش

من القصیدة الاحمری

باز بگیتی بدل گشت عنا از عنا | رنگ گل و بوے مل یافت بهار و بها
بهر دل زاهدان بوے مل آمد حنوط | بهر کف شاهدان رنگ گل آمد حنا
از اثر ان حنوط نفس پذیره حیات | وز اثر آن حنا عشق برد خون بها
نکهت صد پیرهن ساخته کافور صبح | رونق صد انجمن سوخته عود و ما
چرخ که کافور خورد کرده جوانی ز سر | زهره که آن عود یافت داد بدندان جلا
فصل بهاران مگر خاست بجنگ فلک | آب بجوشد زره سرد و فرا زد لوا
لاله رنگین قبا ابلکے سرخ پوش | سنبل اکسون لباس ویلمی مودوتا
صحن گلستان مگر آئنه چرخ شد | صف سمن کهکشان غنچه سوسن سها
سبزه شبنم فشان صولت پروین شکست | رنگ رخ ارغوان داد بشعری جلا
ژاله چو ماه تمام دیده کاوش مقام | ماه فلک را بلے دیده کاو است جا
گر نه ز عید بهار گرمی هنگامه ایست | ور نه بسیر چمن رفته ز سر هوشها
کیسه بر آفتاب یا همه انوار روز | مے برد از جیب گل اینچه شبنم چرا
ور نه شعاست چیست نرگس و این لبلبے | کو کند از شرب مے نقص بصر را دوا
فرض نمودم که مے شاه همه دارو ست | کو نگرد و به ارغوره شود توتیا
قرطق رنگین بدید بر بدن لاله باد | لیق اخضر کشید در برغنچه صبا

غنچه نازک دماغ گر نزند چون کند | شوخ تر آمد نگار تنگ تر آمد قبا
گرد سرت ساقیا جان شهیدان تو | جام گران خیز را خیز و سبک ساز ما
علوی ای تازه هوش پند من آور بگوش | یکدو سه ساغر بنوش با صنم خوش لقا
سور کن ای بی خبر وقت طرب آهوست | آهو ناید دگر رفت چو از دام ما
صوت شباهنگ را گوش کن اینک سحر | وانکه شب آهنگ بود بهر سحر آمد کجا
دارو بی هوشی ست اینکه سپهر محیل | داشته زانجم کنون از پی مالب چرا
ساقی و آن جام می مطرب و آن بانگ نی | ساز و صراحی زوی مستی و رندی زما
توبه دهد در دسر کو سر و خشتی ازانکه | مست و نان رفت و خشت از سر دن کرد وا
ساقی نو کرد جام مطرب کرد اند راه | همچو تو بگردان قدم از ره دیگر درآ

بیتی چند از مثنوی که بر طرز گل کشتی است

در چمن بار خدایا که بر دخانه ما | از سر ما باد کند گل گل رندانه ما
سر بازار محبت که جنون مطلوب است | باد منت سر عشاق که سودا خوب است
بیدلان جوش بهاریست جنون می باید | سر رندان چو سر شیشه نگون می باید
از می و مطرب و گل انجمنی ساز دهید | بیخودی گر همه رنگ است به پرواز دهید
چل چراغی شده هر شاخ گلهای چمن | یا الهی که شود چشم تماشا روشن
نوعروسان چمن زار ز سر کار بهار | همه در بر بگرفتند قبای گل خار
چاک زد غنچه گل پیرهن عریانی | که ضرورست درین فصل قبا گردانی
زلف سنبل که فزون باد سیه مستی او | دام صد مرغ نظر پیرهن شستی او
نیست باور که بدلداری بلبل کوشد | شاهد گل همه گر جامه مصحف پوشد
رقص عیش کشد سر بسر روی زمی | نرگس شوخ به بر کرد لباس قلمی
صبحدم تا چه بلا بر سر بلبل آرد | با خبان مشورتی با گله گل دارد
ساده لوحست برنگ ورق زر نگین | چون نگین هر که درین فصل بود خانه نشین
دم تاثیر ز آزاد ای سرو است اینجا | حلقه دام خط بال تذرو است اینجا
چشم دل را به تماشای چمن آب دهید | خانه تقوی و پرهیز بسیلاب دهید
شوق گر صرفه دهد از پی نظاره گل | سی توان کرد بهر جامه چشم بلبل

بعد ازین والهٔ گل پیرهنے خواهم شد — چون صبا پاے چنار چمنے خواهم شد
تا نسازد ره گلزار خط مستانه — عشق گلبانگ زند بر قدم دیوانه
عشق کو تا خرد از عقل خراباتے را — سر بباغات دهد مردم باغاتے را
کو جنون تا بجزا بات کنم منزل خویش — از مے ناب زنم آب بروے دل خویش
باده گلگل کشم داغ جگر لاله کنم — رنگ وزنجیر قلندر شوم و ناله کنم
در گلزار زنم دست نگاری گیرم — تا زمینی چو دل خود بکناری گیرم
بجز از لب او بوسه و آبے نخورم — جز دل سوخته خویش کبابے نخورم
گر بمن واشود آن فتنه گر بے پروا — خنده بر گل زنم و دامنش بندم قبا
در گلستان رخش آئنه تصویر کنم — از پے گم شدن خویش چه تدبیر کنم
طرح صحبت بکباب و مے و لبط اندازیم — به در باغ کلیدی بغلط اندازیم
جام بر جام نهوشیم بر هم گردون — صلواتے بفرستیم بر روح مجنون

ابیاتے چند از مثنوی دیگر

بود فقیهے به بنارس مقیم — با دل آسوده ز امید و بیم
مرد خردمند پر ور و فرزانه کار — در همه فرزانگی آموزگار
مدرسه از فیض دمش بوستان — چون ز سخن طبع سخن دوستان
صحبت مردان خرد پیشه داشت — پاک دل و پاکی اندیشه داشت
نام زنش تلخ نکرده مذاق — تا نزده حرف ز خلع و طلاق
کوثر و جنت چو روایت نکرد — از مے و پیمانه حکایت نکرد
نور خرد کرده ز رویش ظهور — چون مے خوشرنگ ز جام بلور
راست بکیش و کنشش هم درست — هم بدم و هم بقدم گرم و چست
نقد ورع انچه که در بار داشت — بسته لب غوله دستار داشت
تا زده مژگان سبے تند خو — ثعلب بگنجینه ایمان او
دامن زهدش نکشیده بجوش — خنجر مژگان و خراشش در دوش
غمزه بجانش پے بازی نخاست — طره پے دست درازی نخاست
عشق پے زلف سبے پر گره — شانه بدستش نگرفته بزور

دل بصنم خانہ نیازی نہ برد | در خم ابروے نازی نہ برد
بت بسوے سجدہ اشارت نکرد | مشبچہ تعلیم طہارت نکرد
سنگ ملامت نہ شکستہ سرش | چاک نیفگندہ جنون در برش
مختصر ان مایہ فرہنگ دفتر | بود ز عشق و فن او بے خبر
داشت درین منزل بیم و امید | خاطر فارغ ز سیاہ و سفید
رستہ ز نیرنگی لیل و نہار | شاد ہمین بود بہ روزگار
یک سحر از در صنمے بے حجاب | چون ز گریبان سحر آفتاب
دلبر ہندوے مسلمان فریب | بردہ بزلف از دل ایمان شکیب
نازدران نرگس جادو سرشت | خفتہ چو روح القدس اندر بہشت
نیم نگاہے کہ بدرویش کرد | سینہ خراشید و جگر ریش کرد
غمزہ بران ریش خراشی فزود | لب نمک آورد و بران ریش سود
ناوک مژگان سہ پیکان کشاد | خون تمنا ز رگ جان کشاد

علی

علی مولوی امانت علی ساکن نواح پورب مرد سیاح آزادہ منش خوش اخلاق ہر اثنائے تحریر تذکرہ مین راقم اوس بزرگ نہاد تقدس نژاد کی ملاقات سے شرف اندوز ہوا اور اُسکی تقریب یہ ہی کہ وہ عمیم الاخلاق سعادت زیارت حضرت فرید شکر گنج رحمۃ اللہ علیہ حاصل کرکے وارد شاہجہان آباد ہوا اور تین روز اوس مسجد مین کہ شرقی شہر لب دریاے جمن واقع اور زینت المساجد کے نام سے مشہور ہی قیام کیا عجب مرد خدا رسیدہ اور صاحب باطن پایا معلوم ہوا کہ اکثر اشعار فارسی زبان ہدایت بیان سے صادر ہوے ہین اور ریختہ گاہ گاہ اوسوقت جو جو اشعار کہ سامع نواز ہوے تھے اونمین سے یہ ایک شعر ریختہ راقم کو یاد رہگیا

یون تو سب کچھ لکھا پڑھا تھا ولے | ہم ترے عشق مین بھلا نکلے

علی

علی تخلص زبدۂ خاندان سیادت قطب علی فرزند دلبند یگانۂ عالم آشنائی میر امیر علی مرحوم نیک نہادی اور خوش اطواری مین رشک امثال اور باغ سیادت مین نونہال اور مولوی عبد الکریم سوز سے تلمذ رکھتا ہی یہ دو چار شعر اوسکے درج تذکرہ ہوے

آخر آخر ترے رونے سے اوٹھینگے طوفان
اسکا انجام نہین دیدۂ پر نم اچھا

کل تو علی کا حال بہت ہی تباہ تھا
کیا گذری آج اوسپہ خدا جانے کیا ہوا

علی نے ملت اپنی جان کھوتی
لگاکر دل کو اوس زلف دوتا سے

دل تنگ کیے دیتی ہی دل تو اسیری
اور اوسپہ قفس تنگ ہی صیاد غضب ہی

علیل تخلص ہی شیخ نصیر الدین کا خوش مزاج ظریف طبع علوم رسمی سے ماہر ہی سنین عمر ہنوز اونتیس یا تیس سے متجاوز نہین اور کمال مین اقران و امثال سے قدم آگے رکھتا ہی یہ دو شعر اوسکے سنے گئے

ابکی اچھے نہین ہونیکے علیل
سخت بیمار ہو ہم جانتے ہین

چھٹے بھی قید سے تو وان ملی ہی جانشین کو
جہان وسعت بقدر یک قفس ہی صحن گلشن کو

عیش تخلص ہی حکیم حاذق ارسطوے وقت لقمان دوران شاعر خوش کلام سخنور بلند مقام صاحب ذہن سلیم و خداوند طبع قویم یگانہ جہان حکیم آغا جان سلمہ اللہ الرحمن کا شاہد کلام کو زیور صنائع لفظی سے بیشتر آرایش دیتے ہین اور محاورہ بندی اور شستگی زبان زیادہ ملحوظ رہتی ہی الفاظ روشن نور مضامین سے آفتاب سواد خط تازگی معنی سے سبزہ سیراب سبحان اللہ کیا رسائی فکر ہی کہ ہر مضمون بلند اوسکے سامنے پیش پا افتادہ معلوم ہوتا ہی الفاظ سے معنی تابناک کا جلوہ گویا پرتو شمع کی جھلک فانوس سے سواد رقم سے رنگینی عبارت کا ظہور بعینہ سرخی رنگ کا مشاہدہ سبزی پر طاوس سے بیمارون کی شفا ایک معجزہ ہی کہ خامہ تقدیر نے اونکی زبان قلم مین ودیعت رکھا ہی معنی جان پرور کی روح افزائی گویا اوسی معجزہ کا اثر ہی کہ دار الشفاے سخنوری کے بیمارون کی چارہ سازی کے واسطے پردہ الفاظ شعر سے جلوہ گر ہی شیرینی فصاحت کو نمک ظرافت کے ساتھ ترکیب دیکر مذاق سامعہ کو ہر کیفیت سے جداگانہ لذت یاب کرنا اہی قادر الکلام کا اختراع ہی یہ چند شعر شعری شعار اونکے افکار بلند آسمان پیوند کے نتایج سے تحریر ہوتے ہین

مانا کہ ستم کرتے ہین معشوق مگر آپ
جو مجھ پہ روا رکھتے ہین ایسا نہین اچھا

کہتا ہی کوئی شعلہ جوالہ کوئی برق
اس دل پہ گمان لوگون کو کیا کیا نہین ہوتا

اپنے پاماون پہ بھی رکھنی نظر کچھ چاہیے
راہ چلتے ہو چلو لیکن مری جان دیکھکر

اک زلف کا بل ہو تو کہون سیکڑون بل ہین
پیشانی سے ابرو تلک ابرو سے کمر تک

دخت رز کی دیکھنا سب مستیان جھڑ جائینگی — گر کبھی پہونچی وہ اون آنکھون کے مستانون تلک
وان تو ہین ناز و ادا و عشوہ و یہان ایک دل — عیش کس کس کی مین اسپر ناز برداری کرون
افشاے راز عشق کے باعث تھین تو ہو — سو بے حجابیان ہین تمھارے حجاب مین
اسپے تو روز بہانے کو چاہیے دریا — کہانسے لاؤن مین اس چشم خون فشان کے لیے
صلح اونسے ہمین کیے ہی بنی — دل پہ جھگڑا تھا دل دیے ہی بنی
زہد و تقوے دھرے رہے سارے — ہاتھ سے اوسکے مر پیے ہی بنی
لاتے وہ ساتھ غیر کو ناچار — پاس اپنے بٹھا لیے ہی بنی
کسکا تھا پاس شوق ظلم کہ عیش — ان جفاؤن پہ بھی جیے ہی بنی
قدر رہی جب نہو کسی کی تو پھر — کیون کوئی جان دے کسو کے لیے

عیش

عیش تخلص راے عزت سنگھ منشی دفتر خالصۂ شریفہ جوان خوش خلق و نیک نہاد علوم ضروری سے آگاہ اور قواعد سخنوری سے واقف اشعار فارسی مین جناب کمالات انتساب مولانا مخدومنا مولوی امام بخش صہبائی سلمہ اللہ تعالے سے اصلاح کر اور ریختہ مین شاہ نصیر مرحوم سے یہ اشعار اوسکے نتایج افکار سے ہین۔

اشعار فارسی

میدہد افسانہ شیخ و برہمن حیرتم — آخر از یک کشورست این مختلف اخبارہا
نا عسیم عشق میہمان من ست — ہمہ خون جگر بخوان من ست
در خرابات جہان آمدہ ام از پئے دوست — عوطہ در بحر فقط از پئے گوہر زدہ ام
نرگس مست از نگاہ داد شکستے بدل — مے شکند شیشۂ را تندی صہبای من

ریختہ

جان و دل پر غم ہر اوس چشم پر آزار کا — دیکھکر ہر شے کو جی چلتا ہی جون بیمار کا
رہی جبتک کہ بچی تھا زمین پر شور محشر کا — نہے گی کیا فلک پر اب نگاہ یار اونچی ہر
نہو پست و بلند دہر سے غافل تو ای منعم — کہین نیچی کہین یہ راہ ناہموار اونچی ہر

غافل

باب الغین المعجمۃ

غافل تخلص ہی زبدۂ سادات عظام میر سید محمد نام کا کہ مرد سنجیدہ اور صاحب اطوار حمیدہ ہی مدت ہوئی کہ حکام وقت کی طرف سے مدرسۂ شاہجہان آباد مین جو شنوایسون کی

سلک مین منسلک اور طلبہ مدرسہ کے خط نستعلیق کی تہذیب کے واسطے ملازم ہی علاوہ اسکے
زبان اردو اور ناگری کی تعلیم بھی اسی جامع فنون کی ذات سے متعلق ہو جعل لغات
ناگری مین ایک کتاب مبسوط مسمی بمفتاح اللغات بہت خوب تالیف کی ہی اور علم حساب
مین لیلاوتی کا ترجمہ زبان اردو مین کیا گاہ گاہ شعر کہنے کا اتفاق بھی ہوتا ہی اور تاریخ
گوئی کی طرف التفات حد سے زائد ہی یہ دو چار شعر صفحہ کتاب پر مرقوم ہوتے ہین

مبتلا عشق مین ہی کون بشد اپنا سا	وے نہ دشمن کو خدا درد جگر اپنا سا
ساقی دہر نے عشرت کدہ دنیا مین	خون دل روز پلایا ہی مجھے جای شراب
ہی یقین مجکو عداوت سے نہ تیا گردون	بخت کی جنس جہان مین جو نہوتی نایاب
کھانے کو غم جہان مین باقی نہین رہا	پینے کو ایک قطرہ خون جگر نہین

غالب تخلص شیر نیستان سخنوری ببر بیشہ معنی پروری یکہ تاز عرصہ کمال یگانہ کشور افضال
سیاح زمین سخن دانای نوادر فن زبدہ کملای جہان مرزا اسد اللہ خان معروف
بمرزا نوشہ سلمہ الرحمن سخن سنج بے مثل و نظیر اور صاحب طرز دلپذیر ہی خامہ گوہر بار سے
اقلیم سخن مین لوای جہانگیری بلند کیا ہی اور یوسف معنی کو اس ہجوم بے تمیزی مین
زلیخا نشان مصر سخن کی نظر مین ارجمند کیا ہی فضائل اگر اس قدوہ افاضل کی ذات
پر تکیہ نکرتے فضیلت نرکھتے اور کمالات اگر اس زبدہ کملا سے مدد نہ لیتے عالم کی
تکمیل کا سبب نہوتے سیاہی رقوم اوسکی رنگینی معنی سے ہم شکل طاؤس صفحہ قرطاس اوسکے
فروغ مضامین سے ہمرنگ فانوس برق طور اگر اوسکی تجلی معنی کے مقابل ہوتی سرمہ
ہوجاتی شمع ایمن اگر اوسکے شعلہ فکر کے سامنے آتی فروغ نہ پاتی ایوان سخن اوسکی
فکر کی معماری سے آسمان کے ساتھ ہمرفعت بنای کلام اوسکی طبیعت کی مدد سے
قاف کے ساتھ ہم متانت وصف بزم مین رفتار قلم رقص ناہید کے برابر بیان رزم
مین صریر خامہ نعرہ شیر سے ہمسر فکر اگر حوصلہ ہمت کے لائق جہد کرے فضای لامکان
مرحلہ مقصود کے روبرو دیدہ مور سے تنگ تر نظر آوے خیال اگر اندازہ قدرت کے موافق
بلندی پر جاوے فدا نہ تخت العرش کو اوس جای گاہ رفیع سے گنج قارون سے پست
تر پاوے سخن کی فراوانی اور ہجوم معانی اور متانت تراکیب اور رشاقت اسالیب اور
شوخی اشارات اور چستی عبارت گاہ اجمال کی رعایت سے آفتاب کو لباس رہ مین

جلوہ دینا اور گاہ تفصیل کے اقتضا سے تخم کو نہال کی صورت مین نشو و نما بخشنا جدائی کو فصل اور ملاقات کو وصل کے قبیل سے ٹھہراکر سیاحت سخن مین بلاغت کے ساتھ ادا اور حشو و زاید سے بزم کلام مین مثل صحبت ناہل اجتناب کرنا اور اسیطرح اور باتین جو لوازم سخن اور مقتضیات فن سے ہین جیسے اس ناظم کشور کمال مین مشاہدہ ہوتی ہین کم کسی مین دیکھی گئین ابیات ریختہ عمارت ریختہ و دقایق فارسی جواہر قدس کا بیختہ ہرچند اشعار ریختہ حد حصر سے خارج اور اندازہ شمار سے افزون تھے لیکن ازبسکہ کمر یار اور دہان دلدار کا مضمون زیب اشعار رہتا ہی اونھین مضامین کی رعایت سے اختصار کو پسند کیا اور چند بیتین دلبرون لب کے مانند نقطہ انتخاب کے خیال سے مزین کرکے ایک دیوان مختصر مرتب کیا اور مجموعہ فارسی کا تو دیوان مخمسہ سے بھی زیادہ اشعار پر محو غا اور ابیات بلند صدا سے مملو اور مشحون ہی ریختہ مین گاہ گاہ اسد تخلص بھی کیا ہی لیکن غالب غالب اور ہر طالب اسی نام سے ہند و فارس مین اوسکے نشان کا طالب ہی یہ چند شعر لکھکر چشم بند غفلت کا چارہ اور جلوہ شاہد مدعا کو آشکارا کرتا ہی

ریختہ

گھر ہمارا جو نہ روتے بھی تو ویران ہوتا
بحر اگر بحر نہوتا تو بیابان ہوتا

تنگی دل کا گلہ کیا کہ وہ کافر دل ہی
کہ اگر تنگ نہوتا تو پریشان ہوتا

مین اور بزم مے سے یون تشنہ کام آؤن
گر مین نے کی تھی توبہ ساقی کو کیا ہوا تھا

یہ مسائل تصوف یہ ترا بیان غالب
تجھے ہم ولی سمجھتے جو نہ بادہ خوار ہوتا

وہ ر منت کش دوا نہ ہوا
مین نہ اچھا ہوا برا نہ ہوا

تازہ نہین ہی نشہ فکر سخن مجھے
تریاکی قدیم ہون دود چراغ کا

بلبل کے کاروبار پہ ہنسی ہائے گل
کہتے ہین جسکو عشق خلل ہی دماغ کا

تھی نو آموز فنا ہمت دشوار پسند
سخت مشکل ہی کہ یہ کام بھی آسان نکلا

تھا زندگی مین مرگ کا کھٹکا لگا ہوا
اوڑنے سے بیشتر بھی مرا رنگ زرد تھا

کی مرے قتل کے بعد اوسنے جفا سے توبہ
ہائے اوس زود پشیمان کا پشیمان ہونا

وائے گر میرا ترا انصاف محشر مین نہو
اب تلک تو یہ توقع ہی کہ واان ہوجائیگا

مین نے چاہا تھا کہ اندوہ وفا سے چھوٹون
وہ ستمگر مرے مرنے پہ بھی راضی نہ ہوا

ہی اب اس معمورہ مین قحط غم الفت اسد
ہمنے یہ مانا کہ دلی مین رہین کھائینگے کیا

آئینہ دیکھ اپنا سا منھ لیکے رہ گئے
صاحب کو دل نہ دینے پہ کتنا غرور تھا

غم فراق مین تکلیف سیر گل مت دو
مجھے دماغ نہین خندہ ہاے بیجا کا

رشک کہتا ہی کہ اوسکا غیر سے اخلاص حیف
عقل کہتی ہی کہ وہ بے مہر کسکا آشنا

کون ہوتا ہی حریف مے مرد افگن عشق
ہی مکرر لب ساقی مین صلا میرے بعد

اسد بسمل ہی کس انداز کا قاتل سے کہتا تھا
کہ مشق ناز کر خون دو عالم میری گردن پر

سر پھوڑنا وہ غالب شوریدہ حال کا
یاد آگیا مجھے تری دیوار دیکھ کر

قاصد کے آتے آتے خط ایک اور لکھ رکھون
مین جانتا ہون جو وہ لکھینگے جواب مین

نیمد اوسکی ہی دماغ اوسکا ہی راتین اوسکی ہین
تیری زلفین جسکے بازو پر پریشان ہوگئین

ہین آج کیون ذلیل کہ کل تک نہ تھے پسند
گستاخی فرشتہ ہمارے جناب مین

ملنا ترا اگر نہین آسان تو سہل ہی
دشوار تو یہی ہی کہ دشوار بھی نہین

کہتے نہین وہ بھی خزانی مین پہ وسعت معلوم
دشت مین ہی مجھے وہ عیش کہ گھر یاد نہین

نہ نکلا آنکھ سے تیرے اک نسو اوس جراحت پر
کیا سینے مین جسنے خون چکان مژگان سوزن کو

بلا سے گر مژہ یار تشنہ خون ہی
رکھون کچھ اپنے بھی مژگان خون فشان کے لیے

نقش کو اوسکے مصور پر بھی کیا کیا ناز ہی
کھینچتا ہی جسقدر اوتنا ہی کھنچتا جاے ہی

ہوچکین غالب بلائین سب تمام
ایک مرگ ناگہانی اور ہی

ہی کچھ ایسی ہی بات جو چپ ہون
ورنہ کیا بات کر نہین آتی

نالہ جاتا تھا پرے عرش سے میرا پر اب
لب تک آتا ہی جو ایسا ہی رسا ہوتا ہی

رکھیو غالب مجھے اس تلخ نوائی مین معاف
آج کچھ درد مرے دل مین سوا ہوتا ہی

گو ہاتھ کو جنبش نہین آنکھون مین تو دم ہی
رہنے دو ابھی ساغر و مینا مرے آگے

اشعار فارسی

محو کن نقش دوئی از ورق سینۂ ما
ای نگاہت الف صیقل آئینۂ ما

وقف تاراج غم تست چہ پیدا چہ نہان
ہیچ رنگی از رخ مارفت دل از سینۂ ما

سخن کوتہ مرا ہم دل بہ تقوی مائل ست اما
ز رنگ اہد افتادم بکافر ماجرا ئیہا

نہ در دل کہ با فسانہ در میان آید
بہ نیم جنبش سر میتوان فریفت مرا

بیک دو شیوه ستم دل نمی شود خرسند
بمرگ من که بسامان روزگار ببیا

هلاک شیوه تمکین مخواه مستان را
عنان گسسته تر از باد نوبهار ببیا

وداع و وصل جداگانه لذتی دارد
هزار بار برو صد هزار بار ببیا

بپایان محبت یادمی آرم زمانی را
که دل عهد وفا نابسته وادم دلستانی را

زمن کز بیخودی در وصل رنگ از بوی نشناسم
بهر یک شیوه نازش باز میخواهد جوابش را

جهان از بادهٔ وشاهد بدان ماند که پنداری
بدینا از پس آدم فرستادند مینورا

برده صد اربعین بسر بر سر صد هزار خم
گر به نهی بآفتاب باده چکد ز خشت ما

با اضطراب دل زهراند شیشه فارغم
آسایشی است جنبش این گاهواره را

با بندهٔ خود این همه سختی نمی کنند
خود را بزور بر تو مگر بسته ایم ما

فرمان در و تاچه روا سے گرفته است
صد جا چو نے بناله کمر بسته ایم ما

رسید نهاے منقار رهابر استخوان غالب
پس از عمرے بیادم داد رسم وراه پیکان را

در کشاکش ضعفم نگسلد روان از تن
اینکه من نمی میرم هم ز ناتوانیهاست

غالب زبان بریدهٔ واکنده گوش نیست
اما دماغ گفت وشنودش نمانده است

عقل در اثبات وحدت خیره میگردد چرا
هر چه جز هستی ست هیچ دهر چه جز حق باطل است

جوش حسرت بر سر خاکم ز بس جا تنگ کرد
همچو نبض مرده دود شمع جنبیدن نداشت

دوستان دشمن اند و رنه مرام
تیغ او تیز و خون ما بهرا است

کم خود گیر و بیش شو غالب
قطره از ترک خویشتن گهر است

گه رخ آرائی و گه زلف سیه تابی دهی
یاد ناری که مرا تیره سرانجامی هست

گیرم که رسم عشق من آورده ام بدهر
ظلم آفریدهٔ دل حق ناشناس کیست

رند هزار شیوه را طاعت حق گران نبود
لیکه صنم بسجده در ناصیه مشترک نخواست

نشاط جم طلب از آسمان نه شوکت جم
قدح مباش ز یاقوت باده گر عینی است

نازم به امتیاز که گذشتن از گناه
با دیگران ز عفو و با از غرور بود

در بغل دشنه نهان ساخته غالب امروز
مے بزنهار مکن عرض که این جوهر ناب

به التفات نگارم چه جاے تهنیت است
دعا کنید که نوعے ز امتحان نبود

نازم فریب صلح که غالب ز کوے تو
ناکام رفت و خاطرش امیدوار بود

سہرت کردم اگر پاے نزاکت درمیان نبود
تیغم ازلاغری صد خوردہ بر موے کمر گیرد

خون ہزار سادہ بگردن گرفتہ اند
آنانکہ گفتہ اند نکویان نکو کنند

دیدہ پُر ریختہ و از قفسم کرد آزاد
رحم در طینت ظالم ستم ایجاد آمد

آزادیم نخواہی و ترسم کزین نشاط
بالم بخود چنان کہ نہ گنجم بہ بند تو

با ہیچ کافر این ہمہ سختی نمے رود
ای شب برگ من کہ تو فردائے کیستی

بگوشم میرسد از دور آواز درا شب
دلم گم گشتہ دارم کہ در صحراست پنداری

چہ گویم از دل و جانی کہ در بساط من است
ستم رسیدہ یکے ناامیدوار یکے

تا بم ز دل بر د کافر ادائے
بالا بلندی کوتہ قبائے

اکنون خود از وفائے تو آزار میکشم
رحمت آنکہ از جفائے تو فریاد کردمی

غالب تخلص انور علی متوطن یورپ ملازم نواب فیض محمد خان والی جھجھر نوشت و خواند میں بلکہ حسب دلخواہ حاصل تھا اور خوش الحانی میں بے نظیر اور صلاح و تقوی میں بے عدیل لیکن بسبب موزونی طبیعی کے شعر گوئی کی طرف راغب یہ دو تین شعر اوسکے نتائج طبع سے ہیں

کام تو سو طرح نکل آوے
کوئی جانے بھی مد عا دل کا

آہ کیجے کہ نالہ وہ پر فن
نہیں ہوتا ہے آشنا دل کا

ہمتو غالب کے بھی قایل ہیں کہ جاہی پہونچا
پاس اُس بت کے کسی ڈھب کسی عیاری سے

غریب تخلص غریب اللہ ساکن شاہ آباد مدت سے وارد شاہجہان آباد اور زمرۂ طالب علمان فارسی خوان سے ہے اول مومن خان مومن مرحوم کو غزل ریختہ دکھاتا تھا اب اپنے طور پر داد سخنوری دیتا ہے کئی مہینے ہوے کہ عہدہ منشی گری پلٹن انگریزی پر مامور ہو کر کسی طرف راہی ہوا ہے گاہ گاہ اشعار طبع زاد خط کے وسیلہ سے جناب مستطاب مولوی امام بخش صہبائی کی خدمت میں اصلاح کی توقع پر بھیجتا ہے لیکن جناب موصوف کسی مصلحت سے اون اشعار کو اوسیطرح مسلم رکھکر دو تین فقرے تعریف میں لکھ بھیجتے ہیں اتفاقاً چند شعر اوسکے کسی کاغذ پر لکھے ہوے مل گئے اون میں سے یہ دو تین شعر اس مقام میں تحریر ہوے

مفت مین پامال اعدا ہوگیا تو اے غریب | ہمتو سمجھاتے تھے کوے دلربا مین تو نہ جا
انکو دل دیکے کوئی کیا خوش ہو | دلربا دلبری نہین کرتے
خضر و عیسےٰ و جام آب حیات | لب سے کچھ ہمدمی نہین کرتے

غفور

غفور تخلص محمد غفور کشمیری باشندگان شاہجہان آباد کے سامنے اپنے آپکو شاگرد ناسخ قرار دیتا تھا اور کبھی تلمیذ آتش کا اور بعض واردان لکھنؤ سے معلوم ہوا کہ اوس سرزمین مین شاہ نصیر مرحوم کی شاگردی کا دم بھرتا تھا میرے نزدیک اوسکا کلام اس پایہ مین نہین کہ اوسکے تلمذ کی نسبت کسلا کی طرف کیجاوے یہ شعر اوسکا یاد تھا

آجا نے غفور کچھ نہ آفت | تم خیر سے جلد گھر سدھارو

غلطان

غلطان تخلص کریم بخش ساکن موضع کرانہ مرد معمر درویش طینت وارستہ مزاج فن شعر مین شیخ ابراہیم ذوق سے مستفیض یہ دو تین شعر اوسکے سنے گئے

جب مچلتے ہین طفل اشک تو پھر | سر پہ رو رو کے گھر اوٹھاتے ہین
خدا ہی جو اوس بت کا بندہ ہو ناصح | سنا ہی کہ ایسا ہوا چاہتا ہی
آج تک محکور ہی آنے کی کل پر ہی امید | اک قیامت ہی ترا وعدہ فردا کیا ہی

غمم

غمم تخلص محمد الف خان خلف اصالت خان رسالہ دار مرحوم ساکن عمر سر آور وہ ایک معمورہ ہی کہ شاہجہان آباد سے تین کوس کے فاصلے پر مزار پرانوار حضرت سلطان المشایخ قدس سرہ العزیز کے جوار مین واقع اور محل سکونت شرفا ہی مدت دراز سے قصبہ کول ضلع علی گڈھ مین قیام پذیر اور محمد فیض احمد خان کی سرکار مین کہ قصبہ مذکور کے اطراف و جوانب مین کسی آبادی کے رؤسا مین سے ہی ملازم ہی جودت فکر اور رسائی ذہن اوسکے کلام سے ظاہر ہی یہ تین چار شعر اوسکے ایک آشنا نے لکھ بھیجے تھے

ایک جھگڑا ہی کہ چکتا ہی کسی طرح نہین | دم اوجھتا ہی تری شوخی بیجا سے مرا

خاطر ہی اگر آپکو دشمن کی تو بہتر — تم خوش رہو اونسے ہی ہمارا بھی خدا ہی
غم ترے اتنے تغافل سے موا جاتا ہی — تو اگر آئے تو اسمین ترا کیا جاتا ہی
تریخ کے وقت زبس شوق ہی نظارہ کا — دم سمٹ کر مری آنکھون مین کھچا جاتا ہی

نعمہ

نعم تخلص مہتاب سنگھ قوم کالیتھ شاگرد شاہ نصیر مرحوم اول سرکار بادشاہی مین سلک متصدیان علاقہ بخشی گری مین نوکر تھا پھر ترک روزگار کرکے لاہور مین جاکر امرائے سرکار راجہ رنجیت سنگھ مین سے کسی امیر کی رفاقت مین رہا اور وہین راہی ملک عدم ہوا یہ چند شعر اوسکے مسموع ہوے

طاقت اوٹھنے کی نہین ہی ورنہ مین بھی اے صبا — ساتھ تیرے اک چمن کیا دشت و در کو روندتا
اک دن تو غم کے حال پہ الفت سے کر نظر — اتنا نہین ہی خوب ستانا غریب کا
ایک قطرہ مے مین ہمسے ہی ساقی ہی درگذر — ورنہ ہر اک کو تونے سبو کے سبو دیے
ناخن کے بدلے خار ہی دیتا ہمین وہ غم — جسنے گلون کو باغ مین سورنگ بو دیے
صیاد بے خبر ہی رہا اور قفس سے ہاے — ٹکرا کے سر کو بلبل ناشاد مر گئی

بیخود

غمگین تخلص مولوی عبدالقادر متوطن رام پور فاضل جلیل القدر اور عالم بے بدل تھا تمام علوم متداولہ خدمت اعلم العلماء افضل الفضلا، اکرم کرام اعظم عظام مفتی شرف الدین رام پوری غفراللہ لہ سے تحصیل کیے مزاج باوجود پیرانہ سری کے ظرافت پسند اور فکر باوجود ضعف پیری کے قوی ہر چند طول تقریر کا سر رشتہ لاینقطع تھا لیکن نہ سامع کو اوسکے تکلم کے وقت ملالت سے انتساب اور نہ کھیر کو اوسکے مائدہ کلام پر نکلنے کی صورت مین انقلاب مدت مدید سے مراد آباد مین عہدۂ جلیلہ صدر الصدوری پر مامور اور کارگزاری اور امانت کے ساتھ مشہور رہا اتفاقاً ایکبار حاکم بالادست کی ناقدردانی سے خاطر نازک گرانی بہم پہونچی اور سر رشتۂ تعلق کو منقطع کرکے گنج عزلت مین انزوا اختیار کیا حافظ شیراز کی غزل کی مخمس کا ایک بند کہ اوسکے نتایج افکار سے ہی اس مقدمہ پر دال اور اہل کمال کے رتبہ شناسی کے بیان سے مورث ملال ہی

خدمتین ساری فراموش شکایت اک یاد — شبہ مین ایک خطا کے ہمہ نیکی برباد
بندگی صاحب من خانہ نیکی آباد — گر نہادت ہمہ انیست زہے نیک نہاد

در سرشتت ہمہ انیست زہے نیک سرشت

گاہ گاہ ریختہ اردو گویان قدیم کی وضع پر کہتا یہ دو تین شعر اوسکے سر دست یاد تھے

جو مے رہی نہ تو شیشہ جھکا کے ساقی نے
کہا یہ رندون سے لیجے سلام شیشہ کا

مہ کرنہ سکا سامنے منہ اوسکے تو ہر گز
اب ہمسے ہوا چاہے ہی گھٹ گھٹ کے برابر

عادت سے اپنے ہاتھون کے ہمکو نہین امید
لیٹے رہین نماز تلک بھی کفن مین ہم

عمگین تخلص میر عبداللہ پسر میر حسین مسکین غفراللہ لہما جوان خوش رو نیک خصال پسندیدہ الموار برگزیدہ شعار تھا حیا آئینہ پیشانی مین اسطرح جلوہ گر تھی جیسے گوہر مین آب شوخی آنکھون مین اسطرح گنج نشین جیسے انگور مین شراب قامت دیوان سعادت کا مصرعہ دل گلبن مروت کا غنچہ سخن کو اوسکی طبع سے ایسی مناسبت جیسے گویائی کو نرگس خوبان سے موزونی کو اوسکی ذات سے ایسا تعلق جیسے رعنائی کو قامت محبوبان سے ہرچند سرمایہ علمی سے چندان بہرہ نہین تھا لیکن استعداد ذاتی اور موزونی فطری سے سخن مین رنگینی اور حلاوت اور متانت اور دلربائیون کا ہجوم تھا جیسے ہنگامہ مین تماشائیون کا اتفاقات قضا و قدر سے خاک شاہجہان آباد سے دل برداشتہ ہو کر رامپور مین اپنے پدر مشفق کے پاس چلا گیا چند روز اقامت کو ہوے تھے کہ فلک بیمہر نے ایسے گلبن نو شگفتہ کو نہ چاہا کہ ہر کسی کی نظر مین جلوہ گر رہے عین ہنگامہ نشو و نما مین اوس نونہال گلشن عمر کو گلزار مین دنیا سے روضہ خلد مین لے گیا حال اوس داغ جگر سوز کا امکان تقریر سے خارج ہی دیدہ احباب کی کیا محرومی ہی کہ ایسے جمال یوسف تمثال کے نظارہ سے بے نصیب رہے اور خاک شور کی کیا قسمت ہی کہ ایسے شمشاد چمن زار خوبی کو یون آغوش مین لے

صورتین کیا کیا ملی ہین خاک مین
ہی دفینہ حسن کا زیر زمین

یہ شعر اوس نسخہ کمال کے بطریق یادگار لکھے جاتے ہین کہ اگر آنکھین اوس معنی نایاب کی رنگینی سے بہرہ ور نہون بارے گوش ہی اوسکے صریر قلم سے آشنا رہے

شور محبتی نے مزا زور چکھایا دل کو
نالہ سوزخم جگر سے نمک افشان نکلا

حشر مین فریاد کیا کرتا مجھے یاد آگیا
قہر آلودہ نگہ سے دیکھنا جلاد کا

وہ جبھی جانگزا تھی جسکو سنکر مرگیا
ورنہ ایک تیشہ سے ہوتا کام کیا فرہاد کا

امت نوح پہ طوفان ہی آیا یارو — شکر یہ ہی کہ مرا دیدۂ خونبار نہ تھا
ہر چند رشک ہی پہ نبی اتبو جان پر — تو ہی صبا اولٹ کہین گوشۂ نقاب کا
آتے ذرا نہ اور تو مر ہی چلے تھے ہم — تمنے تو کہدیا کہ ہمین کچھ خبر نہین
عدو سے کیون ہنسے تم جو اوٹھایا اسنے طوفان کو — بہانہ ہوگیا رونے کا میری چشم گریان کو
کمی کرین جگر و دل تو کیا کرون یا رب — کچھ اور دے مجھے مژگان خونفشان کے لیے
اب آیو ہین مرے سینے سے لگ جا — گرہ وا ہو چکی بند قبا کی
مین دیکھون دل سے باقی کیا غلط کر — لہو تھم جاے چشم خون فشان سے
چاہیے تھا کوئی مرنے کا بہانہ دل کو — تم چلے روٹھ کے اب دیکھیے کیا ہوتا ہی
کی مری مٹی عزیزون نے خراب — ہاے لاکر خانۂ خمار سے

باب الفاء

باب الفاء

فاخر تخلص شیر بیشۂ مردانگی فارس مضمار فرزانگی تہور پناہ شجاعت دستگاہ زبدۂ ارباب فہم و ذکا مرزا چھنگا قوم مغل نجابت کو اوسکی ذات سے افتخار اور شرافت کو اوسکی صفات سے اعتبار مروت کو اوسکی طبیعت کے ساتھ ایسا ارتباط جسطرح موج کو دریا سے اور حیا کو اوسکی پیشانی سے ایسا اختلاط جیسے آب کو آئینہ مصفا سے حلم کے اثر سے حرف درشت اوسکی زبان پر ملایم استقامت کی تاثیر سے نقش اوسکے قدم کا صفحۂ آب پر قائم سخن کے سلکے تھ مناسبت طبعی اور موزونی کی طرف التفات جبلی ہی سرو اوسکے قلم کی مشابہت سے موزونی ساتھ منسوب صبا اوسکے انفاس کی مناسبت سے خاطر گل مین محبوب سطر اوسکے سخن کی کیفیت معنی سے موج مل دوائر اوسکے حروف کے رنگینی مضمون سے غنچۂ گل علم سے بقدر ضرورت سرمایہ فراہم رکھتا ہی اور ایسے صفات حمیدہ کی بیش مایگی پر جنس غرور کم رکھتا ہی کمال صداقت سے راقم کے ساتھ رقم اور الفاظ کی طرح وفاق اور حروف نقش کے مانند اتفاق ہی مین اوسکے سلوک برادرانہ سے سپاس دار اور اوسکی محبت تہ دلی کا شکرگزار رہتا ہون اس جگہ چند شعر اوسکے طبعزاد لکھکر سامعان سخن سنج کو مسرور کرتا ہون

لب ہی تک آ کے رہ گیا نالہ — ورنہ کیا جانے کیا سے کیا ہوتا
میری گردش سے سب کو ہوتا فیض — مین اگر سنگ آسیا ہوتا
دشت الفت مین خضر کا کیا کام — کوئی دیوانہ رہنما ہوتا

اب شکایت سے فائدہ فاخر — دیکھکر تمنے دل دیا ہوتا
کس سبزہ رنگ کا ہی تعشق کہ زخم پر — جو کچھ رکھا وہ مرہم زنگار ہوگیا
تھا دل مین بوسہ سوتے مین لیجے پہ کیا کہین — سوتے نصیب یہ کہ وہ بیدار ہوگیا
تیرے کوچے مین آن بیٹھے ہین — ہمنے بھی ڈھونڈ ایک مقام لیا
پاس بدنامی تھا کس پردہ نشین کلکر ادم — اپنا آزار چھپاتا ہی یہ بیمار رہا
اک مین کوئی کسیکی نہین پڑتا ہیچ ہی — دور تجھ سے اثر اے آہ شرر بار رہا
منھ چھپایا نہ کبھی اوسنے پہ موسی کیطرح — غش ہمارا ہی نقاب رخ دلدار رہا
آغوش مین ہو اور یان جرأت نہین ادب سے — اس اختیار پر کیا بے اختیار ہین ہم
جنت ملی ہی اجر محبت مین پر ہی خوف — جون کوے یاریان بھی کہین آسمان نہو
واعظ کے منھ سے کسکو گوارا ہو طعن و طنز — گر اس سخن مین حرف بت دلستان نہو
ہی پاے بد گمانی بھی کتنا رسا کہ وہ — پہونچے ہی وان جہان کا کسیکو گمان نہو
ایسا جلا کہ خاک بھی باقی نہ کچھ رہی — اے سوز عشق سعی ترے رائگان نہو
اس گرد بین ہی پیرہن یار کی سی بو — اے شوق دیکھ مصر کا یہ کاروان نہو
آجاؤ تم وگرنہ تھمیگا نہ مجھ سے دل — جاتی رہی ہی بات مرے اختیار سے
کسکی ہین غمازیان یارب کہ اوس سے راز دل — شب کو پوشیدہ کہا اور صبح دم ہین مشتہر ہی
خم کے خم پی تو چکا ہون پہ یہ کہتی ہی ہوس — کہ نہ رہ جاے سبو مین کوئی قطرہ باقی
نہ کھلا غنچہ دل باغ جہان مین فاخر — رہگیا ایک صبا سے بھی یہ عقدہ باقی

فاخر تخلص ہی ایک شخص کا ساکنان کول سے مولدن و ماوا اوسکے بزرگان والا تبار کا سبزوار اور اوسکے پدر بزرگوار کا نام نظام الدین ہی مرد خوش خلق و نیک نہاد ہی سن جوبیس سے متجاوز نہین یہ اشعار اوسکے انکار سے ہین

کیا خطر ہی تابش خورشید محشر سے تجھے — آہ سوزان کا دھوان اک سائبان ہوجائیگا
حضرت فائز نہ سمجھے ہم بہت کہتے رہے — دوستی ناداں کی ہی جی کا زیان ہوجائیگا
خیر ہی فائز کہو تو کیا ہوا کیا حال ہی — کو بکو کسواسطے پھرتے ہو دیوانے سے آج

فائق تخلص مرزا عبد القادر بیگ ابن مرزا احمد بیگ ابن مرزا محمدی بیگ قوم مغل اصفہانی الاصل ہی سکونت قدیم سے حویلی اعظم خان مین صورت پذیر ہی کہ وہ بالفعل ایک محلہ ہی محلا

شاہجہان آباد سے آبادی ہین بیمثل و نظیر مدت سے زمرۂ سواران سرکار نواب بہادر جنگ خان بہادر والی بہادر گڈھ مین منسلک ہی باوجود عمر سی سالہ کے کہ عین ایام شباب ہی حلم اور بردباری و اخلاق حمیدہ پیران صدسالہ سے زیادہ اور صفحۂ خاطر نقش رعونت سے سادہ ہی یہ دو شعر اونکے سنے گئے

فائق

فائق عبث ہی تجکو شکایت سپہر سے — کون اوسکے دور مین نہین اندوہگین رہا
پیتا ہی مے جو محفل رندان مین تو پیے — ہم بن اگر پیے تو ہما را لہو پیے

فخر

فخر تخلص محمد فخرالدین خان متوطن شاہجہان پور ارباب اعتبار اور صاحبان اقتدار مین محسوب اور حسن اخلاق اور عموم وفاق سے طبائع احباب مین مرغوب ہی شیرینی سخن کو نمک ظرافت سے ترکیب دیکر مذاق ارباب وفاق کو لذت تازہ بخشتے ہی موزونی کلام طبعی اور ذوق سخن جبلی ہی یہ دو شعر اوسکے تحریر ہین

ہمسے کچھ اور ہی ہی دل مین کدورت تجکو — یون تو کہنے کو تو اے مشوخ کسی کا نہوا
بیخودی سے ہی غرض کون ہی مے کا طالب — چشم ساقی تو ہی گو ساغر صہبا نہوا

فخر

فخر تخلص جوان متین محمد فخرالدین کہین برادر محمد احسان اللہ مخیر تخلص ساکن قدیم شاہجہان آباد اور بالفعل مہین برادر کے پاس میرٹھ مین مقیم ہی طبیعت رسا اور ذہن مستقیم اصلاح ریختہ اپنے برادر شفیق سے لیتا ہی یہ اشعار اوسکے افکار سے ہین

کفر و دین کوتہ و بالا رخ و کاکل نے کیا — پیچ سے اونکے نہ کافر نہ مسلمان نکلا
یہ دل نادان کہ نازان اپنی ہشیاری پہ تھا — پھنس گیا جنجال مین زلف چلیپا دیکھکر
ایک ادسی کے جلوہ سے محروم ہین ہم ورنہ فخر — اس تماشا گاہ سے جائینگے کیا کیا دیکھکر

فدا

فدا تخلص مرزا بلند بخت ابن مرزا مکرم بخت بہادر دام اقبالہ بزرگ برادر حقیقی اس راقم آثم کے اور تلمیذ باتمیز جناب فیض مآب مولانا مخدومنا مولوی امام بخش صہبائی مدظلہم کے ہین سخن فہم نیک نہاد و متانت اونکے وضع گی خانہ زاد یہ چند شعر اونکے ثمرات طبع سے انتخاب ہوے

حشر مین پرسش مری پہلے ہوا رہے نہ ہین — جب تلک چپکا رہونگا جی مرا گھبرائیگا
خاک ہو جائیگا جلکر اک نہ اک دن دیکھنا — سوز پنہان سے رہیگا دل سلامت کب تلک
مجھ سے بھاگے جو وہ غنچہ دہن آکے فدا — اپنے جامہ مین وہ پھولون کہ سما بھی نہ سکون

جان باز زمانے مین کوئی ہو وہ فدا سا	جو تیر کے پیکان کو کلیجے سے لگا لے

فدا تخلص ہے مرزا سکندر بخت ابن مرزا مہدی بخت خلف مرزا فیروز بخت ابن شاہ عالم بادشاہ انار اللہ برہانہ شاگرد مرزا پیارے رفعت تخلص کا یہ چند شعر اوسکے نتائج طبع سے ہین

مجھ ناتوان کو سانس بھی لینا محال ہے	پہونچیگی خاک میری دعا آسمان تلک
نہ آیا کوچۂ قاتل سے پھر کر	الٰہی ہو گیا کیا نامہ بر کو
فلک بہتا پھریگا بلبلا سا	نچوڑا مین نے گر دامان تر کو
تمھین آؤ تو آؤ ورنہ ہمتو	اوٹھا سکتے نہین بالین سے سر کو

فراسو تخلص فرسو صاحب قوم انگریز بیگم شمرو کا متبنے آزاد انہ زیست کرتا تھا یہ شعر اوسکا ہے

تمری کے مانند وہ پہنے محبت کا طوق	باغ مین گروہ صنم سرو کو دکھلاتے قد

فراق تخلص حکیم جالینوس فطرت طبیب بقراط فطنت خادم فقراے باب اللہ مخدوم کملاے دانش دستگاہ متکی ارائک قصور جنان حکیم ثناء اللہ خان تغمدہ اللہ بغفرانہ واسکنہ بحبوحۃ جنانہ کاہل بزرگ نہاد کو ارباب فہم درست و اصحاب عقل سلیم نے ثقات شعرا و اساتذۂ فن سے قرار دیا ہے حق یہ ہے کہ سخن کو طرز نو بخشی اور معنی کو بلندی تازہ عطا کی شعرا کے نامی کے ساتھ ہمیشہ مطارحہ کرتا اور صحبت شعرین ارباب علم کا مشار الیہ اور اہل کمال کا ممدوح رہا سخنوری تو اس تقدس نہاد کا ادنے وصف ہے دقائق علوم اور غوامض فہوم اوس جناب کی وقت فہم سے ایسی کشائش پاتے جیسے غنچہ نسیم راحت انگیز سے اور عقدۂ مالاینحل اوس حلال مشکلات سے اسطرح حل ہوتا جیسے ارزیز آتش تیز سے صاحب دیوان اور انواع سخن پر قادر اور اصناف کلام پر مقتدر رہے اخیر عمر مین ترک سخن سنجی فرماکر سال مین ایک بار سلام امام ہمام حسین ابن علی علیہ التحیۃ والثنا ریختہ کلک جواہر سلک کرتے اور اپنی شاعری کو صرف اس نظم سعادت مضمون مین منحصر کیا تھا یہ اوصاف ظاہری ہین کہ زبان خامہ اوسے اشنا ہوتی اگر باعتبار صفائی عقیدت اور کمالات باطنی اور رقت قلب اور دلداری آشنا وبیگانہ اور اجراے کار مردم اور اعلاے کلمۃ الحق کے زمرۂ اولیا و اصفیا مین شمار کرین تو عجب نہین دیوان بلاغت عنوان ہے یہ شعر منتخب ہوے

جو کچھ کہ دیکھتا منھ پر ہی صاف کہدیتا — فراق بندہ ہون آئینہ کی صفائی کا
ہر رنگ آئینہ رہتا ہون روز و شب حیران — خدا ہی جانے کہ ہون محو کسکی صورت کا
جہان نظر کی ہر اک نوک خار ہی پر خون — یہ کون دشت مین ایسا برہنہ پا گذرا
جون ریگ روان خاکنشین ہون مین ازل سے — نہ قصد و لمن کا نہ ارادہ ہی سفر کا
بعد مرنے کے بھی اک گردش رہی ہمکو مدام — مشت خاک اپنی رہی تھی کچھ تو پیادہ بنا
دل تھا متاکہ چشم پہ کرتا تری نگاہ — ساغر کو دیکھتا کہ مین شیشہ سنبھالتا
چمن کی سیر کو آجاتے ہین کبھو گلچین — دماغ کسکو ہی یان آشیان بنانے کا
یہ غم ہی ساغر و مینا مجھے کہ میرے بعد — ذرا بھی تمکو کوئی منھ نہین لگانے کا
مست آنکھ لڑا اوس سے فراق اب بھی کہان — کہتا ہون تجھے مین مجھے الزام نہ دینا
زلفون کا بنانا ہی رہے جسکو سدا یاد — پھر ہمسے غریبون کو کرے اوسکی بلا یاد
تھا دل مین کچھ کہونگا پہ جاتے ہی روبرو — میری زبان ہو گئی بے اختیار بند
کس زلف کا شیدا ہی مرا دل نہین معلوم — کس چشم کا زخمی ہی یہ بسمل نہین معلوم
یہ دل ہی ہی ہمارا جو اوسکے ہو مقابل — منھ دیکھو آئینہ کا جو اوسکے روبرو ہو
کبھو تو زلف مین لیجاے ہی کبھو خط مین — پھرے ہی ساتھ لیے دل کہان کہان مجھکو
تجھ کے سوا چلتے نہین اونکی بلا سے — پامال کوئی شخص ہو برباد ہو کوئی
گلرو تو کسیطرح نہین ہوتے ہین اپنے — کاہیکو فراق انکے لیے خوار ہو کوئی
آنکھون مین کھپ رہا ہی ای سرو ناز اب تک — دامن اوٹھاکے چلنا تیرا نزاکتون سے

فراق تخلص میر حیات اللہ ساکن کولاوٹھی نوجوان صالح خوش مزاج تقریب طالب علمی سے وارد دہلی ہوے شب و روز تحصیل کمال مین مصروف یہ دو تین شعر اوسکے نتایج افکار سے پیش نظر تھے سو درج تذکرہ ہوے

مصحف رخ کی ترے یاد مین رہتی ہی — کیا عجب ہی جو کہین حافظ قرآن ہمکو
جان بھی باقی نہین کیا کیجیے اب اوپہ نثار — مرتے دم آکے کیا اور پشیمان ہمکو
باغ جنت کی بھی خواہش نکرین ہمتو فراق — ہاتھ آجاتے اگر کوچہ جانان ہمکو

فرحت تخلص محمود علیخان خلف جناب مستطاب حکیم نصر اللہ خان وصال تخلص نوجوان خوش اسلوب اور وجاہت ظاہری سے بہرہ مند تحصیل علم کیطرف متوجہ گاہ گاہ فکر

شعر بھی خاطر مشتغل کی دامنگیر ہوتی ہی یہ چند شعر اوسکے افکار سے ہین

کثرت لاغری سے ای ہمدم ہو گیا ہون مین تار بستر کا
آوسنے تو نامہ بر کو کیا قتل اور مجھے ہر لحظہ انتظار ہی خط کے جواب کا
ہین نے ہی بزم غیر مین کی شب کو مے کشی میری ہی آنکھون مین تو نشہ ہی شراب کا
لے جلد تو خبر کہ کچھ اب شام سے ہی آج ہی حال بے طرح ترے خانہ خراب کا
مدت سے وہ تو بندہ فرمان ہی آپکا فرحت سے کیا سبب ہی کہو اجتناب کا
عاشق تو سبھی ہوتے ہین دنیا مین عزیزو پر میری طرح سے کوئی رسوا نہین ہوتا

فرحت تخلص شیخ پرشاد قوم کائیتھ ساکن شاہجہان آباد خلف گوبند پرشاد نبیرہ راجہ گوکل چند شاگرد حافظ قطب الدین مشیر یہ شعر اوسکا مسموع ہوا

یار و جب تک جواب خط آئے اور دو چار خط لکھو بیٹھے

فرحت تخلص شیخ حسین علی شاگرد مرزا نیاز علی بیگ نکہت یہ شعر اوسکا سنا گیا

جب سے دیکھا ہی قد بالاے یار سرو کو خاطر مین کب لاتے ہین ہم

فروغ تخلص نونہال حدیقہ سعادت نوبادہ باغ اہلیت قرہ باصرہ بخت مندی غرہ ناصیہ ارجمندی راحت جان سرور جنان محمد عمر سلطان فرزند دل بند راقم صابر آثم ہنوز سن اس نونہال کا بارہ تیرہ سے زیادہ نہین ہوا اور مرحلہ تحصیل فارسی مین ابتک لو قدم ہی لیکن زیادہ تخشی واہب بے منت اور گران عطاے منعام بے ضنت نے ذہن براق اور طبع رسا اور فکر عالی عطا کیا ہی جناب مستطاب مولانا و مخدومنا حضرت صہبائی سلمہ اللہ تعالے جب اوسکی طبیعت کا یہ حال دیکھا فرمایا کہ سخن آفرین نے اسکے گنجینہ طبیعت کے واسطے بسا جواہر نفیسہ خزانہ تحت العرش مین ودیعت رکھے ہین اگر موانع خارجی سے در گنجینہ مقفل نہو تو خزانہاے ناتناہی جواد سکے واسطے امانت ہین اس گنجینے مین نقل اور تحویل پاوین اور یہ فرماکر اوسکی تعلیم اپنی شفقت اور مرحمت کے ذمہ پر لی باوجودیکہ ابتک کچھ موزون نہین کیا صرف حضرت ممدوح کی تربیت کے فیض اور طبیعت خداداد کی رہنمائی سے طبیعت ایسی روان ہو گئی ہی کہ بے اعانت غیر موزون کرنا کیا بلکہ معانی بلند اور تشبیہات تازہ اور خیالات دور کا سرانجام اوسکے قلم کی انگشت کہین کے اختیار اور اوسکے خامہ جادو نگار کے ناخنو مین ہی اللہ تعالے یمن انفاس متبرکہ اور الطاف شاملہ جناب ممدوح سے

کمال استعداد کو پہونچاوے اور عمر طبعی عطا فرماوے آوسکے طرز سخن سے کوتاہ بینان روزگار اور ناقص فطرتان زمانہ کہ نہ مبدا فیاض کے بخل سے کہ اوس جناب مقدس مین بخل کا شائبہ کہان ہی بلکہ اپنے ظرف کی تنگی سے مواید نعمت خانۂ قدسی سے محروم ہین بمقتضاے اسکے کہ المرء یقیس علی نفسہ یعنی آدمی اپنے اوپر قیاس کرتا ہی اس برق لامع کے جولان پر نارسائی نقش پا کی تہمت باندھ کر کہتے ہین کہ یہ اشعار اور یہ عمر یہ فکر بلند اور یہ استعداد کہنکر باور کیا جاوے اللہ تعالے ان ناتوان بینون کی بدگمانی کو اوسکے جمال معنوی کے وسیلے سپند اور اوسکے کمند فکر کو رسا اور کنگرۂ ایوان طبع کو بلند کردے یہ چند شعر اوسکے متاع افکار سے لکھتا ہون

دیا ہو جھوٹ ہی گو نامہ بر نے مژدۂ وصل
پر اوسکے کہنے سے دل کو تو اک قرار آیا

کیا ہو آپنے گو سچ ہی وعدہ آنے کا
پہ سوچیے تو کہ مجکو کب اعتبار آیا

فروغ چھا گئی آنکھون مین ایک تجلی طور
سحر نقاب اوٹھا کر جو وہ نگار آیا

تھا مین تو زخود رفتہ اوسے دیکھتا کیونکر
بے پردگیون پر بھی وہ یان پردہ نشین تھا

دل لیا جان بھی لی اور وہ میرا نہوا
رنج اوس شوخ سے ملکر مجھے کیا کیا نہوا

سوز دل کا نہ بجھا ہاے مرا گرچہ فروغ
کب مین رویا کہ روان چشم سے دریا نہوا

دیکھیے خط کا کیا جواب آوے
وان گیا تو ہی نامہ بر اپنا

دل تو ہم دینگے اوس ستمگر کو
وہ بھی سمجھے اگر اسے اپنا

ہمسے تو کچھ کہا کر دل دل مین مت گھٹا کر
آخر فروغ تیرے مدت کے یار ہین ہم

ترک دنیے لگی وفا دل کو
اپنے انداز تو سکھا دل کو

کیون نہ ہر دم گرے وہ برق نگاہ
اوسنے سمجھا ہی آئنہ دل کو

ایک الجھاؤ اوسکی زلفون کا
سو بلا کا ہی سامنا دل کو

دل تو نہین دیا ہی کچھ تو کہو فروغ اب
ہی ربط ان دنون مین کیون نالہ و فغان سے

کوئی مرجاے درد فرقت سے
تم تو بیٹھے رہو فراغت سے

کبھی بوسہ نہین بغیر ندے
ہی وہ ناچار اپنی عادت سے

لیکے آتے ہو ساتھ غیرون کو
باز آیا مین اس عنایت سے

چپہ غ دیکھین رولائیگا کب تک
آج کی شب کٹی ہی حسرت سے

کیونکہ اندھیر زمانے مین ہنوادسنے فروغ | کوئی رکھا نہ مرے نام کا زندا باقی

فروغ

فروغ تخلص عمدۂ اراکین دولت زبدۂ عمائد حشمت زیب وسادہ تفاخر خواجۂ نورالدین خانصاحب بہادر معروف بہ سانولے صاحب کہین برادر نواب انورالدولہ شفق تخلص کہ شہر کا پہلی اوسکے قدم بہار توام کے فیض سے رشک گلزار نعیم اور اوس نواح کی سموم اوسکے انفاس کرامت اقتباس کے اعجاز سے غیرت باد نسیم ہے سخن اگر رنگ گل رکھتا ہے اور اگر کیفیت مل اوسکی طبیعت کی تاثیر اور اوسیکے لب ودہان سے فیض پذیر ہے حریفان مدعی کا سخن اوسکے کلام کے روبرو حرف پادر ہوا اور دعوے داران کمال کا کلام اوسکے سخن کے سامنے ہیچ چند شعر اوس یکہ تاز ہنر کے نظر احباب مین جلوہ گری کرتے ہین

نہین ملتی سر لیسے میرے دل کو ایک دم فرصت | الم پروانہ کا شب کو سحر شمع شبستان کا
روے روشن کے تصور مین جو غش آیا مجھے | آنکھ مین بدلے اندھیرے کے اوجالا ہوگیا
دام خط مین غل اسیرون نے کیا فریاد کا | بولتا ہے آج کل طوطی مرے صیاد کا
کیا افلاس لیکن پستیٔ طالع نہین جاتی | دیا حصہ فلک نے مجکو قارون کے خزانے مین
نہ ظالم نفع پائے مال سے ہرگز فروغ اپنے | ہوئی ہے موم سے کب روشنی زنبور خانے مین
قید ہستی مین پھنسے یاد وطن بھول گئے | دام ہمکو یہ خوش آیا کہ چمن بھول گئے
خیال غیر ہے ہمراہ جانان | تصور مین بھی تنہائی کہان ہے

فسون

فسون تخلص شاہزادۂ والاقدر بلند اقتدار عمدہ سلاطین ذوی الاحتشام بلند پایہ بارگاہ جلال گران مایۂ گنجینہ کمال فرازندۂ لواے ہنروری فروزندۂ چراغ معنی پروری شناساے کملاے نزدیک ودور داناے حقائق امور مشہور فی الاطراف والاکناف مرزا منجھلے مستغنی عن المدایح والاوصاف خلف مرزا کریم بخش مرحوم نواسۂ حضرت ظل سبحانی خلیفۃ الرحمانی ادام اللہ سلطنتہٗ برادر عم زادۂ راقم آثم بیت اوسکی قدردانی سے مہمات خانۂ معانی دور شعر اوسکی گرانمایگی سے جواہر گنجینۂ قدس سے معمور شاہدان محفل اسرار اوسکے ضمیر کی راہ سے بزم صفحہ مین ایسے جلد پہونچتے ہین جیسے آفتاب سے انوار غزل مین برجستگی معنی سے شوخی غزال ابیات مین طراوت الفاظ سے سرسبزی نہال ہر چند شعر مین الفاظ متین ہون اوسکی فکر رسا کے اثر سے گوش سامع مین صدا سے پیشتر پہونچتا ہے مضمون کیسا ہی سست ہو اوسکی شوخی اشارات کی تقریب سے بزم قبول مین معنی غریب سے زیادہ تمکن پاتا ہے

یہ چند شعر اوس صاحب اعتبار کے نتایج افکار سے ہین

رولاتے نہ تم گھر عدو کا نہ بہتا — اوٹھایا ہوا ہی یہ طوفان تمھارا
کیون دوست اوٹھالاے مجھے کوچے سے اوسکے — گو جان پہ ستم تھا مگر آرام وہین تھا
وان ظلم اوٹھاتے تھے یہان قبر کے صدمے — ہی زیر زمین وہ ہی جو بالاے زمین تھا
لیے آتا ہی نمک سے وہ نمکدان لبریز — اے لب زخم تو اپنی بھی تمنا دکھلا
جدھر کو جاتے ہین بہتان ہم پہ اوٹھتے ہین — قدم نکالنا گھر سے ہمین عذاب ہوا
دیکھ کر محراب ابروے صنم کو اے فسون — خود بخود زاہد کا بہر سجدہ سر خم ہوگیا
لے گیا کون مرے صبر و تحمل دل سے — آج بیتاب جو پھرتا ہون ہین گھر سے نکلا
آرزو فریاد کی اور حشر مین عرصہ بہت — دیکھیے کسدن ملے چھاتی سے پتھر گور کا
آرزو نکلی نہ جان دیکر بھی اے عیسے نفس — ہم سنا کرتے تھے آوازہ ترے اعجاز کا
رکھا دل کی جا ہمنے پیکان تمھارا — یہ مہمان ہمارا وہ مہمان تمھارا
مرض عشق سے جان بر نہوا اے فسون — مفت بیچارہ مصیبت مین گرفتار رہا
اچھا ہوا کہ حشر کے ہنگامے سے بچے — ہونا تھا جو یہین دم رفتار ہوگیا
فسون نازاوراوٹھاؤ دم لبون پر آن پہونچا ہی — گھڑی بھر کے لیے اپنا کیا سارا مٹاتے ہو
بس ہوچکی اے ناخن غم سینہ خراشی — اب جان فسون کی دل نالان مین نہین ہی
اللہ ری گرمی کہ رقم ہو نہین سکتی — کاتب سے حقیقت بھی مرے سوز و جگر کی
ہزار میل نہین سکتے پر اوسکے کوچہ تک — پہونچ ہی جاین اگر شوق رہنما ہوجاے

فصاد — فصاد تخلص ہی ایک حجام نبو نام کا کہ شاہ نصیر کی فیض صحبت سے اوسکی طبیعت نے فی الجملہ موزونی بہم پہونچائی تھی نہایت ظریف خوش طبع کشادہ رو نیک خو تھا شاید شعر گوئی سے غرض یہ تھی کہ موتراشی کے ساتھ موشگافی کو جمع کرے جو کہ اوسکے اشعار تذکرہ مین لکھنے کی قابلیت نہین رکھتے تھے صرف ایک شعر پر کفایت کرتا ہون

بادہ کے ہمین پینے سے کیا کام ہی ساقی — مرخون جگر آبلہ ہی جام ہمارا

فضل — فضل تخلص فضل الرحمن ولد شیخ حامد علی ابن قاضی احمد مرحوم ساکن قصبہ مہم ضلع رہتک صوبہ دار الخلافہ شاہجہان آباد پانسو برس کا عرصہ ہوا کہ بزرگان والا نژاد اس نیک نہاد کے یمن سے وارد ہند ہو کر قصبہ مذکور مین متوطن ہوے فن شعر مین اول اپنے برادر زادہ محمد رفیع اللہ

نام سے استفادہ کرتا تھا اب محمد حیات خان حیات تخلص سے مشورہ کرتا ہی یہ شعر اوسکا مسموع ہوا

حاجت دام نہین عاشق بیدل کے لیے | گیسوے یار ہی کافی ہی سلاسل کے لیے

فغان الحجی پرشان دیدہ حیران دیوان دبیہ حلیم مزاج ظاہر اوسکا ارباب صفا کے باطن سے آراستہ تر اور باطن اوسکا آئینہ رویون کے ظاہر سے پیراستہ تر زبان دل کی ترجمان اور دل سلطان خرد کا تابع فرمان کمال ذکا مثل ستارہ اقبال کے پیشانی سے روشن اور جمال سعادت مانند فروغ خرد کے چہرہ سے مبرہن تحصیل علم فارسی یک قلم قذلک دفتر دانائی فرازندہ لواے یکتائی اوستادی مولوی امام بخش صہبائی سلمہ اللہ تعالے کی خدمت مین کی رسائی فکر مضامین دور سے نزدیک شوخی طبع نکات کے ساتھ چستگی مین شریک یہ چند شعر اوسکے افکار آبدار سے منتخب ہوکر مرقوم ہوے

آنکہ بر بے خودیم طعنہ بجامے کرد | نشہ حسنش ترا کاش تماشامے کرد
کاش از بہر مساوات من خصم فلک | قہر یا لطف ترا عام بہر جامے کرد
بیم تکلیف مداوامے دلم داشت لبت | چشم بیمار ترا ورنہ مداوامے کرد
علاج درد دل از دلربا نمے آید | وفا نشاید و غیر از جفا نمے آید
بر رخ تابان خویش زلف معنبر شکن | زاہد صد سالہ را خار بہ بستر شکن
نامہ ما را چہ نیست رنگ تماشاے دوست | صرصر جان سوز خیز بال کبوتر شکن
غمزہ و ناز و ادا تشنہ خونند بس | در رگ جانم بیا این دو سہ نشتر شکن
توبہ عشاق چیست مشغلہ روز ہجر | گر شب وصلے رسد از ہمہ شکن
یار طلب مے کند نقد دلت را **فغان** | دل بدہ از دست یا خاطر دل بر شکن

فکری تخلص مرزا محسن نبیرہ شاہ عالم بادشاہ مغفور صاحب طبع سلیم و ذہن مستقیم ہمیشہ طبیعت مضمون خیز اور فکر معنی انگیز ہی فارسی اور عربی مین فی الجملہ روشن سواد اور مسائل عروض و قوافی سے بقدر مادحب یا د طبیعت خداداد کی مدد اور مبداء فیاض کی اعانت سے تازگی معنی اور طراوت الفاظ اور شستگی عبارت اور رقتگی مقال اور پاکی زبان اور فصاحت بیان کا ایک جاے مین ہجوم ہی یہ چند شعر اوسکے انتخاب ہوے

جون نکہت گل گردش تقدیر سے **فکری** | ہم خانہ بدوش آہ رہے اپنے وطن مین
میرے جاتے ہی کہا باہر چلو آتا ہون مین | گھر سے اوس پرفن نے ٹالا مجکو کس تدبیر سے
شاید اسی قاصد یہ باتین ہین زبانی یار کی | جان سی آتی ہی کچھ مجھ مین تری تقریر سے

صاف آغوش کمان سے تیر جاتا ہی نکل
واقعی دیکھا تو ہی نظرت جوان کو پیر سے

مثل قلم اور کے مین ہاتھ ہون
آپ نہین چلنے کا یارا مجھے

ہم گنہگارون کی قسمت مین کہان ہی ہر چند
کوچۂ یار مین جنت کی ہوا آتی ہی

وفا تخلص سلالۂ دودمان سیادت خلاصۂ خاندان شرافت میر حسین مرحوم شاگرد میر نظام الدین ممنون فکر نہایت سلیم طبیعت بغایت مستقیم صحیح گوئی کی طرف متوجہ اور زبان کی شستگی کے جانب ملتفت چند سال ہوے کہ عالم باقی کی طرف راہی ہوا یہ دو شعر اوسکے افکار سے ہین

دیکھ آئینہ کو اوسنے کیا غصے سے ٹکڑے
یعنی مجھے کسواسطے مجھسا نظر آیا

کرتا ہی غنچہ تیرے دہن کی برابری
شاید یہ اپنی بھول گیا ہی دہن کی بو

فوق تخلص ہی زبدۂ سادات کرام میر بادشاہ نام کا کہ سرگروہ نیک طبعان روزگار سید احمد خان آہی تخلص صدر امین بجنور سلمہ اللہ تعالے سے قرابۃ قریبہ اور اونکی نظر تربیت اور نگاہ عاطفت کی اثر سے قبول خاص اور پسندیدگی عام کی شائستگی رکھتا ہی جوان صالح و نیک نہاد اور خوش مزاج سراپا ابتہاج ہی گاہ گاہ فکر شعر کا بھی اتفاق ہوتا ہی یہ اشعار آبدار درر نثار اوسکے ہین

فروغ روے جانان فی یہ کی تاثیر آنکھون مین
کہ مہر دمہ نظر آتے ہین بے تنویر آنکھون مین

نگاہ ناز سے اوسکے نکیون خون ہو ہزارون کے
کہ رکھتا ہی وہ قاتل جوہر شمشیر آنکھون مین

مین تو رہتا ہون گریزان ہی بیداد سے مگر
چھوڑتا کب ہی تیرا طرۂ طرار مجھے

فیاض تخلص شیخ فیض الحسن ابن شیخ نظام الدین نظام تخلص متوطن قصبۂ دیہاتی ضلع بلند شہر یہ اشعار اوسکے افکار سے انتخاب ہوے

افسون کا ہو عمل نہ عمل کا ہو کچھ اثر
میرا رقیب یار کا ہمزاد ہو گیا

صفت چشم وہ لکھون کہ سبھی صاد کرین
شعر کو آنکھ پہ رکھ رکھ کے مجھے یاد کرین

اس مین ہی آپکی جانب سے تقاضا ناحق
سر کے دینے مین کسے عذر ہی ہم دیتے ہین

فیض تخلص بحر مواج کمال نہال مثمر فضل و افضال بانی بناے دانش حاکم محاکم پنشن صدر مکارم اخلاق اسوۂ اکابر آفاق جامع معقول و منقول حاوی فروع و اصول زبان دان فارسی و تازی اسرار فہم حقیقی و مجازی مستجمع نوادر فن مولوی فیض الحسن سلمہ اللہ تعالے ہر چند وطن اصلی اوس مجمع مفاخر کا سہارن پور ہی لیکن حسن اتفاق سے ایک عرصہ ہوا کہ یہ گلزمین بہار آئین

قدوم سعادت لزوم کے اثر سے گلزار ارم پر افتخار اور جنت نعیم پر ناز کرتی ہو آوازۂ علم اوسکی
دانائی سے بلند اور پایۂ نثر اوسکے کمال سے ارجمند قلم اوسکی دستگیری سے اسرار لوح محفوظ کا
خزینہ اور لوح اوسکے قلم کی اعانت سے سرائر غیب کا گنجینہ علوم عربیہ اور فنون عجمیہ خصوصاً
علم ادب سیما انشاء خطب اور انشا و اشعار زبان عرب مین یگانہ اور ان فضائل مین یکتاے
زمانہ فضل و کمال ایک جامہ ہو کہ خیاط ازل نے اس جزو زمان مین اسی گنجینہ دار جواہر
قدس کے قامت استعداد پر قطع کیا ہو وہ شاہبازان معنی کہ شبستان غیب مین نازک و بافغان
بلند خیال کے چہرۂ فکر پر کمال غرور سے نرگس چشم کو نیم باز کرتے تھے اوسکے صفحہ کے بزم آرائی کی
تقریب سے کسی وقت اونکی آمد و شد کی کثرت نے جادۂ قلم کو ہنگامہ سے خالی نہین رکھا
باغ طبیعت کا ہر نہال شمشاد قامتان طوبے سرشت کے جلوہ سے دلربا تر اور گلزار فکر کا
ہر برگ گلرویان لالہ رخسار کے چہرہ سے خوشنما تر کا فداے سوز مضامین سے جل کر خاکستر
ہو جاتا ہو لیکن وہ خاکستر کہ آئینہ بصیرت کے لیے مایۂ جلا اور حرف حرف شوخی معنی سے
برقی کا حکم رکھتا ہو مگر وہ برق کہ طبائع پژمردہ کے واسطے باعث نشو و نما کا غذ رنگ معنی سے
برگ گل اور سطور کیفیت مضامین سے موج مل طراوت الفاظ سے بحر اشعار طوفان خیز
اور لطافت معنی سے زبان قلم رگ ابر کے مانند گوہر ریز گل اگر اوسکے مضامین سے رنگینی کا استعارہ
نکرتا خاطر بلبل مین پسند نہوتا اور سرو اگر اوسکے مطلع کے ایک مصرع سے مشابہت بہم نہپہنچاتا
بلند نہوتا ان کمالات پر حلم اور تواضع کا وفور اور ان فضائل پر عجب اور تکبر کے ننگ سے
کوسون دور لطف و مروت اوسکے اوضاع سے چہرہ کشا اور رنگ اخلاق اوسکے اطوار سے
جلوہ نما سنگ درشت اوسکے لطف کے اثر سے نرم اور طبائع سرد مہر اوسکے اختلاط کے
حرف سے گرم کونسی مروت اس سے زیادہ ہوگی کہ تہیدستان کمال کو گنجینہ زر سے
تونگر اور گرسنہ چشمان سخن کو خوان افاضہ سے حاتم کا ہمسر کر دیا ہر چند درس و تدریس کی
کثرت اور طالبان کمال کی تربیت کا مشغلہ مانع ہو کہ فکر عرصۂ تلاش مین سبک جولان
اور قلم میدان صفحہ مین گرم عنان ہو سکے لیکن قائد تائید کی رہنمائی سے ان اشغال دینی کی
کثرت تصانیف کا وہ حال ہو کہ صندوق کدۂ خیال مین وہ مصنفات تو کیا بلکہ اونکے اسامی کی
فہرست گنجایش پذیر نہین اونمین سے شواہد تفسیر اور شواہد خمسہ اور تذکرہ صحابہ رضی اللہ
عنہم اور ایک مثنوی کسی بر وزن لیلیٰ اور دوسری نامی بہ چشمۂ فیض اس مناسبت عبارت

اور جزالت معنی کے ساتھ اوس یکہ تاز عرصۂ فصاحت کی زبان قلم سے زینت پذیر ہوئی ہین کہ خامۂ انصاف اگر اونکی توصیف مین ایک حرف لکھے زبان عاشق کی طرح باوجود سیہ زبانی کے حرف مدعا پر لال ہوجاوے اغلب اوقات قصائد عربی اور عبارات دلپذیر تازی اور اشعار فارسی اوسکی زبان قلم سے آشنا ہوتے ہین لیکن احیانًا احباے صداقت کیش اور اخلاص اندیش کی تکلیف سے لب نطق اشعار ریختہ پر بھی وا ہوا ہے اس مقام مین فارسی و ریختہ پر قناعت کرکے گوش شوق کو بہرہ اندوز کرتا ہون تاکہ قند فارسی سے حاسدون کا لب اعتراض بند ہوجاوے اور نمک ہندی سے زخم جگر حال اعدا پر سرگرم ریشخند

اشعار فارسی

علو مرتبہ شد باعث رعونت نفس — خوشا دمی کہ بکوے تو نقش پا بودم
ملت عاشق رضاے خاطر جانان بود — کفر گر مرضی او باشد بہ از ایمان بود
فیض خوش مے بیش و مرمی نوش و شاہدمی پرست — کاین چنین ہا چون توئی آشفتہ راشایان بود
با خاطر چو غنچہ شستم بگوشۂ — وین جملہ انبساط بگلشن گذاشتم
در قسمت کلیم بجز پرتوے نبود — از جملہ آتشے کہ درایمن گذاشتم

ریختہ

عجب کچھ طور تھا شب فیض کا کیا جانیے کیا تھا — کوئی وحشت سی وحشت تھی کوئی ہوا سا سوا تھا
غنیمت ہے کہ بعد از مرگ عاشق اتنا کہتے ہو — برا تھا یا بھلا تھا خیر جیسا تھا وہ اپنا تھا
ہر روز برق کوندے ہے چارون طرف مگر — اوجڑا ہوا چمن مین کوئی آشیان رہا
گر وہ سنتے نہین پر ہم تو کسی حیلے سے — ایک دو بات محبت کی سنا جاتے ہین
پکڑ کے ہاتھ اوٹھاتے ہین گر نہین اوٹھتے — یہ قدر ہمتری محفل مین ہم غریبون کی

باب القاف

قابل تخلص شاہزادۂ بلند قدر مرزا علی بخش وارستہ مزاج اورآزادہ منش طبع باوصف سپہ گری کے عیش دوست واقع ہوئی ہو فن سخن مین ذوق مرحوم سے استفادہ کیا ہے یہ اشعار اوسکے ہین

یہ خانہ اور یہ صحرا اور یہ برہنہ پائی — وحشت مری کر گئی کیا کیا خراب مجھکو
لکھا تھا خط مین کہ جو تھا نصیب کا لکھا — ملا ہے خط کا جواب اوسنے کچھ لکھا تو سہی

ہوچکی توبہ ہمسے ای قابل | جب تلک عالم جوانی ہے

قادر تخلص میرزا قادر شکوہ ابن مرزا عباس شکوہ معروف بہ مرزا ببر ابن مرزا سکندر شکوہ معروف بہ مرزا چھنگا کہین برادر حضرت عرش آرامگاہ محمد اکبر شاہ بادشاہ نور اللہ مرقدہٗ مرثیہ گوئی مین داد فصاحت دیکر حرف بلاغت کو کرسی پر بٹھایا اور اس فن کو ضمیر سے کہ مرثیہ گویان لکھنؤ سے ممتاز ہی حاصل کیا جسسے گلزار مین لکھنؤ سے وارد نزہت آباد شاہجہان آباد ہوے ہین راقم آثم سے رابطۂ مودت اور علاقۂ محبت کو غایت تک پہونچایا غزل گوئی کی طرف طبع صافی کو میلان اور اس عرصۂ ناپیدا کنار مین تلاش جولان ہی جو کہ فکر رسا اور طبیعت سلیم ہمراہ اس چمن کی نخل پیرائی وخیابان آرائی مین بھی ید طولیٰ رکھتے ہین یہ چند شعر اونکے اشعار سے منتخب ہوکر مرقوم ہوے

دیکھتے دست درازی مری وحشت کی اگر | کچھ سلامت مرے جامہ مین گریبان ہوتا
مرقد مین جو بیتاب تھا رایہ حزین تھا | اک شور قیامت سا بپا زیر زمین تھا
ایسا مین سمجھتا تو نہ ملتا کبھی ناصح | دل مفت مین لیجائیگا یہ کسکو یقین تھا
نوبت ہی نہ تلوار تلک پہونچی کہ ہمکو | خنجر سے زیادہ وہ خط چین جبین تھا
کسکو تھی یہان رات ساقی میکشی کی احتیاج | جو کہ تھا اوس نرگس میگون سے ہی سرشار تھا
دیکھکر صحراے وحشت مین مجھے ثابت قدم | پانون پڑ پڑکر بھٹکتا دمبدم ہر خار تھا
پاس وہ آتا تو کیا آتا کہ وحشت سے مجھے | آپ مین ہرگز مین بھی آنا مجھے دشوار تھا
پی گیا مقتل مین وہ خون شہید ناز کو | تو تو تھا ہی پر ترا خنجر غضب خونخوار تھا
سب مجھے بھی جذبۂ وحشت پہ نازہی کہ یہان | کہان کہان نہ مرے واسطے پھرا صیاد
نہار آئی کہ بلبل پہ اک بلا آئی | چمن مین آنے لگا روز ایک نیا صیاد

فارمی تخلص فارمی علی احمد نوجوان صالح اور برنائے سعادت سرشت ہی تجوید حروف مین پایہ والا اور خوش آوازی مین مرتبۂ اعلیٰ رکھتا ہی گاہ گاہ ریختہ کہتا ہی یہ دو شعر اوسکے نتایج طبع سے ہین

چمن ابر و نے خوب روک دیا | تھا مین کہنے کو مدعا اپنا
سچ بھی کہیے تو جھوٹ سمجھے ہی | کہیے کیا خاک ماجرا اپنا

فاطم تخلص میر قاسم علی ولد میر غالب علی سادات بارہہ سے تھا مذہب تشیع سے دل گرفتہ ہوکر جناب مغفرت مآب مولوی محمد اسماعیل طاب ثراہ وجعل الجنۃ مثواہ کے دست حق پرست پر

توبہ اور رفاقتسنن اختیار کی اور اوسی حضرت کے ساتھ زمرۂ شہدا مین داخل ہوا انا للہ و انا الیہ راجعون یہ دو شعر اوس مسلمان پاک اعتقاد کے گوش زد ہوے تھے سو لکھے جاتے ہین

تھی بات ہنسی کی پہ نبی جان پہ قاسم
خون سے مرے بھرتی نہین اب تک تری پیکان

کب اوسکے نمک ریز ہوے زخم نہان پر
کیا تیر مین تیرے پر و از نہین ہی

قاسم تخلص سید قاسم علی خان نواسہ عطا حسین خان صاحب نو طرز مرصع آنکے خاندان عالی اور دودمان متعالی کے اوصاف حامدۂ دوزبان کی مجال سے خارج ہی مجملاً سادات جیلانی اور اولاد ہادی کونین غوث الثقلین ابو محمد سید عبد القادر گیلانی سے ہی سید محمد غوث جیلانی کہ حضرت غوث الثقلین کی نوین پشت مین تھے عرب سے ملک سندھ مین وارد ہوے اور ظہیر الدین بابر بادشاہ نے فرط عقیدت سے پچاس ہزار بیگہ زمین مین قطعات متعدد اونکے مصارف کے واسطے مقرر کر دیے اوسی سرزمین مین شہر اوچہ گیلانیون کا اونسے آباد اور اونکی اولاد کا موطن ہوا پھر اونکی اولاد مین سے کچھ لاہور مین اور کچھ اور اطراف مین قیام پذیر ہوے جب لاہور مین سکھون کا غلبہ ہوا سید اصغر علی کہ سید نکتہ طراز سخن سنج کے جد امجد تھے ہندوستان کی طرف متوجہ ہوے مرزا ہمایون شاہ عرف مرزا جوان بخت مہین پور حضرت شاہ عالم بادشاہ کی رفاقت مین زمین لکھنؤ مین تشریف فرما ہوے جب سے وہ خطہ اس بزرگ کا موطن اور مسکن ہو گیا یہ چند شعر اونکے افکار گوہر نثار سے مرقوم ہوے ہین

مرکے قاسم ایکدن ہم بھی پہن لینگے کفن
زندگانی مین تو کچھ موقع نہین پوشاک کا

ایک ہی حسن کا جلوہ ہی کہ ہر پردے مین
دل کو لیتا ہی کہین رنگ کہین بو ہو کر

رخ دکھا دیجے کوئی بات سنا دیجے کہ مین
کان مشتاق سخن طالب دیدار آنکھین

نیم باز آنکھون کے عالم نے کیا عالم قتل
اونکی سونے مین بھی رہتی ہین بکایہ آنکھین

کہان کی توبہ زاہد کہاب دل رہ نہین سکتا
یہ رنگت چھپاتی دیکھکر گلنار شیشے مین

موقوف صنعی پر تو ہی ہر شی کی معرفت
کچھ کفر بھی ضرور ہی اسلام کے لیے

قاسم تخلص حکیم کامل طبیب فاضل زبدۂ کملاے دوران اسوۂ فضلاے زمان حکیم کرامت اللہ خان مرحوم شعر نے اوسکی ذات سے رتبہ حکمت لیا اور مجاز نے مرتبہ حقیقت جالینوس اوسکی شاگردی سے صاحب دانش و دید اور بقراط اوسکے تلامذہ کے سلک مین اونی مستفید سخن کی متانت اور کلام کی رزانت حیطۂ بیان سے خارج ہی وہ خود صاحب دیوان ہی اور وہ دیوان

فصاحت تبیان شعرائے ریختہ گو کے حال مین ایک تذکرہ مبسوط ریختہ کلک جواہر سلک ہی کہ قدما اور متاخرین کے حال کی تحقیق اوس سے زیادہ متصور نہین یہ چند شعر اوسکے دیوان سے منتخب ہوے

موجب طوفان مژگان باعث محشر فغان — طرز گریہ وہ غضب اور یہ ستم نالہ کی طرح
زلف جنجال مژہ قہر قیامت قامت — کیا کیا تونے یہ ای دیدہ خونبار پسند
گھبرا کے نکلجائیگا جی یون ہی کسی روز — کچھ رہنے لگی اب ہمین اکثر تپش دل
ہین روسیہ وخستہ جگر مثل نگین ہم — ای وای کہ تس پہ بھی نہین خانہ نشین ہم
ہی اگر یہی مرضی ہم چلے پر اس دل کو — رہنے دو کہ عاشق کی کچھ رہے نشانی یہان
غنچہ کو سب ہین کہتے ماتا ترے دہن سے — تو بھی تو کبھوٹ ظالم اپنے ذرا دہن سے
کافر ترا ہی کوچہ یا دشت کربلا ہی — کتنے پڑے ہین کشتے کتنے ہین نیم جان سے

تفصیل سے کہو قاسم حال دل دیوانہ — ہم سے نہ چھپا ظالم ہم یار ہین یارون کے
کہا مان قاسم نہ روک آنسوؤن کو — یہ لڑکے ہین ناحق گلوگیر ہونگے
زلفون کا دیکھ حلیہ کچھ ہنسا ہو رہا ہی — آئینہ جب سے دیکھا برہم سا ہو رہا ہی
تونے یون ہمسے سررشتہ الفت توڑا — جیسے تار نفس بازپسین ٹوٹے ہی
دن تو جون تون کٹے ہی ہر شب کو — سخت دل بے قرار ہوتا ہی

قاسم تخلص میر قاسم علی منصف شہر پانی پت شیوہ عدل وانصاف مین مشہور زمانہ اور کمالات کسبی اور ذہنی مین یگانہ ہر گاہ گاہ شعر فارسی اوس یکتاے عصر کی زبان قلم سے آشنا اور ہوش ربائے اہل کمال ہوتے ہین بالفعل یہ شعر یاد تھا سو مرقوم ہوا

گرچہ پیدا کرد نام خود بہ گل رنگی شرا — چون بہ لعل اور سد از عکس گلگون تر شود

قلق

قلق تخلص سلطان خان قوم افغان علوم رسمی مین استعداد تمام اور فنون متداولہ مین دستگاہ مالا کلام کتب فارسی کو بہت تحقیق اور تدقیق کے ساتھ پڑھا ہی اکثر فنون کو جناب مولوی امام بخش صہبائی سلمہ اللہ تعالے سے حاصل کیا ہی خصوصًا فن فارسی کو گاہ گاہ شعر ریختہ بھی آشنائے زبان گوہر فشان ہوتا ہی اسوقت یہی ایک شعر یاد تھا سو لکھا گیا

مرکے بھی اوسکے نظارہ کی تمنا نہ گئی — اکھونسا سبزہ کہ وہ نرگس شہلا نہوا

قلق تخلص نوجوان خوش وضع خندہ پیشانی غلام مولے عرف مولا بخش ساکن میرٹھ طبیعت شعر سے مناسب اور فکر اس فن کے لائق راقم آثم سے رشتہ اتحاد کو مربوط اور قاعدہ وداد کو مضبوط رکھتا ہی تحریر تذکرہ کے وقت یہی ایک مقطع یاد تھا ناچار اوسی کو مرقوم تذکرہ کیا

دیرینہ رفیق تھا قلق ہائے | وہ کیا ہی ہوا کہ مر گئے ہم

قلق تخلص ہی سید والاحسب عالی نسب مجد امجد علی ولد سید اسد علی کا وطن اسکے آبا و اجداد کا حضرت شاہجہان آباد ہی مگر تقالیب ادوار سے اتفاق اقامت اوسکے بزرگون کا خاک لطافت بنیاد لکھنؤ مین صورت پذیر ہوا یہ سید بلند مرتبت عین ایام شباب مین وارد کالپی ہوے اتبک اوقات زندگانی کو کمال عزت و احترام سے بسر کرتا ہی مختصر افنان نظم اور اصناف نثر مین قدرت تمام اور دستگاہ مالا کلام حاصل ہی یہ چند شعر لکھکر ارباب مذاق کی ضیافت طبع سے دست کش نہین ہوتا

کاہ کی طرح سے کاہیدہ اگرچہ ہو قلق | تم سلامت ہو تو کچھ اور بھی لاغر ہوگا

وہ صاف دل ہون مین کہ پس از مرگ بھی مرے | مرقد پہ بیٹھنا نہین ممکن غبار کا

خواب عدم مین چین سے سوتا تھا مین قلق | ٹھوکر لگائی کسنے کہ بیدار ہوگیا

ہجوم آپکے در پر ہی دادخواہون کا | ستم تو دیکھیے ان شرمگین نگاہون کا

بیٹھنا ممکن کہان تھا آستان یار پر | اتفاقی ہی یہ احسان خار دامنگیر کا

بے مثالی کا گھمنڈ آپکو ہوتا معلوم | پر یہ کہیے کہ خود آئینہ مقابل نہوا

دل مضطر کا حال اوس سے بیان کیجے تو کیا کیجے | وہان نازک نے ماغی یان یہ عالم ناتوانی کا

آنے سے جلد ہی وہ شب وصل مین خجل | فرقت کی شب کو خاک مجھے منہ دکھائے صبح

مین نے اونسے جو کہا دل مین خفا ہو مجھ سے | ہنس کے بولے ہی قلق تجکو کرامت شایع

سنگ در جانان سے سر ہمکو ٹیک آنا | دو چار گھڑی دن کو دو چار گھڑی شب کو

کم ہمتی سے تو نہ گیا ورنہ ای قلق | ملک عدم کو قافلہ تھوڑے نہین گئے

قمر تخلص مرزا قمر طالع مرحوم فرزند مرزا محمد ایزد بخش مغفور عرف مرزا نیلے ابن حضرت فردوس منزل شاہ عالم بادشاہ مبرور فن شعر مین حافظ احسان علیہ الرحمۃ والغفران سے مستفید تھے یہ اشعار اونکے نتائج طبع سے ہین

درمان وصال اوسکا نہین غیر کے بس کا | پہونچا ہی اوتر تا ہی وہان دست ہوس کا

نالان ہی قمر وارغم عشق سے وہ بھی | کب ہرزہ دراؤن پہ کھلا راز جرس کا

قمر تخلص حافظ قمرالدین ابن کاسہ لیس عرفاے سلف حافظ اشرف ہرچند اوسکو شعر گوئی کی طرف توجہ بہت تھی لیکن شعر کو اوسکی طرف توجہ کم تھی باین ہمہ ایسا شخص تھا کہ اپنی نیک نہادی اور نیک اطواری سے مرغوب طبع اور مطلوب ضمائر تھا ایک عرصہ ہوا کہ عالم فانی کو ترک کیا اور گلشن فردوس کی طرف راہی ہوا اوس پاک طینت کی کیا خوش طینتی ہی کہ اوسکی لاش کا خاک قدم فیض توام اشرف المرسلین خاتم النبیین صلے اللہ علیہ وآلہ اجمعین کے طفیل سے کنگرہ عرش پر پہونچکر اصناف شرف سے مقربون یعنی درگاہ ملائک سجدہ گاہ کے دروازہ اولین کے ایک گوشہ مین مدفون ہی یہ دو شعر اوسکے یاد تھے

اوس گل خوبی کی خوشبو سے معطر آپ ہون | ذکر مت لانا مری تم نعش پر کافور کا
خانۂ دل مین جو روشن ہو چراغ عارض | دھیان پھر خاک رہے لعل بدخشانی کا

قمر تخلص محمد قمرالدین خان اکبرآبادی افاغنہ یوسف زئی سے ہی ابتدا مین منشی محمد مصلح الدین فتح پوری سے تلمذ اختیار کیا اور پھر حاجی مولوی محمد مہدی بریلوی خوش باش فتح پوری سے کتب فارسیہ کو تحصیل کیا یہ دو شعر اوسکے افکار سے ہین

مجھ سے کو مرید کر لیا دم مین قمر | یہ خانہ خراب عشق مرشد نکلا
کیسکے عشق سے پابند صد رنج و تعب ہم ہین | ہزارون آفتین ہین ایک ہم ہین کچھ عجب ہم ہین

قناعت تخلص مرزا غلام نصیرالدین خلف الرشید مرزا ولی الدین ابن مرزا زاہدالدین ابن حضرت فردوس منزل شاہ عالم بادشاہ سخن سنجی مین یگانہ اور معنی یابی مین یکتاے زمانہ ذہن رسا اوسکا مضامین دور کی تلاش مین ملک تقدس کے اقصا تک جاتا ہی اور خیال بلند آہنگ اوسکا معانی باریک کو خلوت عنقا سے کھینچ لاتا ہی قلم اوسکے معنی کی رنگینی سے شاخ ارغوان اور خانہ اوسکے مضامین کے فروغ سے شمع فروزان دل اوسکے لطف سخن سے مسرور اور کتابا اوسکے فروغ کلام سے کنج خانہ نور کا غذا اوسکے سخن کی تازگی سے سیراب اور صفحہ اوسکے معنی کی نور پاشی سے چادر مہتاب رنگینی معنی سے ہر لفظ یاقوت رخشان کو رشک افزا اور صفائی الفاظ سے عبارت گوہر آبدار کو غیرت فرما متانت کلام سے بناے ابیات کو وہ سنگین تر اور رنگینی عبارت سے روے صفحہ اوراق گل سے رنگین تر سرو کو اوسکے سلوک سے کیا مناسبت اور سنبل کو اوسکے خطوط سے کیا مشابہت ذہن رسا ہی اور طبیعت مستقیم وضع

متین ہوا اور مزاج حلیم و بہن کی رسائی سے زبان قلم اعدا پر دراز اور طبیعت کی استقامت سے رشتۂ سطر کو خط استوا پر ناز مناقات کی تعریف کے صفحہ مین نقطہ نقطہ ایسا مستحکم کہ زبان کلک اوسکو جگہ سے نہ اوٹھا سکے اور حلم کی توصیف کے ورق مین سطر سطر ایسی گرانبار کہ زانوے کاتب اوسکے بوجھ کی تاب نہ لاسکے ساغر طبیعت بادہ ادب و تواضع سے لبریز اور چشمۂ خاطر ہوائے انکسار سے موج خیز نفس امارہ کو نفس مطمئنہ کے تابع کیا ہو اور تہذیب اخلاق کا جامہ پہن لیا ہو اول مشق سخن حضرت اوستاد مغفور احسان علیہ الرحمۃ سے بہم پہونچائی جب اوس جناب نے اپنے تلامذہ سخن سنج کی نوبت راقم آثم کی وضع پر موقوف رکھی یہ یگانہ عالم دوستی اپنے کلام کو میری ہی نظر اصلاح مین لانے لگے اور اپنا سخن مجکو دکھانے لگے اب تک باوجود کمال مشاقی کے وہی صلاحیت طراز آستین اور وہی اہلیت خط جبین ہی جناب مولانا مخدومنا مولوی امام بخش صہبائی سلمہ اللہ تعالے کی خدمت سراپا افادت مین استفادہ علوم مین معروف اور تحقیق حقائق اور تدقیق دقائق سے مشغوف دیوان فصاحت بنیان اوس سخن طراز کا اصناف سخن سے مملو اور ہر صنف کلام انواع لطائف سے مالا مال ہو اسکا تمام مین کچھ شعر اوس معجز نگار کے نتایج افکار سے انتخاب کرکے خوان مہمانی آمادہ کرتا ہون کہ ارباب مذاق اوسکی لذت سے بہرہ یاب ہون

گر انقلاب دہر یہی ہو تو ہو امید	آجائیگا زمانہ کبھی وصل یار کا
پھرتی ہی اپنے ساتھ لیے دربدر اسے	کھویا صبا نے وقر ہمارے غبار کا
کچھ عشق کے ہین طور نرالے کہ کردیا	صاحب کو بندہ ترک نگاہ ایاز کا
ظلمت کا دود دل سے لبریز شب و فور تھا	داغون کا تھا چراغ پہ پیدا نہ نور تھا
دیوان ہو انتخاب کسکا کہ محشر کے بعد بھی	دیکھا تو مدتون وہی افغان و شور تھا
تزئین مین آئنہ کی نظارہ کا تھا نہ دھیان	ورنہ مزاج حسن تو کیا کچھ غیور تھا
دیکھا شوق شہادت بجب لگے قاتل کو دیر	ٹوک مژگان سے ہی دل کا رسنان لینے لگا
اوسکے یہ کہنے کے ہین صدقے کہ گھبرا کر کہا	سانس اولٹی ہاے کیون یہ نوجوان لینے لگا
جلاے آئنہ ہوتی ہی خاک سے ظالم	صفا بھی چاہیے ہو دل مین جب غبار آیا
کیا خلق بھی میرا تھا کوئی حرف شہادت	رکھتا ہو زبان پر بھی ترا خنجر کین تھا
تاکرد سکون اوس سے تغافل کی شکایت	جب دیکھنے آیا کہ دم باز پسین تھا

کچھ تو وہ شوخ ہی برخود غلط اور کچھ مین میرے
اک نہ اک حیلے سے وان تک مرا جانا نہوا

خواب جون چشم زلیخا جلوہ گاہ یار تھا
پردہ غفلت بھی اپنا دیدہ بیدار تھا

اوسنے جب تھا بنا باب مجھے مین نے نہ تھا بنا آپکو
بیخودی مین بھی مین ہمدم کسقدر ہشیار تھا

ہاے رہی شوخی کہ ظالم کے خرام ناز تک
اتنی جلدی پر پہونچنا شوق کو دشوار تھا

پرے گو لامکان سے وحشت آہو ہی جلوہ کو
نگاہ شوق سے آگے پڑے ہی پانون الفت کا

سمجھتا ہون کہ وہ بھی تیرے ہی غمزہ کی شوخی ہی
کبھی گر حال سنتا ہون قیامت کی صعوبت کا

نہوتین گر غلط اندازیان منظور جلوہ کو
دوئی کو کیون بناتا پردہ وہ رخسار وحدت کا

گنہ اپنے تو کیا زاہد کی نیکی بھی ہی وان عصیان
بڑھا ہی رتبہ کیا عصمت مین دامان طریقت کا

کھویا غم فراق نے دل سے جہان کا غم
غم ہی ہمارے واسطے غم خوار ہوگیا

ہنگام طوف دھیان تبون کا رہا مجھے
مین کعبہ جاکے اور گنہگار ہوگیا

مین جاگ اوٹھا جو خواب مین آیا وہ فتنہ گر
کیون بخت میری طرح نہ بیدار ہوگیا

فیض اسلام سے بھی کفر کا جانا معلوم
سمجھ کے دل مین سدا رشتہ زنار رہا

ضعف پیری نے کیا راست روی پر مائل
تیر کے حکم مین ہی قد کا کمان ہوجانا

وقت دیدار کے گریہ کو تو روکون لیکن
ایک آفت ہی یہ آہون کا دھوان ہوجانا

شوخیان برق کی سیکھین ہین کہ رخ دکھلاکر
دم کے دم مین وہین نظرون سے نہان ہوجانا

دل کا آنا تو حسینون پہ نہین چندان پر
ہی غضب ہر کس وناکس پہ عیان ہوجانا

بدن مین جان بھی باقی نہین ہی اپنی تو اور
خیال یار کو اب تک ہی آزمانے کا

سانس کے ہمراہ ہوتی ہی کھٹک سی کچھ مدام
دل مرے بر مین ہی یا پیکان ہی تیرے تیر کا

لاغری سے پیرہن ہی ننگیا سامان قید
ہی گریبان ایک حلقہ پانون کی زنجیر کا

دل کھچے جاتے ہین لاکھون دیکھکر رفتار کو
نقش پاے یار گویا نقش ہی تسخیر کا

ہاے رے شوق شہادت اوسکی اس نفرت پہ بھی
دل نے پیچھا ہی نچھوڑا مثل پیکان تیر کا

ناتوانی کو بھی ہی کیا کیا کفایت پر لطف
ہی گلے کا طوق ہی حلقہ مری زنجیر کا

کام جب تدبیر سے بگڑے تو قسمت پر رکھین
تہمتون کے بوجھ سے سر ہی گران تقدیر کا

مری آنکھون ہی سے یوگا موجزن اوسکے بھی چرخ
گر لب زخم جگر بھی کبھی خندان ہوگا

بدگمانی کا برا ہو کہ ہی آغوش مین اور
دل یہ کہتا ہی کہ گھر غیر کے مہمان ہوگا

نہین معلوم کیا ہی وہ کہ اوسے — کوئی بت اور کوئی خدا سمجھا
دل چسپیان تو دیکھو آپس کی ہمدوہ — غیرون کو دیکھتا ہی مجھ سے نظر بچاکر
کیا جانے کس طرف کو قناعت نکل گیا — مدت ہوئی کہ وہ نہین آتا نظر کہین
ضعف اپنا یہان تلک پہونچا کہ ہم — آ نہین سکتے تمہارے دھیان مین
لوگ سمجھے کفر اور یان بت کو دیکھ — کچھ ترقی ہو گئی ایمان مین
ہمکو جو دے ہی چرخ تو ہم سے پھیر وہی — ہم بھی یہان دو لاب کی صورت اونٹی قسمت رکھتے ہین
آگے قیامت آفت ہوگی ڈھنگ یہی ہین آپکے گر — ماشاء اللہ آپ ابھی سے اتنی شرارت رکھتے ہین
سنگدل جب مین ترے بزم مین آجاتا ہون — روگ ایک اور نیا دل کو لگا جاتا ہون
اس توقع مین کہ لاتے ہی کوئی مژدۂ وصل — مثل گل دیکھ صبا کو مین کھلا جاتا ہون
روزن آہ ہوے دل کے مگر بند کہ اب — دم کچھ اس طرح گھٹے ہی کہ مواجاتا ہون
ضعف پہونچا ہی یہان تک کہ مین جون کاغذ باد — گر ہوا چھیڑے تو کوسون ہی اوڑا جاتا ہون
دم آخر ہی ذرا دیکھ تو لون سیر اوسکو — اے اجل مین ترے ہاتھون سے موا جاتا ہون
مرتے مجھے دیکھا تو بولا تبسم ہو — آج آپ زیادہ سے مضطر نظر آتے ہین
مستی یہ ٹپکتی ہی آنکھون سے کہ اوس لب پر — خالی بھی ہوے اور پر ساغر نظر آتے ہین
اظہار ہنر اے دل مت کیجو کہ آئینہ — ہوتا ہی مکدر جب جوہر نظر آتے ہین
کیسا ہی قناعت تو ہمسے بھی تو کہ ظالم — احوال ترے ہر دم بدتر نظر آتے ہین
موجۂ ریگ بھی اوس جا کی ہی گویا دم تیغ — پانون رکھین ترے کوچہ مین یہ مقدور نہین
مجھ مین اور تجھ مین ہی موسیٰ و تجلی کا سا ربط — ایک مژدہ ہی یہ کہنا بھی کہ منظور نہین
کچھ انا الحق مین بھی جو بوے انانیت ہی — تو سیاست کے سوا اور خور منصور نہین
حسرت کشتہ کی ہی داد رسی سے مجھے یاس — کہ قیامت بھی ہو برحق پہ یہ محشور نہین
خلوت دل ہی ترے حسن کو اک پردۂ شرم — لائق طرز حیا جلوہ گہ طور نہین
آشنا ہر نگہ شوق سے ہی پر تو حسن — گو ہی پردہ مین پر اس پر بھی وہ مستور نہین
ناتوانی سے ہون مین قید کہ گویا کہ نہ تھا — مین بھی بجز حرف فراموش لب گور نہین
امید پر ترے جولان کی کب تلک ظالم — صبا سے اپنا بچائے ہوے غبار رکھون
یہ تو مانا امتحان کے بعد ہو گی قدر مجھ — پر کرین کیا وہ ستمگر آزماتا ہی نہین

کیون نہ شک جاے مجھے جبکہ مری چھیڑ کے پاس
مضطرب ہو کے تم اس طرح سے در کو دیکھو

کھلے محشر مین ہین دفتر کے دفتر حرف شکوہ کے
مبادا خون سے آلودہ کہین دامان قاتل ہو

سینے مین دل جو اوچھلے زیر زمین تو ظالم
خون گرد جا بھڑاوے افلاک سے زمین کو

خون کشتہ دل جگر کا کیا حال پوچھتے ہو
دیکھو تم آکے میرے دامان و آستین کو

قسمت کی دشت گردی جاوے کہان وگرنہ
میرے غبار نے تو پکڑا ہی تھا زمین کو

کچھ یہ بھی مصلحت تھی جو وہ دہن بنا کر
پردے مین سو گمان کے پنہان کیا یقین کو

جھڑتے ہین پھول اپنی رنگینی سخن سے
گل چین بنا دیا ہی اب ہنسنے نکتہ چین کو

ذوق ستم مین پاس سے اوٹھانہ ایک دم
یارب وہ شوخ مجھ پہ کبھی مہربان نہو

عنقا کا آشیان ہی زبان جہان پر
اہل فنا کا نام تو ہی گوشان نہو

ہین ہون وہ ناتوان کہ سعی صبا سے بھی
میرا غبار بد رقہ کاروان نہو

پتھر کے سامنے ارنی ہر سوال مین
ہو کس طرح جو رغبت روے بتان نہو

تیرے لیے گرا تنے مسلمان نہ جان دین
آبا دبھی یہ کوچہ جنت نشان نہو

چلیو صبا سمجھ کے کہ اوس گل کی راہ مین
افتادہ مثل گرد کوئی ناتوان نہو

نازک ہی وہ دماغ صبا بوے گل نہ لا
ساتھ اوسکے عندلیب کا بھی کچھ فغان نہو

عشق و ہوس مین ہو ہی رہیگی اب امتیاز
آئی ہی طبع آپکی گر امتحان پہ کچھ

کہتے ہین میرے حال پریشان کو دیکھ لوگ
آفت نئی سی آئی ہی اس نوجوان پہ کچھ

اتنا بھی ضبط کیا ہی قناعت کہ اب تلک
تیرا کھلا نہ حال ترے رازدان پہ کچھ

جھکا کچھ اسطرح سے کہ جی ہی نکل گیا
رکھا جو مین نے دست بت فتنہ گر پہ ہاتھ

بنوا چکے بھوین بس اشارے سے کیجے قتل
اب دیر کیا ہی تیز بھی تلوار کر چکے

پہونچین نہ کام دل کو تو قسمت وگرنہ ہم
مطلب تو باتون باتون مین اظہار کر چکے

ای ضعف جا کہ ہاتھ سے تیرے شب وصال
بند قبا سے یار بھی ہمسے نہ وا ہوے

بظاہر آپ تو آتے ہین صلح کو لیکن
اسی کو تیغ بھی زیب کمر ہی کیا کہیے

ناغمزہ خونخوار کا پاکس سے ہو دہن
شوخی سے لیا نام قضا کا مرے آگے

سامنے اوسکے ہین یون گویا کہ ہم
بیٹھتے ہین نا آشنا کے سامنے

ای تپش جو جا ہو اب کر لو ستم
ہو رہیگی کچھ خدا کے سامنے

کہ فصاحت و بلاغت مین دستگاہ تمام رکھتا ہوگا سنین عمر سو کے قریب پہونچی تھی اکثر عمر کو سفر مین صرف کیا آخر کار لب دریاے گنگ پر وارد ہوکر کشتی عمر کو ملاح قضا کے اختیار مین دیدیا یہ اشعار اوسکے سُنے گئے

تیر ترا ہدف کنم از جان تازہ	باشد عزیزیہ خاطر مہمان تازہ
بلبل کرا دماغ کہ سیر چمن کند	دارم ز داغ سینہ گلستان تازہ
خاکم بباد رفتہ و بر شہدم ہنوز	دارد سمند ناز تو جولان تازہ
کامل بقول طالب آمل بفصل گل	گشتیم عندلیب گلستان تازہ

کاظم تخلص کاظم علی ساکن منڈاور جوان خوش مزاج تیز طبع اہلیت و سعادت سے بہرہ ور اور استعداد خداداد کی اعانت سے سخن گستر اوائل مین تحصیل علوم کی تقریب سے وارد شاہجہان آباد ہوکر نقد ہنر کو حاصل اور مومن خان مرحوم سے فن شعر کا استفادہ کیا اب چند سال سے شہر رڑھکی مین علوم ریاضی مین دستگاہ تمام بہم پہونچاکر کسی علاقہ پر مامور ہی یہ شعر اوسکا یاد تھا

اے طفل شک ہم تجھے آنکھون مین یون پھریں	اور تو ہمارے راز کو یون برملا کرے

کرامت تخلص کرامت اللہ شاہ آزادہ منش و بے پروا روش تھا یہ شعر اوسکا سُنا گیا

مقبول حق ہی جو کہ ہی اہل سخن کا دوست	ہی حُب اہل بیت وسیلہ نجات کا

کیف تخلص فضل احمد شاگرد صبا جوان نیک نہاد خوش مزاج یہ شعر اوسکا سُنا گیا

کیونکر رہین نہ دل کو تصور وصال کے	کچھ پر بندھے نہین مرے مرغ خیال کے

باب الکاف الفارسی

گرم تخلص مظفر خان جوان خوش طبع ظریف مزاج متوطن رام پور مدت مدید سے نواب عبداللہ خان برادر حقیقی محمد سعید خان والی رام پور کی رفاقت مین خاک پاک شاہجہان آباد کو رشک ارم کیا اور اب اوسی نواب مستطاب کے ہمرکاب شہر میرٹھ مین مقیم ہی مشق سخن شیخ ابراہیم ذوق مرحوم سے بہم پہونچائی یہ اشعار اوسکے افکار سے ہین

حال عاشق کبھی پوچھے نہ ملائے تو چشم	آنکھین کیا پھیر لی گئین ہین تری اے آہو چشم
نہ ہی ہاے تصور کو تری جا خالی	بسکہ لخت جگر و دل سے ہوئی مملو چشم

چاہ مین اک بت ہرجائی کے | در بدر ناصیہ فرسائی کی

گویا تخلص فقیر محمد خان شاگرد شیخ امام بخش ناسخ لکھنؤ مین زبدہ امرے نامی اور قدوۂ کبرائے گرامی سے شمار کیا جاتا ہی اوس سواد مین مومنین پاک کی کثرت اور حضرات شیعہ کی افراط پر اس سنّی عالی مرتبہ کا وجود نادر بل مغتنمات سے ہی سخن اوسکا الفاظ فصیح اور معنی غریب اور نکات برجستہ اور اشارات دلچسپ سے مملو ہی یہ چند شعر اوسکے دیوان فصاحت نبیان سے منتخب ہوئے

نہین ہی علم جان بازی مین کچھ حاجت معلم کی | تڑپنا آپ ہی اوستاد ہی تعلیم بسمل کا

قیامت کے منکر جو ہین ای ستمگر | ترے قد و قامت کو دیکھا نہوگا

وہ ایسا نہین چپ رہے بات سُن کر | کوئی اور ہو دیگا گویا نہوگا

ہی جو مضمون فتنہ انگیز اسمین تیری چال کا | اب زمین شعر مین بھی خوف ہی بھونچال کا

کب تلک ان تبون کے ظلم سہون | ای خدا دل نہین ہی پتھر کا

مصرع ابرو مکرر لکھدیا اوستاد نے | اوس سے بہتر دوسرا مصرع نہ جب موزون ہوا

موت جب نزدیک آئی پھر ملے اوس سے تو کیا | فائدہ گردہ ہوا تو یہ زیان ہو جائیگا

تھا جو افتادگی شعار اپنا | نہ زمین سے اوٹھا غبار اپنا

نہ ہی بعد مرے نامہ و پیغام کی رسم | خاک اوڑاتی پھری گلیون مین صبا میرے بعد

منھ دکھانا تو کہان باتین تھین اوسکی مجھ تک | لن ترانی کی بھی آئی نہ صدا میرے بعد

سنگ مدفن کی جگہہ رکھدیا مدفن پہ مرے | کوہ غم جبکہ کسی سے نہ اوٹھا مرے بعد

ماہ تخلص مرزا عنایت علی بیگ کوچک برادر مرزا حاتم علی بیگ مہر آگرہ مین مصاحبت راجہ بلوان سنگھ راجہ تخلص والی کاشی سے ممتاز اور شاگردان خواجہ حیدر علی آتش سے ہی یہ دو شعر اوسکے اشعار سے انتخاب ہوئے

کیونکر ورق اوڑاے نہ تلوار یار کی
ہر روز نیا وعدہ ہی ہر شام نیا عذر

ہڈی بھی کاغذی ہی مرے جسم زار کی
بن بنکے بگڑتا ہی مقدر کئی دن سے

ماہر تخلص شاہزادۂ بلند اقتدار گردون اعتبار صاحب تمکین وسادۂ فطانت وذکا مسند نشین شبستان عز وعلا جلالت پناہ مرزا جمیعت شاہ خلف الصدق مرزا زور آور بخت مرحوم ابن مرزا جمشید بخت مغفور ابن حضرت فردوس منزل شاہ عالم بادشاہ مبرور بزرگی اعتبار ظاہری کو وسیلۂ اوصاف قرار دیکر خامۂ سخن سنج کو عرصۂ اوراق مین گرم جولان کرنا ایک امر زائد اور کار لاطائل ہی کہ نسبت شاہزادگی سے اور کونسا مرتبہ فائق تر ہی جسکو اسباب مدائح اور وسائل اوصاف سے مقرر کیا جاوے دو چار سطر مناسب مقام مسطور اور چند حرف حسب موقع مذکور کرتا ہون مبدء فیاض نے ایسا ضمیر آفتاب تنویر دیا ہی کہ اوسکی مدانفاس عمود صبح کے برابر ہی اور اوسکا نقطہ سویدا ستارہ سحر سے بہتر اوسکی طبیعت کی روشنی سے زمین سخن پر نور اور اوسکے معنی کی تجلی سے چوب قلم شجر طور ایسا کلیم کلام ہی کہ معرکہ سخن مین حریفان نخوت سرشت کی فرعونی اوس سے پیش نہین جاتی اور اوسکے اعجاز کلام کے سامنے شعرای جادو فن کی سحر طرازی رونق نہین پاتی قلم اوسکا نیل دوات مین عصای موسیٰ اور مقابلۂ اعدا مین ہمنفس اژدہا ہر صفحہ اوسکا رنگینی معنی سے غیرت گلشن اور ہر بیت جون بیت ابروے خوبان ناخن بدل زن قصر سخن ایسا

کہ بزم مشاعرہ مین جب اوسکی زبان حرف سے آشنا ہوتی ہو ارباب بزم ہمہ تن گوش ہوجاتے ہین شمع سراپا گداز ہوکر ایک نہ ایک مصرع سوزناک اوسکی تعریف اور تحسین مین اپنی زبان پر لے ہی آتی ہو راقم آثم سے علاوہ تلمذ و استفادہ شعر کے رابطۂ محبت کو ایسا مستحکم کیا ہو کہ اوسے کتنے عصر کی صحبت یکدمہ کو عمر ابد و زندگی جاوید سمجھتا ہون جناب مستطاب اوستادی مولوی امام بخش صہبائی مدظلہ العالی کی خدمت سراپا افادت مین صفائی اعتقاد اور نونہال گلشن جوانی مولوی عبدالکریم سوز تخلص سے روابط اتحاد اسقدر ہو کہ زبان اوسکے بیان مین قاصر اور بیان اوسکی تفصیل مین کوتاہ ہو

قلم بشکن سیاہی ریز کاغذ سوز دم درکش	حسن این قصۂ عشق ست در دفتر نے گنجد

اب اوسکے کلام فصاحت سرانجام سے کچھ انتخاب کرکے نذر احباب ہوتا ہی

پہلے اک سوز سا تھا دل مین پر اتنو ہمدم
شمع کی طرح ہی شعلہ مرے سر سے پیدا

ہم بھی ضرور کعبہ کو چلتے پر اتنو شیخ
قسمت سے تبکدے ہی مین دیدار ہوگیا

ناصح کی بات سننے کا کسکو یہان دماغ
تیرا ہی ذکر تھا کہ مین زچار ہوگیا

ای ہمنشین وہ حضرت ماہر نہون کہین
اک پارسا سنا ہی کہ میخوار ہوگیا

ہون وہ دیوانہ کہ روتا ہی مرے احوال پر
چشم حسرت سے ہر اک حلقہ مری زنجیر کا

کھینچ لے ای چارہ گر پہلو سے مرے دل سمیت
ورنہ مشکل ہی نکلنا یون تو اوسکے تیر کا

چارہ گر شغل کو کچھ کچھ تو خلش بھی ہی ضرور
رہنے دے دل مین اگر ناوک دلدار رہا

لبون تک آ نہین سکتا ہی نالہ سینہ سے
اور اتنے ضعف پہ ہی قصد سر اوٹھانے کا

ہر اک قدم پہ ہین سو سو قیامتین برپا
نہین وہ چال کہ فتنہ ہی اک زمانے کا

سمجھ ہی اولٹی ہی دیوانگان الفت کی
کہ دل کے جانے پہ رکھتے ہین نام آنے کا

ملے پہ بھی نہوا ہمسے وہ ستمگر صاف
کہ ڈھنگ یہ بھی ہی اک خاک مین ملانے کا

وہان تو روز ترقی ہی اور یہان مقدور
نہین ہی ایک بھی دم کے ستم اوٹھانے کا

ترے تو لطف سے بھی جان کانپتی ہی کہ یار
نہین ہی برق سے کم طور مسکرانے کا

نہ ربط ایک سا ہر ایک سے رکھو ماہر
ذرا تو دیکھو کہ کیا ڈھنگ ہی زمانے کا

کیا مین بھی کوئی نقش کف پا ہون کہ ظالم
رفتار مین موجود تھا ٹھوکر مین نہین تھا

رو دیا قتل کے بعد اوسنے پشیمان ہو کر — اوسکو پیدا جو جفا کش کوئی مجھ سا نہوا
آتے ہی دل مین لب معشوق تیرا یار تھا — میرے اور اوسکی طرح انمین بھی باہم پیار تھا
کشمکش مین بھی اگر رکھا تو میری خاک کو — باد کا جھونکا بھی اوسکی شوخیٔ رفتار تھا
خون کی میرے دیت مجھ سے ہی لینی تھی ضرور — قتل کا میرے سبب میرا لب اظہار تھا
جو اشارہ تھا حریفون سے سو میرے قتل کا — ترک چشم یار تھا تو مست پر ہشیار تھا
بیخبر دل اور جگر کے ٹکڑے ٹکڑے ہو گئے — ان پہ کس کافر کی دزدیدہ نظر کا وار تھا
اپنی نادانی تو دیکھو بے وفا سے جور کو — اسطرح سر پر لیا گویا ہمین درکار تھا
جذبۂ دل مین بھی تھا اس ناتوانی کا اثر — اوسکا رخ گہ سوے عاشق گہ سوے اغیار تھا
سربلندی روزی حق گو ہی کوئی وضع ہو — تھا سر منصور اونچا گو لسبی دار تھا
خدا ہی جانے اثر تھا یہ کسکی شوخی کا — کہ دل مین ہوتی تھی رہ رہ کے بیقراری رات
تمام زلف کو یون دل نے چھان مارا ہی — کہ جس طرح کوئی رستہ چلے ہی ساری رات
ہونا پامال جو قسمت مین نہ تھا اپنے تو کیون — اتنے اندازون مین آئی تری رفتار پسند
ٹھوکرون مین ہی رکھے دل کو مرے تا دم زیست — گر سمجھ لے کہ اسے ہی مری رفتار پسند
بیتابی دل دیکھ جگر کے ہوے ٹکڑے — ہمدرد ہوا تھا اوسے ہمخانہ سمجھکر
کعبہ بیت اللہ ہی اور اوس مین نہ تھا بت کے سوا — اہل حق کرتے ہین زاہد بت پرستی دیکھکر
خاک اوڑا ئینگے ترے دیوانے کب تک دشت مین — پڑ رہینگے کوئی گورستان کی بستی دیکھکر
یون ہی اگر رہینگے یہ وحشت کے ولولے — صحرا مین مل رہینگے کبھی خار اور ہم
وصل کی رات ہر اک بات پہ منھ پھیر کے وہ — بے مزہ یون ہی کہ گویا اونھین منظور نہین
رونا تھا دل کے ساتھ سو خون ہو کے بہ گیا — اب دل نہین تو نام کو بھی چشم نم نہین
محراب کعبہ جانتے ہین اہل دین اسے — کافر یہ مرتبہ ترے ابرو کا کم نہین
گر گئے ہی ایک عالم در پر ترے جبین کو — کعبہ سمجھ لیا ہی گویا اسی زمین کو
بولے تو تھے پر اوسکی حاضر جوابیون سے — ناچار چپکا رہنا آخر پڑا ہمین کو
جیتے تو آسمان سا دشمن ٹلا نہ سر سے — چھاتی کی سل موے پر پاتا ہون اب مین کو
مجکو تو اوس دہن کا ہونا عدم یقین ہی — جب بوسہ مانگتا ہون سنتا ہون مین نہین کو
تیرے تو نقش کی بھی ظالم نہ تھی توقع — کیا جا کے چھوڑتے ہم کہسار مین جبین کو

جون شمع رات بھر کا جلنا ہی اور مین ہون
شادی سے بزم کی کیا میرے دل حزین کو

اس عجز نے تو پہلا سب اعتبار کھویا
لکھا مٹے ہی جون جون گھستا ہون مین جبین کو

مرنے کے بعد دل کی بیتابیون سے اکدم
لاشہ ہمارا رکھنا مشکل ہوا زمین کو

گر دور نہین تبون کا کعبہ ہی کو چلون مین
اک سنگ چاہیے ہی آخر مری جبین کو

پہونچون غبار بنکے تو دامن کو دے جھٹک
محنت کسیکی میری طرح رائگان نہو

ایسا مٹا دیا ہی فلک نے کہ مثل باد
گر خاک پر چلون تو قدم کا نشان نہو

ماہر کا شکوہ کیا ہی اوسے بھی بلا تو لو
کہیے کسیکو آپ نہ اپنے گمان پہ کچھ

وہ مری لاش پہ روتے ہوے آئے ماہر
سچ ہی یہ بات کہ الفت سے ہی الفت ہوتی

بگڑ کے بیٹھا اوسکا بنانا ہی گویا
ہر ایک بات مین خوبی ہی خوش نما کے لیے

پڑھائی تمکو تو مشق ستم ہی اور ہم بھی
نہین کچھ ایسے کہ اتنا جگر نہین رکھتے

جگر مین لگتے ہین اوڑ کر وہ ناوک مژگان
یہ کہنے کو ہی کہ وہ تیر پر نہین رکھتے

اوسکے ہنسنے سے کھلے رمز عدم کے ماہر
کسقدر سہل ہوا عقدہ دشوار مجھے

آنکھون سے تو دکھا چکی کیا کچھ یہ چشم تر
کانون سے کیا سنائیگی کھیون زبان مجھے

مین ہون اسیر مجکو رہائی کی دے نوید
ورنہ یون ہی بہار سے کیا باغبان مجھے

میرے تمھارے ملنے پہ کیا کیا ہین مفسدے
اغیار روان ستائین تمھین یار یان مجھے

باقی جو عمر تھی وہ تجسس مین کی تمام
پر عمر رفتہ کا نہ ملا کچھ نشان مجھے

مانا کہ مجکو اور سے صحبت نہین ولے
رکھتا ہی حسن شوخ ترا بدگمان مجھے

رکھا نہ سر کو زانوے نازک پہ شوخ نے
ان ناتوانیون پہ ہی سمجھا گران مجھے

بزم خرد مین یون ہون کہ جیسے گنہگار
پتھر پڑین سمجھ پہ کہ لائی کہان مجھے

لا کشتی شراب کہ غم کے محیط مین
توبہ مدد بولے دیتی ہی پیر مغان مجھے

ہمت سے دل نے عشق کو آسان اٹھالیا
ہلکا ہوا یہ بوجھ دیا تھا گران مجھے

دعوے تو یہ دعا کو کہ پہونچے خدا تلک
اور جا سکی نہ لیکے کبھی تا بتان مجھے

فرط سوال شوق سے ماہر ہ تنگ ہون
کرنے دیا نہ ایک بھی پورا بیان مجھے

کیا کیا آنکے کعبہ مین سوا اسکے کہ ہم
ہوے شرمندہ برہمن سے صنم سے چھوٹے

صحرا کو لے چلے ہین وحشت کے دولتے
دیکھی نہ راہ آمد فصل بہار کی

کہتے تھے وقت نزع میری سب جوان و پیر — اس نوجوان نے کس پہ جوانی نثار کی
کتنا ہی ہم چراتے ہین آنکھ اوس سے پر نظر — ناچار پڑ ہی جاتی ہی کمبخت پیار کی
دل مین اک سوز سا پاتے تھے سدا ہم لیکن — اب جو دیکھا تو ہی اک خاک کا تودا باقی
شوخیون پر ہی یہ تمکین کہ ہوا حشر بھی اور — سبکو اب تک ہی قیامت کی تمنا باقی
ڈبڈبانے ہی مین آنکھون کے ہوا عالم غرق — اور اب تک ہین بہانے کئی دریا باقی
آپ تیرے تغافل سے ہی پامال و گرنہ — جو چاہیے خنجر نے خبر لی مرے سر کی
اوسکی زلفین بلا ہین اور یہ بلا — اپنے سر پر ہین لیے ہی نبی
جسکی دوری مین مرتے تھے ماہر — آخر اوس بن ہمین جیے ہی نبی

تنبیہ مبتلا تخلص جوان متین خوش مزاج نیک رفتار دوست ستا محبت افزا سعادت نہاد نیٹ اجودھیا پرشاد معروف بنشی اخلاق حمیدہ اوسکے متل نکہت گل مشام نواز اور کردار پسندیدہ اوسکے اہل روزگار کے اوضاع سے ممتاز اوسکی زبان دانی سے ہند کو اصفہان پر صدہا سخن اور اوسکی نکتہ طرازی سے نقاط حروف خال محبوب پر طعنہ زن مقامات کتب فارسی کو علاوہ مشکلات سخن جناب اوستادی مولوی امام بخش صہبائی سلمہ اللہ تعالے کی خدمت مین نہایت تحقیق و تدقیق سے حل کیا اور مشق سخن بھی انھین سے ہم پہونچائی حق یہ ہی کہ معنی کی نزاکت اور الفاظ کی متانت اور کلمات کی تنگ وزنی اور تراکیب کی کرسی نشینی دائرہ ستالیش مین محصور نہین ہوسکتی یہ چند شعر اوسکے افکار سے ہین

از دل ماہر نفس بیرون نیامد غیر آہ — جز الف دیگر نخواند این طفل ابجد خوان ما
برق بے تابانہ خود را در تہ ابر آورد — از گزندگرمی آہ شرر افشان ما
تا چو صہبائی زبانان اوستاد مبتلا ست — بہتر ستاز خون ایران خاک ہندوستان ما
شمع چون در بزم گرم صحبت آرائی شود — سوزش غیرت بجان آتش زند پروانہ را
تا توانی قطرۂ اشکے بدامن درفشان — صاحب خرمن شود ہر کس فشاند دانہ را
ای کہ داری گردش چشم از من مسکین دریغ — بار قیبان چون بگردش آوری پیمانہ را
او در آغوش من ست و من ہمان در جستجو — دلبر سروست بالائے قمری ایران کو کوزن است
مژدہ ای دوست یکدم سر مژگان چشم سخن گو را — سوالے کردہ ام از وے جوابے آرزو دارم

تبیین تخلص بلبل گلزار سخنوری عندلیب گلشن معنی پروری فرزند دلبند حافظ قطب الدین مظہر

حافظ محمد غلام دستگیر سعادات ظاہری و باطنی سے بہرہ وافر اور کمالات صوری و معنوی سے حصہ متکاثر رکھتا ہی کسب فن شعر اپنے والد ماجد کی خدمت سے بسر افادت سے کیا اور موزونی طبع کی اکتساب کا سر چرخ افتخار تک پہونچا دیا ابیات غزل شوخی معنی سے دشت بیاض مین نوخاستہ غزال اور سطور اشعار رنگینی مضمون سے گلشن صفحہ مین تازہ نہال ہین مصرع برجستگی معنی سے برق اور کنارہ اوراق فروغ مضمون سے شرق سن جوانی مین حلم اور تواضع اور تحصیل ہنر کا شوق اور کسب کمال کا ذوق اور کثرت مروت اور فرط الہیت بسطرح اس نیک نہاد مین جمع ہین سعادتمندان روزگار سے کم کسی مین فراہم ہین یہ چند شعر کہ دستیاب ہوے مرقوم ہوتے ہین

نزع کے وقت جو وہ حور شمائل آیا
ملک الموت کو بھی غش مرے شامل آیا

ایک داغون سے بھرا ایک پھپھولون سے پھلا
جگر آیا ادھر افت مین ادھر دل آیا

ہی شیشہ دل ٹکرے ہر رند قدح کش کا
میخانہ مین ماتم ہی ماہ رمضان آیا

کس منھ سے بیوفا کہون تمکو کہ مین نے بھی
شکوہ کیا ہی دل مین کبھی بار آپکا

سخت جانی کو مری کھیل کہین سمجھے ہو
توڑنے آتے ہو کیون خنجر بران اپنا

نہ سوزش جگر مین نہ دل مین تپش
مرا غم مین رونا دوا ہو گیا

نکالا صنم نے تو کعبے گیا
مبین مفت مین پارسا ہو گیا

کمان ناز کہین گلون کے کرنے نالے عندلیب
ہی یہ مقراض محبت کھولنا منقار کا

وحشیون کے دم سے ہین آباد یان
ورنہ یہ جنگل پھر کہان زندان مین

وہ ادھر آتے ہین اور پاؤن ادھر جاتا ہی
غیر کے جذبہ الفت کے اثر کو دیکھو

اوس بزم مہ جبین مین ہر جا خوشی تھی لیکن
کونے مین ایک دیکھا روتے ہوے مبین کو

وہی ابتک ہی اون بوسون کی لذت
لبون پر پھیرتا ہون مین زبان کو

مبین کعبے گئے لیکن چھپا کر
بغل مین نقشہ کوے بتان کو

مرتے ہین ایسے قاتل بیدرد پر کہان
ہم موت ہی سمجھتے ہین عہد شباب کو

مبین رخ سے نقاب اوسکے اگر محفل مین اوٹھ جاے
تو پروانے کبھی مڑکر نہ دیکھین شمع روشن کو

کوے بتان سے نکلے تو کعبے گئے مبین
شرمندگی اوتارنے کو پارسا ہوے

ملانا یہ دو دل کا کیا جانتا ہی
فلک خاک ہی مین ملا جانتا ہی

وہ دیکھے مری نبض اے چارہ سازو
جو تم مین اجل کی دوا جانتا ہی

بیخودی مین بھی عجب چین سے دن کٹتے ہین — کچھ خبر ہی نہین دنیا مین کہ کیا ہوتا ہی
علاج زخم کیا اچھا مرے قاتل کو آتا ہی — کیے زخمون کے روزن بند ہر ناوک کے پیکان سے
تڑپتے اتنے ہو رو رو کے اے مبین تو یہ — تمہون کے غم مین خدا پر نظر نہین رکھتے
بیٹھا ہون بزم غیر مین کچھ سے کیے جگر — یہ بھی کیا سلوک دل بیقرار نے
ایمان اے مبین تمہون نے لیا ہی تھا — لیکن بچا لیا مجھے پروردگار نے
شمع روشن کو مبین دیکھ لے تو بھی روکم — تفتہ جانون کی یوہین رات بسر ہوتی ہی

متین تخلص زبدۂ معتبران روزگار اسوۂ اقبال مندان کامگار رائے کاکجی سہائے متوطن قدیم شہر لطافت نہاد الہ آباد اس صاحب اقتدار کے والد ماجد جھکڑو لال نے ابتدائے عملداری انگریزی مین مدت ہائے مدید عہدۂ تحصیل داری پرگنہ اہر کھ ضلع بنارس پر مامور ہو کر جاہ و اعتبار کے ساتھ بسر کی اور عم بزرگوار حکام وقت کی جانب سے تحصیلدار پرگنہ مندی ضلع فتح پور اور فن شعر گوئی اور سخن طرازی مین شاگرد شاہ محمد علیم الہ آبادی تھا یہ والا جاہ دائر مین عہدۂ منصفی موضع مجھن پور ضلع آباد سے سرافزا ہوا اور بفعل سند صدر امینی رہتک پر متمکن ہی قلم تحریر اوصاف مین عاجز اور نفس تقریر محامد مین قاصر ہی نہ عموم اخلاق کے بیان سے عہدہ برا ہو سکتا ہی اور نہ وفور حلم و بردباری کے دفتر سے حرف سرافگن سخن سے ازبسکہ مناسبت ذاتی اور ذوق طبعی ہر گاہ گاہ اوقات فرصت مین شعر فارسی کی فکر دامنگیر ہوتی ہی ہر چند اس فن مین کسی سے مشورہ کا اتفاق نہین ہوا لیکن بتعداد خداداد سے قدم فکر جادۂ استقامت سے منحرف نہین ہی یہ چند شعر اس مدعا پر شاہد اور اس دعوی پر گواہ ہین

رنگین بود ز بسکہ کلام متین ما — گوئی کہ کشتہ اند گل اندر زمین ما
ما در این بزم از مذاق بادہ آگہ نیستم — ریخت ساقی جای مے خون دل اندر جام ما
یک اشارت بہر دفع اضطراب دل بس است — جنبش ابرو بود گہوارۂ آرام ما
بہر مستقبل بود آئینہ حال من متین — باشد از آغاز پیدا صورت انجام ما
من چہ گویم تا چہا دیدم ز دانائی متین — اے خوشا وقتے کہ حاصل بود نادانی مرا
دیگر زدام کاکل مشکین رہا مکن — این صید زخم خوردۂ تیر نظارہ را
ہمچو فوارہ رائگان شد صرف — بود نقدے کہ در خزانۂ ما
متین بود رخم سرخ از مسترسل ضعف — ندارد مرغ رنگ روے ما تاب پریدنہا

از ظلمت تو یافت بعالم رواج روز | وز کاکلت گرفت بگیتی مدار شب
بیجر دیده و دل مجیر ازین چه کار کند | که دیده گرید و دل ناله های زار کند
از دست من چو دامن دلدار میرود | کارم ز دست و دست من از کار میرود

مجر تخلص محمد پناه مرد ظریف خوش مزاج تھا ہر چند فکر سے مضمون یابی اور طبیعت میں معنی خیزی تھی لیکن کچھ اپنے مزاج کے اقتضا اور کچھ تحریک احباب سے غزل خصوصاً مقطع کو مضامین ملحد سے آمیز مملو کرتا اور مانند اوس رند کے کہ ظرف حوصلہ سے زائد شراب پی جاوے ایسے اشعار کے پڑھنے سے عین مشاعرہ میں کچھ باک نکرتا چند سال ہوے کہ عالم باقی کو راہی ہوا یہ دو شعر اوسکے تحریر ہوے

مسجد کو تیری شیخ ہمارا سلام ہے | ہمنے تو آستان بتان سجدہ گاہ کی
اوس چاند بین فلک کا مجر دیکھ کر سے گھر چھپا | اوس ماہ سے نکاح کی جو رسم و راہ کی

محب تخلص شاہزادہ بہرام شاہ خلف الصدق شاہزادہ جہانیان مدار مرزا اختر شاہ بہادر ابن شاہزادہ حسن شاہ بہادر مرحوم درانی ان والا شانون کی بلند پایگی شہرۂ آفاق ہی کہتے ہین کہ شہزادہ موصوف فن شعر مین میان خان صفیر تخلص سے مشورہ کرتا ہی ایشعار اوسکے سنے گئے

حشر مین بھی اگر ملا وہ محب | تو نہ سمجھینگے ہم شتاب ملا
دل مین ہر ایک کے مین کھٹکتا ہون رات دن | گویا مین دشمنون کے لئے خار ہو گیا
آئی محب گو چہ مین اوسکے اوڑھکے جاتا ہون سدا | پاے شوق اپنا بھی اب بال کبوتر ہو گیا

محب میر ابو القاسم برادر زادہ میر نظام الدین ممنون خوش اخلاق صاحب لیاقت نیک سرشت علم سے بقدر ضرورت بہرہ اور فکر سلیم و طبع مستقیم کی اعانت سے پایہ سخن کا بلند تھا جالینوس زمان بقراط دوران حکیم احسن اللہ خان کی قدر دانی سے وقائع نگاری خاص سلطانی کے عہدہ ممتاز اور تا دم مرگ یہی منصب اوسکے واسطے موجب امتیاز رہا چند سال ہوے کہ عالم فانی کو پدرود کیا اوسکے کلام سے یہ دو شعر بدقت ہاتھ آئے

کل جنازے کو محب کے دیکھکر کہتے تھے لوگ | ایک بھی ارمان دل نکلا نہ اس مغفور کا
ہم کہتے نہ تھے خوب نہین دل کا لگانا | لو دیکھ لیا اتبو کہ اچھا نہین ہوتا

محبت تخلص عنایت اللہ پیشہ رنگریزی کرتا تھا کسی نے اوس سے اصلاح شعر کی

استدعا کی اوسنے برمحل یہ مثل کہی رنگریز پریشن خود درماندہ چار پانچ برس ہوے کہ اوسکے ماتم سے وابستگان دلفگار کا جامہ نیلی ہوا یہ شعر اوسکا یاد تھا

کپڑے تو ہزار طرح رنگے لیکن	افسوس کہ جامہ دل کا رنگین نکیا

محبوب تخلص محبوب خان قوال فن موسیقی خاندانی اور اقلیم زمزمہ سنجی مین منصب ترخانی رکھتا ہی انحان داؤدی کے اثر سے طائر رنگ کو چہرۂ عشاق سے اوڑنے ندے اور سیلاب اشک کو روانی سے باز رکھے اگر بارید اونکیسیا اس عہد مین ہوتے اس اُستاد فن کے نام سے کان پکڑتے خامہ جب اوسکی زمزمہ پیرائی سے تر زبان ہوتا ہی اوسکے صریر پر صدائے نی کا گمان ہوتا ہی گاہ گاہ زمین سخن بھی اوسکے قدم افکار سے غیرت گلزار ہوتی ہی یہ دو تین شعر اوسکے نتائج طبع سے نذر اعجاب ہوتے ہین

بیان کیونکر کروں درد نہان کو	نہین پاتا ہون قابو مین زبان کو
خنجر بھی نہ سنبھلے جو دم قتل تو کہیے	تقصیر ہماری ہی کہ تقصیر تمہاری
قاصد آیا تو وہان سے پر محبوب	دیکھیے کیا جواب لایا ہی

محزون تخلص جناب کمالات انتساب گلگونہ رد کے کمال خال مہر افضال مورد سعادات ازلی و ابدی محمد ناصر جان محمدی ابن حضرت محمد نصیر محمدی رنج تخلص اس جناب فضیلت مآب کے خاندان والاشان کی بزرگی اور عظمت کا حال آفتاب سے روشن تر ہی کون ہی کہ ان حضرات بابرکات کی تجلی معارف تک کے آگے اردی گوئی سے موصوف اور خرموتے صعقا کے ساتھ معروف نہوے ذات قدسی آیات اس جامع کمالات کی اوسی تجلی کا مظہر اور اوسی شجر کا ثمر ہی جو کمالات وہبی و کسبی کہ اس خاندان فیض نشان سے اختصاص رکھتے ہین اونسے قطع نظر کہ صرف انھین صفات حمیدہ کے ساتھ منسوب کرنا اور ثنا کا مدار انھین اوصاف پر رکھنا ایسا ہی کہ ماہی کی ستایش مین شناوری پر اقتصار کرنا اکتساب علوم رسمی مین سعی کو رکاب شوق مین ایسا دوڑایا کہ عرق کے ہر قطرہ نے دامن کو دریا اور آستین کو گرداب بنایا ہر فن مین یک فنی خصوصاً میدان ریاضی مین یکہ تاز تھے اور اوس جولان گاہ کو اونکی شہسواری پر صدہا ناز تھے عرصہ دراز ہوا کہ سواد شاہجہان آباد سے عظیم آباد کی طرف تشریف فرما ہوکر چندے اوس سرزمین کو اپنے قدم فیض توام سے رشک گلزار کیا ناگاہ درد گردہ عارض ہوا اور جو کہ قرابادین مشیت مین اس مرض کی دوائے ترکیب نہ پائی تھی استعمال ادویہ بیفایدہ ہوا چند روز کے بعد آسمان تقدیس سے ندائے ارجعی پہونچی اور بکشادہ پیشانی

معارف نا متناہی کا بدرقہ دیے ہوئے گلشن جنان کی طرف راہی ہوئے اور والد ماجد کو درد جدائی سے
موتوا قبل ان تموتوا کے مضمون سے موصوف کر دیا آپکا جنازہ اوس راہ دراز سے شاہجہان آباد
مین لائے اور جسم مطہر اور بدن مقدس کو درگاہ فلک پایگاہ کے احاطہ کے اندر حضرت کے قدم کے
نیچے مدفون کیا جو کہ علوم شریفہ اور فنون منیفہ کے اشتغال سے فرصت بہت کم دستیاب ہوتی تھی
فن شعر کی طرف کم التفات فرماتے الا ماشاء اللہ یہ دو تین شعر اتفاقاً جزو دان حافظہ مین محفوظ رہگئے تھے
تیمناً مرقوم کیے

تھی جس سے نہ ایک دم گوارا فرقت		دکھلائی فلک نے پھر دوبارا فرقت
اب زلیست تلک بھی اوس سے ملنا معلوم		گردن پہ ترے خون ہمارا فرقت
نہ تو نامہ ہی نہ پیغام زبانی آیا		آہ مخزون ہمین یاران وطن بھول گئے

مخزون

مخزون تخلص مرزا منگو ابن میرزا ایزد بخش معروف بہ ذاالجلی ابن حضرت فردوس منزل شاہ عالم
بادشاہ شوکت انکے خاندان کی کنیزان خدمت گزار اور اقبال انکے دودمان کے غلامان وفا شعار سے ہر
دینداری کی طرف بہت مائل اور پرہیزگاری مین اپنے اقران و امثال سے ممتاز اصلاح شعر کا
عبداللہ خان اوج تخلص سے اتفاق ہوا ہی شیعر اونکے نتائج طبع سے ہی

اوسکے منہ کون چڑھ سکے مخزون		ہان مگر منہ پر اوسکے آیا خط

مخزون

مخزون تخلص آغا علی نام جوان وجیہ خوش مزاج حلیم طبع پسندیدہ اخلاق کا ساکنان
شاہجہان آباد مین اس صفت کے ساتھ کم کوئی پایا جاتا ہی کتب درسیہ کو تحقیق سے پڑھا اور
شاہجہان آباد سے ایک دو منزل پر کسی شہر مین عہدۂ مدرسی پر مامور ہی یہ دو
شعر اوسکے یاد تھے

حرم کعبہ مبارک ہو تجھی کو زاہد		سجدہ گہہ اپنا تو سنگ در دلدار رہوا
اب ہی دزدیدہ نظر کیون مری جانب عالم		پہلے ہی دل تری زلفون مین گرفتار رہوا

محسن

محسن تخلص حافظ محسن مرد معمر حافظ قرآن اور تجوید حروف سے فی الجملہ بہرہ دار اور خوش آوازی کی
بدولت عزیز دلہا ریختہ گوئی مین مشاق قدیم یہ اشعار اوسکے مرقوم ہوے

سب آنکھ بند کیے یار ہو گئے راہی		عدم کا صاف ہی رستا چلے چلو تو سہی
بتا تا یار ہی اپنا پتا ہر اک جانب		کہین تو کھوج ملیگا چلے چلو تو سہی
شروع عشق مین ہمسے دوست آنکھین چرا تا ہی		ابھی تو دیکھیے آگے خدا کیا کیا دکھاتا ہی

محمود تخلص محمود علی خان برادرزادہ نواب اعظم الدولہ سرور تخلص جوان خوش مزاج بلند فکر تیز طبع تھا ہرچند اوسکی ذہانت اور ذکا مین شک نہین لیکن کم استعدادی اور موزونی طبع کی نحوست سے اوسکا شعر قوافی و ردیف مین پھنسا رہا اور اپنی خوش فکری کے خیال سے سراپاے سخن کو خلعت اصلاح سے آراستہ نہ کیا اوسپر مزید ہوا اوسکے سارے دیوان سے یہ چند شعر انتخاب ہوے

افسوس ہوا حشر مین کیا بے گنہی کا
قاتل جو نہین سر بگریبان نظر آیا

جام مے سے کیا کھلے اسرار عرفان شیخ پر
ہو چراغ اصلا نہ رہبر دیدۂ بے نور کا

دیکھ گلزار مین جاے نہ بھڑک آگ کہین
بلبل سوختہ جان کھینچ نہ افغان گستاخ

ایک شب کیا ہی رہیگا گریہی کچھ انتظار
روز محشر تک نہونگے دیدۂ بیدار بند

چشم سے خون نہ جاری رہے ہر دم کس طرح
خار غم دل مین خلیدہ ہی رہا ایک نہ ایک

محمود تخلص مرزا محمود شاہ ابن مرزا بابر بہادر غفور ابن حضرت عرش آرام گاہ اکبر شاہ بادشاہ بہ بلند مکان داماد حضرت ظل سبحانی خلیفۃ الرحمانی سراج الدین محمد بہادر شاہ بادشاہ غازی سے مشرف اور اپنے جد امجد کے عہد سے ابتک ممتاز اور مفخر ہی فن شعر مین ذوق مرحوم سے مستفید یہ دو شعر اونکے مسموع ہوے

ہاتھون سے اے جنون ترے جاؤن کہان نکل
دامن سیا نہین کہ گریبان نکل گیا

غیر کو ساغر شراب ملا
اور ہمین دیدۂ پر آب ملا

محمد تخلص نواب غلام حسن خان مہین برادر نواب زین العابدین خان عارف تخلص خلف نواب غلام حسین خان مرحوم مسرور تخلص جوان وجیہ خوش اخلاق اور لطف صحبت مین شہرۂ آفاق تھے آپس والا نژاد کی عالی خاندانی شرح و بیان سے مستغنی اور اونکے حامد اوصاف حمیدہ تقریر سے خارج ہین ہرچند شعر و سخن کیطرف گاہ گاہ ملتفت ہوتا ہی لیکن حسن طبیعت اور رسائی فکر کا کام مشاقی پر ستی ہی یہ اشعار اوسکے نتائج افکار سے ہین

قید ہستی سے رہائی غیر ممکن تھی ہمین
آج دم دیکر اجل کو ہو گئے آزاد ہم

موجود ہون مین سامنے تیغ و کفن لیے
جو جو تمھارے دل مین ہین ارمان نکالیے

سخت جان محبت سے تیری اے ستمگر ہو گیا
بت پرستی کرتے کرتے مین بھی پتھر ہو گیا

گھبراتے ہوے پھرتے ہین اب بام پہ وہ بھی
اتنا تو ہوا ہی مرے نالون کے اثر سے

انداز جنون کو نسا ہم مین نہین مجنون
پر تیری طرح عشق کو رسوا نہین کرتے

گل کھانے کو دیتے ہین مجھے غیر کا چھلا
وہ جب میرے جلانے کے وہ کیا کیا نہین کرتے

اسکو استقبال کیہے آپکے دیدار کا — آگیا آنکھون مین دم ہی مجھ نحیف و زار کا
اپنا اپنا حوصلہ ہی اپنا اپنا ضبط ہی — مین نہین موسے کہ مجھ سے عذر ہو دیدار کا
دل لگا نیکا مزا دیکھ لیا آخر کار — ہم نہ کہتے تھے کہ ای محجو پشیمان ہوگا

محوی تخلص محمد بیگ نامے ساکن ریواڑی نوجوان خوش ترکیب خوش زبان بلند نگہ سلیم طبع کا کہ ایک مدت سے زمرۂ طلباے مدرسۂ شاہجہان آباد مین منسلک اور زور استعداد سے اماثل و اقران سے ممتاز ہی نظم و نثر فارسی اور ریختہ مین دستگاہ تمام اور قدرت مالا کلام حاصل اور ان سب فنون مین جناب اوستادی مولوی امام بخش صہبائی سے مستفید ہی یہ چند شعر اوسکے نتایج طبع موزون سے ہین

فارسی

چون زلف تاب خوردہ خورشید عارضان — دارد ہزار صبح در آغوش شام ما
محوی چو بگذری سوے گلزار عرض کن — با عندلیب عشق و بقمری سلام ما
ساغر نبوش بر لب آب روان کہ عمر — پیش از دمے نگشت میسر حباب را
بہر ما زنجیر شد موجے کہ صبح — از نسیم افتاد بالاے شراب
زحمت بسر ستم ای بے وفا کہ در بر دل — باین ضعیفی تن نالۂ رسائی ہست
بیا بکش کہ شہیدان تیغ جور ترا — بنا زتست اگر میل خون بہائی ہست
ز حال محوی آزردہ دل چہ مے پرسی — بگرد نگار ستم دیدہ بے نوائے ہست
ناتوان صید تو امروز ندارد تابے — بچہ تقریب تو ای زلف بتاب آمدۂ
پیشتم از درد کمان کردی و رفتی چون تیر — بیوفا پیشہ مگر عہد شباب آمدۂ
بر ما چہ جفا ہا کہ تو صیاد نکردی — شد فصل بہار آخر آزاد نکردی
کے بر سر خاکم نگذشتی کہ تو ظالم — جولان نزدی بر دے و بر باد نکردی
دیگر کہ در آید بفریب تو کہ محوی — از دست غمت مرد و گہش یاد نکردی

ریختہ

چیر کر دیکھا جو پہلو اس ترے نخچیر کا — دل کی جا سینہ مین پیوستہ تھا پیکان تیر کا
اثر سے ضعف کے دامان یار تک ہم — ہزار جاسے ٹھہر کر مرا غبار آیا
سپاہ فتنہ چلی آتی ہی یہ سنتا ہون — اجل ٹھہر یہ گمان ہی مجھے کہ یار آیا

عالم تھا خدائی کا ترے کوچے مین کل رات
زاہد بھی وہین سبحہ بکف گوشہ نشین تھا

کبھی اجل کبھی آفت کبھی قیامت کی
ترے بغیر تھی کس کس کی یادگاری رات

محوی کو قتل کرکے اب افسوس کیا ضرور
ہونا جو کچھ تھا وہ تو مرے یار ہو گیا

بگڑے غیرون سے تو دی داد وفا کی دل نے
تھا تو دیوانہ پہ کیا وقت پہ ہشیار رہا

پیکان یارون نے یون کر رکھا ہی مخفی
رکھتا ہی پاس گویا اک راز دلنشین کو

اوسکی گلی سے کل تو لائے قضا کے منہ سے
جاتا ہی آج محوی پھر آج تو وہین کو

اتبو لانام خدا لب پہ کہ محوی اسوقت
تیرے کچھ اور نظر آتے ہین آثار مجھے

دم بھر جو یون ہی روئے یہ چشم تر تو ہم بھی
برپا ہزار طوفان اک دا برتر کرینگے

محوی کو اوس گلی سے لے آئینگے اوٹھاکر
دو چار یار ملکر تکلیف اگر کرینگے

کرنے سے قتل میرے مت ڈر کہ اون لبون کو
اک کھیل ہی جلانا ایک بات خون بہا ہی

مخمور تخلص جوان ارجمند و برنائے سعادت پیوند مقبول کونین شیخ غلام حسنین متوطن قدیم معمورہ مینو سواد فریدآباد قرابتی مولوی ابوالحسن شیدائی اس سنجیدہ اطوار کی اہلیت مزاج اور حلم و بردباری کو لکھون یا لیاقت و ہوشیار خرامی و آدم شناسی کو بیان کرون جو کہ موزون طبع ہی گاہ گاہ فکر شعر کرتا ہی یہ اشعار اوسکے افکار سے ہین

گلزار کھلاتی ہی یہ داغ جگری کا
رکھتی ہی اثر آہ بھی باد سحری کا

کچھ اپنے پرائے کا خیال اب نہین اصلا
عالم ترے نظارہ سے ہی بیخبری کا

کچھ سعی سے بھی ہمکو تو حاصل نہ ہوا حیف
پھل نخل تمنا سے ملا بے ثمری کا

ہی موج ہوا سے بھی تو جون گرد پریشان
مخمور یہ کیا ڈھنگ ہی شوریدہ سری کا

مخیر تخلص جوان سعادت دستگاہ محمد احسان اللہ متوطن قدیم شاہجہان آباد و ربا لفعل تحصیل معاش کی تقریب سے قصبہ میرٹھ مین مقیم ہی فن فارسی مین استعداد معقول اور ریختہ گوئی مین فکر رسا ہی شیخ ابراہیم ذوق مرحوم سے تلمذ رکھتا ہی چند اشعار اوسکے کلام سے انتخاب ہوے

بنا کر آئینہ خود بین کیا آئینہ رویون کو
ہمین حیرت ہی ہمنے کیا بگاڑا تھا سکندر کا

ہی مخیر اوس پری کی جستجو مین ہر زہ تاز
رات دن پھرتا ہی دیوانہ خدائی خوار اب

واعظا جس دن سے کی ہی توبہ پی جاتا ہون مین
میرے لب تک گر کبھی آتی ہی پیمانہ کی بات

گو کہ میرا خون ناحق حشر تک سر پر رہے
خوش تو ہو تو رقص بسمل کا تماشا دیکھکر

حضرت دل مہر تھی اوسمین الفت نے وفا
تمنے اوس کافر کو چاہا تھا بھلا کیا دیکھکر

ہم نہ کہتے تھے کہ کعبہ کو مخیر جا چکا
رہگیا رستے مین آخر اک کلیسا دیکھکر

یہ نہوگا کہ مرے قتل سے درگذرینگے
جو رقیبون نے سکھایا ہی وہ کرگذرینگے

ہجر کے دن ہین مخیر انھین آسان نہ جان
اک مصیبت ہی سے گذرینگے اگر گذرینگے

کس لیے پہلو مین مچائی ہی دھوم
حضرت دل نیر تو ہی جان کی

مدبر تخلص سید امیر الدین ساکن شاہجہان آباد شاگرد حافظ قطب الدین مشیر یہ دو شعر اوسکے مرقوم ہوے

ای مدبر جو کچھ ہی قسمت مین
وہ ہی ہوتا ہی وہ ہی ہوویگا

چاند سا مکھڑا وہ جب دیکھا مجھے غش آگیا
جون کتان ٹکڑے گریبان شکیبانی ہوا

مرحوم تخلص مرزا محمد یار بیگ شاگرد حافظ قطب الدین مشیر یہ دو شعر اوسکی غزل سے منتخب ہوکر درج کتاب ہوے

پر ہی داغون سے غضب سینۂ سوزان میرا
آتشین پھول یہ رکھتا ہی گلستان میرا

کیا نہی دل پہ جو رو درد کے کہے ہی محروم
ملک الموت کے اب ہاتھ ہی درمان میرا

مرزا تخلص مرزا حسین بخش خلف مرزا وجیہ الدین مغفور معروف بمرزا کوچک سلطان ابن حضرت شاہ عالم بادشاہ زمرہ شاگردان حافظ عبد الرحمن احسان سے ہی اور شوق سخن گوئی قدیم سے گوشۂ خاطر مین جاگزین

کہ داغ کو سہون ہون کہ زخم کھیلتا ہون
مرزا ستا رہا ہی ذوق جفا یہ مجکو

مرزا تخلص نوبادۂ گلشن سعادت ثمرۂ باغ سیادت نوبر نہال جوانی آبیار چمنستان زندگانی مقبول طبائع خاص و عام مرزا علی نام کہین برادر میر آب گلشن وفاق آئینہ حسن اخلاق طراز سادہ اہلیت میر حسین علی شوکت راستی سرو اوسکے قامت سے مستعار حسن سلوک اوسکی روش سے آشکار حیا اور پیشانی جیسے آب اور آئینہ نشاط اور طبیعت گویا بادہ و آبگینہ نہاد کاخمیر مایہ آدمیت خاطر کا گنجینہ ذخیرۂ اہلیت بلغ اخلاق کا ثمر پیش رس نرمی گفتار گلشن نیک نہادی کا گل خودرو درستی کردار راست روی ایسی کہ جہان خرام کرے اوس زمین سے سبزہ کی جگہ سرو پیدا ہو صفائی طینت اس طرح کی کہ جس خاک پر سایہ افگن ہو ہر ذرہ سے آئینہ ہویدا ہو طبع سلیم کا

موزونی اشعار کی ترازو طراوت الفاظ گوہر نظم کی آبرو اگر اوسکی نوک قلم تیز نہو گوہر مضامین ناسفتہ رہین اور اگر اوسکی زبان خاموش ہو معانی غریب ناگفتہ رہین حداثت سن ہین طبیعت جوان ابتدا نشو و نما ہین نہال فکر سر بآسمان یہ اشعار نمونہ ہین اوسکے خرمن کے اور یہ ابیات شمہ ہین اوسکے حسن سخن کے

شوق گر یہ ہی تو اوس شوخ کے گھر تک نہ کبھی
نامہ منت کش پرواز کبوتر ہو گا

نہ یہ لب اور نہ یہ بات نہ غمزہ نہ نگاہ
چاند کس منہ سے ترے منہ کے برابر ہو گا

اپنے ہی ہاتھ سے ہم آپ گلا کاٹ مرین
گر یہ جانین وہ جنازہ پہ مقرر ہو گا

بعد مرنے کے بھی آرام کی صورت معلوم
قبر مین ساتھ جو یہ ہی دل مضطر ہو گا

پرتو فگن جو وہ رخ پر نور ہو گیا
آئینہ شعلۂ شجر طور ہو گیا

از بسکہ کر دیا مجھے الفت نے بے نیاز
یانتک کھچا کہ اوسسے بھی کچھ دور ہو گیا

مجھے رہتا ہی از بس فکر اوس خرمن کا
شعاع مہر ہی جو تار ہی میرے گریبان کا

صد شکر کہ ہی ساتھ جنازہ کے وہ بے مہر
آغاز سے بہتر ہی یہ انجام ہمارا

مقصور کس طرح کھنچے شبیہ یار کو ہمدم
بنے انسان سے کیا جو کام ہو دست قدرت کا

دست بستہ معجز عیسے تھا جسکے روبرو
وہ بھی اس بیمار کی بالین سے کچھ مضطر اٹھا

ہو رات ظلم تازہ سحر ہو ستم نیا
سیکھی ہی تمنے چرخ ستمگار کی طرح

ان جفاؤن کے ہم تو عادی ہین
اور کیجے کوئی ستم ایجاد

ابر کو ہو رشک میری چشم دریا بار پر
ہو وہ چشم تر کہ دریا کو بھی مارے دھار پر

نہ نرگس کی وہ صورت ہو نہ آہو کی ہو آنکھ ایسی
جو دون شبیہ تو کس سے تمھاری چشم فتان کو

ہو اکثر ہی اوسے انسان سے واعظ
کرینگے کیا جنت مین نادان حور و غلمان کو

کچھ تو خدا کے واسطے تدبیر کیجیے
مرزا کے آہ و نالہ و فریاد کے لیے

جانا کہ نزع ہی اونکو ہی منظور غشی تک
اب سے کبھی ہم ہوش مین آیا نکرینگے

ہمسایون کو سونے نہین دیتا ہی فغان سے
مرزا کو ترے کوچے مین لایا نکرینگے

آنکھون سے نکل کر مرے لخت جگر آئے
دیکھو تو کدھر تھے یہ کدھر سے کدھر آئے

کرتا ہون مین اسدم بت دلبر کی حکایت
ناصح بھی اگر آئے تو دل تھام کر آئے

مرزا تخلص مرزا جہانگیر بیگ طالب علم مدرسہ آگرہ یہ شعر اوسکی عمر سے مرقوم ہوا

جگر کی آگ جو بھڑکی تو پھر نہ سرد ہوی	ہزار طرح سے کی ہمنے اشکباری رات

مرزا

مرزا تخلص حسین پیرائے حدیقۂ الفت و اتحاد و گلشنی بہارستان یکتادلی و وداد و شناور محیط یگانگی فارس مضمار فرزانگی قادر اندازر موز خرد باریک بین ادا مرنیک و بد عزیز دلہاے پیر و جوان مرزا جان سلمہ الرحمن خلف رشید ممتاز عالم کمال واقف اسرار تکمیل و اکمال یگانۂ جہان میر وزیر علی مرثیہ خوان مرحوم خلق اوسکی ذات مین ایسا جیسے گل مین بو اور حیا اوسکی پیشانی مین اسطرح جیسے گوہر مین آبرو دشمن اوسکی مہر وزری سے دوستی مین آمادہ اور بیگانہ اوسکی آشنا پرستی سے یگانون سے زیادہ آفتاب کو اوسکی ضمیر سے وہ نسبت جیسے سائل کو کریم سے نگارخانۂ چین کو اوسکی طبیعت رنگین سے وہ مشابہت جیسے موسم برگزیر کو باغ نعیم سے صناعت موسیقی کو حد کمال تک پہونچایا اور اوستادان فن کے فیض شاگردی سے رتبہ اوستادی پایا جو کہ اظہار اس فن کا زمانہ حال بن جال شرفکے منافی ہی مرثیہ خوانی کے پردے مین اوس نغمہ کی شد کو بلند اور اوس ترانہ کی شان کو ارجمند کیا تاکہ آنی اوقات توائمہ ہدی کی یاد اور مقبولان بارگاہ الٰہی کے ذکر مین بسر ہو اور مستمعان نکتہ تنساس کو اپنے مذاق کے موافق اور ہی لطف میسر ہو ع چہ خوش بود کہ برآید بیک کرشمہ دو کار۔ اس فن کی غایت مہارت اور نہایت معرفت کا ذکر کرون یا آواز کی خوش آیندگی اور اشر کی نشتر فروشی کو لکھون اگر تھرا اس آہنگ کے لہاے سننے کے واسطے کان بہم پہونچاوے بے تکلف جوش دل سے کوہ بدخشان کے مانند ہزار چشمہ خون آنکھ سے بہاوے سبحان اللہ یہ آواز وہ نشتر ہی کہ اوسکا اثر دل سے رگ مژگان تک جلوہ گر ہی جو کہ اس قدوۂ ارباب کمال کو راقم تذکرہ صابر ہمجولان کے ساتھ روابط محبت مربوط اور قواعد صداقت مضبوط ہین ناتوان بیان پیشہ سے اندیشہ دامنگیر ہوتا ہی کہ مبادا اس تعریف کو یار فروشی اور آشنا ستائی پر قیاس کرین اور نہ سمجھین کہ یہ اوصاف اوسکے کمالات سے ایک شمہ اور یہ مدائح اوسکے محاسن سے ایک شذرہ ہین اسواسطے اسیقدر عبارت مختصر پر قناعت کرکے احباب صادق الوداد کی خدمت مین معروض ہوتا ہی کہ باوجود ان کمالات کے سخنوری و معنی آفرینی کو رونق اور دی ہی اور فصاحت زبان اور لطافت بیان کو آبرو اور بخشی یہ چند شعر اوسکے نتایج افکار سے انتخاب کرکے نذر نگاہ شوق کرتا ہون

ہمنے یان طرفہ ماجرا دیکھا	ایک جلوہ ہزار جا دیکھا
دیکھکر تجکو ہمنے کیا دیکھا	ایک ہنگامہ یاس کا دیکھا

وہ بھی گھر تھا بتون ہی کا زاہد | قبلہ کعبہ مین تمنے کیا دیکھا
ایک بوسہ پہ اسقدر رنجش | آپکا ہمنے حوصلہ دیکھا
اونکی ہمپر بھی آنکھ پڑتی ہی | ہمنے چھپ چھپ کے بارہا دیکھا
وقت رخصت نہ تمنے مرزا کا | نامرادانہ دیکھنا دیکھا

مروت تخلص میر بازخان احوال اور سکن سے اطلاع نہین یہ شعر اوسکا سنا گیا

کی بہت تدبیر لیکن کیا کرون | دل کو ہمدم چین آتا ہی نہین

مست تخلص سرمست خان افغان اوسکا حال کچھ دریافت نہین یہ شعر اوسکا مسموع ہوا

نہ وہ باتون مین گنا جاے نہ ٹھوکون مین یہ کیون | خانہ جنگی تمھین رہتی ہی سدا مست کے ساتھ

مسرور تخلص ہی نواب غلام حسین خان بہادر مرحوم ابن شرف الدولہ نواب فیض اللہ خان بہادر مغفور کا جو اس بلند مرتبت کی ولادو دمانی اور عالی تباری کا حال حد خامہ راقم سے افزون ہی اور کمال شہرت سے محتاج تحریر نہین ناگزیر ایک دو حرف مناسب مقام لکھتا ہی مشق سخن حد کمال تک پہونچی تھی اور رسائی فکر عرش الکمال تک حرف حرف اونکے سخن کا وحی الہام پر ناز کرتا ہی اور نقطہ نقطہ اونکے الفاظ کا شاہران شیرین شمائل کے خال پر زبان لعنہ دراز مہارت علم موسیقی خصوصاً ستار نوازی کے باب مین جو کمال حاصل تھا اوسکا وصف آشناے زبان کرنا فرط وضوح سے حکم تکرار مین ہی اس ساز کا ہر تار بجاے آہنگ نغمہ ستائش زبان پر رکھتا ہی چند شعر تحریر تذکرہ کے وقت جزو دان حافظہ مین موجود تھے مرقوم ہوتے ہین

ماہ پر میری سیہ بختی کا گر سایہ پڑے | چاند رمہتاب ہو دامن شب دیجور کا
لکھ کر زمین پہ نام ہمارا مٹا دیا | اونکا تو کھیل خاک مین ہمکو ملا دیا
دان نہین جو اپنے کو رسوا کرے کوئی | دل ہی نہ لب مین ہو دے تو پھر کیا کرے کوئی
بیٹھے کیا کرتے ہین صحرا مین تکا پوہی سہی | چشم خوبان نہ سہی دیدہ آہو ہی سہی
سخت جانی سے دم ذبح مرے ہاتھ نہ کھینچ | کہ مجھے تجربہ قوت بازو ہی سہی

مشتاق تخلص زبدہ خاندان شرافت واسوۂ دودمان نجابت یگانۂ دوران کریم خان

شجاعت او سکی ذات کا ایک جوہر اور مروت او سکی نہاد استعداد کا کترین شرسر تا سر عالم کو
گام سیاحت سے طی کیا اور اسپ ہوس کو تیغ ہمت سے پے بالفعل نواب احسن علیخان بہادر
برادر حقیقی نواب فیض محمد خان بہادر مرحوم والی جھجر کی رفاقت مین عزت اور اعتبار کے ساتھ
بسر کرتا ہی مدت چند سال کا ہوا کہ آقاے نامی کے سرانجام کار کے واسطے ولایت انگلستان مین
جاکر نوادر و غرایب کو چشم عبرت مین سے دیکھا اور عجایب شہر لندن کو دیدہ تامل سے مشاہدہ کیا
لیکن اب جس دن سے خاک شاہجہان آباد اور سکے قدم سے رونق پذیر ہوی ہر اوسی عمدہ
صاحب اقتدار کے سایہ الطاف مین رخت افگن اور بادیہ قناعت مین گامزن ہی موزونی طبیعت
مقتضی ہوتی ہی کہ گاہ گاہ اشعار آبدار اوسکی خاطر خلوت سے جلوہ گاہ کاغذ مین خرامان ہوکر
دلرباے اہل ہوش ہوتے ہین یہ چند شعر اوسکے مرقوم ہوے

لطف اس آبلہ پا کی کا توجب تھا مشتاق — کہ ہر اک دشت پر از خار مغیلان ہوتا
اللہ رے سوز دل کہ مسیحا سا چارہ گر — رکھتے ہی ہاتھ نبض پہ بیمار رہو گیا
ہرچند راز دل کو چھپایا نہ چھپ سکا — آخر ہر ایک واقف اسرار ہو گیا
رہتا تھا گمان قوت پرواز تو دیکھو — اس عالم فانی مین ہین بے بال و پر آیا
برقع جو اوٹھا اوس رخ تابان سے تو ہمدم — اللہ کی قدرت کا تماشا نظر آیا
عمر پرواز تو سب قید مین گذری یارو — اب یہ مور ہی کہین آزاد نکردے صیاد
رخسار پر یہ خال سیہ بے سبب نہین — خط پر نہو جو مہر تو خط معتبر نہین

مشتاق

مشتاق تخلص مشتاق علیخان ایرانی الاصل علوم رسمی اور رمل مین دستگاہ تمام
رکھتا تھا حسن خط خوبان کے حسن سے محو شما تر اور طرز سخن کلام دلبران سے دلربا تر شعراے
پاے تخت حضرت شاہ عالم بادشاہ سے شمار کیا جاتا تھا یہ اشعار اوسکے مرقوم ہوے

کی یک نگاہ یاس جو مژگان یار پر — سو بر چھیان چلین دل امیدوار پر
رنگ کیون سبز ہو چہرہ یکبارے اے مشتاق — کسنے دیکھا ہی تجھے زہر بھری آنکھون سے

مشتاق

مشتاق تخلص مشتاق حسین نامی مرد معمر درویش صفت کا کہ مرید باخلاص مرشد
جہانیان سلطان ابن سلطان ابوظفر سراج الدین بہادر شاہ ہی ہر وقت حرف حق جل
جلالہ ورد زبان اور ہر دم یاد الہی شغل جان و جنان یہ شعر اوسکا مرقوم ہوا

رہی تھی یاد جو زلف سیہ تمہاری رات — تو دل پہ سانپ سا لوٹا کیا ہی ساری رات

مشتاق تخلص غلام علی شاگرد حافظ قطب الدین مشیر مشق سخن کو کہنگی اور طرز کلام کو تازگی بخشی فکر خوب ادا مرغوب رکھتا ہی یہ اشعار اوسکے افکار سے ہین

خط تو بھیجا ہی وہان پر اوڑ گئے ہین ہوش بھی ہوویگی تسکین سلامت جب کبوتر آئیگا
فرصت کہان جواب دل بیتاب تھا میے او سجھے ہوے ہین دامن جیب و قبا سے ہم
دم آگیا ہی لب پہ مسیحا شتاب آ اب ہی دم اخیر دم امتحان نہین
مشتاق ذرا ہوش مین آؤ نہ تکو راہ کر بیٹھے ہین وہ وصل کا اقرار نشہ مین
ہر جائی پن سے اوسکے ٹھکانے نہین ہی دل پھیرتا خراب ہوگا مرا نامہ بر کہین

مشتہر تخلص احمد حسین ساکن فرخ آباد شاگرد حافظ قطب الدین مشیر یہ شعر اوسکا مرقوم ہوا

چاہو گے حشر مین تم کس سے ستم کا انصاف ان تبون کی تو طرف ساری خدائی ہوگی

مشفق تخلص احمد بیگ قوم مغل شاگرد مرزا اعظم علی اعظم تخلص آگرہ آبادی سات برس سے دار الخلافہ آگرہ اوسکا محل بود و باش اور کتابت یا تعلیم اطفال وسیلہ تحصیل معاش ہی یہ دو شعر اوسکے افکار سے ہین

یہ منھ کہان جو یار سے بوسہ طلب کرین حسرت ہزار ہو دل امیدوار مین
میرے آنیکا اوسے دھیان جو آجاتا ہی اوٹھ کے دروازے مین زنجیر لگا جاتا ہی

مشہور تخلص پنڈت رادھا کشن شاگرد حافظ قطب الدین مشیر جوان خوش مزاج حلیم طبع ہی یہ دو شعر اوسکے سنے گئے

افلاس مین بھی دل ہی غنی غم کے بدولت دانعون کے درم اور رخ زرد کے زر سے
کس سے ہی عیادت کی تمنا تمھین مشہور جو جان کا ہو دشمن اوسے کیا کام خبر سے

مشیر تخلص یکتاے عہد نسیج وحید سخن سنج بے مثل و نظیر مبدع معنی دلپذیر حدیقہ طراز مضامین رنگین حافظ قطب الدین ارشد تلامذہ بل خلیفہ راشد شاہ نصیر مرحوم ملک سخنوری مین کوس لمن الملک اوسیکے دروازہ پر بجتا ہی اور کشور قادر الکلامی مین نقارۂ صاحبقرانی اوسیکے نام پر صدا دیتا ہی متانت تراکیب سے بناے کلام کو ایسا استحکام دیا ہی کہ ناخن اعتراض کلید اوسکے ابہام سے عاجز ہی اور فروغ معنی سے سواد روم کو ایسا منور کیا ہی کہ خطوط شعاعی آفتاب اوسکے روبرو اپنی بے نوری پر معترف ہی شاگردان شاہ نصیر نے بعد وفات اوستاد کے

اوسکی قدرت سخن گو دیکھکر مثل قلم سر کو خط فرمان پر رکھا اور اپنے سخن کو اوسی کی نظر اصلاح سے آراستہ کرنے لگے اب تک شاگردون کی تربیت کا آفتاب مرتفع ہی اور کوکب اقبال سخن اوج پر کہ ایسا قدردان کمال اودھر متوجہ ہی اور یہ چاہتا ہی کہ میکدۂ سخن کی شراب بیغش اور گوہر معنی کی آب بے کدورت رہے آبا و اجداد اس فخری مرتبت کے خاندان اعتبار اور دودمان شرافت سے تھے اور یہ بزرگ خاندان سب کا گل سرسبد اور مظہر سعادات ازل و ابد ہی ہمیشہ روزگار کی مساعدت سے ابناے دہر مین نہایت جاہ و وقار کے ساتھ بسر کی ہی پیشتر مرزا دارابخت مرحوم ولیعہد سابق کی سرکار مین کارخانجات مختلفہ کی داروغگی سے کہ گویا داروغگی کل کے قائم مقام اور اختیار تمام کے نائب مناب سے ممتاز تھا اور اب بھی خدمات شایستہ سے سرفراز ہی جو کہ موزونی خانہ زاد اور فکر شعر خادم دیرینہ ہی باوجود ہجوم اشغال ضروری کے سخن گوئی اور اصلاح تلامذہ سے کبھی فارغ نہین دیکھا یہ چند شعر اوس یگانۂ روزگار کے افکار گوہر نثار سے ہین

دل لگائے وہ حسینان وفا دشمن سے
جسے منظور ہو دنیا مین پریشان ہونا

دن بُرے ہین تو بھلے بھی کبھی آوینگے مشیر
دل کو قابو ہی مین رکھنا نہ ہراسان ہونا

اسقدر بیتابیان بہتر نہین ہین اے مشیر
صبر سے بیٹھے رہو دیکھو خدا کرتا ہی کیا

گفتگو غیر ہی اوس شوخ جفا جو کی مشیر
مشورہ کیونکہ کہون غیر کے شامل ہوا

وصل سے یاس تا ہو دل کو
جھوٹے وعدون کا اعتبار رہوا

کچھ ہو گا تم رقیبون کی طرف ہو گے تو کیا
اے تو میری طرف میرا خدا ہو جائیگا

ناصحون کو کوئی سمجھاؤ سمجھ کر آئین وہ
یہ مشیر ایسا نہین جو پارسا ہو جائیگا

مین کیونکہ شب غم مین جیا مرنے مین کیا تھا
کس دست تمنا مین گریبان قضا تھا

کیا بھروسا مجھے پیغام بَرون کا اپنے
کسکو مطلب جو کہے کوئی کسیکا مطلب

وہ چلے گھر سے یہان دل نرہا قابو مین
ہو گئی یار کے آنیکی خبر آپسے آپ

کیسے اُداس بیٹھے ہوئے آپ ہین مشیر
روئے نہین جو دل پہ ہی غم کا غبار آج

اوسپر جفا کو حشر کا دھڑکا ہی کیون مشیر
بندون سے کیا کہا جو کرینگے خدا سے ہم

الٰہی کونسی جنت ہی بے حور
کہان لیجاؤنگا اوس بدگمان کو

ارشاد مشیر آپکا جو کچھ ہی بجا ہی
کس منھ سے یہ فرماتے ہو جا نا نکرینگے

توبہ کوئی دن کی ہی پھر آپ ہی حضرت	قابو مین نہ دل ہوگا تو کیا کیا نکر نیگے

مضطر تخلص پنڈت کنہیالال پسر پنڈت لبشن نرائن ساکن اٹلی محلہ جوان عمر خوش ترکیب ہی اہلیت ذاتی اور سعادت جبلی سے بہرہ ور اور زبان اردو مین سخن گستر ہی یہ شعر اوسکا سنا گیا

خنجر جلاد ہی فولاد کا	سخت جانی وقت ہی امداد کا

مضطر تخلص مرزا سنگی مرحوم نسبت خاندان تیموریہ سے اوسکا سرا عتبار بلند تھا اصلاح شعر مومن خان مومن سے لی تھی اور رسائی طبع اور استقامت فکر معین یہ شعر اوسکا ہی

تھا خود وہ ترے پنے سے خجالت زدہ ہمتو	مضطر کے کبھی خون کا دعوے نکر نیگے

مضطر تخلص مرزا خسرو شکوہ عرف مرزا آغا جان ابن مرزا سلیمان شکوہ ابن شاہ عالم بادشاہ شاگرد حافظ عبدالرحمن خان احسان صفائی الفاظ رشک آئینہ جلبی اور رنگینی معنی غیرت نگارخانہ چین یہ دو شعر اوسکے اشعار آبدار سے انتخاب ہوے

حال مین کس سے کہون اے دل نالان اپنا	تو ہی جب اپنا نہین کون مریجان اپنا
ناصحا کیونکہ اوٹھاؤن کہ مری چشم کے ساتھ	ربط رکھتا ہی سدا گوشۂ دامان میرا

مضطر تخلص محمد اسد اللہ ولد شیخ محمد فیض اللہ ساکن قصبہ پلکنہ علاقہ کول صاحب الموار گزیدہ اور بنائر سراج السالکین شمس العارفین مخدوم انام مقبول خاص و عام عارف بے ہمال شیخ محمد جمال قدس سرہ العزیز سے ہی مدت ہوئی کہ عہدہ وکالت محکمہ منصفی شہر کول پر مامور اور سعادت و اہلیت کے ساتھ مشہور ہی گاہ گاہ فکر شعر ریختہ کرتا ہی یہ دو تین شعر اوسکے افکار سے ہین

ملی فرصت نہ جبین سائی سے	دیر چھوٹا تو حرم یاد آیا
ہی آج اوس پہ دیکھ لب گور خندہ زن	رو تا رہا تھا در پہ ترے جو تمام شب
لے اوڑی طرز فغان بلبل نالان ہمسے	گل نے سیکھی روش چاک گریبان ہمسے

مظفر تخلص مرزا مظفر پسر متوسط مرزا شاہ رخ مرحوم ابن حضرت ظل سبحانی دام ملکہ خوش فکر اور خوش مزاج ہی اور مشورہ سخن اول ذوق مرحوم سے تھا اب راقم تذکرہ سے ہی یہ دو شعر اوسکے افکار سے ہین

نالا باتون ہی مین ہمن تمنے	جب کبھی وصل کا سوال کیا

کیا گذرتی ہی رفتگان پر ہاے | کوئی کہتا نہین عدم کی بات

معروف تخلص نواب الہی بخش خان مغفور برادر نواب احمد بخش خان مرحوم والی فیروز پور جھرکہ تعلقات دنیا کو ترک کرکے گوشۂ عافیت مین توشۂ راہ عاقبت کو بہم پہونچایا اور لباس احوال کو طراز فقر سے مطرز فرمایا فن شاعری سے مناسبت تام تھی مدت مدید تک مشق سخن شاہ نصیر مرحوم سے کی تھی لیکن طبیعت خداداد کی رہنمائی سے کشور سخن مین برخلاف اوستاد کے ایک رستہ اور صاف اور پاکیزہ ہاتھ لگ گیا صاحب دیوان اور اس فن مین صاحب اقتدار تھا اصناف سخن پر قدرت اور انواع کلام سے آگاہی سو بیت تسبیح زمرد نام حسن سبز کے وصف مین اوس سے یادگار ہین مدت ہوئی کہ جہان فانی سے عالم باقی کی طرف راہی ہوا یہ چند شعر اوسکے کلام بلند مقام سے منتخب ہوے

اشعار دیوان

ایسے ہفتہ دبست کی خاطر یہ مت جا اے طبیب | چار دن کی بات ہی یارون سے بھی یارانہ تھا
آئنہ سان کیا غرض ہمکو بد و نیک سے | سامنے جو آگیا ایک نظر دیکھنا
اور تو باتین بڑی چھٹ گئین سب جیتے جی | آنکھ مندے پر چھٹا ایک مگر دیکھنا
بڑا سنتے تھے ہم روز قیامت اور روزون سے | قیامت سے بڑا نکلا جو دیکھا روز ہجران کا
مجلو دنیا مین سیہ بخت اگر کرنا تھا | رنگ خال رخ جانان ہی نبایا ہوتا
زندگی اب کسطرح ہو دیکھیے معروف کی | بے طرح پھرتا ہی کچھ اوسکو وہ قاتل ڈھونڈتا
کہان تک راز عشق افشا نکرتا | مثل یہ ہی کہ مرتا کیا نکرتا
دل کے ہاتھون سے ہوں اے حضرت ناصح ناچار | ورنہ ہی یون ہین جو کچھ آپنے ارشاد کیا
جلوہ جہان خوشی ہوا مست ناز کرنا | دل اور آئنہ مین پر امتیاز کرنا
آہ مین اپنے جی سے درگذرا | دل نہ پر عاشقی سے درگذرا
ہوگئے تم تو میرے دشمن جان | ایسی مین دوستی سے درگذرا
ملا کیجے جو ناصح سبز رنگون سے تو ڈر کیا ہی | اثر ہوتا نہین ہی زہر رکھیے گر ہتھیلی پر
کرتا ہی نہ کچھ سوے عدم تو ہی سفر پیش | اے نقش قدم سبکو یہی راہ ہی در پیش
مفت بر باد دہری خاک ہوئی جاتی ہی | اوسکے کوچے مین صبا کاش اوڑا کر لیجائے
جامہ سے ہوے گل کی طرح ہم نکل چلے | اے بیخودی یہ تیرے نشہ کی ترنگ ہی

ابیات تسبیح زمرد

سبزہ رنگون کی جو مین الفت مین آزاری ہوا — خلط صفرا یا ان تلک بگڑا کہ زنگاری ہوا
حرف تلخ از ہر ترے منھ سے ہو نکلتا بید سب — سبزہ رنگ آج ہی تو زہر او گلتا بید سب
سبزہ رنگ آگے بڑھا تو جو ہرے ساتھ سے رات — کیا کہون اور رہ گئے طوطے سے مرے ہاتھ سے رات
ہچکیان مین یون ہون سبزہ رنگ کے غرق — جون نشہ مین ہو کوئی بنگ کے غرق
مجھے مجھے سبزہ رنگون کا جو یاد آتا ہو رنگ — دن مین سو سو بار اپنا سبز ہو جاتا ہو رنگ
سبزہ رنگون پہ نہ اپنا ہو کہین جی مائل — اس برس رنگ ہی نوروز کا سبزی پہ مل
بحالت غم مین ہون ان سبزہ رنگون کے مرے جی کی — چمن مین زہر لگتی ہو مجھے آواز طوطی کی
سبزہ رنگون سے مجھے صحبت رہی ان رات کی — چاہتا ہون ہر جگہ سرسبزی اپنی بات کی
اس بڑھاپے مین بھی کم ہو دینگے لہری ہنسے — سبزہ رنگون سے چھپا کرتی ہو گہری ہنسے

معرف — معرز تخلص سید محمد علی ساکن بکن پور شاگرد انیس لکھنوی عرصہ کئی مہینے کا ہوا کہ شاہجہان آباد مین راجہ پٹیالہ کے ہمراہ وارد ہوا اور راقم کو انکی ملاقات سے مسرور کیا اوسکے اشعار سے یہ شعر درج تذکرہ ہوا

لکھتے لکھتے اوڑکے پہونچا ہاتھ پر اوس شوخ کے — شوق نامہ کیا مرا بال کبوتر ہو گیا

معرف — معرز تخلص میر عزیز الدین ساکن شاہجہان آباد شاگرد ہوا ظفر الدین اسیر کا اور شعر اوسکے اشعار سے انتخاب ہوئے

غم پہ غم صدمہ پہ اک صدمہ نیا ہوتا ہو — سچ یہ ہو دل کا لگانا ہی برا ہوتا ہو
حسرت دیدار کہ آیا ہون ابھی — وہ تو ہر وقت کے جانے سے خفا ہوتا ہو

معین — معین تخلص زبدہ خاندان نجابت سلالہ دودمان شرافت شایستہ قبول خاص و عام معین الدین نام صفحہ اوسکے فروغ ضمیر سے جون ورق آفتاب پر نور اور قلم اوسکی روشنی طبع سے شاخ شجر طور الفاظ اوسکے رنگینی معنی سے لعل شاداب ابیات اوسکے فروغ مضامین سے بیت الشرف آفتاب سطور نقاط سے موج گوہر روانی سخن شیرینی ادا سے چشمہ کوثر سواد الفاظ سے معنی روشن یون جھلکتے ہین جیسے مینا سے شراب اور صفائی عبارت سے فروغ مضمون اطلع جلوہ گر ہو جیسے مشرق سے آفتاب سوز معانی سے الفاظ اوسکے اخگر ہین لیکن انگشت اعتراض کے حق مین اور اضطراب دل کے اثر سے مضمون برجستہ

گویا ایک برق ہی لیکن حاسدون کے خرمن جان کیواسطے ہر چند قدرت سخن سنجی سے انواع کلام اور اصناف نظم پر قادر ہی لیکن غزل گوئی کی طرف توجہ غالب اور بمبع معنی آفرین اسی صنف کی طالب ہی
یہ اشعار تحریر تذکرہ کے وقت ایک دوست کی معرفت ہاتھ آگئے تھے مرقوم ہوے

مر گیا آج خدا بخشے معین خستہ — ایک موزون سا جوان تھا بھی دیکھا ہوگا
آپنے روز سنا ہے دیکھ لیا — ہم سنا کرتے تھے بلا ہر عشق
لخت دل آنکھون مین کھچ آتے ہین کس شوق سے — سیر ہی مژگان پر گمان کرکے تمھارے تیر کا
مثل نقش پا اوس در سے اوٹھ نہین سکتے کوئی اوٹھا — ضعف کی دولت ہمارے ہم بھی اتنی طاقت رکھتے ہین
نہ چلا حسن نے آزردہ اوس نازک کلائی کو — کیا طرز تبسم نے ادا تیغ آزمائی کو
جلے گا خاک کوئی آتش افسردہ سے ظالم — ہمارے دل پہ رکھکر گرم کر دست حنائی کو
کھچنے سے ترے وصل کی شب بھی نہ وا ہوے — یہ عقدہ ہاے دل ترے بند قبا ہوے
ترے فراق مین جیا منسی کا تھا نہ دماغ — مگر یہ اپنا ہی زخم جگر ہو کیا کہیے
تری جفا کی حکایت اور اپنا حال وفا — یہ بیٹھا تو یو ہین عمر بھر ہو کیا کہیے
تمھاری بات ہو بے اعتبار کیا سنیے — اور اپنی کہیے تو وہ بے اثر ہو کیا کہیے
دست وحشت زہو آوارہ — کہ ترا گھر مرا گریبان ہی
دل ہر صد چاک سینہ کے اندر — اور باہر مرا گریبان ہی
دیکھکر بجیہ کہیے ناصح — بندہ پرور مرا گریبان ہی

مخفی نماند حکیم دوان اگوستین ڈسلوا پرنکیز خان ابن دون جاکم البشپ ڈسلوا پرنکیز خان مخفی ہے کہ یہ شخص قوم پرتگیز اور باشندگان قدیم شہر پرتگال سے ہواسکے اجداد مین سے ایک شخص تھا علم طب مین ماہر پیڈرو نام شاہ پرتگال نے اوسکو پیڈرو ڈسلوا کہکر خطاب دیا وہ کسی تقریب سے حضرت شاہجہان آباد مین وارد ہوا محمد شاہ بادشاہ کی کسی پرستار خاص جلبانہ نام کی معرفت عہدہ طبابت پر مامور ہوا جو کہ بہانہ جوئی الطاف شاہی حقیقی سے اوس پرستار نے اوسکے علاج سے شفا پائی پیشگاہ عنایت سلطانی سے خرد مند خان خطاب اور پالکی جھالردار اور منصب ہفت ہزاری عطا ہوا پھر راجہ جیپور نے بادشاہ سے درخواست کی اور اوسکو اپنے ساتھ جیپور کو لیگیا اوسکی ذریات جیپور مین ساکن اور اگستین صاحب اس تخلص کا بھرت پور مین زمرہ علما مین منسلک ہی اخلاق اوسکے پاکیزہ اور زبان رنجتہ اوسکی شستہ کمال تعجب ہی کہ اصل و نژاد سے انگریز اور نشو و نما یافتہ جیپور کہ اوس نواح کی زبان کے الفاظ درشت کی دل کو بی بیان سے

مستغنی ہی اور اسپر زبان کی یہ صفائی اور روزمرہ ایسا پاک ہو کہ گویا یہ تازہ نہال گلزار زمین شاہجہان آباد سے سرسبز ہوا ہی یہ اشعار اوسکے سخن سے انتخاب ہوے

لگا لون کسطرح پہلو سے ٹکرا اوسکے پیکان کا
کہ مدت مین گذر دل مین ہوا ہی آکے مہمان کا

بزم مین خوب ہی چلتی تلوار
ذکر ابرو نہوا خوب ہوا

کیا غم دل خراب بنا اور بگڑ گیا
پانی کا تھا حباب بنا اور بگڑ گیا

کس جا پہنچ کے آہ تھکی دیکھیے نصیب
جسوقت رہگیا فلک پیر ہاتھ بھر

رنگ حنا مین بوے وفا کا نہین ہی نام
مفتون کے خون مین ہوبت بے پیر ہاتھ بھر

عجب تیرے کشتے کا دیوانہ پن ہی
نہ ثابت لحد ہی نہ تا رکفن ہی

مفتون تخلص مرزا کریم بخش مرحوم نبیرہ حضرت عالمگیر ثانی اور داماد سراج الدین بہادر شاہ دام ملکہ یہ اشعار اوسکے طبعزاد ہین

آج وہ دن ہی کہ ہم سبل ہین وہ خنجر بکف
دیکھتے ہین ہمد مو اللہ کی قدرت کو ہم

غیر سے ملتا ہی وہ مفتون ہمارے سامنے
کوئی دن کو کام فرماتے ہین اب غیرت کو ہم

غیر کے واسطے ہوا نا خوش
قدر تو نے ہماری کیا جانی

ملول تخلص محمد یار ساکن بچھراون مدت ہوئی کہ طالب علمی کی تقریب سے وارد دہلی اور غرور ذہانت سے شعر مین اصلاح کا طلبگار نہین یہ شعر اوسکا پسند آیا تھا سو لکھا گیا

کسکی مژگان کی چبھیڑ ہی کہ ملول
دل مین کچھ خار سا کھٹکتا ہی

ممتاز تخلص سید میان شاگرد حافظ قطب الدین مشیر یہ شعر اوسکا سنا گیا

بھول کر ممتاز کو دل دیا
جان کے دشمن مجھے کیا ہو گیا

ممنون تخلص یگانۂ عصر و وحید روزگار زبدۂ کملاے ہر دیار والی اقلیم سخنوری مالک ملک معنی پروری ہم آغوش معانی بکر ہمدوش شاہدان فکر چاشنی گیر مضامین دل نشین میر نظام الدین خلف ملک الشعرا امیر قمر الدین منت غفر اللہ لہما اوصاف اُس کامل الصفات کے حوصلۂ تحریر سے افزون اور حد تقریر سے بیرون ہین ریختہ مین ایک طرز تازہ اختراع کی اور حق یہ ہی کہ بموجب اس فحوا کے کل جدید لذیذ اوسکی لذت کے روبرو نعماے موائد قدما سے جی سیر ہو گیا پیش گاہ عنایت سلطانی سے فخر الشعرا خطاب اور دبستان لطف ازلی مین حضرت رحمن سے تلمذ کا انتساب طبیعت لآلی شاہوار سخن کی نیسان دل گوہر آبدار معنی کا عمان بلندی فکر سے کنگرۂ عرش پست اور نشۂ معنی سے اہل سخن کی طبیعتین مست شوخی غزل کے سامنے جوانون کی طبع

خجل متانت قصیدہ کے روبرو پیرون کی وضع منفعل نمک کلام ایسا کہ ہرچند اجتماع مداد کثرت
صنع کی امداد سے سعی کرے زبان قلم کا زخم الیتیام نہ پاوے اور شیرینی ادا ایسی کہ اگرچہ حیلہ حسد
طلاقت لسان کی کمک سے اہتمام کرکے چارہ خاموشی ہاتھ نہ آوے نقطہ اوسکی غزل مین سوز
وگداز کے اثر سے رنگ گل اور طراوت شبنم پیدا کرے اور دہان دوائر مضمون شور وفغان سے
ہنگامہ قیامت برپا ترا کیب فارسی کو زبان ریختہ سے ایسا ارتباط بخشا کہ کمال آشنائی سے
بیگانگی کا اثر نہین پایا جاتا اور معنی درست کو الفاظ قریب الفہم سے اسطرح جلوہ دیا کہ ہاہی روزہ
کے مانند کوتہ نظر بھی اوسکے نظارہ مین دھوکا نہین کھاتا کور سواد ان کم فہم کہ اپنے
سخن بلند کے معنی غریب اور مضامین دلفریب اور نکات باریک کو سمجھ نہین سکتے خود اوسکی
طرف التفات نہین کرتے اور ارباب فہم کہ سواد روشن اور طبع سلیم رکھتے ہین غرائب تشبیہ
واستعارات اور دور آہنگی اور تلمیح اشارات اور متانت تراکیب اور رشاقت امثالیب
اور برجستگی نکات اور بلندی ابیات مین تو کچھ سخن نہین کرسکتے لیکن اس غرض سے کہ ناسخن
دقت کی کاوش اور طبیعت رسا کا دخل ظاہر ہو کہین کہین سرقہ کے ساتھ متہم کرتے ہین
یہ بزرگوار خیال نہین کرتے کہ ایسا سخن سنج پرمایہ کہ اگر اوسکے صندوق سینہ کو واکرین گنجینہ بحت البحر
کے مقابل دوسرا خزینہ شمار مین آوے معانی پیش پا افتادہ چند کو کس امید پر زمین بیگانہ سے
التقاط کرتا اور اونسے کسب فزونی کی توقع پر اپنا خزانہ بھرتا سخن چینون کی عنان طبیعت اگر
تعصب کے ہاتھ مین نہوتی اوس کلام مین احتمال توارد کو راہ دیکر معذور رکھتے اور باقی سخن کے
لطف سے طبع انصاف کو مسرور اور اگر سرقہ کو بھی تسلیم اور اوس پاک دامن کو ناکردہ گناہ سے
ماخوذ کرین تو بھی اگر حد اعتدال سے تجاوز اور دائرہ انصاف سے خروج وقوع مین نہ آوے
تو اون دوچار شعر کے سوا باقی کلام کو دیکھین اور انصاف سے نظر کرین کہ اتنا سرمایہ کس صاحب
قدرت کو حاصل ہوا ہے غزلون کا ہجوم غزالان دشت فتن سے بیشتر قصیدون کا انبوہ کوکبہ
سلاطین سے اکثر مصرعہ ہاے رباعی سے عناصر اربعہ کے مانند ابعاد ثلثہ مشحون اور ابیات
قطعہ تضعیف بیوت شطرنج کی طرح شمار سے افزون مدت مدید تک نواح اجمیر مین عہدہ
صدر الصدوری پر مامور رہا آخر ضعف پیری کے عذر سے اوس مشغلہ سے دست کش اور
شہر شاہجہان آباد مین خانہ نشین ہوا دس گیارہ برس کا عرصہ ہوا کہ سفر آخرت اختیار کیا جناب
اوستادی مولوی امام بخش صہبائی مدظلہ العالی نے یہ قطعہ تاریخ موزون اور ہر بیت کو معانی

دلنشین سے مشحون کیا

میر ممنون از جہان بگذشت و نزد عالمے	زندگی را از ممات او بود حکم ممات
سبز بجیب عقل بردم گفت آنگہ پیر عقل	شاعر شیرین زبان ہند تاریخ وفات

دیوان فصاحت بنیان سے یہ اشعار آبدار انتخاب ہو کر سخن فہمان انصاف دوست کی نظر مین جلوہ گر کرتے ہین

اے آہ بے ادب نہ اسے آگ دے کہ ہی	دل جلوہ گاہ پردہ نشینان راز کا
بُرا مانیے مت مرے دیکھنے سے	تمھین حق نے ایسا بنایا تو دیکھا
نہ کی غمزہ نے جلادی نہ اون آنکھون نے سفاکی	جسے کہتے ہین دل اپنا وہی قاتل ہوا جان کا
الٰہی وہ جو وعدہ ہین وفا کس طرح ہونگے	نہ وان خو یاد آنے کی نہ یان شیوہ تقاضا کا
گمان نہ کیونکہ کرون تجھپہ دل جُرانے کا	جھکا کے آنکھ سبب کیا ہی مسکرانے کا
یہ سینہ ہی یہ جگر ہی یہ دل ہی بسم اللہ	اگر خیال ہی تلوار آزمانے کا
مجھے یہ درد ہی معلوم حکم بلبل بن	نہ میری خاک پہ کر قصد پھول لانے کا
نمون کی گریہی بالیدگی ہی تو آخر	دل گرفتہ نہین سینے مین سمانے کا
جھکی نگہ مین ہی ڈھب پرسش نہانی کا	حیا مین زور دیا رنگ مہربانی کا
گمان سے روز دل و سینہ و جگر لاؤن	تمھین تو کھیل لگا ہاتھ تیغ رانی کا
نہین بچا مرض عشق سے کوئی ممنون	ہین دریغ بہت ہی تری جوانی کا
تا عدم ہی شورا پنی آہ کی تاثیر کا	ہی سویدائے دل عنقا ہدف اس تیر کا
خفتگان خاک کے سر پر قیامت ہو گئی	غالبًا ہنگامہ پھر اوٹھا کسی رفتار کا
جس برق نے جلا کے کیا خاک طور کو	روکش ہی اوس سے حوصلہ اپنی گیاہ کا
سہل ہوا ہی لب پہ ہر حرف آرزو کا	ہی زور رنگ تیرے کشتون کی گفتگو کا
چکے ہی نیم تبسم پہ خون بہا اپنا	ہمارے قتل پہ کیا ہی سبب تامل کا
رہے ہی روکش نشتر ہر آبلہ دل کا	یہ حوصلہ ہی کوئی بلبلے حوصلہ دل کا
سمان ہی خون چپ و راست دونون آنکھون مے	جگر کا سوچ جدا فکر ہی جدا دل کا
تیرے قامت نے کیا خوب ہی سیدھا اوسکو	سرو گلشن کو بہت دعوے رعنائی تھا
بد گمانی سے ڈرا ور نہ لیا تیرا جو نام	دیکھتا بوسے کی خاطر مین لب دلالہ تھا

کھل چلے ہین کیا نقاب پیرہن کے بند کیا
ایک پردہ شرم کا تھوڑا سا حائل رہ گیا

غنچہ کو اوسکے آگے تھا لاف خوش دہانی
کچھ جو وہ بول اوٹھا تو کیسا جواب آیا

تمام وہ دہون معلوم کچھ نہین کہ کہان
ترے نہ رنگ نے کی ہر تن نزار مین جا

اللہ ری گاوگاو کہ ہر ہر نفس کے ساتھ
الماس ریزہ تھا کہ نیا زگلو ہوا

پردہ کس چہرہ سے تھا رات وہ اوٹھ اوٹھ جاتا
پرتو اک برق کا سا شامل مہتاب رہا

کیا تب دل ہی تو خاک کہ تربت پہ مری
تمنا یا سا رخ لالۂ شاداب رہا

تھا حسن مین نہ رنگ ادا کا نہ ناز کا
یہ نقش یادگار رہی آئینہ ساز کا

شغل شب فراق یہی تھا کہ دھیان مین
اک اک شکن گنا تیری زلف دراز کا

ہائے کس سوختہ کی نبض پہ رکھی انگشت
کہ مسیحا کو بہت ہاتھ جھٹکتے دیکھا

کل وصل مین بھی نیند نہ آئی تمام شب
اک بات بات پر تھی لڑائی تمام شب

کس بے ادب کو عرض ہوس ہر نگہ مین تھی
آنکھ اوسنے بزم مین نہ اوٹھائی تمام شب

ہائے بیکاری وحشت کہ رکھین مشغلہ کیا
نہ تو دامان ہی ثابت نہ گریبان درست

ایک دل تھا کہ ذرا اوس سے رہے تھے ہین باتین
تم غلط کرنے کو وہ بھی نہ ہوا یا قسمت

شب وصال کا جو دم ہی سو غنیمت ہی
سفیدۂ سحری آج مت شتاب چمک

مختصر تخلص میان جان خان ساکن معمورہ کوٹلہ جسکی زمین برکت قدم فیض توام محرم نبی دم علت غائی وجود عالم صلے اللہ علیہ وسلم سے عرش برین پر ناز رکھتی ہی مرد فہیم اور صاحب علم سلیم تھا طوطی بجانے مین کوس صاحب قرانی اوسکے نام پر آواز دیتا تھا چند سال ہوے کہ عندلیبان گلشن فردوس کے دم کشی کی شوق مین دشت عدم کو راہی ہوا کبھی کبھی شعر گوئی کی طرف بھی متوجہ ہوتا تھا یہ اشعار اوسکے افکار سے ہین

ہمیشہ خانۂ زندان ہی مین رہا لیکن
برنگ نالۂ زنجیر مین سفر مین رہا

اوٹھا دیا جو نقاب اوسنے اپنے عارض سے
چراغ طور سا روشن ہمارے گھر مین رہا

مختصر مرنہ گیا ہائے شب ہجر مین تو
سامنے اوسکے پڑا تجھکو پشیمان ہونا

مختصر تخلص منشی مول چند قوم کائیتھ شاگرد ازلی شاہ نصیر مرحوم اور ملازم ابدی سرکار فیض آثار سلطانی حضرت شاہ عالم بادشاہ کے حضور مین قصائد مدحیہ پڑھتا رہا شمیر زبانی کو اردو مین نظم کیا ہی عرصہ بعید ہوا کہ عالم باقی کی طرف رحلت کی یہ اشعار اوسکے افکار سے ہین

مائل اوس رخ کا کب آئے گل کے سایہ کے تلے
محو کا کل جاے کب سنبل کے سایہ کے تلے
زیر شمشیر گان جون مسافر ای سر شک و لخت دل
ایک دم کاٹ دو مل جل کے سایہ کے تلے

منصف تخلص مرزا احمد بخش بہادر خلف مرزا نجبتہ بخت بہادر مرحوم ابن حضرت فردوس منزل شاگرد حافظ عبد الرحمن خان احسان علیہ الرحمۃ والغفران یہ اشعار اوسکے افکار سے ہین

نرکھ یا د زلف سیہ فام ای دل
یہ لا وگی سر پر بلا یا د رکھنا
ہمیشہ تو با تین بنا تا ہی مجھ سے
یہ با تین تو ای بے وفا یا د رکھنا

منعم تخلص منشی موہن لال قوم کائیتھ شعر فارسی کہتا تھا مدت ہوئی کہ انتقال کیا یہ چند شعر اوسکے اشعار سے انتخاب ہوے

چہ رنگ و بو کہ دل غنچہ در نہان دارد
بود بہار دگر عالم خموشی را
ہنوز خاک زیارتگہ غزالان است
شہید غمزہ چشم کرشمہ دان ترا
نظر کن نقطہ بر دل سخت منعم
کہ سنگ فسان ست تیغ جفا را
زقید پیچ و تاب زلف او فرصت کجا منعم
اسیر حلقہ دل بستگی باشد فراغ ما

منعم تخلص منکند لال قوم کائیتھ شاگرد پنڈت نرائن داس ضمیر تخلص محکمہ صدر الصدوری شاہجہان آباد مین عہدہ پروانہ نویسی پر مامور ہی گاہ گاہ شعر ریختہ کہتا ہی یہ شعر اوسکے کلام سے ہی

ہوا جسدم خرامان وہ پری پیکر گلستان مین
ہر اک گل آنکھ نیچی کر رہا تھا جو چمن مین تھا

منیر تخلص وجیہ الدین مہین پور شاہ نصیر مرحوم مرد خوش اسلوب وجاہت ظاہری سے بہرہ ور طبع تلاش معنی مین رہ براہ عرصہ بعید ہوا کہ عالم فانی کو پدرود کیا یاران ہمرنگ اوس گرم صحبت کی مہاجرت سے آج تک داغ الم کو سینہ ودل پر تازہ رکھتے ہین یہ اشعار اوسکے افکار سے ہین

ای عزیز و ذقن یار سے کیا چاہتے ہو
چاہ مین دیدہ و دانستہ گرا چاہتے ہو
دلا پر درد کھاوے مانگ اوس شوخ سے کیا
مجھے یا کوٹ دے میر کھرل مین ہنگ ہوا کی
بنا سرمہ کا دنبالہ قریب چشم گلرو ہی
زبان باہر نکالے حسن کی گومی سے آہو ہی

موج تخلص سرانیدہ بے مثل و عدیل خدا بخش نام ساکن اکبر آباد اگرچہ پیشتر اقسام سرائندگی سے ماہر تھا اور گانے پر قدرت تمام رکھتا تھا لیکن قوالی و مرثیہ خوانی مین مصروف اور انمین

دوامرمین اطراف واکناف مین مشہور تھا آوازمین درد اور سرمیدگی مین اثر ایسا تھا کہ پتھر کا دل پانی ہوجاتا یہ اثر فقط مہارت فن کا طفیل نہ تھا بلکہ گداز دل اور سوز سینہ کے بدولت تھا اور یہ سوز وگداز عارفان باکمال کی صحبت کیمیا خاصیت سے حاصل ہوا تھا گاہ گاہ ریختہ کہتا تھا

یہ دو شعر اوسکے زبان خلق پر ہین

جسکی فرقت مین ایک آن گوارا ہی نہین
وہ کسی طور جو دیکھا تو ہمارا ہی نہین

بحر عشق کے اے موج تو زنہار نہ پیر
یہ وہ دریا ہی کہ جسکا کنارہ ہی نہین

مؤزون

مؤزون تخلص مرزا قادر بخش خسرو پور صابر ہمچیدان مرد قابل اور مسائل علم عروض قوافی سے واقف ہی شعر کی اصلاح کبھی حضرت احسان مرحوم اور کبھی احقر سے لی ہی یہ اشعار اوسکے طبعزاد ہین

خموش ہوکے بھی گویا کہ ہم نہین خاموش
یہ دل بغل مین ہی موجود گفتگو کے لیے

نگہ جو پار ہی سیرے جگر کے غیرون کو
ہوئی ہی تار دل چاک کے رفو کے لیے

مومن

مومن تخلص سخن سنج بے عدیل محمد مومن خان مرحوم غفر اللہ لہ زمین سخن اوسکی بلندی فکر سے رشک افلاک اور اوج فلک اوسکی علو طبع کے مقابل پستی خاکس عروس معنی اوسکے حجلہ طبع مین شوخ و برجستہ راز غیب اوسکے سینۂ قلم مین سررشتہ خامہ اوسکی سوز معنی سے مخمل طور اور ورق اوسکے فروغ مضامین سے مطلع نور مصرع آہ اوسکی غزل عاشقانہ مین تضمین اور امرار یقین اوسکے ابیات عارفانہ مین گوشہ گزین سخن سنجان عصر ہر چند بالا دوئی فکر سے عرش تاز تھے لیکن جو کہ یہ والا نگاہ اپنی ہمت عالی کے اوج سے سبکے احوال پر نگاہ کرتا تھا ہر سر بلند اوسکو پست اور ہر بزرگ اوسکو خرد نظر آتا اور وہ بے تصنع اوسکا نام اوسی پندار کے موافق زبان پر لاتا اور ہر چند مساحان اقلیم کمال منازل دور و دراز طی کرکے نشیب و فراز سے واقف اور راہ بے راہ سخن سے آگاہ تھے لیکن بسکہ یہ چابک خرام کمال بیشن بینی سے مراحل بیشمار باقی پاتا تھا اونکو کاہل قدم اور شکستہ پا جانکر بے اختیار ریشخند کرتا اور اون تیز قدمون کو نقش پا سے نارساتر بتاتا جو کہ کوتاہ بینان روزگار اس والا پایگی اور علو ہمت سے آگاہ نہ تھے اوسکی نگاہ کو عیب بین اور اوسکی زبان کو خردہ گیر تصور کرکے زبان سرزنش باز اور طومار شکوہ دراز کرتے ایک دیوان ضخیم کا صنائع سخن پر مشتمل اور اوسکے سامنے فصاحت ہیچمدانی خجل ہی اور مثنویات متعددہ مثل قصہ غم اور شکایت ستم قول صمیم اور لفت آتشین اوس فادر کلام سے صفحۂ روزگار پر یادگار ہین

ہر چند زبان اردو مین تو علم یکتائی بلند ہی تھا لیکن کمال مہارت فارسی سے کو مس لمن الملک کی صدائے ہندسے فارس تک پہونچکر طوطی ہند دلیل شیراز کو دم بخود کر دیا تھا غزل ہاے فارسی کا غذ پارہ ہاے پر اگندہ پر مثبت اور بافعل محبت طبعی اور قرابت قریبہ کے تقاضے سے اوسکی تبییض میر عبد الرحمن آہی تخلص خلف میر حسین مسکین کے عہدۂ اہتمام مین ہی اور جو کہ وحید عصر نسیج دہر جالینوس زمان بقراط اوان حکیم احسن اللہ خان سلمہ الرحمن کو شفاے مرضی کے اہتمام سے قدم بڑھا کر احیاے اموات اور معجزہ مسیحائی کی ترویج پیش نہاد ہی قریب ہی کہ وہ دیوان منصہ طبع مین جلوہ گر ہو کر شہرت تمام پیدا کرے اتفاقاً قضا و قدر سے ایک روز ایک مکان کے بام بلند پر عروج معنی کے تصور مین تھا کہ ناگاہ لغزش پاسے اوج سخن سے پستی زمین کی طرف مائل اور اس مضمون پیش پا افتادہ کی جانب متوجہ کیا ہر چند اوس بام کی بلندی چند ان پایہ نہ رکھتی تھی لیکن کچھ آسمانکی کجروی اور کچھ زمین کی ناہمواری سے دست و بازو مین ضرب شدید پہونچی اوس شدت الم مین اس حادثہ جانکاہ کی تاریخ یہ پائی گویا اوس کو تھے سے پانون کا پھسلنا بام معنی کا نردبان تھا

مومن فتاد از بام گفتم چہ رفت گفتا	خود با خروش گفتم شکست دست و بازو
گفتم کہ بایدت گفت تاریخ این مصیبت	گفتا خموش گفتم شکست دست و بازو ۱۲۱۴

چند ماہ انواع شدائد نے وہ رنج دیا کہ اوٹھکانا حد بشر سے خارج تھا آخر الامر اوسی سال مین کہ بارہ سو اڑسٹھ ہجری تھے سفر آخرت اختیار کر کے وابستگان جگر فگار کے دل کو رنج اور داغ مین مبتلا اور حوران فردوس کو سعادت استقبال سے مستعد کیا اس امر ناگزیر کے کئی مہینے بعد نواب مصطفےٰ خان بہادر شیفتہ تخلص کہ انسان صورت و ملک سیرت ہین رویا صادقہ مین دیکھتے ہین کہ گویا مومن خان کا خط آیا ہی اور اوسکے خاتمہ پر خط سبز سے مرقوم ہی مومن اہل الجنۃ وسعت رحمت سے کیا بعید ہی کہ جوش دریاے مغفرت نے اوس مستحق کرامت کے دامن کو لوث عصیان سے پاک کر دیا ہو صدق اللہ عزوجل قال عذابی اصیب بہ من اشاء ورحمتی وسعت کل شی

ابر رحمت سخت بے پروا خرام ست ای صدف	تا کدامی قطرہ اینجا باز گرداند عنان

اس سانحہ عبرت افزا کی تاریخ ہی وہ مصرعہ جو میر حسین مسکین کی سال وفات اوس سے معلوم اور اوسی کے ذکر مین مرقوم ہی مرزا اسد اللہ خان غالب نے اس رباعی کی عبارت مین

اظہار الم اور اس نظم کے پیرایہ مین افشاے غم کیا

شرط است کہ روے دل خرشم ہمہ عمر | خونابہ برخ ز دیدہ پاشم ہمہ عمر
کافر باشم اگر بہ مرگ مومن | چون کعبہ سیہ پوش بناشم ہمہ عمر

راقم آثم بھی از بسکہ مومن جنت نصیب سے رابطہ محبت کا مستحکم رکھتا تھا فکر تاریخ مین میسر ہوا ناگاہ معدن ضمیر سے ایک لعل آبدار اور ایک گوہر شاہوار ہاتھ آیا

برلب کوثر و تسنیم بر فت | تشنۂ جام محبت مومن
گفت تاریخ وفاتش صابر | یافت مقبولی جنت مومن ۱۲۶۸ھ

اجودھیا پرشاد صبر تخلص نے ماتم مومن خان مادہ تاریخ پایا اور خوب پایا اور محمد نثار علی صدق تخلص نے بھی ایسا ایک مادہ پایا ہی کہ اوس مادہ سے پایہ مین کم نہین

مومن آباد کرد خلد برین ۱۲۶۸ھ

اب چند شعر لکھکر ماتم مومن خان مرحوم کو تازہ اور اس الم کو بے اندازہ کرتا ہی اور سخن کی بیکسی پر نالہ اور معنی کی مظلومی پر نوحہ سر کرتا ہی

فارسی

غواہم از درد فراق تو بفردا نرسم | خوش کنم خاطر از وعدہ پشیمان ترا
گر بجان من جان تفتہ دلت مے سوزد | ہم نفس کو اثر آہ شرر افشان ترا
سودا شگون زناخن بالیدہ ام گرفت | بند قباے تنگ تو وا میکنیم ما
نہ از کین مے شگافد آن ستمگر سینۂ مارا | کہ بہر آرزوے خویش خالی میکند جا را
بود گر گوشہ چشمے ز تو دیگر نگہدارم | توان ناتوان را تسکیب ناشکیبا را
چسان بزنالہ ام گوشے نہد بیدرد میدانند | محبت ہاے پنہان را شکایت ہاے پیدا را
پری روئے بدنیا خواہم و حوریے دران عالم | زبون بود ست طالع مختصر کردم تمنا را
خوش نیست دورہ چرخ و مہ و آفتاب را | از تو بنا نہید جہان خراب را
باشد سزاے وصل تو عاشق نہ بوالہوس | اے آنکہ فتنہ و بلائے بیا بیا
بہر فتنہ کشد تنگ در کنار مرا | ربودہ خواب در آغوش روزگار مرا
بگوئی قتل مومن از براے ترک دین کردم | جواب آموز مشاطہ مرو زیر سخنہاے فردا را
باین طپیدن دل رستن گمان دارم | خیال طاقت دیروز کردہ ام امشب

فریاد ازین سادہ دلیہا کہ فغانم — ہر شام فزاید کہ اثرے کنم امشب
مرد مرد نتوانم گرفت دامانت — بجائے کہ طپیدن بصبر مانند است
مومن آہنگ خرم کرد زبیداد بتان — بس بجان آمدہ شاید دو سہ منزل برود
گل زد صلائے دیدہ ام از داغ دل خون کردمش — آمد بامیدم طرب از یاس محزون کردمش
تو خوش کہ دل بردی زمن من غوش کہ از روز ازل — جان دشمنے در خانہ بود از خانہ بیرون کردمش
گر دل بکف آوردہ اکنون پے جان باش — زین پیش کہ بودی بمرادم بہ ازان باش
ترسم کہ بے تو میرم و گوید بلبعنہ غیر — جانے سپردہ ور کشاکش برآمدہ
من بے تو چنان کہ کس مبادا — تو بے من بے قرار چونے

ریختہ

اوس کوچے کی ہوا تھی کہ میری ہی آہ تھی — کوئی تو دل گی آگ پہ پنکھا سا جھل گیا
اوس نقش پا کے سجدہ نے کیا کیا کیا ذلیل — مین کو چلہ رقیب مین بھی سر کے بل گیا
تجنے سے نہ کہنے کی تکلیف دے مجھے — مومن بس اب معاف کہ یان جی بہل گیا
یہ ناتوان ہون کہ ہون اور نظر نہین آتا — مرا بھی حال ہوا ہی تری کمر کا سا
خبر نہین کہ اوسے کیا ہوا پر اوس در پر — نشان پا نظر آتا ہی نامہ بر کا سا
ایسی لذت خلش دل مین کہان ہوتی ہی — رہ گیا سینہ مین اوسکا کوئی پیکان ہوگا
کیا سناتے ہو کہ ہی ہجر مین جینا مشکل — تمسے بے رحم پہ مرنے سے تو آسان ہوگا
درد ہی جان کے عوض ہر رگ و پے مین ساری ہی — چارہ گر ہم نہین ہونیکے جو درمان ہوگا
کمی نہین ہی یہ چپ لذت ستم سے کہ مین — حریف کشمکش نالہ و فغان نہوا
معشوق سے بھی ہمنے نبا ہی برابری — وان لطف کم ہوا تو یہان پیار کم ہوا
ذکر بتان سے پہلی سی نفرت نہین رہی — کچھ ا بتو کفر مومن دیندار کم ہوا
پچھلی کی شب شام سے مین سو گیا — جاگنا ہجران کا بلا ہو گیا
ای چارہ گرو قابل درمان نہین یہ درد — ورنہ مجھے سودا ہی کہ مین کچھ نہین کہتا
کچھ سنکے جو مین چپ ہون تو تم کہتے ہو بولو — سمجھو تو یہ تھوڑا ہی کہ مین کچھ نہین کہتا
پچھلا جوش جنون جانب صحرا افسوس — جب مرے کوچے مین آکر وہ پریزاد رہا
کیا تمنے قتل جہان اک نظر مین — کسی نے نہ دیکھا تماشا کسی کا

ہمارے خونبہا کا غیر سے دعوی ہی قاتل کو
یہ بعد انفصال اب اور ہی جھگڑا نکل آیا

کوئی تیر اوسکا دل مین رہگیا تھا کیا کہ آنکھون سے
ابھی رونے مین اک پیکان کا سانکڑا نکل آیا

کیا مرتے دم کے لطف مین پنہان ستم نہ تھا
وہ دیکھتے تھے سانس کو اور مجھ مین دم نہ تھا

مومن دیندار نے کی بت پرستی اختیار
ایک شیخ وقت تھا سو بھی برہمن ہو گیا

راز نہان زبان اغیار تک نہ پہونچا
کیا ایک بھی ہمارا خط یار تک نہ پہونچا

جان و دل پر لشکر آرائی تھی جوش یاس کی
مفت اس بلوے مین شب خون تمنا ہو گیا

عاشق نہو کہین کہ اونھین قتل غیر مین
مشکل بنی کچھ ایسی تساہل نہو سکا

ہجر بتان مین مجکو ہی مومن تلاش زہر
غم پر حرام خوار توکل نہو سکا

تھی وصل مین بھی فکر جدائی تمام شب
وہ آتے اور نیند نہ آئی تمام شب

ہم تو بچتے نہین تا شام وہ آتے تو کیا
اے دعاے سحری منت تاثیر نہ کھینچ

ہوتے ہین پائمال گل اے باد نوبہار
کس سے اوڑائی تونے یہ رفتار کی طرح

شاید کہین تونے بھی اوسے خواب مین دیکھا
آنکھین تری اے بخت ہین کیون آٹھ پہر بند

میرے مرنے سے بھی وہ خوش نہوا
جی گیا یون ہی رائگان افسوس

تھا عجب کوئی آدمی مومن
مر گیا کیا ہی نوجوان افسوس

موت بھی آنہ پھری پاس ہمارے شب ہجر
سچ تو یہ ہی کہ برے وقت مین کیسا اخلاص

افلاس سے کھایا کیے غم سبز خطون کا
افسوس کہین زہر بھی ہمکو نہ ملا قرض

کس ضبط پر شرارفشان ہی فغان شمع
اک برق تھی جو لال نہوتی زبان شمع

دیکھا ن تاب رخ اوریان آتش دل
جدھر دیکھو اودھر ہی جلوہ گر آگ

کوئی سنتا ہی نہین بکتا ہی کیون دیوانہ وار
میرے دل کے ساتھ ناصح کا بھی کیا جاتا ہی دل

ٹھانی تھی دل مین اب نہ ملینگے کسی سے ہم
پر کیا کرین کہ ہوگئے ناچار جی سے ہم

اتنی بھی دیر آنے مین کیا جانے کیا بنے
پھینکا ہی جذب شوق نے یوسف کو چاہ مین

آبرو رہ گئی مرنے کی کہ روتے تو ہین وہ
اشک شادی ہی سے گو چشم کو نم کرتے ہین

یہ طاقت ضعف مین بھی ہی فغان کو
کہ دے پٹکے زمین پر آسمان کو

وفا سکھلا رہیگا دل ہمارا
تمھاری خاطر نامہربان کو

شب غم کا بیان کیا کیجیے
ہی بڑی بات اور چھوٹا منھ

نجانے کیون دل مرغ چمن کو سیکھ گئی — بہار وضع تری مسکرا کے آنے کی
ہر ایک خلق کا خون سر پہ اشک خون کے مرے — سکھائی طرز ادا سے دامن اوٹھا کے آنے کی
اف ری گرمی محبت کہ ترے سوختہ جہان — جس جگہ بیٹھ گئے آگ لگا کر اوٹھے
چھٹ کر کہان اسیر محبت کی زندگی — ناصح یہ بند غم نہین قید حیات ہی
پیغام بر رقیب سے ہوتے ہین مشورے — سنتا نہین کسیکی یہ کہنے کی بات ہی
مومن ایمان قبول دل سے مجھے — وہ بت آزردہ گر نہو جائے
چارہ گر اوسکی خطا کیا مرے تن مین نرہا — خون اتنا کہ سر نشتر فساد بھرے
کرتا ہی قتل عام وہ اغیار کے لیے — دس بیس روز مرتے ہین دو چار کے لیے
اک نظر دیکھے سے سر تن سے جدا ہوتا ہی — بے جگہ آنکھ لڑی دیکھیے کیا ہوتا ہی
چشم خونبار مری آپنے تلوون سے ملی — ورنہ ایسا بھی کہین رنگ حنا ہوتا ہی
جان بلب ہون خبر وصل سنا دے قاصد — لب ہلانے مین ترے کام مرا ہوتا ہی
ہوکے آزردہ پشیمان ہون کہ مین جسسے کہون — وہی کہوے کوئی ایسے سے خفا ہوتا ہی
ہو نہ بیتاب غم ہجر بتان سے مومن — دیکھ دو دن مین بس اب فضل خدا ہوتا ہی
کیونکر یہ کہین منت احد انکرینگے — کیا کیا نہ کیا عشق مین کیا کیا نکرینگے
جھنجھلاتے ہو کیا دیجیے اک بوسہ دہن کا — ہو جائینگے لب بند تو غوغا نکرینگے
عیش مین بھی تو نجاگے کبھی تم کیا جانو — کہ شب غم کوئی کسطرح سحر کرتا ہی

مہجور تخلص مرزا ہدایت علی مرحوم ابن مرزا احسن الدین مغفور ابن حضرت عالمگیر ثانی صابر ہمدان کے برادر عم زادہ اور مرثیہ خوانی مین ماہر اور شعر گوئی مین حافظ عبدالرحمن خان احسان کے شاگرد تھے یہ شعر اونکے نتایج طبع وقاد سے ہی

یقین میرے مرنے کا آیا نہ اونکو — کہا ہو گیا ہی کچھ آزار دیکھو

مہجور تخلص کرپا رام خلف لالہ شوقی رام سررشتہ دار محکمہ فوجداری شاگرد منشی کیول رام ہشیار تخلص نوجوان نیکنام خوش طبع راستی کیش ہی اشعار فارسی کی فکر کرتا ہی یہ شعر اوسکے افکار سے ہی

با آن عجستہ پی کہ ز ما گوشہ گیر بود — ربطے بہم چو تیر و کمان کردہ ایم ما

مہر تخلص مہر علی پسر میر شہاب الدین ساکن قدیم شاہجہان آباد کتب فارسی مین بقدر ضرورت روشن سواد ہی سخن گوئی کی بنا بے مشورہ بلند کرتا ہی یہ دو شعر اوسکے افکار سے ہین

اوڑ گیا نور ترے سامنے ہر گل کا تو مین
یک قلم باغ کو ایک تختۂ سوسن سمجھا

خاک ہونے پہ بھی محرومی قسمت نہ گئی
نہ تو سر سبز ہی ہوا اور نہ غبار دامن

مہر تخلص مرزا حاتم علی شاگرد شیخ امام بخش ناسخ ہر چند اصل مین سکنائے لکھنو سے ہی لیکن مدت ہوئی کہ مقیم اکبرآباد ہی ضبط قوانین انگریزی کے وسیلہ سے سند عہدہ منصفی کے حصول سے کامیاب اور بعد کچھ مدت کے چنار گڈھ ضلع میرزاپور مین عہدۂ منصفی پہ مامور ہوگیا مامور ہی کے وقت یہ شعر کہا

ازبسکہ سوز ہجر سے خوگر ہوئے ہین ہم
منصف چنار گڈھ کے مقرر ہوئے ہین ہم

بہرکیف سلیم الطبع اور تیز فکر ہی یہ شعر اوسکے نتایج افکار سے ہی

ہوئی تمام رات بسر پیچ و تاب مین
دل پھنس گیا ہی زلف شکن در شکن مین آج

میکش تخلص سید احمد حسین ابن میر کرار حسین مرحوم ہر چند بنام میکش ہی لیکن حقیقت مین مرد دست کش ہی جوان خوش اخلاق ظریف طبع اور حین شباب مین متانت پیری سے بہرہ ور فن سخن کو مرزا اسد اللہ خان غالب تخلص سے اکتساب کیا اشعار اوس خوش فکر کے باوصف تلاش کے بہم نہ پہونچے اس ایک شعر پر کہ ایک دوست کی زبان سے مسموع ہوا تھا قناعت کی

گفتمش وی کہ میرفتی خرامان سوے باغ
گفت میکش بودہ باشد کان گرفتار من ست

باب النون

نادان تخلص مولوی محمد بخش ساکن بریلی اول اوستاد تخلص تھا پھر شہیدی کے حلقۂ شاگردی مین قدم رکھکر تبدیل تخلص صورت پذیر ہوئی علوم درسی سے آگاہ اور عروض و قافیہ مین ماہر دو تین شعر اوسکے افکار سے انتخاب ہوکر مرقوم ہوے

بار احسان تو رہا قاتل کا گردن پر مری
کب سبکدوشی ہی گو تن سے سر جاتا رہا

پھر رہی زندان مین ہوا بعد رہائی
زنجیر مین انداز ہی زلفون کی شکن کا

جب خواب مین ملنے کا کہا حال تو بولا
جاوے نہ اولٹ خواب کی تعبیر کسی کی

نادر تخلص شنکر ناتھ پنڈت کشمیری مرد قابل علوم رسمی اور فنون متداولہ سے آگاہ اور نظم و نثر فارسی مین صاحب دستگاہ تھا صنائع شعر خصوصاً صنعت معما مین مہارت تام اور عروض و قافیہ مین قدرت تمام رکھتا تھا اس تخلص کا اختیار کرنا بھی اوسکی تیزی فکر اور رسائی طبع اور حدت ذہن پر دال ہی کہ وہ ایک نکتہ لطیف ہی کشمیریون کی اقوام اوس صاحب طبع کی قوم کا لقب شاہ ہی

ان دونون لفظ کی ترکیب سے نادر شاہ حاصل ہوتا ہی ہر چند انشا نثر مین بیشتر صرف اوقات کرتا لیکر
گاہ گاہ نظم فارسی کی طرف بھی ملتفت ہوتا تھا باوجود کم مشقی کے سخن اوسکا متانت سے خالی نہین
چند سال ہوے کہ جہان فانی سے انتقال کیا یہ اشعار اوسکے نتایج افکار ہین

ما را بسیر لالہ و گل دل نمے کشد	اے چہرۂ بہار فریب تو باغ ما
ما ہیچ کردہ باد درین دشت گم شدیم	نادر برو برو کہ نیابی سراغ ما
لالہ زاری گل کند از دیدۂ خون بار ما	مست گردد عندلیب از نالہاے زار ما
بے سبب آزردن آزادگان رسم کجاست	اے بقربان تو نادر بگذر از آزار ما
جز درد تو نیست در دل زار	این ست بعشق حاصل ما
دل خون کن روشنان افلاک	یک جلوۂ ماہ کامل ما
رفتی و ز خود فتم ای برق عنان باز آ	گل بے تو نمے خندد ای سرو روان باز آ
مر اطرف چمن جانا نہ مستانہ بایستے	نہ چشم نیم مستش ساغر و پیمانہ مایستے

نازنین نظر فہمان اداشناس کی نظر مین مخلص ہمدم زاعلی بیگ نام جوان خوش اسلوب رشید
توان برز و قوت سہراب طاقت کا کہ نازنیان کشور جمال اوسکے حسن یوسفی پر اگر زلیخائی کا دم بھرین
کچھ دور نہین اور نازک نہالان گلشن حسن اوسکے گل رخسار کی نازکی سے آگر آپکو غنچہ پر گریز تصور کرین
تو کیا عجب ہی اوسکے خم کے آگے زور آزمایان ورزش خانۂ طاقت کا سر جھکتا ہی اور اوسکے نعرۂ
مردانہ کے سامنے شیر صولتان ہیبت شجاعت کا دم بند ہوتا ہی اور یاران آدا فہم اور حریفان ادا
شناس جانتے ہین کہ نازنین نام ہی اوس حیلہ آفرین شعبدہ ایجاد کا کہ نازو انداز و غمزہ و لطف
وعشوہ سازی گاہ عشاق بے قرار سے لطف کے پردہ مین جان کا خواہان ہونا اور گاہ اغیار نامحرم
کی بغل مین بے تکلف سونا کبھی اشارات مختصر مین دفتر دفتر مطلب یعنی سراغ دولتخانہ محبوب کا صحیح
ذہن نشین ہونا اور نصف شب مین راہ راست سے نہ بھٹکنا اور کمند اندازی کے وسیلہ سے گھر مین کودنا
اور پھر حصول مقصود کے واسطے کسی گوشہ عافیت کو تاکنا اس خوبی سے ادا کرنا کہ دلدادہ ہوش
باختہ باوجود اختلال حواس کے جون کا تون سمجھے اور کبھی ایک تھوڑی سی بات کو داستان
داستان عبارت مین اس اولجھاؤ سے بیان کرنا کہ بے چارہ اگر تمام عمر سر پٹکے مطلب کو نہ پہونچے
کبھی ایسی رکھائی سے تیوری چڑھانی کہ چند سالہ آشنائی کا ایک آن مین کوسون تک پتا
نہ ملے اور کبھی اس دل آویزی سے بات کرنی کہ بیگانہ سا بیگانہ ایک دم مین برسون کا دوست

سمجھنے لگے ایک چولی کے مسکنے پر ہزار جامدانی کی ملیاری مین عاشق کو لوٹنا اور ایک قدم رفتار پر اظہار نزاکت سے بیچارہ نازنین کو بوٹہ صبر مین گلانا اور اسیطرح کی اور نیرنگ سازی وشعبدہ بازی ایک گل ہی او سکے گلزار تعلیم کا اور ایک برگ ہی او سکے چمن زار تفہیم کا یعنے جب وہ مشاطۂ حجلہ گاہ خیال عزم تزئین پر کمر باندھتی ہی عروس زشت رخسار ہزار شاہد رعنا پر فوقیت لیجاتی ہی اور ایک دختر سادہ مزاج کڑوڑ پکی بیبی مشاطہ پر غالب آتی ہی اور اگر کوئی پوچھے کہ وہ عیار لاثانی اور زنان شوخ دیدہ کی اوستانی کون ہی تو مین بتاؤن کہ اوسکو اہل شرم وحجاب شعبدہ زنان محتالہ آور یاران بے تکلف چھنالہ کہتے ہین اگر اوسکی نیرنگی نہوتو نہ آرائش گیسو کو مشاطہ درکار ہو اور نہ حصول ملاقات کو دلالۃ الطف کو لباس غضب مین جلوہ دینا اور شوخی کو پردہ شرم مین چھپانا خود کامون کو سوجھا ہی پر لگائے رکھنا اور مفتون مزاجون کو ہزار تغافل پر اوسی اشتیاق مین دن رات پھرانا اسی کم بخت کا کام ہی پیر پنجم اسکی مکاری کے مخمس کا ایک مصرع مودون ہی اور ثریا چلتر اسکے دام تزویر کا ایک صید زبون ہی مرزا تو فقط اوسکا ترجمان اور اوسکی نیرنگ سازیون کے ساتھ ترزبان ہی باقون مین مزہ اوٹھانا اور معشوق ناآشنا مزاج سے یکرنگ ہوجانا اسی کو کہتے ہین اگر معشوق اس عاشق کامیاب کے گھٹ مین نہ سماتی مرد کے منہ مین عورت کی زبان کیونکر آتی انصاف یہ ہی کہ اس زبان کو ایسی شستگی اور لطافت سے ادا کرنا اور پھر معانی بلند اور مضامین شاعرانہ کو کسوت الفاظ مین جلوہ دینا بہت سلیقہ چاہتا ہی زبان اردو مین اودھ کی رنگینی کا رواج انشاء اللہ خان انشا تخلص نے دیا اور اوسکے بعد سعادت یار خان رنگین نے خواہ اس سبب سے کہ اونکی طبیعت خود اس صنف کلام کی طرف التفات تھا خواہ انشاء اللہ خان کے اثر صحبت سے اس نظم مین ایسی زبان آوری کی کہ گویا اوسکو اپنا شعار کرلیا اب اس عرصہ مین یار علی جانفدا حسب تخلص نے کہ اہل لکھنؤ کے نزدیک اس فن مین اوسکا علم یکتائی سماک رامح سے جانمیرا ہی کمال جانکاہی کی اور اس نظم کی مشق حد کمال تک پہونچائی راقم بیچمدان صابر کم استعداد نے اون تینون کی ریختی کو نظر غور سے دیکھا اور چشم انصاف سے ملاحظہ کیا ایسا مقام کم پایا کہ زبان ریختی کو تکلف شاعری کے ساتھ انضمام دیکر ایک مفرح دلنواز ملیا رکی ہو بیشتر تصرف عورتون کی گفتگو اور اون معاملون کے سوا کہ مرتبہ شناسان سخن کے نزدیک نامقبول اور نازک دماغون کے آگے نامعقول ہین اور کچھ نہین اور نامعقولیت سے یہ مراد ہی کہ کلام مشوش آمیز یا کلمات تہوتا نگیز

زبان قلم کو آلودہ کیا ہی یہ تو اس نظم کے گوش و گردن کا پیرایہ بلکہ اس طرز کا خمیر مایہ ہی مراد اوس سے یہ ہی کہ وہ باتین جو عورتون کو اثنائے خانہ داری مین پیش آتی ہین مثلاً کسی بہن بہنیلی کے گھر مہمان جانا یا کسی بھائی بند کا اپنے گھر بلانا خصم سے نوم چیلے کے گڑھوانے کی تمنا اور کرتی انگیا رنگوانے کا تقاضا ایسی طرح سے خرچ کیے ہین کہ اونسے کچھ لطیفہ یا نکتہ کہ شاعر خوش مذاق کو لذت وے حاصل نہین ہوتا اور مرزا سے مرزا نوش نے اون معاملات کو اس لطافت سے ادا کیا ہی کہ سامع کا جی نکلجاوے اور سننے والا کلیجا پکڑ کر بیٹھ جاوے یہ چند شعر ریختی کے انتخاب کر کے پیشکش احباب کرتا ہون کہ صدق سخن پر گواہ اور دعوے بلند پر دلیل ہو جاوین

ہوئی عشاق مین مشہور یوسف سا جوان تاکا
بوا ہم عورتون مین تھا بڑا دیدہ زلیخا کا

مین اپنے سر کو دھوتی ہون بوا اور یہ تماشا ہی
مرا بیٹھا ہی کیا خوش خوش کرون آیا تقاضا کا

مجھے کہتی ہین باجی تو نے تاکا چھوٹے دیور کو
نہین دیکھنے کی مین بھی ہان نہین تاکا تو اب تاکا

اگر ای نازنین تو دبلی پتلی کاہنی سی ہی
پھر میرا سا بدن نام خدا ہی تیرے دردھا کا

رد کنے کو مستعد کیا رات دربان ہو گیا
جان کر یہ مردوا دیکھو تو انجان ہو گیا

صحبت با مردون کو ہی ان شوخ دیدون سے بوا
چھوڑنا گھر والیون کا کیا ہی آسان ہو گیا

کوئی بیٹھا ہو تجھے ہی کام اپنے کام سے
ای نگوڑے آدمی سے تو تو حیوان ہو گیا

مین نے تو رکھا نہ تھا منھ پر ولیکن آپ ہی
سوچ کر کچھ مردوا دل مین پشیمان ہو گیا

کیونکر چاہتی نے چھوڑا جو ہمارے دن پھرے
آج آنا مردوے کیونکر ترا یان ہو گیا

بد زبانی چھوڑا تو کھو جڑ سے پیٹی کہین
چاہنے والا خصم تجھسے گریزان ہو گیا

سونا کبھی شوہر کو میسر نہین ہوتا
عورت انھین باتون سے ترا گھر نہین ہوتا

لیکے وہ خصم ہین نہین ہوتا ہی گھر اوسکا
کچھ پلے بختی کے اگر زر نہین ہوتا

کیا جانیے کیا کیسیون مین شہد گھلا ہی
گھر والیون سے خوش کوئی شوہر نہین ہوتا

کچھ ہو نہین سکتا ہی اور اوسپر ہی اکڑتا
نیچا تو نگوڑے کا کبھی سر نہین ہوتا

اے نازنین رنڈی کے لیے لڑنہ خصم سے
سر چڑھنا بہت مرد کے بہتر نہین ہوتا

وہ سالو لاجہ گوری سے ہم خواب نہین تھا
چاندی کا یہ تھیوا تھا وہ نیلم کا نگین تھا

اوڑتے تھے نرے دھوکے ہی دھوکے مین بہت سے
جن روزون مین اونکو مری عفت کا یقین تھا

رنڈی ترے کرنے پہ کوئی یار مین کرتی — پر نام ڈبونا مجھے کہنے کا نہین تھا
ایسا کسی قحبہ نے بٹھایا تھا کہ شب بھر — لیٹا تو رہا پاس پہ کوسون ہی نہین تھا

قطعات

مجھے کہے ہی ترے گھر مین شب کو یار آیا — قسم کا بھی تو موے کو نہ اعتبار آیا
پڑا ہی رہتا تھا رنڈی کے رات دن پر آج — سحر سے شام تلک گھر مین بے شمار آیا
پڑی نہو کہین اوس بد نظر کی تجھ پہ نگاہ — بوا مجھے تو ترا دھیان بار بار آیا
وہ نقد مال سمجھ کر مجھے چمٹتا ہی — مجھی پہ کھا کے کہین مردوا اودھار آیا
یہ کل بگڑ گئی ہی رہتا نہین حمل پھر — پچھتاتی مین تو آپا پہلا حمل گرا کر
گھبراؤ تم نہ باجی لڑ کر خصم سے اتنا — اک دن وہ آپ تمکو لیجائینگے منا کر
میری نماز کھوئی اس مردوے نے آکر — اوٹھی تھی اسی دوا مین کمبخت ابھی نہا کر
ایسی جوان لونڈی اسی نازنین نہ لو تم — لیجائیگا تمہارا شوہر اسے اوڑا کر
گر مرد و زن کو پاس نہین اپنی بات کا — پھر کیون یہ لیتے پھرتے ہین باجی پرائے دل
یار کرنے کی عبث مجھ پہ ہی تہمت باجی — اس ملنے مین کسیکا بھی کوئی یار نہین
اے زناخی مردوا ہی بدگمان — تو نکر باتین ہمارے کان مین
نازنین اتنا بھی ہر جائی پنا — یہ تمہارے آگیا کیا دھیان مین
روز اک دھگڑے کی ہین مہمانیان — روز رہتی ہو اسی سامان مین
بوا در گور ایسے مردے کا منہ کرون کالا — کیا جب تک نہ منہ کالا لہو ہرگز نہ وہ بہا ہے
تو مستند ہی اور مین نازنین کیونکر بھجت — موے اوجڑے نگوڑے پیٹکے چل دور ہو یا نہیں سے
رات بھر تھی وہی بات اور وہی چوما چاٹی — اے دوا ایسے ندیدے پڑ اکارے مجھے
دن چڑھے پر بھی دبوچے ہی پڑا رہتا ہی — مفت نظرون مین جنجھانی کے کیا خوار مجھے
مرد مین کیا کوئی جادو ہی کہ ہون اس سے خفا — اور بوا دیکھتے ہی آتے ہی اک پیار مجھے
چھوڑ یارون کو ہوئی تو ہون خصم پر شاکر — پر یہ بنتی نظر آتی نہین زنہار مجھے
ہمسائی آئی تھی مرے گھر مین بنی ٹھنی — انکو تو دیکھو رات اوسی پر پھسل پڑے
مجکو تو بے کلی اور اوسے رفع کی یہ لت — اچھی بتاؤ تو کہ مجھے کیونکہ کل پڑے

فوارہ کی طرح سے ذرا بھی نہ تھم سکے | تم ایک بوند پانی پہ کتنا اوچھل پڑے
کچھ بھید کھل گیا مرے شوہر پہ نار مین | جو آج مردوے کی جبین پر ہین بل پڑے
ہو کر لہولہان تو کچھ ڈر گئی تھی پر | جو زخم تھے بوا وہی دل کی دوا ہوے
دس گھر تو چھٹ چکے ہین کہان تک کہ دن خصم | کس جا بٹھاتے دیکھیے اب آسمان مجھے
علامہ بنگتی ہین اوڑا کر مرے ہی ڈھنگ | اوستانی اب سمجھنے لگین کیہان مجھے
لونڈی مری طرف سے لگا بانکر اوسے | چاہے ہی کونسا وہ موا آشنا مجھے
دیکھا ہو بات کرتے کسی سے کبھی تو خیر | طعنے بھی دیتی اچھی لگے تو دوا مجھے
اوس پاس رات نوج گئی تھی کہ صبح تک | کیا کیا بری طرح سے ملا اور دلا مجھے

ناسخ تخلص سخن سنج بے عدیل و نظیر شیخ امام بخش ساکن خاک الطافت بنیاد لکھنؤ مشاہیر شعرائے خوش سخن اور نام آوران کامل فن سے تھا اوسکی فکر سے معنی کو تاب و بہا اور اوسکی زبان سے الفاظ کو رونق و صفا ذہن کی صفائی یوسف رخان غیب کا آئینہ قلم کاشکاف ارباب کشف کا سینہ رسائی فکر گوہر وحی صندوق سینہ جبریل سے تاراج کر لیتی تھی اور صید افگنی غور نخچیر وقت کو کمینگاہ گوش قارون سے آماج کر لیتی وحشی مضمون ہنوز دام خرد مین صید نہین ہوا کہ اوسکے اندیشہ کی کمند نیم تاب کے کشاد مین صحراے عدم کی اوس سرحد مین پہونچکر حمائل گردن ہو جاتی تھی اور طلاے معانی ابتک عقل فعال قفس مین قید نہین کہ اوسکی طبیعت کی رسائی ایک پرواز مین آشیانہ غیب مطلق سے شکار کر لاتی تھی معنی پست اوسکی طبع کی اوج بخشی سے بلند اور الفاظ مکروہ اوسکے تراکیب کے حیلہ سے دل پسند اگر غریب نواز نہوتا معنی کی طرف استمداد التفات نکرتا اور اگر شاعر پروری منظور نہ ہوتی الفاظ کی اتنی رعایت نکرتا معنی متبذل اوسکے تصرف سے غریب اور اوج فلک اوسکی فکر کے سامنے نشیب گرسنہ چشمان سخن اوسکے مائدہ سخن سے زلہ برآور و صوبداران کمال اوسکی شوکت الفاظ سے پائمال اہل انصاف اوسکو اوستاد مانتے ہین اور ارباب فہم اوسکے شعر کو سحر جانتے ہین متانت مزاج سے مضامین شوخ باوجود آمد کے آورد کے محتاج اور تمکین طبیعت سے معانی برجستہ کو خلوت خیال سے دروازہ لب تک آنے مین تکلیف کی احتیاج ہر چند طریقہ مختار اوسکا تمثیل ہے اور فی الواقع اس طرز مین بے مثل و عدیل ہے شعر عاشقانہ بھی اگر بے اختیار زبان قلم سے نکل گیا ہے شعلہ شمع کی طرح سے پروانہ معشوقون کی طبع مین آتش افگن اور برگ گل کے مانند عندلیب مزاجون کو ناخن بدل زن ہے اخیر عمر مین غلبہ خرافت سے جرات کی وضع کو اختیار

اور اوسی ڈھنگ کے ابیات سے الامال لکھا ہر چند جرأت کی شاعری کا حال جیسا ہی اہل بصیرت
اور ارباب بصارت کہ کامل استعداد اور سکۂ سخن کے نقاد ہین خوب جانتے ہین لیکن جو کہ ہمیشہ مضامین
ہوس کنار اوسکے منھ چڑھے ہوئے اور مدام اوسکی فکر سے ہمکنار رہتے اور یہ اس ہوس کے دام مین
لوگ گرفتار یہ تقلید خوب بن نہ آئی اور بعض مقام مین یہ تو نازو انداز مین محو ہوا اور شاہ معنی نے
اوسکو غافل کر کے بیباکانہ جلوہ گاہ ابیات سے اپنے گھر کی راہ لی حفظت شیدا و غایت عنک اشیاء
لیکن صاحبدلان سخن جانتے ہین کہ اتنی نامسرہ کاری سے اوسکے نقد کمال کو بٹا نہین لگتا کہتے ہین
کہ ایک دفعہ بود و باش خطۂ خوش آب و ہوائے لکھنؤ سے دل گرفتہ ہو کر آباد کی سرزمین مین نشیمن
اختیار کیا لیکن بعد ایک عرصہ کے کانپور مین آیا اور وہان چندے آسایش کر کے پھر وطن مالوف مین
منزل گزین ہوا اور جبتک آغوش لحد مین آرام نہ کیا اوس گلزمین سے قدم باہر نہ نکالا اوسکے
دفتر آخرت کو تخمیناً آٹھ سات برس کا عرصہ ہوا ہمنے یہ اشعار اوسکے دیوان فصاحت سے انتخاب کر
پیشکش ارباب بصیرت ہوتے ہین

مرا سینہ ہے مشرق آفتاب داغ ہجران کا
طلوع صبح محشر چاک ہے میرے گریبان کا

کفن کی جب سفیدی دیکھتا ہون کچھ نہین یاد
تو عالم یاد آتا ہے شب مہتاب ہجران کا

یہ عشق ایسا بلا ہے بد ہے جسکا نام آفت
درختون کو سکھاتا ہے لپٹنا عشق پیچان کا

دیا میرے جنازے کو جو کاندھا اوس پری رو نے
گمان ہے تختۂ تابوت پر تخت سلیمان کا

یہ شمشیر قاتل کسقدر بیباک تھا نائخ
کہ عالم ہے دہان زخم پر تھا روے خندان کا

کیا آئینہ سے ہم اوسکے تصور مین محو تھے
کہ آیا بیچ لحد مین شور قیامت مخل ہوا

لگی محفل کی دولت بھڑکنے بجھا مجھ سے یار
رات اہل بزم کی کثرت کا احسان ہو گیا

بعد مردن بھی ہے نائخ مجھ سے چشمون کو نفع
سبزۂ تربت چراگاہ غزالان ہو گیا

ایک بوسہ کے تصور مین یہ ہوتا ہے کبود
نہین محتاج مسی کا دہن سرخ ترا

کیا اثر میری سیہ بختی کے آگے نور کا
ماہ ہے ایک خال رخسار شب دیجور کا

پاس ہون یا رون کے جبتک مجکو کہتے ہین بزرگ
خرد آتا ہے نظر انسان کو انسان دور کا

دعوی باطل سے ہو جاتے ہین اکثر نامور
شہرہ کیا بانگ انا الحق نے کیا منصور کا

رہ روان ہون مین روز ازل سے کہ محتسب
بول کے عوض بغل مین ہے شیشہ شراب کا

امید موت آنیکی تو کسکو ہے ولے
آنا شب فراق مین مشکل ہے خواب کا

راحت طلب کرون تو ملے آسمان سے رنج
حاضر ہی موت ابھی جو خیال آئے خواب کا

خوشی کا ایک دن دیکھا نہ میں نے آکے دنیا مین
رہا ہر ماہ پر مجکو گمان ماہ محرم کا

کی ادھر دل نے کشش کھینچا ادھر سفاک نے
ٹوٹ کر آخر مرے سینہ مین پیکان رہ گیا

روز روشن تیرہ بختی مین نہ دیکھا عمر بھر
شب کی شب گویا مین اس محفل مین مہمان رہ گیا

ہوگئین اسمین تمنائین مری لاکھون شہید
دل مرا شاید بنا ہی کربلا کی خاک کا

جز خجالت صحبت ممسک سے کچھ حاصل نہین
سرنگون کرتا ہی انسان کو اثر تریاک کا

آج دعوی اوسکی یکتائی کا باطل ہوگیا
بحث کرنے کو جو آئینہ مقابل ہوگیا

کہتے ہین مارا گیا بے جرم تیغ ناز سے
کوچہ قاتل مین ناسخ نام جو بے چارہ تھا

پہونچے کب گوشہ نشینون کو ضرر دشمن سے
آتش سنگ کو کچھ خوف نہین پانی کا

اگر لب سرخ ہین تو نشہ سے آنکھین بھی ہین گلگون
بتون نے کر دیا ہی ایک رنگ اعجاز و جادو کا

تو نہین ہاتا تو تجھ سے ہم بھی اب ملتے نہین
سنگدل ہمنے بھی اپنے دل کو اب پتھر کیا

حسرت دل نہین دنیا مین نکلتی ناسخ
ہاتھ شل ہوتے میسر جو گریبان ہوتا

خون رولاتا ہی سے ناسور بنا کر گردون
زخم بھی گر مرے تن پر کبھی خندان ہوتا

ای اجل ایکدن آخر تجھے آنا ہی ولے
آج آتی شب ہجران مین تو احسان ہوتا

خوب دھوکا مجھے مسی کی اوداہٹ نے دیا
دہن یار کو مین غنچہ سوسن سمجھا

نجات ہوگی عذاب حساب سے سبکو
جو پہلے روز قیامت مرا حساب ہوا

لاف زن اہل خوش آمد جو لیے پھرتے ہین ساتھ
خود فروشی مین بھی ناسخ دخل ہی دلال کا

صدمہ عشق بتان اوٹھ نہین سکتا مجھ سے
جائے دل کیون نہو سینہ مین تپش پیدا

ہرزہ گردی ترک کر گر چاہتا ہی آبرو
بنگیا گوہر سکونت سے یہ قطرہ آب کا

قصد شہادت سے غرض سو اس ادا مین ہوگئی
گونہ قاتل سے نزاکت کے سبب خنجر اوٹھا

مانع صحرانوردی پانون کی اذیت نہین
دل دکھا دیتا ہی میرا ٹوٹ جانا خار کا

کس کے عارض کے تصور مین ہون نالان آج مین
ہی دھوان مہتاب میرے نالہ شبگیر کا

مرتبہ کم حرص رفعت سے ہمارا ہوگیا
آفتاب اتنا ہوا اونچا کہ تارا ہوگیا

بھاگتی کون سی وہ بات بتون کی ہمکو
نہ کر رکھتے ہین کافر نہ دہان رکھتے ہین

وہ آدمی ہی کہ برسون کمال رہتا ہی
وگرنہ ماہ کو یک شب کمال رہتا ہی

ناصر تخلص مرزا محمد علی بیگ پسر مرزا احمد بیگ مرو شریف و نجیب اور فن شعر مین راقم تذکرہ سے مستفید یہ شعر اوسکے افکار سے ہی

ناصر نے اس مزہ سے اوٹھائی جفا کہ اب
اونکو بغیر اوسکے جفا ہی نہین پسند

ناظم تخلص میر یحیی اوسکا پدر بزرگوار شجاع الملک کے ساتھ اپنے باپ کے ہمراہ وارد ہندوستان ہوکر لدھیانہ مین مقیم اور اوس پیر تجربہ کار کے بعد بادشاہ موصوف کی قدردانی سے تحصیل آب و نان مین سرگرم خدمت رہا اور جب کابل پھر حکام وقت کی پشت گرمی سے اوس بادشاہ کا تخت گاہ ہوا وہ بزرگ افغانان ناعاقبت اندیش کے ہنگامہ مین کام آیا اون اوقات مین یہ نیک نہاد بیس بائیس برس کی عمر مین سراسیمہ ہوکر بادشاہ کے بعض اقارب کے ساتھ ہندوستان کی طرف چلا آیا اور صورت معاش کو حسب دلخواہ جلوہ گر نہ پاکر اطراف و جوانب مین گرم تلاش ہوا اور کچھ عرصہ اودھ مین بسر کی دس بارہ برس سے اقامت شاہجہان آباد اختیار کرکے خوش گزران ہی بعضے کہتے ہین کہ ہنگامہ گیر و دار کابل مین کچھ اسیا ذخیرہ اشرفی اور جواہر گران بہا کی قسم سے ہاتھ لگ گیا کہ آج تک گوشہ عزلت مین فراغ عیشی کے واسطے کفایت کرتا ہی اور خام خیالان نافہم کو یہ گمان ہی کہ جب یہ بزرگ کابل سے دوسری دفعہ ہند کو آیا اور لدھیانہ سے جہان نوردی اور تلاش معاش مین مصروف ہوا کوہستان مین کسی جوگی نے اوسکی شکستہ بالی اور بدحالی پر نظر شفقت مبذول فرماکر اکسیر اوسکو حوالہ کی بہرکیف ظاہر حال اوسکا تونگری پر دال اور وہ اپنی وجہ معاش کے تردد و تلاش سے فارغ البال ہی خامہ اوسکا زمین سخن مین جہان پیما اور فکر اوسکی اس تلاش مین رسا ہی یہ چند شعر اوسکے فرزند دلبند سید محمد جان ظہیر تخلص کی زبان سے مسموع ہوئے

رشک نے کب مجھے جیتا چھوڑا
اوسکے پیکان نے اگر چھوڑ دیا

دیکھ ہمراہون کو جون نقش قدم
ہمنے اب عزم سفر چھوڑ دیا

دل گم گشتہ کا ہمنے پیچھا
سود تھا یا کہ ضرر چھوڑ دیا

ناظم ہمون سے ملیو تو انجام دیکھکر
انسان کو چاہیے کہ کرے کام دیکھکر

نقش قدم کی طرح اوٹھا مت ہمین صبا
اس راہ مین پڑے ہین ہم آرام دیکھکر

ناکام تخلص مکرم علی فتح آبادی مرد خوش خلق اور معاملہ رس اور ذہین تھا اوائل حال مین اگرچہ زبان اردو نامربوط بولتا تھا لیکن کثرت بود و باش شاہجہان آباد و آگرہ سے کلام کو

مہذب اور شایستہ کر لیا موزونی طبع اور صحبت موزون طبعان سخن سنج سے ریختہ گوئی کی طرف متوجہ ہوا دو شعر اوسکے سنے گئے

مبادا نخل چمن سے ہو آشنا گلچین	کھلا نہ گل کہ کہین مین ہرا ہو صبا گلچین
دراز کیجیو مت ہاتھ دامن گل تک	سنے گا کیا کہین بلبل سے کچھ برا گلچین

نالان تخلص منولال کھتری ساکن شاہجہان آباد ہے مگر اب فکر معاش اوسکو اطراف ہندوستان مین سرگردان رکھتی ہے شعر اوسکے اشعار سے منتخب ہوا

کہتے ہین تیری گلی مین اک جوان مارا گیا	دیکھ تو ہے بے خبر جا کر کہین نالان نہ

نالان

ہمی تخلص مبارز الدولہ نواب مرزا حسام الدین حیدر خان بہادر مرحوم امرائے نامی اور روسائے گرامی شاہجہان آباد فرحت آثار اور والی لکھنؤ کے قرابتیان صاحب اعتبار سے تھا فن سخن کو میر مستحسن خلیق سے کسب کیا قدر شناسی سخن سے تا دم زیست اہل کمال کی قدردانی پیش نہاد رہی یہ چند شعر اوس زبدہ اہل دل کے منقوم ہوتے ہین

گل و سنبل کی بو اب لمج کو آشفتہ کرتی ہے	نسیم زلف سے کیسے معطر دشام اپنا
ندی چھونے کبھی زلف اپنے مجھ خاطر پریشان کو	رہا ہر سد اس دل کے وجیہے مین کام اپنا
کسیکو تمنے چاہا ہے کبھو یارو تو ہر ساعت	نہ سمجھا و مجھے تک اپنے دل پر ہاتھ دھر دیکھو
بنا ہون عالم تصویر گلشن کے تصور مین	قفس مین ہم صفیر و رنگ میرا آنکر دیکھو
دم آخر کرو مست چشم پوشی اپنے عاشق سے	کوئی دم کو ہوا جاتا ہے قصہ مختصر دیکھو
ہزار حیف کہ راہ چمن بھی بھول گیا	قفس سے چھوٹ کے آیا جو اضطراب زدہ
کب آتی معطر تھی صبا آج تو شاید	لگ آئی ہے گیسوے سمن بو سے کسیکے
مت نمیر سے باتون مین ہو سرگرم کہ جون شمع	سر ہو پنچے ہے آتش بن ہر موسے کسیکے

ہمی

نافی تخلص نونہال گلشن جوانی نوبر حدیقہ زندگانی سعادت کیش المیت اندیش سہی سرو چمن بہار کمال گلدستہ بہارستان فضل و افضال مستجمع محاسن اخلاق زبدہ نیک سیرتان آفاق ایدہ خاطر خاص و عامہ بلدیو سنگھ نام خلف ارشد والا دودمان عالی خاندان افلاطون فطنت ارسطو فطرت رافع رایات اقبال ناصب علام اجلال بانی بناے مروت ناظم مہمات فتوت عمدہ اراکین مدینہ فاضلہ بہترین مآب نفوس کاملہ لالہ زور آور سنگھ طال بقائہما و طاب لقائہما الموار گزیدہ اوصاف پسندیدہ اس نوبادہ گلزار سعادت کے اندازہ تقریر اور احاطہ تحریر سے خارج ہین سخن

لب کاد اکرنا کتاب اخلاق کے فصول و ابواب کا خلاصہ ہی اور زبان کو حرف و حکایت سے
آشنا کرنا مردی مروت کی داستان کا زبدہ کتب درسیہ کو جناب کمالات انتساب مخدومنا مولانا مولوی
امام بخش صہبائی سلمہ اللہ تعالے کی خدمت مین تحصیل اور فن سخن کو اوسی مجمع مکارم سے کسب کیا
کیا استعداد کامل ہی کہ نومشقی مین کہن مشاقان شہر کو برنر انصاف لاکر تحسین کمال مین لب اللسان کیا تاریخ گوئی
مین ید طولے اور اس صنعت مین دست فکر بالا ہی مشتے نمونہ از خروارے قول مشہور ہی حاکم
داد گستر تامس میکیف بہادر کی تاریخ وفات لکھکر اہل مذاق کو زور طبع سے آگاہ کرتا ہون

چیست باغ دہر کانجا اصطکاک برگ برگ — سود دان دست ست براحوال شاخ ہر شجر
روے دنیا کن سیہ کان مہر برج افتخار — کز علو شان خود زد سکہ بر سیم قمر
دست آن ملک تمامس افلاس را زر میکند — نام اوزین لفظ شد چون بوے از تخم گلوہ گر
مرد آن شمع امید و شد ز حسرت مشتعل — آتش غم در دل و داغ مصیبت در جگر
رفت در راہے کہ ہر کس دانہاے سبحہ وار — پیش و پس سر مے نہد دائم بعزم آن سفر
گفت نامی سال تاریخش بمعنے و بلفظ — یک ہزار و دو صد و ہفتاد اول از صفر

چند اشعار اوسکی منتخبات فصاحت آیات اور رباعیات بلاغت سمات سے انتخاب ہو کر نگاہ احباب مین
جلوہ گر ہوتے ہین

فروغ حسن او کاشانہ ام را میکند روشن — اگر در شب خیال من شود آئینہ رویش را
چرا صیقل زنی از بہر قتلم تیغ ابرو را — کہ چون ذی تیر مژگان کرد پر سوراخ پہلو را
بہر جا بر کشاید آن پری رو زلف و گیسو را — ز رشک بوے خود در خون نشاند ناف آہو را
چہ آفتے کہ در آغوش بودی دوش تا شب — تغافل تو بصد درد انتظارم گشت
ز رنگ نبود بروے آئینہ — گر دی از راہ انتظار کسے ہست
ز روے چہرہ و گلگونہ اشکم بنگر — کہ خزان و گر و رنگ بہار و گر ہست
سحر کہ ساغر چشمم ز اشک پر مل بود — خروش گریہ زارم نواے قلقل بود
این حسن تو روے مہ ندارد — وین شان تو بادشہ ندارد
بے روے ریا بدان کہ سبزہ — با خط تو و زن کہ ندارد
نامی عبث است این شکایت — در گوشش حرف رو ندارد
سرت کردم چہ شوخی کردہ پیدا کہ او نازت — ہنوز از جا نرفتی عکست از آئینہ بگریزد

خندۂ زخم جگر بین لالہ زار ما مپرس | آرزو ہا خون شدن دارد بہار ما مپرس
چون حباب از بیخبر ہستی بافنا جوشیدہ ایم | جلوہ کم فرصتیم از روزگار ما مپرس
آن رند خرد سوزم کز ہستی و مدہوشی | در کعبہ پرستم بت در دیر نماز آرم
نامی چہ بود آہ کہ بعد سیل آب اشک | یک ذرہ گرد از دل دلبر نہ نشستہ

گفتم کہ بیا بسینہ چپان مے باش | ہمصحبت دل مدام چون جان مے باش
گفتا رہ ضعی مشو باین صحبت گرم | گاہے آرام و گہ گریبان مے باش
دے بر در میخانہ گذارم افتاد | صحبت بارند دُرد و خوارم افتاد
سر رشتہ اگر ازین جہانم دادند | وز جادۂ آخرت نشانم دادند
فی الجملہ چہ گویم کہ چہ دادند بمن | چیزے کہ بود در خورم آنم دادند

نایاب تخلص میاں علی ساکن دار الامارہ کلکتہ مدت سے دہلی مین وارد اور شاگرد حافظ قطب الدین مشیر ہی یہ شعر اوسکا سنا گیا

وہ پردہ نشین ہمکو اشارے سے بلا لے | اے شوق یہان چھپ تری تاثیر ہو ایسی

نثار تخلص زبدۂ خاندان شرافت اسوۂ دودمان نجابت شریف نہاد عالی حسب نثار علی علوی نسب علم و ادب اوسکے خاندان مین موروثی اور فضل و کمال اوسکے دودمان مین مستمر ہی کوئی فن فارسی مین کامل ہوا اور کوئی خوشنویسی مین یگانہ عہدہ یہ سلسلہ یونہین چلا آتا ہی مگر کارساز بے منت نے اس عالی ظرف مین یہ دونون نقد سرد فراہم کردی فن فارسی کو جناب استادی مولوی امام بخش صہبائی سے کسب کیا اور خط نستعلیق کو یادگار سلف خلامہ کا بر خلف میر محمد امیر سے کہ بالفعل تمام ہندوستان مین نظیر اسکے مثل و مانند کا نشان نہین ہی درست کیا اور اس کمال کو یکتائی کی دلست آویز اور یگانگی کی عروۃ الوثقا بنایا انشا پردازی اور شعر طرازی مین قدرت تمام حاصل ہی سخن اوسکا حسن اسلوب سے دلچسپ اور مرغوب شعر اوسکا فروغ معانی سے شعلۂ بیانی چند روز سے حضرت الٰہی خلافت پناہی ابو المظفر سراج الدین بہادر شاہ دام اقبالہ نے وقائع نگاری قلعہ معلے کے عہدہ پر مامور کیا ہی اوس اخبار کی عبارت خصوصاً عنوان بیشتر وقائع نعمت خان عالی کے طرز سے مطرز ہوتا ہی اور اس طرز کے پسند کرنے والون کو ایک حظ اوٹھتا ہی چند شعر اوسکے نتائج افکار سے مرقوم ہوتے ہین

چسان بندم بمژگان تند سیل چشم گریان را
که سد راه نتواند شدن خس جوش طوفان را

مانع گریه بود حوصله عشق اگر نه
هست در رو بدهٔ من مایهٔ طوفانے چند

دران وادی که رفتم کس نشان من نمیداند
مبادا خود کیست عنقا آشیان من نمیداند

بیفش گفتم آخر بند و اکن سخت چیدش
چه دشوار است کان هندو زبان من نمیداند

نجم تخلص سید زادهٔ صحیح النسب والاحسب میر نجم الدین خلف رشید میر رائے سیادت میر آب گلزار نجابت مظهر اخلاق حمیده مصدر افعال گزیده شایسته آفرین میر قمر الدین علم ضروری سے آگاه اور غایت نیک نهادی سے دعاے اجابت بین اوسکو راه هی شعر بهی فکر رسا مذاق شعر صحیح رکهتا هی یه اشعار اوسکے نتایج طبع سے مرقوم هوے

کیسی کیسی مصیبتین کهینچین — الله الله رے حوصلا دل کا
بنظرون نظرون مین هو گیا غائب — هو گیا طرفه سا تماشا دل کا

نجم کیون اتنی بے قراری هی — تو ذرا کهه تو ماجرا دل کا

تری چشم خمار آلوده کے مانند اے ساقی
اگرچه مست هون لیکن بهت هشیار رهتا هون

یهان جو آیا هون تو شاید میری موت آئی هی
ترے کوچے مین مگر مجکو قضا لائی هی

ندا تخلص مرزا معین الدین ابن مرزا احمد محسن ابن مرزا حجته بخت مرحوم جوان سعادتمند خوش مزاج تیز فکر هی موزونی اوسکی ذات مین ایسی هی جیسے سرو مین راستی اصلاح شعر مرزا کریم الدین سے لیتا هی یه اشعار اوسکے مرقوم هوتے هین

کیا خاک هو پهر دوستی کی اوس سے توقع
جس مین نه مروت هو نه پاس وفا کا

آتا نهین گر رحم تو کر جور هی ظالم
شکوه نهین کرنے کا ترے جور و جفا کا

مرتا غم دوری مین تری کب سے هی اے شوخ
هر حال بهی معلوم تجهے اپنے ندا کا

ندیم تخلص زبدهٔ سادات عظام محمد عسکری متوطن کراکه موضع هی مضافات الهٰ آباد سے شاه غلام اعظم افضل تخلص سے که ارشد تلامذه ناسخ هی تلمذ رکهتا هی مدت تک خط و خال و بان اور زلف و چهره محبوبان کے وصف مین خامه فرسائی کی لیکن آخر کار رهنمائی توفیق سے مضامین حمد و ثنا کو ورد زبان اور وظیفه قلب و جنان کیا یه دو اشعار سابقه سے هین

زمین قبر سے مجکو بڑی ندامت هی — که مشت خاک نهین هون نثار کے قابل

آبرو نجیر گی کیا اشک ریا سے ہو فزون	در جعلی کو یہ سنتے ہین کہ ہین کام سے کم

نزہت تخلص مرزا کرامت اللہ حسرپور مرزا جمعیت شاہ ماہر تخلص جوان نیکو منظر عاشق مزاج حلیم طبع گاہ گاہ فکر شعر کو بھی ضمیر عشرت پسند مین راہ ہوتی ہی یہ اشعار تازہ وارد قلم ہوے

اوٹھا لون سر پہ اگر ہوے غم خدا نی کا	مگر نہین ہی گوارا ستم جدا ئی کا
آس کسکو سحر وصل کی ہی ای نزہت	نہ شب ہجر کٹیگی نہ سحر ہو یگینگے

نسیم تخلص مولوی نسیم اللہ سکنائے قصبہ کول سے ہی بزرگان والا نژاد اوسکے بنی اسرائیل اور سن چھ سو ہجری مین مصر سے وارد ہندوستان ہو کر اس دیار رحبت آثار مین مقیم ہوے اور طالبان کمال نے اونکے انفاس متبرکہ سے علوم ظاہری اور باطنی کا فیض اوٹھایا اس صاحب کمال کا جد امجد محمد امین اللہ مرحوم درویش کامل اور طبیب مسیحا دم تھا اور بسبب طلب باطنی کے اکثر درویشان خدا آگاہ سے مستفیض ہو کر جناب غفران مآب عالم باعمل مولانا و بافضل اولنا مولوی عبد العزیز محدث دہلوی کی خدمت سراپا افادت سے ارادت اور عقیدت بہم پہونچا کر حلیہ کمالات صوری و معنوی سے آراستہ ہوا جو کہ موزونی طبعی کا اقتضا ہی گاہ گاہ جب استغراق دریاے معارف سے افاقہ ہوتا اشعار فارسی سے خزینہ بیاض کو مملو کرتا تیمنًا یہ شعر اوسکے نتایج افکار سے مرقوم ہوتا ہی

ہر قفل سر شک در نگاہم	لخت جگری و نور چشم ست

اور والد ماجد اسکا حکیم محمد علیم اللہ سلمہ اللہ تعالے مرد خوش اخلاق اور کمال مہارت طب مین شہرہ آفاق ہی اوسکا دامن فکر بھی گاہ گاہ طراز سخن سنجی سے مطرز ہوتا ہی یہ ایک شعر اوسکے نتایج طبع سے بتقریب ذکر مرقوم ہوتا ہی

نقد دشنام بدہ جنس دعاے بستان	کہ ازین بیع و شرا رونق بازار من ست

اور یہ نونہال گلشن کمال اونیس برس کی عمر مین مولوی عبد الجلیل کی خدمت مین کتب درسیہ کی تحصیل سے فارغ ہو کر فن طب کی تحصیل اور قوانین علاج کی تکمیل کے واسطے شہر کرامت بہر شاہجہان آباد مین وارد ہو کر طبیب فاضل حکیم کامل بقراط زمان سقراط دوران حکیم امام الدین خان سلمہ اللہ تعالے کی صحبت فیض موہبت سے استفاضہ اور باقی علوم عقلی و نقلی کے استیعاب کیواسطے زبدہ علماء روزگار رئیس کبراے شہر و دیار مولاے اعظم مخدوم و مکرم جامع صدین دنیا و دین مفتی محمد صدر الدین ابقاہ اللہ لانقطاع الزمان کی خدمت کیمیا خاصیت سے انواع حقائق اور اصناف دقائق کا

استفادہ کیا جب ضروریات علم سے فراغت بہم پہونچی جو کہ شتابندگان عرصۂ خاک کو تحصیل درجہ معاش کے گزیر نہین قوانین محکمہ حکام وقت مین مہارت تامہ بہم پہونچاکر سند عہدۂ منصفی حاصل کی اور بالفعل ضرور تا محکمۂ عدالت کول مین عہدۂ وکالت کو اختیار کرکے افضال منعم حقیقی کا منتظر ہی کمالات علمی کی قوت سے اشعار ریختہ اور فارسی کو نہایت متانت اور غایت رزانت کے ساتھ کہتا ہی جو کہ نظر ہمت ان مقاصد عالیہ پر مقصور ہی تدوین سخن کی طرف اصلا التفات نہین ہی ورنہ ہر صنف شعر سے کئی دفتر مدون ہو جاتے چند شعر ریختہ کے درج اوراق ہوتے ہین

بے سبب ہر کس و ناکس سے لڑا کرتی ہین — اپنے آنکھون کو ذرا اوبت پر فن سمجھا
جو لنتر ہین ہین قناعت مین حرص مین کسب ہین — تشنہ جو کم ہو اوسیکو سرور کہتے ہین
زمانے کو بند ہ کیا چاہتے ہو — تو کیا خدا تم بنا چاہتے ہو
نسیم اوس سے کہتا ہون کر بات کوئی — تو کہتے ہین کیا کچھ سنا چاہتے ہو
گن گن کے روز کرتے ہین وہ عاشقون کو قتل — ہر روز اونکے کوچے مین روز شمار ہی
پھرتا ہی چشم تر مین ہماری قد نگار — یہ قد ہی یا کہ سرو لب جو بنا رہی

نسیم

نسیم تخلص محمد یعقوب فرزند دلبند حافظ غلام احمد نکہت تخلص اور خواہر زادہ عبد الحکیم بسمل سنبلی ہنوز زیادہ تیرہ سے متجاوز نہین ہین تحصیل کتب فارسی مین سرگرم اور موزونی طبیعت سے شعر گوئی کی طرف مائل اصلاح شعر صاحب زادہ جناب صہبائی مولوی عبد الکریم سورسے لیتا ہی یہ چند شعر اوسکے نتائج طبع سے لکھے جاتے ہین

جو چرخ سے آفت کوئی آنی سو مجھی پر — جو درد اوٹھا سو وہ مرے دل کے قرین تھا
عشاق پہ تونے جو کیے ہین ستم ایجاد — انصاف سے کہ تو ہی کہ ظلم کہین تھا
چرخ رہتا ہی گردشون مین سدا — یہ بھی گویا عبادت ہی اپنا
عشق کس طرح چھوڑ دون ناصح — یہ کوئی اختیار ہی اپنا
نہ اوٹھاؤ نسیم کو در سے — جا نیو خاکسار ہی اپنا
ہوگئے خاک ہم ولے ظالم — دل مین تیرے غبار ہی اب تک
جان بلب ہی نسیم دل خستہ — پر ترا انتظار ہی اب تک
کوئی پنہتی ہی اس طرح کہ سدا — اک نہ اک بات پر لڑائی ہی

نسیم

نسیم تخلص دیا شنکر پنڈت کشمیری ساکن لکھنو جوان خوش ترکیب حسن خلق اور رجال

ظاہر سے بہرہ مند تھا اگرچہ خود نسیم تھا لیکن اپنے فکر اوسکا نسیم سے دو قدم آگے رہتا تھا
ایک مثنوی گلزار نسیم نام قصہ گل بکاولی مین فصاحت عبارت اور بلندی معنی کے ساتھ
اوس سے یادگار رہی فن سخن کو میر حیدر علی آتش سے کسب کیا تھا پانچ چھ برس ہوئے کہ
اونیس بیس برس کی عمر مین مثل نسیم دمسا گلشن دنیا سے گذر گیا یہ شعر اوسکا مطبوع طبع
راقم تھا درمرقومہ ۱۰

کس سوچ مین ہو نسیم بولو	آلجھین تو ملاؤ دل کہان ہی

نسیم

نسیم تخلص نسیم اللہ نامے ساکن میرٹھ شاگرد حافظ قطب الدین مشیر یہ شعر اوسکے
اشعار سے ہی

دم بدم آج دم سرد جو بھرتے ہو نسیم	یاد شاید چمن کوچۂ جانان آیا

نشاط

نشاط تخلص منشی سبحت سنگھ قوم کائستھ ساکن بتیا جہان آباد آبا و اجداد اوسکے منشی گری
خالصہ شریفہ سرکار سلطانی سے ممتاز ہوتے چلے آئے اور وہ بھی اپنے دم آخر تک اہی
عہدہ پر مامور رہا ارباب روزگار مین عزت اور حرمت کے ساتھ بسر کرتا تھا شوق سخن
انشاء اللہ خان سے بہم پہونچائی تھی جب انقلاب روزگار سے انشاء اللہ خان خطۂ لکھنؤ کو
راہی ہوا اوسکی اجازت سے سعادت یار خان رنگین سے اشعار کو پیرایۂ اصلاح سے زینت
دیتا رہا یہ چند شعر اوسکے نتائج طبع سے مرقوم ہوے

بسان نقش قدم یان نشاط جم بیٹھا	اوٹھے ہی کب وہ اوٹھانے سے تو ہزار اوٹھا
اپنے ہاتھون سے مل کے مہندی تم	مفت کرتے ہو پائمال ہمین
تاؤ کھاتا ہی دیکھکر شب و روز	زلف کا تیرے بال بال ہمین
خیر ہی کیونکہ آتے آپ نہ تھا	آج آنیکا احتمال ہمین
گر مٹانے سے کہین نقش نگین کا مٹ جاے	تو نوشتہ بھی مری لوح جبین کا مٹ جاے
آشنائی تجھ سے کی کیا مجھ سے نادانی ہوئی	دوستی میری ہی آخر دشمن جانی ہوئی

نشاط

نشاط تخلص میرن شاہ درویش استغنا سرشت اور فقیر سعادت سرنوشت تھا کلام مجید کو
اس خوش لحجگی سے پڑھتا تھا کہ عندلیب نے مصحف گل کو اس خوبی سے نہ پڑھا ہوگا گاہ گاہ
فکر شعر بھی کرتا تھا دس برس ہوئے کہ انتقال کیا یہ شعر اوسکا یاد ہی

لگے ہو بیٹھنے اوس بے وفا کے پاس بہت	نشاط آپکو یہ کیا خیال آیا ہی

نصیر تخلص شہسوار عرصۂ سخنوری فارس میدان معنی پروری نخلبند حدیقۂ کمال بانی بناے افضال
سخن سنج سخن گویان کا مشہور بشاہ نصیر الدین خلف الصدق شاہ غریب سجادہ نشینی میر جان
مرحوم کی اسی کی ذات بابرکات سے آسمان پایہ اور خلافت اوس عارف مغفور کی اسکی نہاد خمیر مبنیاد سے
خورشید سایہ تھی اور یہ مرحوم مغفور وہ ہی کہ اوسکا مزار پر انوار محلہ روشن پورہ مین کہ ایک محلہ محلات
مشہورہ شاہجہان آباد زنہت آباد سے زیارت گاہ صاف باطنان پاک نہاد ہی ہر کیف شاہ موصوف
ہر چند استعداد علمی سے بہرہ ور نہ تھا بلکہ سواد بھی چندان روشن نہ تھی لیکن بروشنی طبع خداداد سے
خلوت دل مین ہزار شمع معنی بزم افروز تھی کیا مرد میدان سخن وری تھا کہ بارہا ہنگامۂ مشاعرہ مین
حریف ہنوز انشا و اشعار سے فارغ نہین ہوا کہ اوسنے اس کوتاہ مدت مین شمع مقابل لکھکر
اشعار سوزان ترازشعلۂ شمع بقدر دو تین غزل کے لکھکر مشتاقان سخن کے گوش گزار کر دیے
بیشتر تشبیہ نو اور استعارہ جدید ہم پہونچانے مین مصروف رہتا اور شعر طرز صائب پر کہتا بلندی
تلاش سے مشاعرہ مین کسیکی غزل کو اوسکی غزل پر تفوق نہوتا تھا سنگلاخ زمینون کو
دعویداران کمال مین سے اوسکے سوا کوئی پر سپر نکر سکتا ایک بار سفر لکھنؤ اختیار کیا جسدن
یہ شہسوار عرصۂ سخن اوس گلزمین مین وارد ہوکر کاروان سرا مین فرود آیا دفعۃً دردگردہ مین
مبتلا ہوا قضارا خبر ورود فاش اور ہوس مطارحہ ہر ایک کے دل مین گرم تلاش ہوئی اون
ایام مین معصحفی اور انشا اللہ خان اور مرزا قتیل اور جرأت چار بالش حیات پر متمکن تھے سبکے
مشورہ سے آئمہ مصرع مشکل زمینون مین طرح ہوئے اور اس مبتلاے کوفت سفر کے پاس پہونچے
اتفاقاً مشاعرہ مین تین دن باقی رہے تھے معاذ اللہ سخت مشکل واقع ہوئی زمین وہ سنگلاخ
طی راہ اس درد والم مین دشوار لیکن غیرت کے تقاضے نے مامور آور اوہی عرصۂ قلیل مین
اوس فرمایش کے سرانجام مین مجبور کیا اونمین سے ایک کا ردیف و قافیہ چمن سرخ
تیرا اور دہن سرخ تیرا اور دوسرے کا فانوس ہین گویا اور جالینوس ہین گویا صیغۂ جمع تھا اس
مہم ضروری سے فارغ ہوکر صرف اپنے طبع کے تقاضے سے ایک اور غزل کی فکر کی کہ اوسکا
ردیف اور قافیہ چمن کی لکھی اور کفن کی لکھی تھا حسن اتفاق یہ ہی کہ اوسکی شہرت کی کشش نے
اکثر ساکنین شہر لکھنؤ کو اوسکے حلقۂ شاگردی مین کھینچ لیا تھا روز معہود ایک جم غفیر تلامذہ
اعتقاد کیش کا ساتھ لیکر بساط مشاعرہ پر قدم رکھا کملاے فن نے جب اوس زور طبع اور تیزی
فکر پر اطلاع پائی صلۂ تحسین و آفرین سے شاد کیا اور حق انصاف ادا کیا یہ تحسین و آفرین

کہ اوس شیرین کلام کی خوبی سخن نے اون بزرگوارون سے بزور لی تھی اور پھر اس فحوائے محشر نما کے ساتھ اہل اعتساف کو ناگوار ہوئی ایک کج طبع ستیزہ خو نے کہ شاگردان مصحفی کے زمرہ سے تھا بآواز بلند کہا کہ شاہ صاحب فی الواقع اون آٹھون غزل کی داد چیز قدرت سے خارج ہی لیکن نوین غزل مین مکھی کی ردیف سے نفیس مزاجون کا جی متلاتا ہی اس یکہ تاز عرصۂ ظرافت نے بدیہہ کہا کہ لطیف طبعان نفیس مزاج تو اس موائد لذیذہ کے نعمات سے لذت ستان اور کامیاب ہین لیکن غالب ہی کہ علیل نہادان صفرائے حسد کو جوش غیرت سے ڈاک لگ جائے اوسکی شہرت مین مدعیان سخن کو ایسا خمول تھا جیسے فروغ آفتاب مین چراغ کو اس مقام مین حق کو ہاتھ سے نہ دینا چاہیے کوئی اس کلام سے یہ نہ سمجھے کہ اوس زمانہ مین کسیکا پایہ شاعری اوسکو نہ پہونچتا تھا حاشا وکلا اس بزرگ کا کلام عام فہمی کے سبب سے کم استعداوان تنگ مایہ کے ذہن مین بہت جم جاتا اور سہولت فہم سے ہر کس و ناکس کی زبان حرف تحسین سے ہنگامۂ قیامت برپا کرتی اور معاصرین کا کلام از بسکہ خواص کی تحسین کے لائق تھا اور خواص ہر زمانہ مین قلیل ہوتے ہین نافہمون کے نزدیک اوسکے سخن پر خائق معلوم ہوتا تھا العاقل یکفیہ الاشارۃ اکثر شاہزادگان والاشان اور امرائے بلند مکان اوسکے فیض شاگردی سے بہرہ یاب تھے بلکہ شاہجہان آباد مین پیشتر شعرائے عالی طبع اور موزون طبعان تیز فہم مثل شیخ ابراہیم ذوق اور محمد مومن خان مومن تخلص اور میر حسین تسکین وامثالہم مین اوسی کی شاگردی سے مشرف تھے الحاصل اطراف ہندوستان جنت نشان کی سیر و سیاحت سے کامیاب اور جس سرزمین مین وارد ہوا وہین کے شعرائے شیرین کلام سے معرکہ آرا ہوا چند بار حیدرآباد مین جاکر راجہ چندولال مختار سرکار وزیر الممالک آصف جاہ نظام الملک والی دکن کی قدرشناسی سے صلہ نمایان پایا آخر کار اوسی زمین مین مضمون مرگ باندھا اور مومن بہشت کی زبان سے حرف تحسین جاری سلسلہ اوسکی شاعری کا ملک الشعرا مرزا رفیع سودا تک پہونچتا ہی اسطرح سے کہ یہ شاگرد ہی مائل کا اور وہ قائم سے مستفیض اور قائم سودا کا شاگرد بلاواسطہ تھا طول کلام سے محترز اور اطناب سخن سے مجتنب ہوکر چند شعر اوسکے نتائج افکار سے لکھکر ارباب ذوق کی ضیافت کرتا ہون

چلے ہی گھر سے وہ بت خانہ خراب کب	پہچانتا ہی عاشق دلگیر کی صدا
نہ سمجھو کہ آغاز خط عارضی ہی	خدا جانے کیا اسکا انجام ہوگا
افسوس کہ نرگس کی طرح باغ جہان مین	کچھ سننے بجز حسرت دیدار نہ پایا

نصیر اوس زلف کی یہ کج ادائی کوئی جاتی ہی — مثل مشہور ہی رسّی جلی لیکن نہ بل نکلا
سچ بتا تو مجھے سوفار خدنگ قاتل — لہو کس کس کے پیے گا دہن سرخ ترا
چارہ زخم جگر وہ رخ پر نور رہوا — جلوۂ صبح ہین مرہم کافور ہوا
کیونکہ محتاج کفن اہل فنا ہون نصیر — عاقبت جاتا ہی دم کے ساتھ ملبوس حیات
کیا شیم یاسے ہو دل زار کا علاج — بیمار سے ہوا نہین بیمار کا علاج
کس کی نگہ نے جلوۂ برق اب دکھا دیا — آنکھین جو اپنی ہوگئین بے اختیار بند
ہوا خواہون مین اتنا تو کوئی اسکا بیکسی ہووے — بگولا دشت مین جاروب کش ہی خاک مجنون پر
حباب وار غنیمت ہی فرصت اک دم کی — ہوا پہ زندگی مستعار رکھتا ہون
مدام رند کرین کیون نہ آستان بوسی — حرم ہی شیخ مشیخت مآب کے گھر مین
سرشک گان سے وقت ناامیدی کو ترستے ہین — یہ سچ ہی جو گرجتے ہین وہ بادل کم برستے ہین
اوسنے تو دیکھ کر مجھے اور اسنے جلایا — ہو خانہ خراب آنکھ کا اور دل کا برا ہو
آہ مژگان سے نہ کاوش کروا اے غفل سرشک — جسکے سایہ مین رہوا وسکا برا چاہتے ہو
جہان سے گو بت مغرور اوٹھ گیا انصاف — خدا کے روبرو ہوگا مرا ترا انصاف
وجہ معلوم تو ہو چین بجبین ہونے کی — سچ کہو جی مین ہی کیا کس سے لڑا چاہتے ہو
فتراک سے نہ باندھ کہ ہون صید خون چکان — دامان زین پہ تیرے نہ لوہو ٹپک پڑے

نصیر تخلص نصیر الدین خلف بدر الدین دخترزادہ منشی بنی بخش حقیر تخلص فن شعر مین نو مشق عمر ہنوز سولہ برس سے متجاوز نہین رسائی طبع اور تیزی فکر سے معلوم ہوتا ہی کہ اگر صحبت اساتذہ شفیق سے بہرہ مند رہیگا تو البتہ کلام کو متانت اور سخن کو شائستگی بہم پہونچ جائیگی یہ اشعار اوسکے نتایج افکار سے ہین

نصیر

ڈوبے ہین میرے دیدۂ پرنم کی شرم سے — قلزم ہوا فرات ہوا ابر تر ہوا
انہین سے میرے درپے آزار ہی ہر ایک — ناصح ہوا رقیب ہوا چارہ گر ہوا
دل ٹھکانے ہو تو ناصح کی بھی دو باتین سنین — ہمکو جمعیت کہان زلف پریشان دیکھکر
بوسے غیرون کو دیے اوسنے نصیر — لب پہ میرے نہ شکایت آئی

نظیر تخلص شیخ ولی محمد اکبرآبادی عوام کہ ہندوستان اوسکی شاعری کا پایہ فرق شعرای اودیہ تارک ثریا سے بلند جانتے ہین اطراف واکناف ہند مین ایسی شہرت پائی ہی کہ غالبًا اگر آسمان چاہے

نظیر

کہ او سکے نام کو صفحۂ عالم سے حک کردے تصورت پذیر نہو پر گوئی کا یہ عالم ہو کہ مقلدان ہنگامہ ہوئی ہر ایک کی زبان پر سو سو مخمس جداگانہ سے کہ نہوگا جو کہ اسطرح کی زبان درازی سخن کو خبط کردیتی ہی اغلب وہ کلام بے انتظام شایستہ آفرین نہ پایا لیکن بعض بعض شعر کہ جلیہ لطف سے آراستہ تھے کم کم گوش زد بھی ہوے باینہمہ باطن اس مرد سنجیدہ کا ایسا آراستہ اور مہذب تھا کہ او سکی حکایت طبائع غفلت شعار کو سرمایہ حیرت ہی یہ چند شعر او سکے مرقوم ہوتے ہین

سبھون کو مے ہمین خونناب دل پلاتا تھا
فلک ہمین پہ تجھے کیا یہ زہر کھاتا تھا

تمنے چاہا تھا کہ حاکم سے کرینگے فریاد
وہ بھی کمبخت ترا چاہنے والا نکلا

آغوش تصور مین جب مین نے اوسے مسکا
لبہاے نزاکت سے اک شور تھا بس بس کا

دانع مرنے کا وہ ہی محروم جانے جسکی آہ
موت آپہونچی شتاب اور یار آیا دیر کر

عزت وقدر کی اوس بت سے توقع ہی عبث
دان نہ عزت کی ہی عزت ہی نہ کچھ قدر کی قدر

رہتا ہی غم سے یون آنکھون مین لبِ رعوانی بھر
کہ جون ساغر مین دے ساقی شرابِ ارغوانی بھر

رہ کے خاموش خوش آتے بتِ گلفام کو ہم
سیکھے ہین بلبل تصویر سے اس کام کو ہم

زلف ہو برسر احسان تو گرفتار کرے
چشم کی عین عنایت ہو تو بیمار کرے

نظیر تخلص گنپت راے شاگرد شاہ نصیر اوسکے حال سے زیادہ اطلاع نہین اور یہ ایک شعر مسموع ہوا

کیا زرد ہوئین عشق کے آزار سے آنکھین
ہم چشم ہین کب نرگس بیمار سے آنکھین

نقشی رنگ آمیز نگارستان ہنر خلاے صافی گوہر رنگ بہارستان مکارم ذات آب گوہر محاسن صفات زبدۂ انام اسوۂ عظام والا دودمان بدرالدین علی خان کہ شرق تا غرب اوسکی صیت یکتائی نے اسطرح مملو کیا ہی جیسے عالم کو ہوا نے اور زمین تا آسمان آوازۂ کمال نے ایسا پر سپر کیا ہی جیسے فضا کو نگاہ تیز پانے پاے دولت کرسی نشین آسمان اور فرق عبودیت وقف آستان گفتار و کردار تہذیب اخلاق کا باب اوضاع واطوار لطف ومروت کی کتاب مشغلۂ اوقات دلہاے خراب کی مرمت اور سراے عقبے کی ماموری مصرف توجہ حضرت واجب سے تحصیل قرب اور ماسوے سے تلاش دوری ہر چند اکثر فنون مین علم یکتائی بلند اور پایہ کمال ارجمند ہی لیکن صنعت حکاکی مین نظر احوال بھی اوسکو ایک جانتی ہی اور اس تلاش دوئی پر اوسکو یگانہ پہچانتی ہی اوسکی زبان قلم کے فیض سے اصاغر وادانی کا نام اسم اعظم کے برابر اور ہر نگین خاتم

سلیمان سے ہمسر بانیمہ سخن کا مرتبہ کسقدر بلند کیا ہی اور طرز کلام کو کیا کچھ دل پسند ہر لفظ لذت معنی سے شیرین اور ہر حرف ملاحت سخن سے نمکین ہر صفحہ معنی عرفان خیز سے ارباب کشف و شہود کا سینہ اور ہر بیت الفاظ آبدار سے گوہر شاہوار کا گنجینہ ہر چند شعر کہ مذاق اہل دانش مین لذت بخش ہین صفحہ تحریر پر ثبت اور قوم ہوتے ہین

دارم جنون در ہجر او ویرانہ باید مرا	بیزارم از عیش و طرب مے خانہ باید مرا
سارباں چون محمل جانانہ بر جازہ بست	بر دلم بار غم واندوہ بے اندازہ بست
بود اتبر دفتر دیوانگیہا پیش ازین	این قدر نقشی کتاب عشق را شیرازہ بست
ناخدا ترس تو از غمزہ بکشتی و دگر	بر سر نعش من از بہر نماز آمدہ

نکہت تخلص سلالہ خاندان شرافت زبدہ دودمان نجابت پسندیدہ اطوار خجستہ کردار مقبول خاطر نیک و بد حافظ غلام احمد اس نیک نہاد کو جناب اوستادی مولوی امام بخش صہبائی قرابت قریبہ اور اوسی جناب فیض انتساب سے تلمذ ہی کتب درسیہ فارسی اور عروض و قوافی کو اوسی اوستاد فیض نہاد کی ہدایت وارشاد کے ذریعہ سے ایسا خوب حل کیا ہی کہ ان فنون مین گویا کوئی عقدہ مالانحل تھا ہی نہین فارسی و ریختہ دونون مین فکر کرتا ہی اور اگر بنظر انصاف دیکھا جاوے کلام حلاوت سے اور طرز نمک سے خالی نہین معنی بلند ہین اور استعارہ دل فریب الفاظ پاک ہین اور تشبیہ غریب یہ اشعار اوسکے افکار گوہر نثار سے انتخاب ہوے

فارسی

رخصت آہی اگر بخشی من مہجور را	میکنم تعلیم افغانہا صدائے صور را
ظرف می باید کہ در مستی حریف من شوی	این می پرزور از جامے برد منصور را
محتسب در خلوت او خت رز نابالغ است	گر شکستی شیشہ مشکن دانہ انگور را
ہیچو بیماری کہ ہرگز کس نے گردد برش	داشتی زانسان بہ تنہا نکہت رنجور را
بازیچہ بود کہ با طفال مے دہند	در دست جور سیمبران جان سخت ما
سرگرم گریہ ایم و سیلاب دادہ ایم	این سیل ہیچو محمل ہمہ سامان درخت ما
چہ باشد گر فتد بر دامن او خاکم ای گردون	بدست باد دہ یک دم عنان اختیار من
مبارک گر سرشکم را مالیم دارد ولے ترسم	کہ مے ماند بخاک تفتہ گلخن مزار من
اگر از حسرت آغوش نگیدم پردہ بر دارم	ہمہ بوے گل روی از خویش و آئی در کنار من

آئین راست قامتے ز کجا و تو از کجا		ای سرو سر کشیدہ تو بالائے کیستی
رنگ خزاں رسیدہ و آہ سرد و جگر داغ بہر چیست		نکہت بمن بگو کہ تو شیدائے کیستی

ریختہ

ہم صاحب احتیاط ہین زاہد نکر تو منع	کرتی نہین ہی اپنے تو دامن کو تر شراب
بیداری اور خواب ہین یان جمع ایک جا	رکھتی ہی تیرے آنکھون مین کیا کیا اثر شراب
اچھا ہوا کہ آنکھون سے خون ہو کے بہ گیا	مدت سے ایک آفت جان تھی بلائے دل
جھگڑا ہی مٹ چکا تھا فلک کا پہ ضعف سے	لب تک مرے پہونچنے نہ پائی صدائے دل
نکہت کے خود بخود کے اوجھنے سے ہی یقین	آتے کسی طرف سے ہین اپنا کٹائے دل

نکہت تخلص مرزا نیاز علی بیگ خاندان شرافت اور دودمان نجابت سے تھا چہرہ اوسکا کتب اخلاق کی فہرست لب اوسکا مصحف مروت کا مفسر مزاج مین مزاح اور عین حالت انقباض مین انشراح فن سخن کو شاہ نصیر مرحوم سے کسب کیا تھا سکندر نامہ زبان اردو مین نظم کیا اور اوس میدان مین اپنی حد سے قدم باہر رکھا ہی جو کہ فراخ رو اور کشادہ دست تھا ذخیرہ سابق نے کفایت نکی ہر چند پاؤن مین ضرب شدید پہونچنے سے ایسا بیکار ہو گیا تھا کہ راہ نوکری اور عرصہ چاکری مین لائق دو اور دو نرما تھا اوس نسخہ کو وسیلہ قدر شناسی سمجھ کر لنگ لنگان سفر لاہور اختیار کیا اوسوقت وہ زمانہ تھا کہ راجہ شیر سنگھ پسر راجہ رنجیت سنگھ حکومت موروثی پر متمکن تھا ایک قصیدہ اوسکی مدح مین گذرانا اتفاق تقدیر سے اوسکو پسند آیا اور اس متوقع کرم کو قدردانی کا امیدوار کیا دم اقامت تک خوراک کے نام سے اسقدر مقرر کیا کہ نمایان اور متوقع معاش کے واسطے مشاہرہ کے نام سے مقرر نہوتا اور رفتہ رفتہ اوسکے ذہن پسند جگہ ہو گئی کہ ہنگام سیر و شکار بھی اوسکی رفاقت سے خالی نہ تھا اس امر مین لنگی پا کا عذر لنگ تھا یہ سمجھے کہ شاید آسمان اب راہ صلح مین گامزن اور ہمیریون سے دست بردار ہوا لیکن غافل تھے کہ وہ پلنگ خوگر کہ آشتی سے پیش آرہا ہی ایک روز وعدہ واثق درمیان آیا کہ کل فلانے باغ مین دربار کے وقت مرزا صلہ نمایان سے کامیاب کیا جاوے اور واقعی دوسرے دن وہی باغ اوسکی ہوائے اقبال اور نسیم حضور سے شگفتہ ہوا حضار دربار دست بستہ وجود اور جناب نکہت بوے گل کی طرح ارباب مجلس کے لیے بخاور مشام اور اسباب صلہ حرص و آز کے حوصلہ سے زیادہ مہیا اوسطرف بہانہ جوئی کرم قصیدہ خوانی کی منتظر اور اس طرف جنبش لب اجازت سخن کی متوقع ناگاہ ایک

غلغلہ عظیم پیدا ہوا اور ایک شور محشر برپا آنکھ اوٹھا کر کیا دیکھا کہ مسند ریاست خون دا ور وقت ایسی سرخ تھی کہ زمین قصیدۂ معانی بہاریہ سے ایسی رنگین نہ ہوگی راہین مسدود ہو گیین اور دروازہ بند اور قاتل کی تلاش ہونے لگی نکہت بوے گل کے مانند بیخود ہو گئے اور اونکو باوجود شکستہ پائی یہ مضمون سوجھا کہ بسطرح سے ہو اس محلس سے نکلنا چاہیے قلمرو سخن مین نسیم وصبا کو قاصد بنائے تھے ممالک پنجاب مین دو صبا کے دوش پر سوار ہو کر راہی ہوے جب یہ ہنگامہ فرو ہوا اور نونہال سنگم مسند پر جاگیر ہوا یہ برگشتہ بخت سر پہ پانون رکھکر شاہجہان آباد کی طرف راہی ہوا اور تا دم مرگ خانہ نشینی مین بسر کی اس عرصہ مین ایک فرہنگ مصطلحات زبان اردو مین پچاس ساٹھ جزو کے ترتیب مرتب کی عرصہ کئی سال کا ہوا کہ گلشن جنان مین چون بوے گل خرام ناز مین مصروف ہے

چند شعر اوسکے نتایج طبع سے انتخاب ہو کر مرقوم ہوے

کھیلتا ہر سانیا گر تو بٹہ مہر کا شکار	تو لب دریا بنا موج مئے احمر سے دام
ترحم کب کسی پہ یہ ستم آثار کرتے ہین	نمک اوسپر چھڑکتے ہین جسے افگار کرتے ہین
لگا ہی جب سے دل اوس شوخ ہرجائی سے ہمدم	طبیعت ایکدم اپنی نہین اب ایک جا لگتی
نہ لگتا دل گر اوس زلف سیہ سے تیرہ بختون کا	تو کیون بیٹھے بٹھائے اونکے پیچھے یہ بلا لگتی
نصیحت دل لگیر خوش نہین آتی ہوا ہی ناصح	خدا کو مان اے بندے خدا کی کہ خدا لگتی
ہنسنے چاہا تھا کہ ساقی دخت رز کو منہ لگا کے	ہمسے یہ مردار پر وقت پتاک اور نے لگی

نوا تخلص قدرت اللہ مرحوم عمر رسیدہ اور معلم الصبیان ہی یہ شعر اوسکا سنا گیا

ہنسے مانا بھی کہ محشر مین ملے گی دل کی داد	پر یہ حیران ہین کہ کس منہ سے کرین فریاد ہم

نواب تخلص سلالۂ خاندان سیادت میر نواب ساکن بلدۂ بنارس متبنای جناب مرزا محمد تقی مرحوم ساکنین شہر مذکور کی نظر مین عزت و اعتبار سے بسر کرتا ہی شیخ امام بخش ناسخ کی شاگردی کے ساتھ مشہور اور اب سخن سنجان بنارس کی زبان پر بحرف اوستادی مذکور ہی یہ دو شعر اوسکے یاد تھے

پیکان ہر ایک غنچہ ہی بن اوسکے آنکھ مین	نشتر ہی باغ مین مجھے نالہ ہزار کا
اپنی برہنہ پائی سے ہر آبلہ کو آج	کیا کیا مزہ ملا خلش نوک خار کا

نورحق تخلص قدوۂ سالکان منازل کمال جامع صفات جلال و جمال شرف خاندان مجد و علا مخزن دودمان اجتلا صاحب پایگاہ جلیل شاہ محمد جمیل سلمہ اللہ تعالے اس قدسی نژاد

تقدس بنیاد کی عالی خاندانی کا ذکر زبان کا شرف اور انفاس کا افتخار ہی اور اوسکی والا دودمانی کی ستائش وصاف کا موجب سعادت اور مدائح کا منشا اعتبار جد امجد اسکے حضرت عالمگیر اورنگ زیب کے حسب طلب زمین بخارا سے وارد کشمیر ہوکر منصب پانعمدی ذات سے ممتاز اور آثار شریف کی حفاظت اور صیانت کے عہدے سے سرفراز ہوے اونکے بعد خواجہ عطاء اللہ اور میر خواجہ پسر بعد از پدر اوسی منصب پر قیام اور اوسی عہدہ کا سرانجام کرتے رہے پسر خواجہ محمود اگرچہ ایک زمانہ ممتد تک اوس منصب سے ممتاز رہے لیکن آخر کار اوسکو خلل پذیر دیکھکر حضرت دہلی مین تشریف لائے اور گو کہ حصول جاگیر سے کامیاب نہوے اعانت خرچ سے محروم نرہے اوسکے بعد خواجہ جلیل پدر بزرگوار شاہ محمد جمیل کے شاہزادہ کامگار مرزا جوان بخت کی رفاقت مین بنارس کو راہی ہوے اور مرزا حاجی کی تحریک سے کہ مرزاے ممدوح کا خلف اور خلق اور مروت مین یادگار سلف تھا علاقہ مختاری سرکار موصوف سے امتیاز پایا چند مدت کے بعد شاہ محمد جمیل عین ایام شباب مین پدر والا تبار کی طلب سے روانہ بنارس ہوے اتفاقاً اوس بزرگ نے داعیان قضا کے تقاضہ سے نقد زندگانی کو محصلان اجل کے سپرد کر دیا تھا یہ حبس روز بنارس مین پہونچے فاتحہ سوم کا سرانجام برسردست تھا خدا کی قدرت ہی کہ وہ علاقہ اونکے انتقال کے بعد ہی اونکے نام پر مقرر ہوگیا اور اوس مستحق رعایت کے حق مین تواضع خشک کے سوا کچھ ظہور مین نہ آیا ناچار دل برداشتہ ہوکر اپنی سعی واجتہاد سے سرکار انگریزی مین روزگار معقول بہم پہونچایا لیکن کچھ عرصہ نہ گذرا تھا کہ جذبہ دل رہبر ہوا اور علاقہ دنیا کو توڑ کر مسند فقر کو مزین اور خانہ نشینی مع کرایک گوشہ عافیت معین کیا اوائل عمر مین کہ فہمیدان عقل معاش کو سررشتہ جزرسی کا حاصل تھا اور نہ عقل معاد کو تمیز نیک وبد کا جہد کامل بعض رمز شناسان فیض باطن کے اشارہ سے مولوی قطب الدین مرحوم ابن جناب جنت مآب مولانا ومرشدنا مولوی فخرالدین رحمۃ اللہ علیہ کے دست حق پرست پر بیعت کی لیکن اس سرمنزل مین مقصود کا سراغ ہاتھ نہ لگا اور سرزمین فیض آگین ماڑہرہ مین جاکر حضرت افادت مرتبت شاہ آل احمد کی خدمت بابرکت سے کہ زبان عوام پر اچھے میان کے نام سے مذکور تھے شرف بیعت حاصل کیا اور فیض نا متناہی بہم پہونچایا حتی کہ سلسلہ خاندان چشتیہ قادریہ وسہروردیہ ونقشبندیہ ومداریہ کے سلسلون کی اجازت حاصل کی اور تکمیل نفس کے بعد پھر حضرت شاہجہان آباد مین وارد ہوے اور جناب غفران مآب محمد نصیر محمدی نواسہ خواجہ میر درد علیہ الرحمۃ کی خدمت مین پہونچے اس جناب نے جبہ استعداد کامل پائی

اپنے خاندان کے فیض سے محروم نرکھا اور مجدداً سلسلہ نقشبندیہ وقادریہ کی اجازت کے خلعت سے مخلع کیا اتنک وہی فیض طالبان رشد وہدایت کی تکمیل کا وسیلہ اور سائلان جادۂ طلب کی رہنمائی کا ذریعہ ہی گاہ گاہ فکر شعر کی طرف بھی متوجہ ہین اور اوستادی مولائی مولوی امام بخش صہبائی سے استفادہ کرتے ہین یہ شعر کہ اونکے نتایج ذہن وقاد سے ہی اس مدعا پر دال اور اس دعوے کا شاہد ہی

کیا عجب گر یہ فروغ سخن آرائی ہی	نور حق تو بھی تو اک ذرۂ صہبائی ہی

سر رشتۂ طول کلام کو تاہ کرکے چند شعر اوس تقدس نہاد کے کلام معجز نظام سے درج تذکرہ کرتا ہون

حجاب خودی اوٹھ گیا جب کہ دل سے	تو پردہ کوئی پھر نہ حائل رہیگا
ہجر مین تو آرزو ہی دیکھیے ہر دم اوسے	اور جب دیکھون تو ہو جاتا ہون مین تصویر سا
یہ پاس خاطر اغیار ہی اوسے کہ وہ شوخ	بٹھائے ہی مجھے محفل مین اپنی سب سے دور
آنکھ اوٹھا کر کون دیکھے جلوۂ حوران خلد	نور حق خوگر ہین آنکھین اور ہی دیدار سے
دنیا مین ہوا عدم سے آنا اپنا	اور آکے ہوا نہ یان ٹھکانا اپنا
تو جانے کی راہ ہی نہ رہنے کی جگہ	دشوار ہوا ہی منھ دکھانا اپنا
ناحق کے ہین تجکو مجھ سے مکر و حیلے	دل پہلے ہی لے لیا ہی اور اب جی لے
سنتا تو ہون نور حق پہ بیتابی سے	ہو جاتے ہین زخم دل کے مرہم وصلے

نیاز تخلص محمد نیاز علی ولد پیر جی محمد مبارک علی ساکن قصبہ کچھوچھہ اون ضلع مراد آباد بزرگ اس سعادت نشن کے مشائخ کبار سے تھے اور اس نونہال کی پیشانی سے خرد سالی مین سعادت ورشیدگی کے آثار ظاہر وآشکار ہین یہ اشعار اوسکے نتایج طبع سے ہین

سوائے ایک صدا کے نہ دوسری آئی	ہر ایک گھر پہ ہر اک در پہ مین پکارا یا
سر گرم فغان شب دل ناشاد وحزین تھا	شعلہ مری آہون کا جو تھا عرش نشین تھا
دوری مین نیاز اوسکی کہون کیا کہ مرا دل	کس درد کس اندوہ کس آفت کے قرین تھا
برباد ہوکے یار کے دل مین ملی جگہ	آباد کر گئین مری بربادیان مجھے
صحرا سے کوہ کوہ سے کوے نگار مین	لایا ہی یہ جنون بھی کہان سے کہان مجھے

سر رخشان تخلص اس مضمار اقبال کا تازہ عرصہ جاہ وجلال جوہر فیض شہامت صافی

آئینۂ دولت زور آزمائے معارک ہمت بلندی معرکہ آرائے مصاف عدد بندی نواب والا دودمان
محمد ضیاء الدین خان بہادر خلف الصدق نواب گردون اقتدار دشمن شکار زبدۂ نوینان جہان
احمد بخش خان بہادر مرحوم والی فیروز پور جھرکہ آسمان پایگی کو اوسکے جاہ سے بلندی و محیط سرمایگی کو
اوسکی بدولت ارجمندی آفتاب اوسکے ضمیر سے گنجینۂ نور اور سنگ آستان اوسکے نقش قدم سے
ہر مرتبہ طور ذات جامع فضل و افضال صفات مشتمل جلال و جمال فروغ اقبال سے اگر زمین پر
نظر ڈالے پستی کو آسمان بنا دے اور ذرہ کو خورشید درخشان اور گرانی حلم سے اگر کوہ پر
قدم رکھے پشتہ کو مغاک کر دے اور سنگ کو خاک تواضع اور فروتنی کا یہ حال کہ گویا لفظ
شکست کو اور ابر دے تسلیم کو اوس سے دام لیا ہے اور خلق و مروت کا یہ طور کہ غالباً گل نے
طیب الانفاس اور بحر نے دریا دلی کو اوسی سے حاصل کیا ہے اہل انصاف جانتے ہین کہ سن
جوانی مین کمالات پیری کو بہم پہونچانا اور موسم گل مین لذت سے شیرین کام ہونا ترقیات
رفیعہ پر دال ہے علوم رسمی کو تحقیق اور تدقیق سے حاصل کیا اور علم ادب مین ید طولے بہم پہونچایا
کتب سیر کے مطالب ایسے معلوم ہین کہ آدم سے اس دم تک واقعات گذشتہ ارباب عالم سے
زیادہ ملحوظ اور سرگذشت عالم محظورات ضمیر سے زائد مفہوم ہے میزان سخن سنجی مین پایۂ ہنر گران سنگ
اور بہار معنی نگاری مین گلبرگ اوراق سیر رنگ مشق شعر کو دیا احمد علی خان غالب تخلص
کی نظر تربیت سے کمال کو پہونچایا اور حریفان زبان دراز کا سر خاک پر جھکایا لطف سخن سے
اہل فہم کی زبان حرف تحسین سے خاموش نہین ہوتی اور خوبی کلام سے ارباب کمال کی
طبیعت جادہ اشتیاق مین کاہل کوشش نہین ہوتی اس نام نامی کا جزو اول کاشانۂ ابیات
فارسی کو فروغ آفتاب کا مخزن کرتا ہے اور جزو ثانی شبستان اشعار ہندی کو جون پرتو مہتاب
روشن یعنی فارس سے ہند تک ادسی نام بلند مقام کے نیر گیتی ہے اور ان دونون قلمرو کے نقد
سرہ پر اوسیکے نام کا سکہ مربع نشین جو کہ نیر ذات ہے اور درخشانی اور فروغ لوازم اور صفات گویا
توجہ ریختہ کی طرف بالعرض ہے اور فارسی کی جانب بالذات جو کہ میرے قلم کی زبان اوسکے
ذکر محامد مین حرف عجز سے آشنا ہے اور اوسیکا کلام اوسکے کمال کے مدح مین کما حقہٗ گویا چند شعر
فارسی اور ریختہ سے ذخیرہ کتاب ہوتے ہین کہ لاحصے کا غذ اور انت کما اثنیت کی وجہ

خاطر نشین ارباب ہو جاوے

تمکن ہلاک کہ شادم بنا روائے خویش	بروے من بکشا چشم اعتبار مرا

نمود تیره چو شب روے روشنان سپهر — بخاک سایے سر نخوت غبار مرا
دلش بسوخت چو بر کارهاے بے مردم — وفا نتیجه به از مزد داد کار مرا
نمود سعی همه بے برگیِ من و نجلم — بکیسه نیست چو پا مزد روزگار مرا
اگر نیامدن دوست ماتمے دارد — سفید مهر چه شد چشم انتظار مرا
سرے دشو رنشورد بلے و نفخه صور — فلک ز پهلوے نیرنگاه دار مرا
خوش مے برد بخواب عدم قصه مختصر — افسانه درازی شبهاے تار ما
در شبستان سینه از تپ غم — شمع روشن بر استخوان من است
گر ستم ور کرشمه افزون باد — هرچه بر من ز دلستان من است
نشاند ز سوز جگرم دوش برخود — خواهم که بخنجر نشگافم جگر خود
پیچیده غبارم بهوا درگذر دوست — آن به که ز نم آب هم از چشم تر خود
چون آمده ایم از عدم آسان بودا کنون — پیمودن راهے که بود پیش سپر خود
شیر گذر از رشک ببر نامهٔ دشمن — تا دوست بدین وجه نراند ز در خود
دست در غارت کالاے خودم بگشودند — بهر این گرمی بازار دکانم دادند
رشک بر صفحهٔ من تا نبرد دامن مهر — خامه همچون مژه خونابه فشانم دادند
روشن همه یک گونه نباشد نیر — نه چنین بود که هست و نه چنان است که بود
تا نقاب از رخ چون خور شید او برداشتم — دیدم آن دولت که چشم از چرخ واختر داشتم
آن دم که بخشش چشم و دهان کرد روزگار — خندیدن از تو بوده و از ما گریستن
تا نزنم آتشے بچرخ آه مرا شرار کو — تا دهم این جهان بآب دیدهٔ اشکبار کو
تا تو ستیزه آوری من ره عجز بسپرم — جور تراگران کجا شوق مرا کنار کو
دید چون مرده بناچاری من رحم آورد — صورت زندگی از مرگ تبر باستے
هست آویخته زلف کسے بے شنوم — از دل زارم ازین بیش خبر باستے
پرده دل گر کشودے چه عمتے — لاله ستانی نمودے چه عمتے

رباعی

از کوری خود بروز انور عقرب — سیلے شده بپاے فیر عقرب
بر مه رسد از تو چشم زخمے نه بمهر — من نیر اعظمم نه اصغر عقرب

ریختہ

ممنون نہین ہی برق و سموم و شرار کا — رکھتا ہی حکم جلنے مین عاشق چنار کا
جب اپنے شغل سے دلِ خونین نہ باز آئے — پھر کیا گناہ دیدۂ خونبار کا
آنکھون مین بوالہوس کی کھٹکتا ہون مثلِ خار — احسان ہی یہ مجھپہ مرے جسمِ زار کا
گر انتہا نہین ستم و جورِ یار کو — شوق زیادہ جو کو مرے بھی گران نہین
ہی دوست صدق دشمن و دشمن دروغ دوست — کیا رشک سلح جسمین صفا درمیان نہین
نکلے آنکھون سے ہین جذب ہوے دامن مین — بجز اشکون کے کوئی گوہر نایاب نہین
پیری و مفلسی مین نہ لو نام می کہ اب — لطف ارتکاب مین ہی نہ اجر اجتناب مین
پہلے گرنے کا ہی خیال ہمین — ساقیا لیجیو سنبھال ہمین
شب نہ آئے جو اپنے وعدہ پر — گذرے کیا کیا نہ احتمال ہمین
تیرے غصے نے ایک دم مین کیا — مردہ صد ہزار سال ہمین

طالع بد سے نیر رخشان — اپنے ہی گھر مین ہی وبال ہمین
کیا پہونچے تو فرشتہ کا جسجا گذر نہو — بیت الصنم ہی شیخ خدا کا یہ گھر نہو
رخشان جو آتے آتے ابھی رک گئے ہین شک — آنکھون مین آگیا کوئی لختِ جگر نہو
کرکے تو امید ہمین قتل سے پہلے کیون — خون روا چکے کیا خون کا دعوا کیجے
چاک کیون مرا گریبان ہی — دل کا محضر مرا گریبان ہی
سینہ کا چاک کرنا سکھلایا — میرا رہبر مرا گریبان ہی
بوالہوس اور بھی مرنے کی کرینگے خواہش — لیکے گل قبر پہ رخشان کی نہ آیئے گا

باب الواو

واحد تخلص شیخ عبدالواحد شہر شاہجہان آباد مین رہتے کے کوئین کے حوالی مین ساکن اور حکیم آغا عیش تخلص کا شاگرد ہی یہ اشعار اوسکے افکار سے ہین

مونس تھا عشق مین سمجھا تھا واحد دل کو مین — پر مرے پہلو مین وہ بھی دشمن جان ہوگیا
بیتاب ہوکے شوق مین سب راز کہدیا — واحد ستم کیا یہ دل بے قرار نے
پوچھتے کیا ہو اسیران قفس کا احوال — بال و پر نکلے نہین تھے کہ گرفتار ہوے

وارث تخلص شاہ وارث الدین مخاطب بہ زمرد رقم خان حضرت کرامت مظہر شیخ فرید الدین

شکر گنج رحمۃ اللہ علیہ کی اولاد اور مشائخ پاک طینت صافی نہاد سے تھا کمالات ظاہری اور باطنی کے حلیہ سے آراستہ اور زیور فضایلت سے پیراستہ خط نستعلیق اور نسخ اور تعلیق اور ریحان اور شکستہ اور گلزار مین علم کیتابی بلند اور اوستادی عالمگیر ثانی نے اوسکے مرتبہ کو ارجمند کیا تھا یہ شعر اوسکے افکار سے ہین

ہنسے کیا کیا نہ ترے ہجر مین اے یار کیا	سینہ کو داغ اور آنکھون کو گہربار کیا

وجاہت تخلص احمد علیخان ولد احمد نور خان مرحوم قوم سے افغان اور ساکن قدیم رامپور اور فن شعر مین شاگرد محمد حیات خان حیات تخلص کا یہ مرد خوش خلق اور نیک نہاد اور صاحب طبع حلیم و ذہن مستقیم ہے یہ اشعار اوسکے افکار سے ہین

ہر وجاہت یہ زیست نقش بر آب	کیا یقین آئے نقش باطل کا
دل ہوا جائے ہے خون ابروے خمدار کو دیکھ	تیر لگتا ہے جگر مین مژہ یار کو دیکھ

وجود تخلص سید محمد علی ساکن بنارس ہزل گوئی مین زبان اوسکی وا اور سلسلہ اوسکی شاگردی کا صاحب قران تک پہونچتا ہے تذکرہ کی ضرورت سے یہ ایک شعر مرقوم ہوا

رکنے نے جرف مین جب سر جھکایا	ستون کی بندگی گویا ادا کی

وحشت تخلص خاندان والا دودمان غلام علی خان شرافت کو اوسکے نام سے عظمت اور نجابت کیواوسکی ذات سے کرامت حلم اور بردباری اور مروت مین بے عدیل اور ایجاد معنی اور ابداع سخن اور جودت فکر مین بے نظیر مشق سخن مومن خان مومن تخلص مرحوم سے کی ہے اور خوش فکری کو حد کمال تک پہونچایا یہ اشعار اوسکے افکار گوہر نثار سے ہین

آئینہ حرمت صہبا کی سناتا ہون اوسے	ذکر سن سنکے رقیبون کی مے آشامی کا
دل مین عمدے بڑھ گئی کیا الفت آپکی	کچھ اندنون مین پہلے سے لطف و کرم نہین
بے تکلف آئے وہ بہر تماشا وقت نزع	کام آسان ہو گیا یان مردن دشوار سے
نالہ میرا روز و شب سن سن کے عادت ہو گئی	اہل عالم اب نہین مرنے کے بانگ و زار سے

وحشت تخلص میر حبیب احمد خلف زبدہ مشائخ کبار میر مشتاق احمد نوجوان خوش ترکیب خوش مزاج فن فارسی سے بقدر ضرورت آگاہ ہے شعر ریختہ ہر چند کم کہتا ہے لیکن اچھا کہتا ہے

آخر اپنا بھٹک بھٹک کے غبار	ایک دن اوسکے در پہ آ ہی رہا

آپ ہی رُک رُک کے مرگیا آخر — حال وحشت کا کچھ چھپا ہی رہا
خانہ خراب نالہ وزاری سے باز آ — ہر دم کی ہائے ہائے مین ای دل اثر نہین
چلواے حضرت دل اب کردکچھ اور فکر اپنی — کہان ہی اب دماغ اتنا کہ سہوین ناز خوبان کو
شغل واں اوسکو میکشی کا رہا — زہر گے گھونٹ یان پیے ہی بنی
اوسکے تھم تھم کے گھر کے آنے پر — ہمکو رُک رُک کے جان دیے ہی بنی
جو نہ سننا تھا وہ سنا ہمنے — جو نہ کرنا تھا وہ کیے ہی بنی
دل کی خانہ خرابیان وحشت — عاقبت سر پہ دھر لیے ہی بنی

وحشت تخلص شاہزادۂ بلند مرتبت صاحب تمکین مرزا کبیر الدین امتانت وضع اور حسن اخلاق اور فرط مروت اور کثرت حلم مین شہرۂ روزگار ہی شیخ ابراہیم ذوق سے مشق سخن کی ابتدا کی تھی اور مرزا رحیم الدین حیا سے اس کمال کو انتہا تک پہونچایا یہ اشعار اوسکے کلام معجز نظام سے انتخاب ہوے

وہ بے وفا و امید تسلی شب غم — خیال یہ دل مضطر ترا کدھر آیا
کون سے فتنون مین ہی فتنہ محشر ظالم — سیکڑون فتنہ ہین ایسے تری رفتار کے پاس
ناحق کے ضرر و کاوش بے جا سے کیا حاصل — لوگے ستا کے کیا کسی خانہ خراب کو

وزیر تخلص خواجۂ وزیر متوطن خاک ہینو آئین لکھنو مرد کبیر السن اور ریختہ گویان قدیم سے ہے یہ شعر اوسکا سنا گیا

خاکساری ہی فقیری مین بھی مشکل ورنہ — پیرہن مٹی مین کسکو نہین ننگ آتا ہی

وصال تخلص حکمت مآب فضائل اکتساب سلالۂ اماجد کرام زبدۂ افاضل عظام قدوۂ اکابر آوان حکیم نصر اللہ خان سلمہ الرحمن خلف جناب مستطاب غفران پناہ مغفرت دستگاہ یگانۂ آفاق حکیم ثناء اللہ فراق جناب حکمت مآب موصوف کے اوصاف حمیدہ اور اطوار پسندیدہ اگر بیان کیے جاوین تو نہ زبان تاب رکھتی ہی اور نہ کتاب گنجایش قامت استعداد اوس جناب کا علیہ علوم عقلیہ اور نقلیہ سے آراستہ حدیث فقہ واصول وحکمت وہندسہ وہیئت کو مولانا مخدومنا مولوی رفیع الدین رحمۃ اللہ علیہ کہین برادر جناب جنت مآب شاہ عبد العزیز محدث دہلوی سے تحصیل اور علم طب کو حکیم کامل اور طبیب فاضل حکیم شریف خان علیہ الرحمۃ والغفران سے کسب کیا عقل باور نہین کرتی کہ یہ حد صائب درگاہ

حکیم علی الاطلاق سے کسی اور کو عطا ہوا ہو بیماری چشم نرگس اور جوش خون لالہ کی علت کا دریافت کرنا ایک امر سہل ہی صبا اگر انکے شفاخانہ مین چلے دل صنوبر کو خفقان سے نجات دے اور اگر نسیم انکے دستور العمل کے موافق کام کرے شکم غنچہ کو نفخ سے بچالے طلا شبنم اگر انکی تدبیر سے ہوتا رنگ گل مین خون نہ مرتا اور اگر نخلۂ گل انکی تجویز سے عمل مین آتا تو بلبل کا مرض دماغ اتنا طول نہ پکڑتا ان کمالات سے قطع نظر اوقات شبانہ روزی مین بیشتر عبادت و طاعت مین مصروف اور اکثر احیان اسی امر نیک سے مشغوف ایسا عالم باعمل عرصۂ روزگار مین کم مشاہدہ ہوا موزونی ذاتی اور مناسبت طبیعی سے گاہ گاہ فکر شعر بھی دامنگیر ہوتی ہی یہ اشعار اونکے افکار گوہر نثار سے ہین

جان من اضطراب اس دل کا — رشک افزا ہی مرغ بسمل کا
تھا سر اپنے بدن پہ بار گران — مین ہون ممنون تیغ قاتل کا
پھر تو قفس ہی خوب ہی ای مرغ ناتوان — پرواز جبکہ ہو نہ سکے آشیان تلک
پھر نیگے منہ نہ ہرگز اوس شوخ کی جفا سے — ہوگا یہی نہ آخر مرجائینگے بلا سے
کس کس سے جان بچاؤن حیران ہون الٰہی — چشمک سے شوخیون سے انداز سے ادا سے

وصل **وصل تخلص** نوجوان خوش اخلاق سلیم طبع محمد علی خان خلف جناب کمالات انتساب حکیم نصر اللہ خان وصال تخلص اس سن و سال مین علوم رسمی سے فارغ التحصیل و رفو طلب سے کما ینبغی بہرہ مند ہی ہجو فرزند رشید ایسے ہی سعادت کیشان اہلیت شعار کو کہتے ہین فن شعر مین اپنے والد ماجد سے مشورہ کیا ہی یہ اشعار اوسکے طبعزاد ہاے رنگین سے انتخاب ہوے

کیا مزہ اس دل مجروح کو ہوتا حاصل — اوسکی شمشیر کے گر ساتھ نمکدان ہوتا
دشت پر خار مین جب ہم رہے بے دامن و جیب — چاک چاک اپنا نہ کیونکر تن عریان ہوگا

گر لکھون حال دیدۂ تر کا — مثل دریا ہو حال دفتر کا
حیف جسمین کہ نامہ بانہ تھا — گر پڑا وہ ہی پر کبوتر کا
ظلم اوس سنگدل کے بسکہ سہے — بنگیا اپنا دل بھی پتھر کا

ناتوانی سے مین حیران ہون بیٹھا اسطرح — جیسے دیوار سے جاوے کوئی تصویر لگا
بوسے تو اپنے لب کے ہمین پانچ چار دے — ساتھ اوسکے گالیان بھی اگرچہ ہزار دے
محفل اغیار مین مجھکو بلایا آپنے — فتنہ کیا بیٹھے بٹھاتے یہ اوٹھایا آپنے

وفا **وفا تخلص** مرزا دانا بخت مرحوم ابن مرزا جمشید بخت مغفور ابن حضرت شاہ عالم بادشاہ

مبرور صاحب طرز عاشقانہ اور خلق اور مروت مین یگانہ صافی کلام رشک مرآت جان بخشی سخن غیرت آب حیات سخن اوسکا زیور صنائع اور بدایع سے آراستہ مرزا حمیت شاہ ماہر سلمہ اللہ تعالے اوس شاہزادۂ عالی مرتبت کے فرزند رشید ہین اوس مسافر راہ عدم نے اس مہین مخلف کو تحریر سالی مین چھوڑا حضرت احسان علیہ الرحمۃ والغفران کی شاگردی سے ممتاز اور اوس جناب کو اپنے تلامذہ سخن سنج مین اوس صاحب فہم کے ذہن پر ناز تھا یہ چند شعر اوسکے کلام سے انتخاب ہوکر درج کتاب ہوے

بادہ نوشی سے اوسے کام یہان تشنہ لبی	عید رہتی ہی وہان یان رمضان رہتا ہی
مُنھ سے تو کچھ کہو تم کسو اسطے خفا ہو	اس اپنے خستہ دل سے اس اپنے نیم جان سے
مین نے کہا جو رو کر مرتا ہون تم بچاؤ	اک ناز اور ادا سے کہنے لگے وہ کب سے
کوچہ مین بعد مرگ مجھے اوسکے جا ملے	ایسے کہان نصیب جو یہ مرتبا ملے

وفا تخلص میر حیدر علی مرثیہ خوان اپنی خوش آوازی سے الحان داؤدی کو دل سے بھلا دیا اور تاثیر انفاس سے پتھر کو موم بنا دیا مصیبت زدگان کربلا کا ذکر کرا اگر اس ذاکر با اخلاص کی زبان سے سنتا یزید اپنے افعال سے خجل اور شمر اپنے کردار سے منفعل ہوتا گاہ گاہ موزونی سخن کی طرف بھی عنان توجہ معطوف ہوتی ہی یہ اشعار اوسکے افکار سے ہین

خاک پہونچائی نہ میری کبھی اوس دامن تک	اے صبا تو نے اوڑا کر اسے برباد کیا
ہم تھے مشتاق شہادت اور وہ خنجر بکف	قتل کرنے مین ہمارے پھر تامل کیون ہوا
دشمنون سے مل مل کر خاک مین ملاتے ہو	خاک دوستی کا ہو آپ پر گمان اپنا

ولی تخلص شیخ ولی محمد خلف شیخ منگلو ولد من اصلی اوسکا سیالکوٹ اور مولد اوسکا شاہجہان آباد والد ماجد اوسکا نواب بخابت علی خان مرحوم والی جھجھر کی سرکار مین عہدۂ کرینلی سے سرفراز اور اقران و امثال سے ممتاز تھا اور یہ بزرگ منش عہد طفولیت سے اب تک نواب بہادر جنگ خان بہادر والی بہادر گڈھ کی سرکار مین اعتبار و جاہ سے بسر کرتا ہی کبھی عہدۂ کوتوالی اور کبھی ندیمی اور مصاحبت سے سربلند ہوکر اخوان روزگار کیا بلکہ آقا قدر شناس کی نظر مین عزت و وقار رکھتا ہی عمر پینتالیس برس کی ہی اور فکر سخن ہنوز جوان ہی سخن کی مشق شاہ نصیر مرحوم سے کی اور بسبب کم فرصتی کے ترتیب دیوان ہنوز صورت پذیر نہین ہوئی راقم کو یہ تین شعر اوسکے یاد تھے کیونکہ مبتلاون نشان تجھکو ستمگر اپنا | عالم خانہ بدوشی مین کہان گھر اپنا

رتبہ تھا کیا قمر کا جو کرتا وہ ہمسری
جب آفتاب رُخ کے برابر نہو سکا

کشتہ جو تیری نرگس فتان کا ہوا ای شوخ
زندہ وہ کبھی عیسے مریم سے نہو گا

باب الہا

ہادی

ہادی تخلص مرزا غلام فخر الدین بہادر خلف الصدق مرزا حجستہ بخت بہادر مرحوم ابن حضرت فردوس منزل شاہ عالم بہادر مغفور حکیم آغا جان عیش سے تلمذ اور طبع سلیم اور ذہن مستقیم رکھتا ہی یہ شعر اوسکا یاد تھا

آیا نظر وہ مہر لقا تین دن کے بعد
روشن یہ قصر چشم ہوا تین دن کے بعد

ہاشمی

ہاشمی تخلص محمد نادر حسین خان صاحب شوکت وجاہ دولت واقبال پناہ بلند مرتبت فلک منزلت حلم اوسکی طبیعت مین جاگزین وقار اوسکے اوضاع سے ہمنشین گل زمین کالپی مین رئیس کامگار اعظم الدولہ نصیر الملک نواب محمد حسین خان بہادر دام اقبالہ کی سرکار فلک مدار مین عہدۂ نیابت سے سرافراز اور اخوان روزگار سے بیشی مراتب اور افزونی مدارج مین ممتاز ہی اقبال وجاہ اوسکا رفیق جانی اور علم وفضل اوسکا خاندانی ہی پدر عالی وقار اوسکا شیخ فرخ حسین حرمان تخلص میدان شاعری اور عرصۂ انشا طرازی مین شہسواران کمال سے قصب السبق لے گیا تھا اور رئیس ممدوح اور اوسکے والد ماجد مغفور ناظم الدولہ نواب امیر الملک بہادر ظفر جنگ جنت آرامگاہ کی اوستادی کے شرف سے مشرف تھا یہ چند شعر اس صاحب رتبہ عالی کے اشعار سے انتخاب ہوے

اوس سنگدل سے آج ملاتا ہون اپنا دل
شیشہ مرا مقابلہ کرتا ہی سنگ کا

فاتحہ خوان ہون روح مجنون پر
ہی برادر پہ حق برادر کا

مجکو کرتا ہی کب شکار وہ شوخ
کون خواہان ہی صید لاغر کا

ہاشمی دیکھیے کیا پاے قرار آخر کار
عشق اور عقل مین دن رات ہی جھگڑا ہوتا

یہ راز عشق چھپے کسطرح کہ ان روزون
ہمارے اب مین دل خانمان خراب نہین

بوٹی جو مین نے زلف ورخ یار کی بہار
بگڑے ہی شانہ آپکو آئینہ آپ کو

جب ہاشمی دیکھا تجھے حیران ہی دیکھا
سچ کہہ ہی تعلق تجھے کس آئینہ رو سے

دو محبکو سیر گل کی نہ تکلیف دوستو
وہ دل نہین رہا وہ طبیعت نہین رہی

داشد مرے دل کی کوئی ممکن ہی صباسے
کھلتا ہی کہین نقشہ تصویر ہوا سے

سرو اوس قامت موزون پہ فدا ہوتا ہی — رنگ گل دیکھتے ہی رُخ کے ہوا ہوتا ہی
استقدر کنج قفس مجکو خوش آیا ہی کہ اب — دل مرا نام رہائی سے خفا ہوتا ہی
عشق کے آغاز ہی مین تمکو ہی جوش جنون — ہاشمی ہوتا ہی کیا انجام اسکا دیکھیے

ہجر تخلص مولوی محمد حسین ساکن قصبہ جگیو پور ایام خردسالی مین گلزمین شاہجہان آباد مین وارد اور شداید غربت اور مہاجرت اقارب کو اپنے نفس پر گوارا کر کے تحصیل علم و ہنر مین سعی مشکور کو نصاب کمال تک پہونچایا اور روز و شب خدمت سراسر افادت جناب مولانا و بافضل دلنیا مولوی امام بخش صہبائی سے مشرف ہو کر زانوے تلمذ تہ کیا پردہ چشم کو اوراق کتاب سے کوک کیا اور انفاس کو نتایج افکار بلغا کے واسطے گہوارہ بنایا پیک فکر کو ایسا تیز رو کیا کہ راہ تنگ و تاریک عبارت کو پل سپہر کر کے معنی دشوار یاب کا سراغ جہان سے مل سکا بہم پہونچایا نہ رات کو رات سمجھا نہ دن کو دن رات کو خواب کا دشمن اور کتاب کا رفیق جانا اور دن کو تعطیل کا عدو اور تحصیل کا صدیق خلوت شب مین دود چراغ غذاے دماغ ہوتا تھا اور عرصہ روز مین عرق سعی گوشہ دامن کو گرداب کرتا تھا جناب مولانا نے جب سعی و شوق کو ہم آغوش پایا اور اخلاص تہ دلی اور اعتقاد خالص کو ہمدوش شفقت پدرانہ مبذول کی اور تربیت فرزندانہ صرف ہی جبتک اپنی سعی اور استاد کی شفقت فراہم نہو تحصیل کمال دائرہ امکان سے خارج ہی چند روز مین فنون متداولہ مین دستگاہ کامل حاصل ہو گئی اور ہر کتاب سے ہر مقام کے غوامض اوسکی فکر کے ساتھ ہم آغوشی کی کتاب دانی مین کہ بے تاید الٰہی حاصل نہین ہوتی امثال و اقران مین علم یکتائی بنا کیا تحقیق لغت اور تفتیش مصطلحات مین اسقدر صرف اوقات فرمایا یہان تک کہ چند مدت کے بعد تن خود ایک جلد کتاب ہو گیا اور دل ایک فرہنگ جو کہ اصل طینت مین موزونی مخمر تھی ایام طالب علمی مین باوجود توجہ تحصیل کے گاہ گاہ نقش باغچہ دل سے مثل سرو خود بخود موزون ہو کر جلوہ گر ہو جاتا لیکن اس امر کے توغل کو شغلہ علوم کا مانع تصور کر کے کتاب صحبت اختیاری اور شاہدان معانی سے مہاجرت اضطراری کو واجب جانا اگرچہ یہ شغل خطیر حسن طبیعت اور جلوہ افکار کا پردہ پوش تھا لیکن بلعہ اون پری وشون کا رنگ شراب کی طرح شیشہ ضمیر بے اختیار جھلک جاتا اور جو کہ وہ ثمرۃ الفواد استعداد علمی کا دست نجت ہوتا تھا تو اہل سخن کے مذاق مین گوارا آتا تھا جب تحصیل سے فراغت کلی حاصل ہو گئی فکر و خیال دماغ کو شاہدان معانی کی مشاطگی پر مامور کیا اور اس فراغ حال مین سخن سنجی کو شغل ضروری سمجھ لیا

مراعات لفظی اور صحت محاورہ کے باب مین تو کچھ ہدایت کی احتیاج ہی نہ تھی چستی تراکیب اور گرمی الفاظ اور کرسی نشینی معنی کہ بسبب کم مشقی کے اہل استعداد سے ان امور مین فروگذاشت ہوجاتی ہی اوستاد معلی القاب کی التفات سے کمتر روزگار مین پایہ والا کو پہونچ گیا اور اہل روزگار نے طبائع عوام پر نظر کرکے استعجاب کا فرق چرخ بلند تک پہونچایا طرفہ تر یہ ہی کہ جسقدر سرمایہ استعداد بڑھتا تھا اوسیقدر اخلاص و اعتقاد فرزندانہ اوس اوستاد شفیق تر از پدر کی خدمت مین ترقی پاتا جاتا تھا جس زمانے مین شاہد اقبال سکھان بے دولت کا پایہ شباب سے فرود آ آکر قدر کہولت کی طرف میل کرنے لگا تھا یعنی رنجیت سنگھ کی ممات کے بعد راجہ شیر سنگھ نے مسند حکومت پنجاب کو زینت دی ایک تقریب حسن سفر لاہور کا سبب ہوئی اور چند سال تک وہ گلزمین اوسکے قدوم بہار لزوم سے خرم اور سرسبز رہی شہرۂ استعداد اور آوازۂ فارسی دانی نے اصاغر و اکابر کے گوش کو ایسا پر کیا کہ نغمۂ بلبل نوایان ایران کو خلوت قبول مین بار نرہا پھر جذبۂ آنجوکے تقاضے سے نشاط آباد دہلی چندے محل آسایش ہوئی ہرچند رؤسا رشاہجہان آباد گوارا نکرتے تھے کہ اوسکی صحبت فیض اثر سے مجور اور اوسکے افاضہ سے محروم رہین لیکن کچھ آب خورش کے جذبہ اور کچھ تخلص کے اثر نے خویش و آشنا اور اعزہ و اقربا خصوصاً خدمت اوستاد شفقت نہاد سے مجبور کیا اور بچرخ ناتوان بین نے اس صحبت فیض بخش کو گوارا نکیا اور اوسکی برات روزی دیوان والی اندور پر لکھدی ناگزیر یہ سفر دور و دراز کہ ایک ماہ تمام مین اتمام کو پہونچتا ہی درپیش آیا اول قدردانی جو اوس رئیس ہنر شناس سے جلوہ گر ہوئی یہ تھی کہ اپنے سرکار کے مدرسہ مین سرگروہ مدرسین مقرر اور شتر اشی روپیہ کا ماہیانہ اخراجات ضروری کے انصرام کے واسطے معین کیا جو کہ حسن لیاقت ایسا جوہر ہی کہ کسی پردہ مین چھپ نہین سکتا قریب زمانے مین ترقی مراتب نے جلوہ گری کی کہ مصاحبت و حضوری دربار اور اوستادی راجہ عالی تبار ظہور مین آئی اور اسپر زمانہ نگذرا تھا کہ نظامت دیوانی کا عہدہ تفویض اور اڑھائی تین سو روپیہ مشاہرہ مقرر ہوا اتبک وہی مسند اوسکے وجود سے مشرف اور خوش سلیقگی اور نیک طینتی کے ذریعہ سے داد دہی کا آوازہ گنبد فلک مین بلند ہی اس کثرت اشغال پر تدریس طالبان کمال اور فکر انشاء نظم بھی دامنگیر ہی بیشتر خطوط و رسائل کے وسیلہ سے وہ افکار گوہر نثار جناب اوستاد کی خدمت مین پہونچتے ہین اور کثرت حاضر باشی کے سبب سے راقم ہیچمدان بھی اون جواہر نفیسہ کی خوبی پر نظارگی ہوتا ہی زبان کو یارا کہان کہ اُن افکار لطافت آثار کی

خوبیان کیان سے کراور قلم کو مجال نہین کہ اوس سخن کے محاسن کو جیز تحریر مین لاوے چند شعر ارباب مذاق کے گوش گزار کرکے لبس کرتا ہو

من قصیدتہ

سال و مہ باشی باقبال ہمایون سرفراز — ای کہ ذاتت مسند اندور را آمد طراز
کیقباد و خسرو و اسکندر و دارا و جم — بردرت استادہ دایم بہر کسب امتیاز
شحنۂ جودت چنین گر در نظام عالم ست — آز را یابی ز طبع بے نوایان احتراز
بر سر بادبردت خصم در روز وغا — جز زبان خنجرت دیگر نمے بینم دراز
گر گل شمع ست فرق خصم در بزم وجود — ہست شمشیرت برائے قطع او در حکم کاز
ژالہ آسا ہر نفس از تاب شمشیرت بود — دل درون سینۂ خصم تو سر گرم گداز
دادرا دورت بہار طرفہ دارد کاندرو — دشمنان پیوستہ پژمان دوستان در اہتزاز
تشنگان شوق را شد موج آب زندگی — بر جبین شاہدان مجلست آن چین ناز
بسکہ فیض عام او محتاج نگذارد بدہر — بعد ازین مفہوم گردد نا نیاز از لفظ نیاز
ای ہمہ دل از ظفر موج غبار رزم او — چون دل محمود برد از کف خم زلف ایاز
چون حباب از دشمنش بر خویشتن البتہ سود — کش درون کاہیدہ مے یابم ز تاثیر گداز
خصم جانش ہمچو چوگان سرکشی اندیشہ کرد — چرخ گفتش سر برنگ گوے در میدان بباز

من غزلیاتہ

ز درد آہ سوزانم ستارہ گر شود پیدا — تو گوئی از سپہر نیلگون اختر شود پیدا
نشست از خط بپا قوت لبش گر دکسادی ہا — کہ آتش چون شود افسردہ خاکستر شود پیدا
گدازد دل بجذب آور چو تاثیر نفس خواہی — سر گم گشتۂ این رشتہ از گوہر شود پیدا
دم کشتن اگر لعلش دریداد بکشاید — ز موج خون بسمل چشمۂ کوثر شود پیدا
نمیدانم چہ سوزے در جگر دارم کہ از چشمم — بہر مژگان بجائے قطرہ یکپارہ شرر شود پیدا
بمن تعلیم وحشت ہست ہر دم جوش سودا را — دہد از گریبا دم مژدۂ دامان صحرا را
زند ساغر بجنون بیگمانان لعل جان بخشی — کہ جائے دم زدن نبود بہ پیش او مسیحا را
ز تاب آہ ہجر ناتوان غافل مشو ظالم — کہ جاوید آتش ہست از رشک او زلف چلیپا را
چنان ضعیف شد از غم تن نزارم را — کہ بار خاطر من مے کند غبارم را

بیا در روے تو خلوت در انجمن دارم — من و خیال تو با دیگرے چہ کار مرا
تو نیز چارۂ حرمان نمیتوانی کرد — بجلوہ آئی و حیرت برد ز کار مرا
ز بار درد تو ہمرنگ تو نیا گشتم — نشد باین ہمہ در چشمت اعتبار مرا
نکرد در دل سنگین او رہی پیدا — فغان ز بے اثری کرد شرمسار مرا
بپاے آبلہ طے مے کنم رہ صحرا — بود کہ باز شود این گرہ ز خار مرا
ز داغ بادہ شود ہجر لالہ زار تنم — شکست توبہ بود عہد نو بہار مرا
شب کہ بے رویت رخ زردم چراغ خانہ بود — لخت لخت دل ز جوش گریہ ام پروانہ بود
یاد ایامے کہ از حسن سلوک روزگار — طرۂ آشفتہ را آنجا من شانہ بود
تا کجا بودی کہ امشب تا سحر در راہ شوق — آنچہ بر مینخاست از دل نالۂ مستانہ بود
رہ بخلوت کدۂ قطرہ بر دو حشت معرج — راہ آید چو بسر روے بمنزل باشد
تاب آن جلوہ کہ تفسیر جوابارنی ست — ہجر بر دیدۂ حیرت زدہ حائل باشد

ہجر تخلص میر جمیل الدین خلف میر ابرار علی کہ اکابر سادات کرام اور اعاظم شرفاے ذوی الاحترام سے ہی نوجوان خوش صورت و نیک سیرت اور برناے پاک نہاد لطف سریرت ہی علوم ضروری سے بہرہ بردار اور نستعلیق نگاری اور نستعلیق گوئی مین سرگروہ اخوان روزگار طبیعت معدن حلم دل مخزن علم اوصاف حمیدہ کو اوس سے اعتبار اور اطوار پسندیدہ کو اوس سے افتخار بزرگان والانژاد اوس نیک نہاد کے شہاب الدین غوری کی ایام سلطنت مین بغداد سے وارد ہندوستان جنت نشان ہوکر اکثر مراحم خسروانی سے پایہ بلند اور مراتب ارجمند کے ساتھ سرفراز رہے پدر بلند مرتبا و سکا مقام دلسنہ سے کہ ایک مدت سے آباے عالی تبار کا محل بود و باش مقرر تھا دہلی مین وارد اور نواب بہادر جنگ خان والی بہادر گڈہ کی سرکار مین عمدۂ وکالت سے ممتاز ہوا اور اس عمدہ کو ایک زمانۂ دراز تک حسن و لیاقت سے سرانجام دیا اب استغناے مزاج اور بے نیازی طبیعت کے اقتضا سے خانہ نشینی اختیار کی یہ خلف الصدق تحصیل علوم مین سرگرم اور تہذیب اخلاق مین مصروف ہی گاہ گاہ فکر شعر کرتا ہی زبان پاک ہی اور خیال بلند یہ اشعار اوسکے کلام سے یاد تھے

ہی جو سودا ے کامل یچپان ہمکو — خواب کیا کیا نظر آتے ہین پریشان ہمکو

آتی ہی سر پہ دیکھیے اب اور کیا بلا | وہ ہمکو دیکھ زلف لگے ہین سنوارنے

ہدہد تخلص عبد الرحمن نامی ساکن فتوح پور سب مدت سے خاک شاہجہان آباد مین وارد ہی جو کہ خلط چہارم کی رنگ آمیزی نے اوسکے مرقع دماغ کو قوت متخیلہ کے واسطے لوح تعلیم بنایا تھا احباب ظریف طبع کو ایک مشغلہ طبیعت اور بازیچہ مزاج ہاتھ آیا اور کثرت تحسین سے الفاظ پوچ و پادر ہوا اور سخن ناموزون اور بے معنی کو ہم جنب وحی والہام سمجھنے لگا اب تک اوس سودا کا جوش اور اوس جنون کا خروش ترقی پر ہی احباب کے خندہ رسا اور قہقہہ بلند صدا کو غلغلہ تحسین اور صدائے آفرین جانتا ہی اوقات مین اسقدر وسعت نہین کہ اوس عجوبہ روزگار کا حال مفصل لکھون چند شعر لکھکر ختم کلام کرتا ہون اور ہر چند مناسب مقام یہ تھا کہ اوسکی وضع خاص کے اشعار لکھتا اور اوسکی موزونی ذاتی سے ظریفان خوش مزاج کو مسرور کرتا لیکن حیف تھا کہ زبان ایسے مزخرفات سے آشنا ہونا چار اسی دو چار شعر سے اوراق تذکرہ کو مایہ دار کرتا ہی کہ خواہ حسن اتفاق خواہ کسی کی اصلاح سے فی الجملہ لطف سے خالی نہین ہین

راست آئینون کو نفرت ہر کج آئینون سے | تیر نکلا جو کمان سے تو گریزان نکلا
آشیان سے جو غزل پڑھنے کو ہدہد آیا | غل پڑا پیش رو ملک سلیمان نکلا
آجا ہین اوسکے سایہ مین دونون جہان فقط | ہدہد جو ایک پنکھ تو اپنا پسار دے
ہدہد کا مذاق ہی نرالا سب سے | انداز ہی اک نیا نکالا سب سے
سر دفتر شکر سلیمان ہی یہ | اوڑتا بھی ہی یہ تو دیکھو بالا سب سے
جہان مین آج دیبی سنگھ تو راجون کا راجہ ہی | خدا کا فضل ہی جو قلعہ مین تو آبرا جا ہی
کسیکو دے نہ دے تنخواہ تو مختار ہی آپ مین | مگر ہدہد کو دیدے کیون یہی ہدہد کا کھاجا ہی

ہوش تخلص منور علی شاگرد خدا بخش خان تنویر طبیعت رسا اور فہم تیز رکھتا ہی یہ شعر اوسکے نتائج طبع سے ہی

فوج ہوتے ہین جا نگر عاشق | اپنے قاتل کا دل بڑھاتے کو

ہوشیار تخلص منشی کیول رام قوم کائیتھ مرد سنجیدہ و صاحب استعداد قصائد و غزلیات فارسی سے دیوان فراہم رکھتا ہی گاہ گاہ ریختہ کا فکر بھی کرتا ہی اوسکے کلام سے یہی دو تین شعر ہم پہونچے

ملایا خاک مین دکھلا کے تونے قد بالا کو | سہی کو سرو کو شمشاد کو عرعر کو طوبا کو
خراب چشم میگون ہوگیا اب ہی سلام اپنا | صراحی کو پیالہ کو مسبو کو خم کو مینا کو
خط و زلف و قد و عارض نے تیرے کر لیا عاشق | سمن کو سرو کو سنبل کو ریحان مطرا کو

(لفظ واشتر ہر مکس)

ہنر تخلص مرزا بختاور بخت شاگرد مرزا حاجی شہرت شعر خوانی کے وقت زبان کی لکنت اسقدر ہی کہ لب گویا درج دہان کا قفل ہی غالبًا اوسکے کلام کی شیرینی بند زبان ہی یہ اشعار اوسکے مرقوم ہوے

کس چمن مین ہمین تقدیر ہی لائی یارب | کہ ہی آزاد جہان نام گرفتاردن کا
آپ اور آزروے وصل بتان بے رحم | ای ہنر دل تو بنا لیجیے پتھر اپنا
ای ہنر دیکھا کچھ اپنے درد پنہان کا اثر | پردہ ہی پردہ مین اونکو شوق پیدا ہوگیا
بیچینیان بھی ہین دل کی تو ای ہنر تم | لاتے ہو آج کل مین آفت کوئی اور دل پر
جلد گردن پر مری رکھدے خدا کیواسطے | دست نازک مین سنبھل سکتا اگر خنجر نہین
ہنر کچھ ابکی نگاہین وہ کر گئین جادو | وگرنہ یون تو ملی آنکھ بارہا اوس سے
گریبان چاک ہین اور مو پریشان | ہنر شاید کہ آئے ہین وہان سے

باب الیاء

یاس تخلص خیر الدین نام ساکن شاہجہان آباد صناعت طب مین جالینوس زمان بقراط دوران حکیم احسن اللہ خان کی توجہ سے مہارت تام اور معالجہ امراض مین دستگاہ تمام بہم پہونچائی تھی اور فن شعر مین کبھی شیخ ابراہیم ذوق اور کبھی مومن خان مرحوم سے اصلاح لیتا تھا چند سال ہوے کہ عرصۂ عالم سے عنان تاب ہو کر رای فردوس ہوا یہ شعر اوسکا نامخن بدل زبان معلوم ہوا

زانوے یاس کہان اور سر دلدار کہان | ہمنشین بات وہ کر جسکا ہو کچھ بھی سر پاؤن

یاس تخلص جوان اہلیت شعار و برنای سعادت دثار تخلیقہ گلشن کمال میر آب چمنستان فضل و افضال صاحب طبع متین حافظ حفیظ الدین کہ حلم اور بردباری کا جامہ اوسکے قد پر درست اور مہر اور محبت کا لباس اوسکے بر مین چست ہی استقامت فکر دست خرد کے واسطے عصا اور رسائی طبیعت شاہران معنی کے چہرہ سے نقاب کشا مروت مین یگانہ اور مردمی مین یکتاے زمانہ ہر چند اقتضاے جوانی کی تشکش سد راہ ہی لیکن کسب کمال کو مادۂ اوقات کا ماحصر اور تحصیل علوم کو جادۂ سلوک کا راہبر کیا ہی ہر سینہ دانش کا گنجینہ دار ہے و زبان حرف کمال سے ہمداستان

حفظ کلام الٰہی سے سنقر کی فلانسی کا مصداق اور صحیح خوانی اور تجوید حروف مین یگانہ آفاق
ازبسکہ طبیعت کی جودت اور ذہن کی رسائی اور فکر کی تیزی اور خیال کی بلندی اپنے اقتضا سے
باز نہین آتی باوجودیکہ اوقات عمر سے بیشتر تکمیل ہنر و تحصیل کمال مین مصروف ہی تاہم سخن کو اوسکے
لب و دہان مین موزونی سے گزیر اور کلام کو اوسکے زبان پر اکتساب فصاحت سے چارہ
نہین سبحان اللہ طبع ہی یا گنجینۂ تحت العرش کا ایک گوشہ اور دل ہی یا صحرائے عالم قدس کا
ایک قطعہ ہر چند بناے سخن سنجی اور اساس موزونی کو صرف اپنی ہی امداد طبیعت پر رکھا ہی
لیکن لطف معنی اور رنگی اسلوب اور دل نشینی طرز خیط بیان سے خارج ہی اس بنک نہاد کے
اوصاف مین حیران ہون اور ذکر محامد مین سرگردان اصالت نسب اور شرافت حسب اور
اعتبار کی بلندی اور پایہ کی ارجمندی ارباب روزگار کی نظر مین وقار کے ساتھ زیست کرنی
اور آشنا اور بیگانہ کی نگاہ مین عزت اور آبرو کے ساتھ بسر کرنی ایک طرف اور طبع کی موزونی اور
سخن کی رنگینی اور فکر کی متانت اور اندیشہ کی رسائی اور زمانہ شناسی و نماکی غرور انگیزی اور ہنیار
جوانی کی جلوہ ریزی ایک جانب اور پھر اگر ان سب اسباب رعونت کو ایک پلہ مین رکھین اور
تواضع اور فروتنی کو کہ رد حقیقی کے خزانۂ انعام سے گنجینۂ طبیعت مین فراہم ہی دوسرے پلہ مین تو پلہ
تواضع ہی کا جھک جائیگا اب اس عرصہ سے عنان قلم کو معطوف کرکے چند شعر اوسکے کلام
فصاحت انتظام سے نذر اجاب کرتا ہی

ہو دینگے نہ ہم تو تیری ظالم — پھر کون یہ جستجو کریگا
مرجائینگے ہم تو پھر کسی پہ — یون ہی تو یہ ظلم تو کریگا
جب تو نہ ملا تو یاس خستہ — پھر کون سی آرزو کریگا
بادہ خوارہی نہ چھوڑ تو اے یاس — یہ بھی اک مشغلہ ہی یارون کا
گھر تو آنا کیا کہ اپنے آپ مین آئے نہ ہم — بے نقاب اوس روے تابان کا تماشا دیکھکر
کیا کہون کس طرح سے پھرتے ہین — ہوکے مضطر ترے گریبان چاک
ناتوان ہین پر اوڑتے ہین کیا کیا — مثل صرصر ترے گریبان چاک
یہ ہی وحشت رہی تو بیٹھ چکے — گھر کے اندر ترے گریبان چاک
کو بکو کیا خراب پھرتے ہین — خاک ہوکر ترے گریبان چاک
رکھتے برپا ہین بن ترے ہر دم — شور محشر ترے گریبان چاک

اور کو کیا بتائین حال اپنا — خود نہین جانتے کہ کیا ہین ہم
مغبچون سے یہ راہ و رسم اور بچہ — یاس کہتے ہو پارسا ہین ہم
یاد آتا ہی ہمین اپنا دل خون گشتہ — جب کہین بزم مین ہم جام و سبو دیکھتے ہین
کچھ تو بتلا ہمین احوال دل اپنا اے یاس — کہ ٹپکتا تری آنکھون سے لہو دیکھتے ہین
جہان مین پھرتے ہین ہم ہر طرف سرا سیمہ — مگر یہ کچھ نہین کھلتا کہ آرزو کیا ہی
چونک پڑتے ہین عدم سے خفتگان خاک بھی — مہرہ شور قیامت کیا تری رفتار ہی
ہوا ہی کس سے دل آزردہ اسقدر اے یاس — کہ تیرے منہ سے شکایت سدا نکلتی ہی

اوڑھکے دامن تلک بھی پہونچے نہ ہم — عبث اوسکی گلی مین خاک ہوے
جب جنون تھا تو تھے گریبان چاک — عشق ہی اب تو سینہ چاک ہوے
دیکھ کر کھینچو جنون اسکو — یہ ستمگر مرا گریبان ہی
اسکے ہر تار مین ہی سو شورش — رشک محشر مرا گریبان ہی
صبح کا چاک ہی گریبان لیک — اس سے بڑھکر مرا گریبان ہی
چاک کیونکر نہووے سو سو بار — پھر یہ آخر مرا گریبان ہی

یا ور تخلص میر امام الدین باشندہ دہلی شاگرد میر نظام الدین ممنون مرد نیک نہاد اور فن تصویر کشی مین یگانہ تھا چند سال ہوے کہ راہی ملک بقا ہوا یہ شعر اوسکا سنا گیا — یاور

مدعا کہیے تو کیا کہیے کہ ہمکو ہم نفس — بات بھی کرنے کا اوسکے سامنے یارا نہین

یکتا تخلص خواجہ معین الدین مرد با اخلاق و مودب اور سرکار شاہی سے خانی کے القاب سے ملقب ہی جناب غفران مآب حافظ عبد الرحمن خان مرحوم سے تلمذ رکھتا ہی یہ شعار اوسکے افکار سے ہین — یکتا

جو دم مین ہو کچھ لمحہ مین کچھ آن مین کچھ ہو — ایسے سے بھروسا ہی کسے مہر و وفا کا
منہ شرم سے ہر گل نے گریبان مین چھپایا — وا اوسنے چمن مین جو کیا بند قبا کا
عالم کو کیا قتل تری تیغ نگہ نے — اور مفت مین بدنام ہوا نا قضا کا
زلفون کو جو دی مشک سے نسبت تو خطا کی — مت ہو جیے برہم کہ مقرر ہوا مین خطا کا
کیا جانے محو خال ہوا یا اسیر زلف — ہی مدت سے دید کہ دل کی خبر نہین
ہر بات مین کہے ہی کہ یکتا نہ پی شراب — واعظ تجھے کچھ ابر و ہوا پر نظر نہین

یمل تخلص عبد القادر مرد سپاہی طور پہلوان وضع تھا ایک دفعہ گاؤ زوری کے غرور سے — یمل

اکھاڑے مین ایک کشتی گیر کے مقابل ہوا وہ پہلوان ہرچند اس سے زور مین زیادہ نہ تھا لیکن فنون کشتی سے اسپر غالب آیا اور ہنگامۂ عام مین اسکی پشت کو زمین سے آشنا کیا اس نادان نے تقاضاے غیرت سے ایسی جلاء وطن اختیار کی کہ پھر خاک شاہجہان آباد مین قدم نر کھا گاہ گاہ شعر بھی کہتا تھا اور اشعار مین بیشتر تخلص کی رعایت سے مضامین رندانہ باندھتا تھا یہ اشعار اوسکے مسموع ہوے

کمند و رقیب سے کہ وہ باز آئے جنگ سے
ہرگز نہین ہین یار بھی کم اوس دبنگ سے

پھرتے ہو یل بنے ہوے تم کچھ دبنگ سے
مطلب نام سے ہی غرض ہی نہ ننگ سے

لب کا بڑھا دیا ہی مزا خط سبز نے
ساقی نے پشت دی مے صافی کو بنگ سے

دو چار صورتین کہین آتی ہین گر نظر
واان ہم بھی جا دھمکتے ہین دل کی اُمنگ سے

دل انکی بے طرح سے پھنسا زلف یار مین
نکلے یہ کیونکہ دیکھیے قید فرنگ سے

آجائیو نہ بیچ مین ظالم کے دیکھنا
یاری تو تم نے کی ہی بل اوس شوخ و شنگ سے

یمین

یمین تخلص احمد علیخان باشندۂ دہلی شاگرد حکیم قدرت اللہ خان قاسم فن طب سے فی الجملہ بہرہ رکھتا تھا تمام عمر سپاہ گری مین صرف کی دس بارہ برس ہوے کہ نقد زندگانی کو تاراج گاہ فنا مین ہاتھ سے دیا یہ شعر اوسکا سنا گیا

شب کہا مین نے پتا اپنے مجھے گھر کا بتا
کان کا بالا بتا کر لب دیا بالا بتا

خاتمہ کتاب از جانب مصنف

الحمد للہ والمنہ اس کتاب لطیف اور نسخہ شریف نے کہ روشن دلان پاک نظر کا تذکرہ اور مکرمگاہان بصارت طلب کے واسطے تبصرہ ہی اخیر ماہ شوال بارہ سو اکہتر سال ہجرت مقدسہ افضل نوع بشر صلوات اللہ علیہ وسلامہ مین اتمام پایا اور کسوت اختتام کو اپنے قامت پر راست کیا شدید قلم کی تیز عنانی اور ہمند خامہ کی سبک جولانی پر آفرین ہی کہ اتنی اوقات قلیل مین ایسے دشت ناپیدا کنار کو طی کیا کہ پیک وہم اوسکے تصور سے نقش پا کے آغوش مین گوشہ گزین اور برید خیال اوسکے نام سے واماندگی کے کنار مین خلوت نشین ہی سخن شناس جانتے ہین کہ اردو کا پایہ کس بلندی پر پہونچا اور ہندی کا فرق کس اوج پر مرتفع ہوا کہ لہجہ دری اوسکے اوصاف مین الکن ہی اور زبان پہلوی اوسکی مدح مین بے سخن اردو کو کسوت دری ۔ اور ہندی کو لباس فارسی مین جلوہ دینا اگر اعجاز نہین تو سحر سے کم نہوگا اجناب معنی رس کہ نکتہ فہمی کو انصاف سے ہم آغوش اور ہنر شناسی کو قدردانی سے ہمدوش رکھتے ہین اور طرز سخن سے آگاہ اور کشور کمال مین صاحب دستگاہ ہین اگر اس شاہد دل پسند کے وصف جمال مین زبان سخن سپر اکو حرف مبالغہ بھی آشنا نکرینگے ۔ اور غلو اور اغراق کو کارنہ فرمائینگے اور بیان واقعی اور حرف راست ہی زبان پر لائینگے تو اس سے کم نہ کہینگے کہ سحر ہی معجز نظام اور سخن ہی ہمپایہ وحی والہام اردو ہی معلی کا پایہ اول کسقدر پست تھا اور اب صابر سخن سنج نے کس درجہ عالی پر پہونچا دیا اور پہلے یہ زبان کیا تھی اور موالف معنی شناس نے کیا سے کیا بنا دیا اور اس لطف سخن پر غلو مضامین اور بلندی معنی کا کیا پایہ اور اس بلندی پایہ پر گنجینہ قدرت کتنا پر سرمایہ ہی جسوقت بحر سخن جوش مین آتا ہی اور دریاے معنی خروش مین حسرت انصاف دل شکن اور تمناے قدردانی ناخن بدل زن ہوتی ہی اور خام طمعی یہ خیال پکاتی ہی کہ غالبًا پاستانیون پر قدردانی کمال اور مرتبہ شناسی ہنر ختم تھی اس باب مین افسانہ ہاے دور و دراز اور حکایات طویل مسموع ہین کہتے ہین کہ اوس روزگار مین ایک برگ کو گلدستہ کی قیمت سے خریدتے تھے اور ایک شبہ کو لعل و یاقوت کی بہا سے مول لیتے تھے اتبوسد سکندر مین سو سو رخنہ نکلتے ہین اور جام جہان نما مین ہزارون غلطیان پیدا ہوتی ہین عدل نوشیروان کی داستان کو حمزہ کا قصہ سمجھتے ہین اور رستم و سام کے کارنامون کو لڑکونکا کھیل جانتے ہین ایک تو متاع ہنر خود کاسد ہی اور اسپر اگر کوئی خریدار پیدا ہو تو وہ حاسد ہی ہر گاہ

نوائے بلبل وصدائے زاغ مین امتیاز اور نقش بال تدرو اور خط پائے کلاغ مین تفرقہ نہو تو
نغمہ طرازی پر توجہ درکار ہی اور ریحان نگاری پر افسوس عشیما رسبحان اللہ بے تمیزی کا ہنگامہ کیا
گرم ہی نبات انکے نزدیک لفظ ہی نفی سخن کے واسطے موضوع اور ماہور ایک کامہ ہی نفی آفتاب کے
واسطے معین کہتے ہین کہ اعمی باوجود عین کے بے بصر کو کہنا منع ہی اور بصیر کو عین کے نہہنے
بینا پر اطلاق کرنا ناروا اگر نادانی یہ ہی تو ابن ہیثق کو دبستان کمال مین افلاطون پر ناز ہو گا
اور باقل مکتب دانش مین معلم اول سے ممتاز استغفر اللہ اسی زمانہ پر منحصر نہین ہی کوئی زمانہ
اس درد کی شکایت سے خالی نہین پایا جاتا اور کوئی عہد اس رنج کے شکوہ سے آسودہ
نظر نہین آتا قدما کی کتابین شکوہ روزگار سے لبریز ہین اور پیشینون کے دل حوادث زمانہ سے
شکایت خیز ای صابر ناقباحت فہم شکوہ ناقدردانی سے لب وانکر اور شکایت روزگار زبان
پر نہ لا تجکو زمانے سے کیا غرض اور زمانیون سے کیا کام اگر صرف سخن کی قدردانی اور ہنر کی
رتبہ شناسی مقصود ہی نگاہ فیض دستگاہ کامروائے لفظ وکشور کشائے معنی حضرت اوستادی
مخدومی مخدوم الانامی فارس میدان ریختہ مولوی امام بخش صہبائی مدظلہ العالی کافی ہی کہ
اوس نگاہ کیمیا اثر سے مس طلا اور کاہ کیمیا ہو جاتا ہی خار اوسکی ایک نظر کے فیض سے گل احمر
اور خاک اوسکی ادنی توجہ سے زر خوشہ انگور فیض تربیت سے شیشہ بادہ طہور سنگ خارا نگاہ
لطف سے قابل نشو ونما اور یہ بھی اوسی کی نظر کیمیا اثر کا فیض ہی کہ عاصی بیسبندی نژاد اس
جزو زمان مین نثر رنگین کی تحریر اور عبارت متین کی تسطیر اور ایجاد معانی تازہ اور اختراع مضامین
بے اندازہ مین ظہوری ترشیزی کا ہم جنب اور طغرائے مشہدی سے ہم پہلو ہی اور اگر رفعت پایہ
دولت اور بلندی شان ثروت مطلوب ہی تو حضوری آستانہ بادشاہ عالم پناہ ملاذ سپاہ
عرفان دستگاہ فریدون سریر جمشید کلاہ ابو ظفر محمد سراج الدین بہادر شاہ خلد اللہ ملکہ وسلطانہ
وافاض علی العالمین برہ واحسانہ کفایت کرتی ہی کہ اوس استانہ کی خاک سلاطین روزگار کی
سجدہ گاہ اور خواقین زمانہ کی پناہ ہی سکندر اوسکے ممالک مین ایک آئینہ ساز ہی اور پرویز اوسکی
بزم مین ایک نغمہ نواز ابر اگر اوسکے بحر کف سے سرمایہ نہ لیتا صدف گوہر سے گران بار مہوتی
اور آفتاب اگر اوسکی ضمیر سے فیض نہ اوٹھاتا کان زر سے سرمایہ دار نہ ہوتی خاک چمن نے اوسکے
جرعہ کے اثر سے جام نرگس کو مے سے لبریز کیا اور باد صبا نے اوسکی شگفتہ روئی کے فیض سے زمین
گلشن کو گل خیز کیا دامن سائل اوسکی سخا سے گنج قارون اور علم فریدون اوسکی ہیبت سے

سرنگون رستم کو اوسکے میدان رزم سے گنج لحد کے سوا پناہ نہ ملے اور سہراب کو اوسکے عرصہ جنگ سے
صحرا عدم کے سوا راہ نہ ملے سکندر اگر اوسکے نقش قدم کو خضر راہ بنا کر چشمہ حیوان سے کامیاب
ہو جاتا اور سلیمان اگر اوسکی حراست مین ہو تو خاتم کو ہاتھ سے نکھوتا اگر زر گل مین کچھ نقصان آجاوے
صبا سے حساب طلب ہو اور اگر زبان سوسن کند بیان رہے باغبان سے جواب طلب ہو حکم ہے
کہ صبا باغ مین پتا نہ کھڑکاوے تاکہ نرگس کے خواب راحت مین خلل نہ آوے اور کوئی جانور شب کو
شاخ درخت سے نیچے قدم نہ اوتارے تاکہ بھولے سے سبزہ خوابیدہ پر پانون نہ پڑ جاوے اوسکے
گلشن اقبال مین اگر دشمن دیوانگی کرے چوب دربان چوب گل کا حکم پیدا کرے اور اوسکی دار الشفا
شجاعت مین اگر حریف زہر گلے اوسکی شمشیر تریاق فاروق مہیا کرے اوسکے عدل کی مہابت سے
سوسن اپنا خنجر تیز نہین رکھتی تاکہ ہمنشین کے پہلو مین خراش نہ آوے اور اوسکے انصاف کے خوف سے
خار اپنی سنان کو باہر نہین نکالتا کہ سینہ گل مین چبھ نہ جاوے حق کو باطل سے ایسا جدا کیا ہے
کہ سوسن باوجودیکہ دشنہ رکھتی ہے خون بلبل کی تہمت سے بری ہے اور کثرت عطا سے خلق کو
ایسا مستغنی کیا ہے کہ ہوا ہر چند اوڑا لینے کو آندھی ہے گل خیری کی اشرفی جہان دھری ہے دہن دھری ہے
کیا حسن انتظام ہے کہ اگر نہر ہزار چور ہم پہونچا دے ایک قطرہ باہر نہ جا سکے اور اگر باغ ہزار
نافرمان رکھتا ہو اوسکے عمال کا قبضہ نہ اوٹھا سکے اوسکی کف دست وہ ابر ہے کہ قطرہ کی جگہ
گوہر بارہے اور اوسکا صفحہ تیغ وہ باغ ہے کہ خون اعدا سے لالہ زار ہے اوسکی سیل عطا سے ایوان
بخل منہدم اور اوسکی تیغ عدالت سے آثار ظلم منعدم اوسکی تیغ ایک سے دو کرتی ہے دشمن
ترقی کا شکر گزار کیون نہو اور اوسکا گرز نقش پا سے ہم آغوش کرتا ہے خصم رفع تردد کا سپاس
دار کیون نہو خلق کو زبان درازی خامہ سے یہ گمان ہے کہ صحیفہ مدح مین کوئی مضمون باقی نرہا ہو
اور مدیح نگار سے حق ثنا ادا ہو گیا ہو اور صابر شکستہ ارقام خجل ہے کہ اس کتاب سے ایک
حرف اور اس خط کے ایک نقطہ سے عہدہ برآنہین ہوا اور ان مقاصد سے ایک نکتہ اور ان عوالم سے
ایک دقیقہ کو سر انجام نہ دے سکا جب راہ کی درازی اسقدر اور قدم کی نارسائی یہ ہو تو ناموس
سعی کو برباد کرنا اور آبروے جرات کو خاک پر گرانا حیف ہے ختم کلام دعا پر اولی ہے اور اتمام
سخن اسی کلمہ پر بجا ہے یارب جب تلک ہلال عید روزہ داروں کی بستگی دہن کے واسطے
کلید ہے اوسکے جام عشرت سے کام تمنا لذت گیر اور اوسکے خوان سخا سے معدہ آرزو فیض پذیر ہے

قطعہ اختتام تذکرہ نتیجہ طبع معدن دانش وتمیز مولوی عبد العزیز خلف اوستادی مولوی امام بخش صہبائی

چو صابر بکلک گہر بار خویش — رقم کرد این نامہ شاعری
عزیز جگر خستہ تاریخ گفت — شدہ گرم ہنگامہ شاعری

۱۲۷۱ھ

ولہ

جو مرزا صابر جادو بیان نے — لکھا یہ تذکرہ بازیب و تزئین
بر نگ غنچہ او سیمین نقطہ نقطہ — بسان گل ہر اک حرف او سیمین رنگین
نہ اوسکے لطف کو پہونچے گلستان — نہ نقش چین مین اسکے طرز و آئین
عزیز خستہ جان سے سال اتمام — کہی ہاتف نے کہ گفتار شیرین

۱۲۷۱ھ

قطعہ تاریخ ریختہ کلک فیض اندوز مولوی عبد الکریم سوز خلف اوستادی حضرت صہبائی

از کلک صابر این دُر شہوار بر تری — در سلک انتظام بصد زیب سفتہ شد
سوز حزین چو کرد تامل بجیب فکر — معیار فطرت و ہنرش سال گفتہ شد

۱۲۷۱ھ

ایضاً در سمت

یہ وہ ہی تذکرہ جسکو پڑھے گر باغ عالم مین — تو ہر دم نغمہ مستانہ گائے بلبل معنی
نتیجہ میرزا صابر کی ہی طبع ہمایون کا — کہ جنکی فکر روشن سے ہوا روشن دل معنی
جو پوچھا سوز نے اوس سے کہ ہی تاریخ کیا اسکی — کہا ہاتف نے سنکر ہی فروغ مشعل معنی

۱۲۷۱ھ

ایضاً در فصلی

صابر انداخت رنگ تذکرہ — کہ از و بہتری نیاری گفت
جوہرے کو کہ قدر او داند — کہ بدست قلم چہ دُرہا سُفت
قیمتی گوہرے کہ در جنبش — در جان را کسے نگردد مُفت
چمنے کو کہ در خیابانش — بچنین رنگ و بو گلے نشگفت
منصفے کو کہ بیند و گوید — کہ چسان بحر را بکوزہ نہفت
سوز دل خستہ در سن فصلے — سال او ثمرۃ الفواد بگفت

۱۲۷۲ھ

تاریخ مرزا غلام نصیر الدین بہادر قناعت تخلص

اے قناعت چہ خوب تذکرہ — بر د تالیف صابر خوش خو
سال تاریخ اگر ز تو پرسند — نسخۂ دل پسند شوق بگو

ولہ

یافت زین تذکرہ قناعت دل — رازہاے نہفتۂ دانش
عقل گفتا بدل زردے ہنر — گو گل نو شگفتۂ دانش

ولہ

جبکہ یہ تذکرہ جسکا شہرہ — ہند سے لیکے تا روم و دمشق
ہو چکا ختم قناعت نے کہی — سال او سلکی سخن کا بیل عشق

قطعۂ تاریخ طبعزاد مرزا جمعیت شاہ بہادر ماہر تخلص

قلم سے حضرت صابر کی جب کی — نہال تذکرہ کی آبیاری
ہوا ماہر کو فکر سال اتمام — خرد بولی گل باغ بہاری

قطعۂ تاریخ نتیجۂ افکار سید احمد خان بہادر صدر امین بجنور متخلص بہ آہی

کلک صابر نگاشت تذکرہ — کہ از و خوب تر بدہر مجو
سال تاریخ ختم او آہی — ذکر یار ان ہمدم ست بگو

قطعۂ تاریخ تصنیف شیخ رحیم بخش طرب تخلص

چو این تذکرہ گشت اے دل تمام — بفضل خداوند پاک و صمد
طرب از پئے سال تاریخ آن — بگفت آب گلزار عقل و خرد

یہ اور چند مادہ تاریخ طبعزاد شیخ رحیم بخش لکھے جاتے ہین کہ اونکے ابیات کو خوف اطناب سے ترک کر دیا

دفتر اشعاری - بزم سخن کی زینت ہی - زیب گلشن فہم وذکا - معیار سخنوری جاوید - ہر روشنی خانۂ دل

قطعۂ تاریخ شتاب خان متخلص بہ سپہر

فلک بارگاہ و ملک احتشام — پناہ جہان و ذوی الاحترام
مبارک سیر زبدۂ روزگار — وقار جہان و جہان وقار

فلک مرتبت اصابر نامور — مبارک خصایل ہمایون سیر
ہین جد اونکے تیمور صاحب قران — ہمایون جہانگیر شاہ جہان
وہ ہین میرے اوستاد فرخ نہاد — فریدون حشم اور سکندر نژاد
اور اس مرتبہ پر جو اخلاق ہین — جہان مین وہ مشہور آفاق ہین
ہی اک بحر زخار علم اونکی ذات — کلام اونکے ہین غیرت معجزات
لکھا ان دنون مین ہی اک تذکرہ — کہ ہی راحت روح فرحت فزا
عبارت ہی اوسکی بہت دلپذیر — ہر اک فقرہ اوسکا ہی ماہ منیر
عجائب ہی وہ روضۂ دل کشا — سرور انتما و مسرت فزا
جو اس نظم رنگین کی دیکھے بہار — تو کہدے کہ ہی جوش پر لالہ زار
یہان تک تجلی سے معمور ہی — کہ گویا یہ نور علے نور ہی
یہ تھا تذکرہ کان فضل و ہنر — اور اصلاح صہبائی نامور
عجب کیمیا کا اثر کر گئے — کہ یہ سیم تھا اسکو زر کر گئے
یہ سب کچھ اوسکی تو امداد ہی — کہ وہ سارے عالم کا اوستاد ہی
یہ ہی اوسکے ہی فیض کا کچھ اثر — کہ صابر نے اوسکے ہین لعل و گہر
نہین منھ جو اونکے بیان ہون صفات — کہ چھوٹا ہی منھ اور بڑی ہی یہ بات
نہین تذکرہ ہی یہ اک شمع طور — کہ ہی نور معنی کا اوسمین ظہور
سپہر اوسکی جسدم زیارت ہوئی — تو جان غرق دریاے حیرت ہوئی
کہا عقل نے یہ نہین حوصلا — کہ تو ہوسکے اوسکا مدحت سرا

رقم کر یہ تاریخ گر ہی ذہین
کتاب اوسے اب کوئی بہتر نہین

قطعہ تاریخ مرزا اصل بیگ مشہور بمرزا اچھنگا فاخر تخلص

چو دیدم کلام مطرای صابر — چو دریاے اعظم بود در تلاطم
خصوصاً عبارات این نسخہ کزوے — خرد گشت در حیرت و فکرہا گم
بمن گفت کاے فاخر از بہر سالش — بگو مردم چشم و یا چشم مردم

قطعہ تاریخ رشحۂ کلک حافظ عبد الرحمن حیرت

میرزا صابر بهادر شاهزاده ذی وقار — باعث فخر جهان و قدردان و اهل فن
تذکره تالیف کرد و داد داد شاعری — طرز تحریرش رباید از جهان رنج و محن
حیرت خسته جگر چون فکر تاریخش نمود — داد هاتف این ندا آرایش بزم سخن ۱۲۱۸

ولہ

میرزا صابر بلند شکوه — صاحب عالم بلند و قار
دل او معدن جواهر قدس — سینه او ست مخزن اسرار
رقم و ثبت کرد تذکره — که بود بوستان نقش و نگار
بود حیرت بفکر تاریخش — گفت هاتف خزاین الاشعار ۱۲۱۸

تاریخی که میر رحمت علی رحمت فرموده اند و بانضمام لفظ رنگینی معانی به گل سخن عدد سال اختتام کتاب درست میکند ۱۲

چون نخلبند معنی یعنی که کلک صابر — با صد بهار تازه آراست این چمن را
رحمت ز بهر سالش گفته که خامه او — رنگینی معانی داده گل سخن را ۱۲

تاریخ طبعزاد جوان نیک نهاد محمد بیگ محوی تخلص ۱۲

زین تذکره لطیف مرزا صابر — خوش مجلسه پئے عروس معنی آراست
نظاره او سرور دلهای غمین — سطرش در جام صفحه موج صهباست
کیفیت خوبیش چه گویم که چهاست — هست انچه ز روی کار حالش پیداست
کردم چو سوال سال او از محوی — گفت از سر درد یادگار شعراست ۱۲۱۸

تاریخ تصنیف عبد الله بیگ عاجز

تذکره چون باختتام رسید — غنچه آسا ز روی دل بشگفت
سال تاریخ ختم او عاجز — ریشخند ابر فکر نادر گفت ۱۲

تاریخی که منور علی هوش تخلص گفته

صابر خوش فکر نبوک قلم — گوهر این تذکره را چون بسفت
هوش پئے سال وی از روی جهد — گلشن نایاب خرد باز گفت ۱۲

تاریخ یگانه دوران اهلیت یکتای جهان قابلیت جامه زیب خلعت سعادت ذات شایسته محاسن صفات نونهال چمنستان جوانی نوباوه حدیقه زندگانی

طراز و سادہ متانت نقاش نگارخانہ فطانت صاحب طرز متین حافظ محمد فخر الدین فخر تخلص کہ حسن خط اوسکے قلم کی مشاطگی سے سادہ رویان دلربا کے جمال سے زیادہ تر دلکش ہی اور رخ سادہ اوراق اوسکے خامہ مانی نگار کی آرائشگری سے کمال نظر فریبی بہم پہونچا کر محظظ ہوتے ہین دلخوش ہی اوسکا قلم ہی یا گلشن سخن طرازی کا سرو اوسکا خامہ ہی یا چمن نغمہ پردازی کا تر و حرف کو اوسکی زبان قلم کے طفیل شیرین دہنون کی گفتگو پر حرف ہی اور طرفہ دلنشینی سے عمر نظارہ اوسکے طرز خط کے مشاہدہ مین صرف بیشتر اجزا اس کتاب بلاغت انتساب کے اوسی یگانہ کشور کمال کے زیور کتابت سے مزین ہی اور اوسکی رگ ابر قلم کی آبیاری سے گلشن

در احوال رنگین کلامان دہر	مرتب چو شد این کتاب عجب
بگفت از سر آرزو مخزرود	بود مخزن ارباب فہم و طلب ۱۲

تاریخ صاحب فکر رسا سبحان الدین متخلص بفنا کہ طبع موزون اور معدن ضمیر جواہر نکات سے مشحون رکھتا ہی بالفعل خاک شاہجہان آباد اوسکے بہار قدم سے رشک چمن اور زمین سخن اوسکی فکر کی آبیاری سے گلشن ہی

ہوا تذکرہ ای فاضل مرتب	بطرز دلاویز و آئین رنگین
میری ہی بے تکلف یہ نکلا زبان سے	ہی تاریخ اوسکی مضامین رنگین

قطعہ تاریخ تصنیف مرزا علی بیگ نازنین تخلص ریختی گو

اے مین قربان اپنے صابر کے	مجکو سب کچھ اونھون نے سکھلایا
اونسے دو بول سے ہوئی واقف	اونسے آیا جو کچھ مجھے آیا
مین تو اک بے تمیز رنڈی تھی	نیک و بد سب اونھون نے بتلایا
اونکے صدقے سے مجھ سی عورت نے	رتبہ مردون سے بھی سوا پایا
ہین وہ شہزادہ بلند نژاد	رتبہ اللہ کے گھر سے ہی پایا
بسکہ علم و ہنر مین کامل ہین	اونکا سب سے بلند ہی پایا
ذوالاصلاح کے جو دامن کا	سر پہ میرے کلام کے سایا
تھے بڑے جو کہ مرد کامل فن	اونکو میرے سخن نے شرمایا
دیکھ شوخی زبان عورت کی	رشک سے زہر مردون نے کھایا

تذکرہ شاعرون کا لکھا ہی اور مجکو بھی ہی وہ دکھلایا
کس طرح کہ سکون مین وہکی صفت کیا مرا منھ ہی کیا مرا پایا
اللہ اللہ عبارتین اوسکی بحر مضمون ہی جوش مین آیا
رنگ معنی پہ تازگی حروف جیسے گلشن پہ ابر ہی چھایا
وہ سخن اونکے لب پہ ہی گویا لب عیسے پہ معجزہ آیا
لیکے اونسے وہ تذکرہ اکدم نازنین کو بھی مین نے دکھلایا
اوسنے تاریخ یہ کہی مجھ سے لے مین صدقے یہ اچھا خوب فرمایا

تمہید سپاس اجلاے شفیق و توطیہ شکر باران صدیق

صابر رنگین نگار مساعی فکر رسا اور جادہ پیماے خامۂ تیز پا سے اسقدر سپاس دار نہین ہی جسقدر بزرگان کریم نہاد اور محبان صادق الوداد کا حرف شکر ذخیرۂ لب و دہان رکھتا ہی کہ اس کتاب کے اتمام اور اس نسخہ کے انصرام مین اُن والا ہمتان بلند حوصلہ کیطرف سے کیا کیا حسن مروت جلوہ گر ہوا جناب مستطاب اوستادی مولوی امام بخش صہبائی سلمہ اللہ تعالے کے لطف و کرم کے آفتاب کی فروغ بخشی کا تو کیا بیان ہی کہ اگر ہر موے بدن مون برگ سوسن و ہر زبان بل جون گل صد برگ سوزبان پیدا کرے اوس دفتر سے ایک حرف ادا نہو سکے شاہد ان عبارت کو اسطرح زیور اصلاح سے آراستہ دیکھا کہ اون دلربایون کی گردن و گوش کا جلوہ اوس پیرایہ و حلل کے پردہ مین نظر تامل سے روپوش ہو گیا گویا ایک سایہ تھا کہ ہجوم انوار مین محو ہو گیا یہ شکر تو عمر خضر سے زیادہ تر طول مدت چاہتا ہی اُن دوستون کے بار احسان سے سرفرو ہی کہ مصالح کے بہم پہونچانے مین انتہاے عرق ریزی اور اس شغل کے اہتمام کی راہ مین ایسی قطرہ زنی کی کہ جو راہ کہ عمر پر جسمانی و روحانی پر لحظہ ران ہی اوسکو بسان بشن ایک چشم زدن مین طے کیا یگانۂ عالم محبت مرزا غلام نصیر الدین قناعت اور یکتاے کشور مودت مرزا پیارے متخلص بہ نعمت اور رشک ہمسران معاصر مرزا جمعیت شاہ ماہر اور طراز و سادات الفت و مہر شتاب خان متخلص بہ سپہر اور سبک خرامان عرصۂ قدرت کلام مرزا عبد اللہ بیگ عاجز بنام اور بگر شکاف حاسدان کینہ اندوز فلک سیر اللہ بلند اقبال جناب اوستادی و مولائی حضرت صہبائی جم نوالہ مولوی عبد الکریم نام متخلص بہ سوز رنگین کلامان حضرت شاہجہان آباد کے اشعار کی تحصیل مین اور یکتاے عرصۂ لطف و مروت فارس مضمار یگانگی و مودت واقف سرایر سخن مولوی

ابوالحسن کہ متوطن فرید آباد اور بلدۂ طیبۂ اکبر آباد مین حکام عہد کی قدر دانی سے عہدۂ تدریس کتب فارسی پر مامور اور اطراف اکناف مین اس فن کی دقیقہ سنجی اور رموز فہمی کے وصف سے مشہور ہین شعرائے دارالخلافۂ مذکور اور سخن گویان نواح نزدیک و دور کے سخن بہم پہونچانے مین اسقدر ساعی ہوئے کہ اوسکا شکر دفاتر لیل و نہار مین گنجایش پذیر نہین آخر سرانجام مسودہ اور ترتیب اجزائے بعد شمع افروز بزم اتحاد و چمن پیرائے حدائق وداد رنگ آمیز کارنامۂ فکار ارجمند مرزا صفدر علی بیگ بلند اور گلدستہ بند بہارستان ہنروری تازہ نہال گلشن معنی پروری مورد مآثر سعادت مولوی محمد حسین سفقت نے تبییض فاشغل و شوار اپنے تعہد مین لیا اور نامۂ نگار کو انواع لطف و مروت سے ممنون کیا جب یہ مراحل طی ہو چکے حسن عبارت اور لطف معنی اور رشاقت اسلوب اور خوبی انتخاب اشعار کا شہرہ اطراف عالم مین پہونچا اور ہر طرف سے دامن آرزو وسیع اور دست تمنا دراز ہوا کاتبین کی سعی ایزادی مین شکستہ پا اور ناسخین کی ہمت اس میدان مین نارسا تھی ناگاہ مظہر مکارم شیم مصدر آثار کرم محمی مراسم یگانگی ماحی رسوم بیگانگی جامع محاسن خفی جلی شیخ نثار علی صاحب مالک مطبع مرتضوی کہ اس جزو زمان مین بلندی ہمت اور فراخی حوصلہ اور عموم مروت و شمول مکرمت اوسکی ذات مین اسطرح جمع ہین جیسے محیط مین امواج اور حسن اخلاق اور یکرنگی و وفاق اور رعایت دوست نوازی اور ملاحظہ راست بازی اوسکی نہاد سے ایسے چسپان اختلاط ہین جیسے مرکب سے مزاج لطف و مروت کے اظہار اور مراسم یارفروشی کے اعلان کی طرف مائل اور اس کتاب کے چھاپنے کی طرف متوجہ ہوئے حق یہ ہے کہ اس امر کے سرانجام مین مساعی جمیلہ کو اسطرح صرف کیا کہ قلم اوسکی کیفیت کی تحریر مین و حساب نامہ سر زانو سے نہین اوٹھا سکتا اس مطبع کے حسن اہتمام کا ذکر کردن یا خوبی اسباب کا حرف زبان پر لاؤن کاتب کی زبان قلم حرف نستعلیق سے اسطرح آشنا ہے جیسے لوطی خوش لہجہ حرف دلربا سے اور الطافت سفینہ کاغذ سے یون جلوہ گر ہے جیسے صفائی آئینۂ مجلا سے آخر الامر اس سعی مشکور پر یہ اثر مترتب ہوا کہ مدت قلیل مین یہ شغل خطیر اتمام کو پہونچا اور نسخہائے بیشمار فراہم ہو کر مشتاقان نایاب کی نظر شوق سے دوچار ہوئے یہ نسخہ ہر چند اہل سخن کی طبع کو پسند تھا لیکن جب اس مطبع مین یہ پور طبع سے آراستہ ہوا لوازم ارجمند ہو گیا اللہ تعالے ان دوست نوازان بلند ہمت کو انقطاع سررشتۂ روزگار تک بادۂ مراد سے مزہ چش اور حصول مرام سے

دل خوش رکھے

خاتمۃ الطبع

ہزار ہزار شکر ہے گلشن آرائے کن فکان کی جناب مین کہ اندنون مین گلدستہ جاوید بہار ریاحین گلزار سخنوری ثمرۃ الفواد بہارین طبعان شعرائے نامی یعنی تذکرہ زبان آوران بلند فطرت گرامی فن مسمی بہ گلستان سخن جو ایک گنجینہ کلام شاعران مسیح نفس اردو زبان کا ہے جسمین ہر مرزبان آور کا تخلص بہ ترتیب حروف تہجی مع نام و نشان سکونت اور انکے کمالات فضیل کا مذکور ہے بہت نادر تصنیف زبدہ شاہزادگان عالی تبار شاہزادہ مرزا قادر بخش بہادر تخلص صابر کہ جسکی درستی عبارت باصلاح استاد کامل مولوی امام بخش صہبائی ہوئی ہے بسبب تحریک قدر شناس سخن منشی نبدیال صاحب میر منشی ایجنسی ہو مطبع نامی نول کشور مین بمقام لکھنو بعد ازالۂ غلاط کے ماہ اپریل ۱۸۶۲ء مین مطابق ماہ جمادی الاولی ۱۲۷۹ھ چھپکر اشاعت پذیر ہوا خدائے تعالی مطبوع اہل عالم فرماوے بمنہ و کرمہ

کلیات ناسخ - دو دیوان صفحہ اور حاشیہ پر نتیجہ بلند فکر شیخ امام بخش ناسخ شاعر مستند لکھنوی -

کلیات آتش - طبعزاد سخنور نامی خواجہ حیدر علی آتش لکھنوی معاصر ناسخ -

کلیات نظام - کلام سخنور خوش فکر بلند خیال نواب محمد مردان علیخان بہادر -

کلیات تسلیم - جسکا نام تاریخی نظم ارجمند ہی نتیجہ خوش فکری زبان آور بلند خیال منشی امیر اللہ تسلیم شاگرد حضرت نسیم دہلوی -

کلیات میر تقی - اُستاد مستند مسلم الثبوت کا کلام بعد نظر ثانی مکرر چھپا -

کلیات ظفر - کلام الملک ملک الکلام چار جلد مین -

۱- جلد اول و دوم یکجائی -

۲- جلد سوم و چہارم یکجائی -

کلیات مومن خان - جدید الطبع -

کلیات وہبی - طبعزاد سخنور نامی منشی شیو پرساد نیسر اودھ اخبار -

بہارستان سخن - اسمین تین اُستادون کا کلام ہی ہمطرح و ہمقافیہ غزلین - ۱ شیخ امام بخش ناسخ ۲ - خواجہ حیدر علی آتش - ۳ - مہدی حسین خان آباد ۔ معرکہ کا مجموعہ ہی ہر ایک اوستاد نے زور طبع دکھایا ہی بیدگر ترجیح بلا مرجح کہنا زیبا ہی -

دیوان گویا - از طبعزاد رسالہ دار نقیہ محمد خان گویا شاگرد خواجہ وزیر تخلص وزیر اُستاد نازک خیالی -

دیوان رند - مسمّی بہ گلدستہ عشق کلام زبدہ سید محمد خان رند شاگرد خواجہ حیدر علی آتش -

دیوان خدا جلد اول - از موج خیزی طبع وقاد مولوی خدا حسین وکیل عدالت دیوانی -

دیوان غافل - کلام سخنور ہمپایہ آتش و ناسخ منور خان غافل -

دیوان ذوق - از نتیجہ فکر سخن گو عالی خیال سید ابراہیم علی ذوق -

دیوان بہار عرب - در محامد خاتم الرسالت مولفہ حاجی محمد نذیر مصطفےٰ آبادی -

دیوان لطف - پاکیزہ دیوان غزلیات مع معراج نامہ محامد سرور کائنات مصنفہ حافظ محمد لطف علیخان بریلوی ایضاً - نعت سرور ہی غزلیات تمام ردیفون کی محامد خاتم المرسلین مین از بہار نمائی طبع بلند مفتی غلام سرور لاہوری -

دیوان ہنجار سالک - عمدہ کلام از مرزا قربان علی بیگ سالک تخلص -

دیوان نیاز - از روشنی صافی طبع نازک پسند شاہ نیاز احمد بریلوی نیاز تخلص -

دیوان شہیدی - مصنفہ کرامت علیخان شہیدی تخلص ہی -

دیوان امیر - مسمّے بہ مرآۃ الغیب از میر احمد امیر تخلص

دیوان غالب دہلوی - کئی مرتبہ یہ دیوان مختلف مقامات مین چھپا اور بڑی خواہش سے بکا اور ہنوز خواہش خریداران اُسیطرح ہی کیون نہو بڑے عالی پایہ مرزا اسد اللہ خان دہلوی کا کلام ہی جسکا

مثل و نظیر ہندوستان مین نہین ہی یہ مطبوعہ اس مطبع مین بڑے اہتمام صحت سے طبع ہوا ہی۔

دیوان نشاط الاحباب مصنفہ بالو ہرگوبند سہائے۔

دیوان جرار مصنفہ غزالہ حسین بیگ تخلص جرار۔

دیوان امیر خرد طبعزاد سید امیر الدین تخلص امیر

دیوان قلق مسمی بہ مظہر عشق کلام استاد کامل آفتاب الدولہ خواجہ اسد تخلص قلق۔

دیوان واسطی کلام مولوی سید فضل رسول خان تعلقدار سندیلہ۔

دیوان عاشق کلام لطیف از پنڈت کنہیا لال صاحب تخلص عاشق۔

دیوان خواجہ میر درد شاہ صاحب باطن

دیوان بحر اسرار حقیقت درنعت سید مجتبےٰ مصنفہ قاضی علی احمد تخلص صلے علے۔

دیوان ہتیارہ مصنفہ کیول رام۔

دیوان صبا مسمی بہ غنچہ آرزو۔ از میر وزیر علی صبا۔

دیوان ضامن از سید ضامن علی شاہ۔

دیوان مخزن شوق غزلیات ہمطرح حضرت ذوق دہلوی مصنفہ منشی ہرچندرائے سروری تخلص ہرچند ایک کالم مین کلام ذوق دوسرے کالم مین کلام ہرچند۔

ایضاً شایستہ پاسخ بمقابلہ غزلیات ناسخ از منشی ہرچندرائے۔

دیوان علی یہ دیوان قدیم زبان ریختہ موجد شعر گوئی زبان ریختہ شاہ ولی اللہ گجراتی کا کلام ہی اول زبان ریختہ مین اسی شاعر عالی نے شعر کہا ہی بڑی کوشش سے دستیاب ہوا۔

چمنستان جوش دیوان نواب احمد حسن خان جوش از فرزندان نواب حافظ رحمت خان۔

مجمع الاشعار غزلہائے اردو و فارسی اساتذہ۔

چمن بے نظیر اشعار اردو و فارسی اساتذہ فراہم کردہ مولوی محمد ابراہیم بن شہاب الدین۔

گلدستہ امانت جسمین چیدہ چیدہ غزلیات اساتذہ کی ہین

گلدستہ نعت اشعار فارسی و اردو در نعت حضرت محمد جمیل الدین احمد

گلدستہ خندان کلام موزون منشی منوہر علی مخلص خندان

شمس فیض قصائد ولیعہد بہادر والی حسور رکھ

ونسانہ خیالی منظوم از منشی غلام محمد خان تخلص خبیر

گلشن فیض قصائد مدحیہ از شیخ بہاء الدین۔

خریطہ سرور تہنیت نامہ تخدائی نواب بہادر خان ولیعہد ریاست سورکھ۔

دیوان صادق طبعزاد سخن طراز حاجی عبد الحق متخلص بہ صادق۔

دیوان حمد انیزدی خوب دیوان تر و تازہ ہر گزیدہ طبع موزون مفتی غلام سرور لاہوری۔

منتخب کلیات ظفر

کلیات فارسی

کلیات نظیری نیشاپوری از خوش فکری ملا نظیری نیشاپوری۔

کلیات ظہیر فاریابی تصنیف ابو نصر فاریابی۔